العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

فتاویٰ رضویہ

(۳۰)

امام اہلسنت مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا فاؤنڈیشن

لاہور، پاکستان

Contents

فتاوٰی رضویّه

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّة فِي الْفَتَاوِى الرِّضْوِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد۳۰

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون: ۷۶۵۷۳۱۴، ۷۶۶۵۷۷۲

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ____________ فتاوی رضویہ جلد ۳۰

تصنیف ____________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ____________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین

باہتمام و سرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ____________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ____________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ____________ ۷۷۲

اشاعت ____________ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء

مطبع ____________

ناشر ____________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ____________

ملنے کے پتے

*رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰

*مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

*ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

*شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمدللہ ! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لیے مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ (المتوفی ۲۶اگست ۲۰۰۳ء) کی زیر پرستی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ	(۱۳۲۳ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیانا لکل شیئ	(۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری	(۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم	(۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	(۱۳۰۵ھ)
(۵) ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ	(۱۳۱۴ھ)
(۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ	(۱۳۰۷ھ)

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ /مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریبًا پندرہ سال کے مختصر عرصہ میں تیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس سے قبل شائع ہونے والی انتیس جلدوں کی مشمولات کی تفصیل سنین اشاعت، کتب وابواب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات وجوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ____مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲____نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲____فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳____جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصّلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴____ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصّلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵____اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصّلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵____دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصّلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶____جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶____اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷____اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸____مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸____نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸____مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹____ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰____اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴

۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۰ ____ ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعد ۱۴۲۰ ____ فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ ____ جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید و الذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۴	۳	صفر المظفر ____ ۱۴۲۲ ____ مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاوّل ____ ۱۴۲۳ ____ مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری ____ ۱۴۲۳ ____ اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ سوم)	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ____ ۱۴۲۳ ____ فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	کتاب الحظر و الاباحۃ	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ____ ۱۴۲۳ ____ فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرھن، باب القسم، کتاب الوصایا	۱۸۳	۳	رجب المرجب ____ ۱۴۲۴ ____ ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اوّل	۳۲۵	۸	محرم الحرام ____ ۱۴۲۵ مارچ ____ ۲۰۰۴	۶۱۶
۲۷	کتاب الشتی حصہ دوم	۳۵	۱۰	جمادی الاخری ____ ۱۴۲۵ ____ اگست ۲۰۰۴	۶۸۴
۲۸	کتاب الشتی حصہ سوم	۲۲	۶	ذیقعدہ ____ ۱۴۲۵ ____ جنوری ۲۰۰۵	۶۸۴
۲۹	کتاب الشتی حصہ چہارم	۲۱۵	۱۱	رجب المرجب ۱۴۲۶ ____ اگست ____ ۲۰۰۵	۷۵۲

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضافاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو

ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء ومشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، نیز اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیق انیق کو بھی ہم نے پیش نظر رکھا اور اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ وفتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیۃ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں جلد سے مسائل حظر واباحۃ کی اشاعت کاآغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۲،۲۱، ۲۴، ۲۳ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم اور وصایا پر مشتمل پچیسویں[۲۵]، چھبیسویں[۲۶] جلد منصّہ شہود پر آچکی ہے۔ باقی رہے مسائل کلامیہ ودیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث وفتاوائے اعلیحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوّب وغیر مترتّب طور پر مندرج ہیں، ان کی ترتیب وتبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظر عنایت، اعلیحضرت اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے روحانی تصرف وکرامت سے راقم نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پروکر مرتبط ومنضبط کردیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائل کلامیہ ومتفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کردیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال واستفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم ودوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(و) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق اعلیحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل

نہ ہوسکے تھے ان کو بھی موزوں ومناسب جگہ پر شامل کردیا ہے۔

(ز) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتّب کرناپڑی۔

(ح) کتاب الشتی میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل ومفصّل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

تیسویں ۳۰ جلد

یہ جلد ۴۴ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور ۷۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے البتہ نوروسایہ سے متعلق رسائل اربعہ کی بعض عبارات کا ترجمہ استاذی المکرم مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

پیشِ نظر جلد (کتاب الشتی حصہ پنجم) کازیادہ تر حصہ فضائل وخصائص سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین پر مشتمل ہے۔علاوہ ازیں اس جلد میں شرح کلام علماء وصوفیاء، تشریحِ افلاک، علمِ توقیت، رسم القرآن اور تجوید وقراءۃ کے بارے میں سوالوں کے جوابات بھی شامل ہیں۔مذکورہ بالاعنوانات کے علاوہ متعدد عنوانات سے متعلق مسائل ضمناًزیرِ بحث ہیں۔انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دس رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں۔

۱۔تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ)

حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل الخلق وسیدالمرسلین ہونے کاقرآن وحدیث سے ثبوت۔

۲۔شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین اورآباؤاجداد کے مسلمان ہونے کا ثبوت۔

۳۔تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ)

شان رسالت بزبان آیاتِ قرآنیہ

۴۔الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء (۱۳۱۱ھ)

حضورپرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مشکل کشا، حاجت روااور دافع البلاء ہونے کامدلل ثبوت۔

۵۔منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب (ضمنی) (۱۳۱۱ھ)

احکام تشریعیہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مختار ہونے کا بیان۔

۶۔منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ (۱۳۲۰ھ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عرش تک جانے اور اللہ تعالٰی کو دیکھنے کا بیان۔

۷۔صلات الصفاء فی نور المصطفٰی (۱۳۲۹ھ)

نورانیت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

۸۔نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ (۱۲۹۶ھ)

مسئلہ نور وسایہ کا روشن بیان۔

۹۔قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام (۱۲۹۶ھ)

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سایہ کی نفی کا بیان۔

۱۰۔ھدی الحیران فی نفی الفیی عن سید الاکوان (۱۲۹۹ھ)

سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔

محترم قارئین عظام!

یہ خبر آپ کیلئے یقینا خوش کن ہوگی کہ الحمدللہ رضا فاؤنڈیشن کے تحت فتاوی رضویہ شریف کی تخریج وترجمہ کے ساتھ جدید انداز میں اشاعت پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ بلا مبالغہ ہم یہ دعوٰی کرسکتے ہیں کہ تیس جلدوں پر مشتمل یہ دنیا کا ضخیم ترین فتاوی ہے۔ یہ بُلند فقہی شاہکار مجموعی طور پر ۲۱۶۵۶ صفحات ۶۸۴۷ سوالوں کے جوابات اور ۲۰۶ رسائل پر مشتمل ہے جبکہ ہزاروں مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں۔

اس عظیم کارنامے کی تکمیل پر رضا فاؤنڈیشن کے بانی اور اس بے مثال اشاعتی منصوبے کا آغاز فرمانے والے مرد کامل استاذنا الکریم مخدوم ملت شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی نوراللہ مرقدہ کی روح پُرفتوح انتہائی مسرور ہو رہی ہوگی؟ اللہ تعالٰی ان کے درجات بُلند فرمائے اور اس عظیم فتاوی کی بین الاقوامی معیار کے مطابق اشاعت جدیدہ کو ان کے لئے قیامت تک صدقہ جاریہ بنائے۔

رضا فاؤنڈیشن سے وابستہ تمام حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں خصوصا ادارے کے سرپرست جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفیٰ قادری ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، فتاوٰی رضویہ کے مترجمین، مخرجین، مصححین، کاتب اور ناظم نشرواشاعت جگر گوشہ مفتی اعظم مولانا قاری نصیر احمد ہزاروی لائق صد تحسین و تبریک ہیں۔پروردگار عالم ان تمام حضرات کو اجرِ جزیل وثواب عظیم عطافرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین

رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
اگست ۲۰۰۵ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور و شیخوپورہ پاکستان

تحدیثِ نعمت

از قلم حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری
سینئر مدرس جامعہ نظامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ط

مرکز علم وعرفان جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان جس کی شہرت ومقبولیت چہار دانگ عالم میں بڑھتی ہی جارہی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے بانی وناظم اعلٰی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ (المتوفی ۲۶ اگست ۲۰۰۳) جنہیں آج دنیائے اسلام کی نامور شخصیات مفتی اعظم پاکستان کے عظیم ترین علمی لقب سے یاد کرتی ہیں، ان کی ہر شعبہ علم سے گہری وابستگی اسے بام عروج تک پہنچانے میں عشق کی حد تک لگاؤ ہے، ان کی جہد مسلسل اور مساعی جمیلہ نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ دنیائے سنیت بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔ وہ اپنی ذات میں پاکیزہ انجمن اور ایک متحرک ادارہ تھے۔ درس و تدریس، تعلیم و تعلّم، تصنیف و تالیف اور افتاء سے انتہائی شغف تھا۔ ان کی بصیرت وفراست کے سامنے مستقبل، حال کی طرح نمایاں اور ان کا ماضی ان کے وجود باجود کی طرح خوبصورت، حسن وجمال کا پیکر تھا۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ مسلک حق کے صحیح ترجمان اور اس کی ترویج واشاعت کے سچے مبلغ تھے۔ امانت، دیانت، تقوٰی ان کے فتوٰی کی طرح درست۔ علماء ومشائخ عظام کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کئے ہوتے۔ طلباء کو اپنے فرزندوں سے بڑھ کر نوازتے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کی تعمیر وترقی کا تصور آپ پر

ہر وقت غالب رہا۔ بحمدہ تعالٰی اب ان کا مبارک تصور تصدیق بن کر جامعات کی تاریخ میں غالب ہے۔اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ میں تقریبا تین ہزار طلباء وطالبات علوم وفنون دینیہ حاصل کررہے ہیں جن کی تعلیمی پیاس بجھانے کی لئے ساٹھ سے زائد قابل، محنتی اور مخلص اساتذہ کرام موجود ہیں۔

انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیات پر ہے)اس فرمان مخبر صادق نبی مکرم رسول اعظم جناب احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عملی تشریح کا اگر اس دور میں کسی کو مصداق سمجھا جائے تو بلاتامل راقم السطور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالٰی کا نام نامی پیش کرنے میں عار محسوس نہیں کرے گا۔آپ نے جن ابتلاء و آزمائش اور مصائب وآلام سے گزر کر جامعہ کی آبیاری کی اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔آپ عزیمت کے گوہ گراں تھے۔ صبر واستقامت آپ پر ناز کناں رہا۔دکھ، درد اور الم کو احباء ورفقاء سے ہمیشہ نہاں رکھا۔اللہ تعالٰی اور اسکے حبیب صلی تعالٰی علیہ وسلم کے احکام وارشادات پر عمل پیرا رہے۔اہل سنت وجماعت کو نہ صرف جامعہ نظامیہ رضویہ ایساعلوم وفنون کا مرکز مرحمت فرمایا بلکہ تنظیم المدارس اور رضا فاونڈیشن ایسے مضبوط ترین ادارے بھی عنایت کئے جن کے قیام سے سنیت کا بھرم قائم ہے۔ان کا مطمح نظر ہر شعبہ علم وفضل کے لئے افراد کی تیاری رہا،اور اس میں بفضلہٖ وکرمہ تعالٰی دیگر شعبہ جات کی طرح خوب کامیاب رہے۔یہی وجہ ہے کہ آج جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلاء ملک بھر میں درس وتدریس کی مسندیں سجائے ہوئے ہیں۔ تحریر وافتاء، تصانیف وتالیفات اور تراجم میں نام پیدا کرچکے ہیں۔جامعہ کے تقریبا تمام مدرسین یہیں سے فراعت کی نسبت رکھتے ہیں۔

عظیم ترین کارنامہ

حضرت قبلہ مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کا ہر کارنامہ عظیم تر ہے مگر رضا فاونڈیشن کا قیام ایسا کارنامہ ہے کہ بریلی شریف بھی اگر لاہور پر رشک کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہوگا،اس لئے کہ اعلیحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی ذات ستودہ صفات کے ایمان افروز، روح پرور اور تحقیق آشنا قلم سے جن ہزاروں فتوؤں کو دلائل وبراہین سے مرصع کیا گیا تھا، عوم، خواص کا انکی روح تک پہنچنا مشکل ترین امر تھا۔ مفتی اعظم پاکستان جن کی زندگی کا ہر لمحہ علم وعمل سے عبارت رہا انھوں نے جب اس دقت پر گہرائی اور گیرائی سے سوچا تو اس کا حل یوں ڈھونڈ نکالا کہ اعلٰی حضرت

مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاوٰی رضویہ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تخریج و ترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کی طرح ڈالی جائے۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۸۵ء میں عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ اور حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ کام کا آغاز فرمادیا، مگر اس کے لئے ٹھوس بنیاد کا فراہم کرنا از حد ضروری تھا، اس لئے ۱۹۸۸ء میں اہل علم و قلم سے مشاورت کے لئے ایک میٹنگ بلائی جس میں بالاتفاق طے پایا کہ اس عظیم ترین کام کے لئے رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ ادارے کے بابرکت نام کے ظہور پذیر ہوتے ہی منصوبے کو روبہ عمل لایا گیا اور باقاعدگی سے تخریج و ترجمہ کا کام شروع ہوگیا۔ الحمدللہ علی منہ وکرمہ واحسانہ کہ فتاوٰی رضویہ جو قدیم بارہ جلدوں پر مشتمل تھا آج اپنی وسعت و کشادگی کے باعث تیس ضخیم ترین جلدوں اور تقریبًا بائیس ہزار صفحات پر پھیلا ہوا عالم اسلام میں اپنی انفرادی حیثیت سے نمایاں اور ممتاز دکھائی دے رہا ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ تواریخ فتاوٰی میں اس سے عظیم اور جامع کوئی دوسرا فتاوٰی نہیں ہے۔ یقینا حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی روح اپنے مزار مقدس میں شاداں و فرحاں ہوگی کہ جس کام کا آغاز کیا گیا تھا آج وہ پایہ تکمیل تک پہنچا اور وہ اس مہتم بالشان امر سے وابستہ ہر ایک کے لیے انعامی طور پر اپنی مستجابانہ دعاؤں سے نواز رہے ہوں گے۔ اس عظیم ترین مشن کو کامیابی و کامرانی تک پہنچانے کے لئے جن حضرات نے نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کے اسمائے گرامی درج کرنے سے قبل میرا دل چاہتا ہے کہ صاحب فتاوٰی اعلٰی حضرت مجدد مائۃ سابقہ وحاضرہ مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی کی ذات ستودہ صفات کی حیات مبارکہ کا مختصر ساخلاصہ درج کیا جائے، گو فتاوٰی مبارکہ کی پہلی جلد سے لے کر آخری جلد تک کسی نہ کسی طرح بڑے احسن پیرائے میں تعارف لکھا جاچکا ہے، مگر بفحوائے ذکر الحبیب لبیب، محبوب کا ذکر میٹھا لگتا ہے۔ لہٰذا مزید مٹھاس حاصل کرنے کے لئے چند کلمات قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

مجدّد دین وملت: ایک تعارف، ایک جائزہ

نکل کے صحن گلستاں سے دور دور گئی
یہ بُوئے گل بھی کہیں قید رہنے والی ہے

غیر معمولی اشخاص اپنے بچپن ہی سے اپنی حرکات وسکنات، نشو ونما میں ممتاز ہوتے ہیں ان کے ایک ایک خال میں بے پناہ کشش ہوتی ہے، ان کے ناصیہ قبل سے مستقبل کا نور چمک چمک کر نتیجے کا پتہ دیتا رہتا ہے، اور لوگ پکار اٹھتے ہیں :

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی بھی اسی قسم کی نادر روزگار ہستیوں میں سے ایک عظیم المرتبت ہستی تھے، بچپن میں ان کے ہر انداز میں سعادت ونیک بختی کے آثار نمایاں تھے۔ عموماہر زمانے کے بچوں کا وہی حال ہوتا ہے جو آج کل کے بچوں کا ہے کہ سات آٹھ سال تک توانہیں کسی بات کا ہوش نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی بات کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کا بچپن بڑی اہمیت کا حامل تھا۔کم سنی، خورد سالی اور کم عمری میں ہوشمندی اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ساڑھے چار سال کی ننھی سی عمر میں قرآن مجید ناظرہ مکمل پڑھنے کی نعمت سے باریاب ہوگئے۔ چھ سال کے تھے کہ ربیع الاول شریف کے مبارک مہینہ میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر میلاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موضوع پر ایک بہت بڑے اجتماع میں نہایت پُر مغز تقریر فرما کر علماء کرام اور مشائخ عظام سے تحسین وآفرین کی داد وصول کی۔اسی عمر میں آپ نے بغداد شریف کے بارے میں سمت معلوم کر لی تھی تادم حیات بلدہ مبارکہ غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، نماز سے تو عشق کی حد تک لگاؤ تھا چنانچہ نماز پنجگانہ باجماعت تکبیر اولیٰ کا تحفظ کرتے ہوئے مسجد میں جا کر ادا فرمایا کرتے، جب کبھی کسی خاتون کا سامنا ہوتا تو فوراً نظریں نیچی کرتے ہوئے سر جھکا لیا کرتے، گویا کہ سنت مصطفٰی کریم علیہ التحیۃ والثناء کا آپ پر غلبہ تھا جس کا اظہار کرتے ہوئے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں یوں سلام پیش کرتے ہیں ؎

نیچی نظروں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لڑکپن میں تقویٰ کو اس قدر اپنالیا تھا کہ چلتے وقت قدموں کی آہٹ تک سنائی نہ دیتی تھی۔ سات سال کے تھے کہ ماہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے شروع کردیے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا علامہ حاجی محمد نقی علی خان بریلوی علیہ الرحمہ دوپہر کے وقت جبکہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی آپ کو لئے اس کمرہ میں پہنچے جس میں افطاری کے لیے قسم قسم کا سامان موجود تھا، فیرنی کے پیالے بھی تھے، والد صاحب نے کمرہ اندر سے بند کرکے ایک پیالہ آپ کو دیتے ہوئے کہا اسے کھالو، تو آپ نے عرض کیا میرا روزہ ہے کیسے کھاؤں؟ آپ کے والد ماجد نے فرمایا بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھالو، میں نے دروازہ بند کردیا ہے کسی کو

خبر نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی دیکھ رہا ہے۔آپ نے جوابًا عرض کیا : ابا جان ! جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔یہ جواب سنتے ہی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا اور آپ کو سینے سے لگایا، پیار کیا اور کمرے سے باہر لے آئے۔**سبحان اللہ** !

آٹھویں سال میں قدم رکھا تو فن نحو کی شہرہ آفاق کتاب "**ھدایۃ النحو** "کی شرح لکھ ڈالی،اور دسویں سال ''**مسلم الثبوت**'' کی تحقیقی شرح لکھنے کی سعادت پائی۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے جملہ علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فرما کر ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۹نومبر ۱۸۶۹ء بروز جمعرات فارغ التحصیل ہونے کا شرف حاصل کیا۔بعدہ اپنے والد ماجد کے ارشاد پر درس وتدریس اور مسند افتاء کو زینت بخشی۔بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو علم سے خصوصی لگاؤ رہا اورخداداد ذہانت سے علوم وفنون مروجہ کا سراپا بن گئے۔آپ نے اپنے سال فراعنت کے دو تاریخی مادے تخریج فرمائے '' تعویذ'' اور ''غفور''ان دونوں سے ۱۲۸۶ھ کے اعداد نکلتے ہیں۔

قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ایک بار اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا: بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ ''حافظ'' بھی لکھ دیا کرتے ہیں حالانکہ میں اس منصب کا اہل نہیں ہوں، لیکن یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا ایک پارہ پڑھ کر سنا دیا کرے تو وہ دوبارہ مجھ سے سن لے۔چنانچہ طے پایا اور عشاء کے وضو فرمانے کے بعد جماعت سے قبل اس کیلئے نشست شروع کردی گئی اور آپ نے تیس دنوں میں تیسوں پارے زبانی سنا دیئے، نیز فرمایا، **الحمدللہ**! ہم نے کلام پاک ترتیب سے یاد کرلیا۔اور یہ اس لئے کہ بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ہو۔**سبحان اللہ** ! صداقت شعار بندوں کا کیا کہنا۔اور یہ مکمل حفظ القرآن کا وقت تخمینۃً سات گھنٹے بنتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے چھوٹی عمر میں سات دنوں میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا جبکہ امام شافعی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہما الرحمہ نے تین تین ماہ کی مدت میں قرآن مجید حفظ کیا، نیز حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے بھی اتنی ہی مدت میں قرآن کریم کو یاد فرمالیا جب انہیں جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں قید وبند کی صعوبتوں سے دو چار کر رکھا تھا۔

استاذی المکرم فقیہ اعظم علیہ الرحمہ مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم حنفیّہ فریدیہ بصیرپور،فرمایا کرتے تھے کہ امام بخاری کے حافظہ کے بعد اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے حافظہ کی مثال نہیں ملتی،آپ کی قوت حافظہ واخذ لاجواب تھی۔سچ ہے ولی راولی می شناسد وعالم راعالم می شناسد، نیز فتاوٰی رضویہ آپ کی قوت حافظہ پر شاہد وعادل ہے۔

فاضل بریلوی اساطین علم وفن اور اکابر فضل و کمال کا مرکز بنے۔ برصغیر پاک وہند کے علمائے حقانی کے علاوہ عرب وعجم کے علماء ومشائخ ربانی کے نزدیک ان کی محبت اہل حق وسنت ہونے کی دلیل ٹھہری، ان سے انحراف بدعتی ہونے کی سب سے بڑی پہچان ہوئی۔ اور انہی اکابر نے آپ کو مجدد اسلام کے لقب سے نوازا۔

اللہ تعالٰی نے فاضل بریلوی کو فنا فی السنہ ہونے کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ کمال استغراق کی وجہ سے خود ان کی ذات یکسر سنت و اتباع سنت کا پیکر و مجسمہ بن گئی، جو ان کے قدم قدم چلا اس نے سنت کو پالیا اور جس نے رو گردانی کی اس نے سنت رسول اور منہج اصحاب حضور پر نور سے انحراف کیا۔

آخر یہ کیا تھا کہ بڑے بڑے علمائے اسلام و مفتیان عظام کو اعتراف کرنا پڑا: اذا رأیت الرجل احب احمد رضا فاعلم انه صاحب السنة۔ (اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ احمد رضا سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے۔) **یعرف به المسلم من الزندیق** (اسی کسوٹی پر مسلم کو زندیق سے پرکھا جائے گا) اور یہ بالکل حق ہے آج ارباب شر کو فاضل بریلوی کا مسلک ومشرب پسند نہیں آئے گا ان کی محبت سے ایسے لوگوں کے دل کورے ہیں بلکہ کہیں گے ان کا طریقہ تو تامل ورائے کی عقلمندی سے خالی اور ظاہر پرستی، بے دانشی وبے علمی کا مجموعہ تھا، ان کا مشن بدعت وشرک کا پرچار کرنے، مخالف فلسفیانہ بحث میں الجھانے اور مرعوب کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ **العیاذ باللہ!**

جب دین کی قدریں کم ہوتی چلی گئیں دنیائے اسلام کے ذرّیں اصولوں سے انحراف شروع ہوگیا، حضرت سیدنا محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ''محی الدین'' بن کر تشریف لائے اور احیائے اسلام کے لیے اس شان سے خدمات انجام دیں کہ اپنے، پرائے یگانے، بیگانے سبھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

جب اکبر نے ''دین الٰہی'' کے نام سے بے دینی ایجاد کرنے کے ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کی بڑ ہانکی، اسلام و کفر کو ایک کرنا چاہا، بدعات نے سر نکالنا شروع کیا، اسلام کی صورت مسخ ہونے لگی تو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالٰی مجدد الف ثانی کی صورت میں نمودار ہوئے اور ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ عالم اسلام خصوصًا برصغیر پاک وہند کی مسلم اکثریت آج بھی ان کی معتقد نظر آتی ہے۔

مجدد دین وقت نے اپنے زمانے میں اسی کام کو اولیت دی جسے انہوں نے نہایت ضروری سمجھا مسائل کے اصول تو سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمادیے تھے انہی کے وضع کردہ اصول

اور احادیث مبارکہ سے استنباط اجتہاد کرکے ائمہ اربعہ نے فقہ کو مدون کیا جس کی امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو سخت ضرورت تھی پھر یہی قواعد و ضوابط مجد دین اسلام کے تجدیدی کارناموں میں جاری وساری رہے۔

جب انبیاء واولیاء کی ذوات پر بیباکانہ حملے شروع ہوئے، گستاخیوں سے بھرپور کتابیں شائع ہونے لگیں، ناموس انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو تار تار کیا جانے لگا، انہیں مجبور محض، بے علم، عام سا معمولی انسان، بلکہ اپنے جیسے بشر ہونے کے دعوے اگلنے لگے، اولیائے کرام کے خلاف محاذ قائم ہونے لگے، بتوں کے لیے نازل شدہ آیات اولیائے کرام پر چسپاں کی جانے لگیں، حتی کہ سید عالم، محسن اعظم، نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مردہ اور روضہ اطہر کو صنم اکبر، گنبد خضراء کی زیارت اور مدینہ طیبہ کی حاضری کو حرام قرار دیا جانے لگا، اکبر کے ''دین الٰہی'' کے نفاذ کے لیے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کی تحریکیں پھر سے پورے لاؤ لشکر اور مکمل سازو سامان ضالہ کے ساتھ دین اسلام کے ساتھ "ھل من مبارز" کے نعرے لگاتی ہوئیں برصغیر پاک وہند دندنانے لگیں تو مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی امت مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کے مونس و غمخوار اور محافظ ونگہبان بن کر تشریف فرما ہوئے۔ چناچہ باطل قوتیں دم توڑنے لگیں، حق کا بول بالا ہونے لگا، اور سرزمین بریلی سے آواز گونجی:

سب سے اولٰی واعلٰی ہمارا نبی

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے

بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

مجدد دین وملت اعلٰیحضرت فاضل بریلوی کی تبلیغ عشق ومحبت کی تاثیر ہے کہ آپ کے مخالفین میں اب یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ الفاظ بر سر عام کہہ سکیں جو ان کے اکابر نے اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات کے خلاف بڑی بڑی سازشیں مرتب ہوئیں مگر الحق یعلو ولا یعلی، آپ کو گالیاں دی گئیں مگر آپ کا اعلان آج بھی فضائے بسیط میں گونج رہا ہے کہ:

مجھے ہزار گالیں دو، میرے باپ دادا کو رات دن گالیاں دو، جو جی میں آئے کہتے رہو، مجھے بخوشی قبول ہے، میں تمھیں ایک لفظ تک بھی نہیں کہوں گا۔ مگر

خدارا میرے محبوب، حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء واولیاء کی شان میں بے ادبی چھوڑ دو''۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یہی وہ تجدیدی کارنامہ ہے جسے بزرگان سلف کے طریقہ پر مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اپنی زبان وقلم اور علم وعمل سے سرانجام دیا۔آپ کے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کی شہرت ومقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج پاک وہند میں سیکڑوں اشاعتی ادارے جن میں زیادہ تر آپ کے مسلک سے قطعاً کوئی وابستگی نہیں رکھتے اس کی طباعت واشاعت سے اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔آپ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ مخالفین کے رزق کا سبب بنا ہوا ہے۔دراصل بات یہ ہے کہ کنزالایمان ایک ایسا ترجمہ قرآن ہے جس کی مثال نہیں ملتی، یہ واحد ترجمہ ہے جو عشق ومحبت خدا اور رسول کا شاہکار ہے۔یوں بھی خدائی کلام کی صحیح ترجمانی وہی کرسکتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے از خود بہرہ مند فرماتا ہے ان الفضل بیداللہ یؤتیہ من یشاء بیشک فضل اللہ کے قبضہ واختیار میں ہے جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔وہی بڑے فضائل کا مالک ہے۔

''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ''جو قبل ازیں بارہ قدیم مجلدات پر پھیلا ہوا تھا اور جو دنیائے اسلام میں سب سے ضخیم وعظیم فتاوٰی ہونے کا شرف حاصل کرچکا تھا، جسے اب جدید دور کے تقاضا کے مطابق ترجمہ وتخریج کے ساتھ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان) کو تیس جلدوں میں پیش کرنے کی سعادت عظمٰی نصیب ہورہی ہے، جس کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ /مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا اور بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ /اگست ۲۰۰۵ء کو اپنی اشاعتی وطباعتی عمر کے پندرہ سال پورے ہونے پر ہزارہا عاشقان فتاوٰی کی دیرینہ آرزوؤں کو تکمیل کا جامہ پہنارہا ہے۔آپ کی یہ ایک تصنیف دنیائے اسلام کی ہزارہا تصانیف پر بھاری ہے جس میں آپ نے اپنے سینے میں محفوظ پچاس علوم وفنون کو فتاوٰی رضویہ کی صورت میں ایک وسیع وعریض سدابہار گلشن بنادیا ہے ؎

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں

زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

یوں تو اعلیحضرت امام احمد رضا کی تصانیف اہل تحقیق کے نزدیک ایک ہزار تک پہنچ چکی ہیں، اور بعض

اہل علم و قلم باقاعدہ ان کی فہرست مرتب کرکے شائع کرچکے ہیں۔اب حیات اعلٰیحضرت حصہ دوم از قلم ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری تلمیذ و خلیفہ امام احمد رضا، میں تفصیلی تعارف کے ساتھ شائع ہو چکی ہے مگر جس خوش نصیب کے پاس فتاوی رضویہ جو تیس ۳۰ جلدوں پر محیط ہے، ہوگا وہ آپ کی سیکڑوں تصانیف سے بیک وقت مستفید ہوسکے گا۔ بات دور چلی گئی آمدم سر مطلب، فتاوی رضویہ جدید کے لیے جن علماء کرام، مفتیان اسلام، محققین عظام اور مخصوص اہل علم و فضل نے اس کی تیاری اور اشاعت میں کسی بھی طرح حصہ لیا ان کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں، دل چاہتا ہے کہ ان کا جامع تعارف قلمبند کیا جائے مگر بعض وجوہ کی بناء پر ان عالی مرتبت علمی شخصیت کے نام اور فتاوی پر کام کی نوعیت کو پیش کیا جاتا ہے،

حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ بانی دار العلوم نعیمیہ کراچی و جج وفاقی شرعی عدالت،آپ نے فتاوی رضویہ جدید کی جلد نمبر ایک اور دو کا ترجمہ فرمایا۔

- حضرت مولانا علامہ مفتی محمد احمد مصباحی بھیروی مد ظلہ ناظم تعلیمات الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور انڈیا،آپ نے جلد نمبر ۹،۳،اور جلد چہارم نصف اول کا ترجمہ فرمایا۔
- حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی صدیق ہزاروی مد ظلہ سینئر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور آپ نے جلد نمبر ۴ نصف ثانی کا ترجمہ فرمایا۔
- حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی عبد الدائم مد ظلہ ناظم اعلی دار العلوم ربانیہ صدریہ ہری پور ہزارہ،آپ نے جلد ۵ کا ترجمہ فرمایا۔
- حضرت مولانا علامہ مفتی خان قادری مد ظلہ بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور آپ نے جلد نمبر ۷،۶،۸،۱۰،۱۴،۱۵،کا ترجمہ فرمایا۔
- حضرت مولانا علامہ الحاج الحافظ محمد عبد الستار سعیدی مد ظلہ ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور،آپ نے جلد ۳۰،۲۹،۲۸،۲۷،۲۶،۲۵،۲۰،۱۹،۱۸،۱۷،۱۶،۱۳،۱۲،۱۱ان چودہ جلدوں کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔
- حضرت علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہزاروی مد ظلہ آپ نے جلد نمبر ۲۱،۲۴،۲۳،۲۲،کا ترجمہ فرمایا۔

دیگر ذکر معاون شخصیات

- حضرت مولانا الحاج محمد نثار بیگ صاحب مد ظلہ برطانیہ۔

o حضرت علامہ مولانا الحاج پیر معروف حسین عارف نوری قادری نوشاہی مد ظلہ بانی ورلڈ اسلامک مشن و سرپرست اعلی مرکزی جمعیت تبلیغ اسلام (یو۔کے)، آپ اس عظیم الشان اشاعتی منصوبے کے آغاز سے اب تک ہر اعتبار سے مسلسل اور بھرپور تعاون فرما رہے ہیں۔

o حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عبد الحکیم شرف قادری مد ظلہ بانی مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور آپ کا شمارہ ادارہ ہذا کے محرکین اور بانیوں میں ہوتا ہے۔

o حضرت علامہ مولانا نذیر احمد سعیدی زید مجدہ تخریج و تصحیح کا زیادہ تر کام آپ ہی نے فرمایا آپ کے تخریجی کام کو دیکھ کر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے حسن انتخاب کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔آپ نہایت مخلص، محنتی، مستعد، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار، متواضع، منکسر المزاج اور اپنے مشن سے والہانہ لگاؤ رکھنے والے، درویش منش عالم ہیں آپ نے اپنے شباب سے انتہائی قیمتی پندرہ سال فتاوی رضویہ کی تخریج کے لئے وقف کئے ہیں۔

o مکرم و معظم جناب صوفی مولوی محمد شریف گل صاحب خوش نویس وکاتب فتاوی رضویہ جدید بقول مفتی اعظم علیہ الرحمہ "اگر گل صاحب جیسا تجربہ کار کاتب ہمیں دستیاب نہ ہوتا شاید اتنی عمدگی کے ساتھ اس عظیم کام کو ہم جاری نہ رکھ سکتے"۔ یاد رہے کہ فتاوی رضویہ جدید کی کتابت کاآغاز کرنے سے قبل موصوف کلین شیو تھے مگر اب فیضان وبرکات رضا کا کرشمہ ہے کہ وہ متشرع اور متبع سنت اور ایک مناظر بن چکے ہیں۔ موصوف کو فتاوی رضویہ جدید کی تمام جلدوں کی کتابت کا شرف نصیب ہوا۔

o حضرت علامہ مولانا الحاج غلام فرید صاحب ہزاروی مد ظلہ ناظم امور تعلقات عامہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

o حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفٰی ہزاروی مد ظلہ ناظم اعلی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

o حضرت علامہ الحافظ القاری مولانا صاحبزادہ محمد نصیر احمد ہزاروی زید مجدہ ناظم نشرواشاعت فتاوی رضویہ۔

راقم الحروف (محمد منشاتابش قصوری مدرس جامعہ نظامیہ لاہور) کو تقریباستائیس ۲۷ جلدوں کی پیسٹنگ کا موقعہ نصیب ہوا۔

برسبیل تذکرہ

یاد رہے کہ مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے وصال سے دو روز قبل فتاوی رضویہ کی پچیسویں ۲۵ جلد کتابت شدہ راقم السطور کے سپرد کی تاکہ کاپیاں پیسٹ کردوں۔ میں نے عرض کیا: کتنے دن لگاؤں؟فرمایا: ۶ستمبر ۲۰۰۳ء کو صاحبزادہ حافظ نصیر احمد ہزاروی زید مجدہ کی شادی ہے

اس وقت تک تیار کرلیں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا طباعت کے لیے پریس کے حوالے کر دی جائینگی مگر کسے معلوم تھا کہ ۲۷ جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ/۲۶اگست ۲۰۰۳ء منگل کا سورج غروب ہوتے ہی آسمان فقاہت کا یہ آفتاب بھی اپنی تمامتر تابنیوں کو ساتھ لئے ہوئے عالم برزخ میں جاطلوع ہوگا تاہم پچیسویں ۲۵ جلد انکے چہلم مبارک پر مارکیٹ میں آگئی۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اس منصوبے کو جلد از جلد تکمیل کے مراحل سے گزرنے کی تڑپ رکھتے تھے۔آپ کے ذوق و شوق اور دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اسباق سے قبل اور از فراغ کتابت فتاوی رضویہ جدید کی از خود تصحیح فرماتے رہتے، مزید تسلی کے لئے حضرت علامہ الحاج الحافظ القاری محمد عبد الستار سعیدی مد ظلہ ناظم تعلیمات و شیخ الحدیث جامعہ کو پروف ریڈنگ کے لئے فرماتے حافظ صاحب قبلہ باوجود علالت کے اپنے مربی و محسن اور نہایت شفیق و مہربان استاذ کی خواہشات کے پیش نظر کسی قسم کے عذر کو سامنے لائے بغیر نہایت خنداں پیشانی سے ذمہ داری کو باحسن وجوہ نبھاتے۔۔۔۔نوبت بایں جارسید کہ اب تمام جلدوں کی تصحیح کے ساتھ ساتھ مجلدات کے ترجمے کا بار بھی آپ ہی کے کاندھوں پر آپڑا۔

قارئین کرام! آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں کہ چودہ ۱۴ جلدوں کا ترجمہ تمامتر آپ ہی کو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ من وجہ مکمل فتاوی رضویہ جدید تیس ۳۰ کی تیس ۳۰ جلدوں کا ترجمہ کہیں نظر ثانی اور کہیں بالاستیعاب، آپ ہی کے قلم کا مرہون منت ہے، یہ ایسا نادر، عدیم المثال تاریخی کارنامہ ہے جو سوائے فضل ربی اور عطائے محبوب ایزدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصہ شہود پر جلوہ گر ہونا ممکن نہیں تھا۔

آج اعلیحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات پر دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں جس تیزی سے کام ہو رہا ہے قابل صد تحسین و لائق صد افتخار ہے۔اس وقت جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ/اگست ۲۰۰۵ تک مندرجہ ذیل ممالک اور شہروں میں محققین، اسکالرز اور مفکرین آپ کی بُلند مرتبہ شخصیت پر کام کرکے ڈاکٹریٹ اور ایم فل کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں اور مزید اس نعمت کے حصول میں کوشاں ہیں۔

پاکستان میں کراچی، لاہور، حیدرآباد، جام شورو، ملتان، بہاول پور، پشاور اور اسلام آباد کی جامعات سے سات ۷ حضرات نے پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگریاں لیں۔ ہندوستان : علی گڑھ، پٹنہ، بریلی، بنارس، کانپور، کلہار، رانچی، مظفر پور، ممبئی، کلکتہ، آرہ، حیدر آباد(دکن)، رندرو، پونا، دہلی، نیو دہلی سے اکیس ۲۱ حضرات نے پی۔ایچ۔ڈی کیا۔

بنگلہ دیش: اسلامک یونیورسٹی کشتیا سے ایک صاحب نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔
مصر: جامعہ الازہر قاہرہ یونیورسٹی سے دو صاحبان نے پی۔ایچ۔ڈی کیا۔
نیویارک: کولمبو یونیورسٹی سے ایک صاحب کو اس اعزاز کا شرف حاصل ہوا۔
عراق: بغداد شریف سے ایک خوش نصیب نے ڈگری حاصل کی۔
یو۔کے (برطانیہ)، برمنگھم یونیورسٹی سے ایک صاحب کو یہ عزت نصیب ہوئی۔

دیگر ممالک میں اعلی حضرت کی گرانقدر خدمات دینیہ، علمیہ پر تحقیقات کا دائرہ وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

گرامی قدر حضرات! آپ میری مذکورہ بالا تحریر پر ذرا غور فرمائیے، یہ تقریبا تینتیس ۳۳ وہ محقق، مفکر اور اسکالرز ہیں جنھوں نے امام احمد رضا کے کسی پہلو کو اپنے قلم کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے برعکس فتاوی رضویہ جدید جو ہزارہا موضوع اور عنوان اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جسے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے تصرف خاص کے باعث حضرت علامہ مولانا الحافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جس محنت، کاوش، جدوجہد، محبت اور جذب درون سے کام لیا ہے یہ اتنا عظیم اور عدیم النظیر کارنامہ ہے کہ اگر میرے بس کی بات ہوتی تو انھیں کم از کم تیس پی۔ایچ۔ڈی۔ کی ڈگریاں پیش کرتا۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ حافظ صاحب قبلہ جامعہ کے تمام تر دیگر امور کی باحسن وجوہ انجام دہی کے ساتھ ساتھ فتاوی رضویہ جدید کو جس نہج سے مکمل کرنے کی مساعی جمیلہ فرماتے رہے ہیں یہ اللہ تعالٰی کے کرم اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نگاہ عنایت کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ دعا ہے اللہ تعالٰی موصوف کا سایہ عاطفت صحت و تندرستی کے ساتھ اہل سنت پر ہمیشہ قائم رکھے۔

آخر میں حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی مدظلہ کی خدمت عالیہ میں بھی خراج محبت پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے نہ صرف جامعہ کے تمام شعبہ جات کو رواں دواں رکھا بلکہ انھیں مزید ترقی کی راہ پر گامزن بھی فرمایا، خصوصا رضا فاؤنڈیشن کے تمام پروگرام جاری وساری رکھے۔ اللہ تعالٰی جامعہ کے اساتذہ، طلبا، معاونین سبھی کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا رہے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وبارك وسلم۔

رجب المرجب ۱۴۲۶ھ — محتاج دُعا

اگست ۲۰۰۵ء — پاکستان محمد منشاتابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مریدکے پاکستان

فہرست مضامین مفصل

فہرست ضمنی مسائل

اللہ تعالٰی نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کوکافر فرمایا اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔	۳۲۹	اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے۔	۶۶۵
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں پہلودار بات سے گستاخی بھی کفر ہے نہ صریح گستاخی۔	۳۳۲	مرتبہ ذات میں اللہ تعالٰی نے صرف حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔	۶۶۶
ائمہ دین کی تصریح کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگو کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔	۳۳۵	مرتبہ احدیت کیا ہے؟	۶۶۶
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگو کی توبہ قبول نہ ہونے کا مسئلہ۔	۳۳۸	اس پر دلائل کہ نور ذات کہنا بھی نورِ ذات کہنے کی طرح جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔	۶۸۲
غیب کے علم ظنی کا ادعاء کفر نہیں اگرچہ بذریعہ نجوم یارمل ہو۔	۳۴۶	صفات ذاتیہ سے کیا مراد ہے؟	۶۸۳
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں علماء اور ائمہ دین کا عقیدہ	۳۶۲	ہر اس خس وخاشاک جو ایہامًا واحتمالًا بُوئے تنقیص رکھتا ہو ساحت نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے۔	۷۴۷
جو چیز اللہ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لیے بعطائے الٰہی ماننا بھی شرک نہیں ہوسکتا۔	۳۷۷	**فضائل ومناقب**	
اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ کہنا شرک نہیں۔	۴۰۹	خاتون جنت قیامت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گی۔	۲۱۴
(حدیث) کہ نبی اور علی مددگار وکارساز ہیں۔	۶۰۸	حضرت بلال محشر میں ایک جنتی اونٹنی پر سوار ہو کر اس کی پشت پر اذان دیں گے۔	۲۱۴
(حدیث) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا وآخرت میں ہر مسلمان کے مددگار ہیں۔	۶۰۹	قیامت کے دن ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ ہم سے ہوتا۔	۲۱۷
اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے۔	۶۶۱	میں سب سے پہلا شفیع اور میرے پیروکار سب نبیوں کی امتوں سے افزوں۔	۲۲۸

قرآن مجید اوران کے خود اپنے اقرار سے ثابت کہ یہ بدگو چوپایوں سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔	۳۱۹	عجب عجب کہ ہر راستے میں باہم جوتی پیزار ہونا وہابیہ کا جزو ایمان ہے نہ کریں تو اپنے امام کے حکم سے مشرک ہوجائیں۔	۵۱۰
ان بدگویوں کے اقوال شرع میں بت کو سجدہ کرنے سے بدتر ہیں۔	۳۳۷	امام الوہابیہ کی دریدہ دہنی۔	۵۱۵
وہابیوں کا پیشوا چھ سو برس سے پہلے عالموں کا کافر کہتا تھا۔	۳۶۳	امام الوہابیہ کا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء	۵۶۳
امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کا خود بدعتی ہونا۔	۳۶۶	امام الوہابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات یکلخت اڑادیے۔	۵۶۴
اللہ تعالٰی پر وہابیہ کے الزامات	۴۰۳	اس کے نزدیک حضور کو کسی نبی سے کچھ امتیاز نہیں اور امتیوں میں فقط جاہلوں میں ممتاز ہیں نہ کہ عالموں سے (یہ ہے وہابیوں کا عقیدہ)	۵۶۴
وہابیہ کی جان پر لاکھ من کے پہاڑ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی۔	۴۴۸	(امام الوہابیہ) قرآن کے خلاف دعوی کرتا ہے کہ انبیاء کی طرف سے خدا کے بتانے سے بھی اطلاع غیب کی نسبت شرک ہے۔	۵۶۶
عمر فاروق اعظم اور تمام صحابہ پر وہابیہ کے متعدد الزامات	۴۶۳	امام الوہابیہ کے نزدیک اس کا معبود کسی کو اطلاع علی الغیب کا رتبہ دینے سے عاجز ہے۔	۵۶۷
وہابیہ عین ادعائے توحید میں شرک کرتے ہیں۔	۴۸۵	امام الوہابیہ نے قرآن کی صریح مخالفت کی مگر اسے مضر نہیں کہ اس کے نزدیک قرآن کا سچا ہونا ہی ضروری نہیں۔	۵۶۸
وہابیہ کے نزدیک ندا واستعانت میں صحابہ پر صریح شرک کا الزام۔	۴۹۸	امام الوہابیہ دعوے کے وقت آسمان پر اڑتا ہے اور دلیل لاتے وقت تحت الثّرٰی پر بھی نہیں رکتا۔	۵۶۸
(فائدہ مہمہ) کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ تاکید تمام جس بات کا حکم فرمائیں وہابیوں کا پیشوا (تقویۃ الایمان میں) صراحۃً کہے یہ تو شرک ہے، اب دیکھیں وہابی کس کا کلمہ پڑھتے ہیں۔	۵۰۹	امام الوہابیہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بدحواس کہا۔	۵۶۹
ذرا ملاحظہ ہو مدینہ طیبہ کے راستے میں نامعقول باتیں کرنا وہابیہ کا جزو ایمان ہے جو نہ کرے ان کے نزدیک مشرک ہوجائے۔	۵۱۰		

کتاب الشتی (حصّۂ پنجم)

شرح کلام علماء و صوفیاء

مسئلہ ۱تا۴: از پٹنہ عظیم آباد لودھی کٹرہ مرسلہ قاضی عبدالوحید صاحب ۲۷رمضان ۱۳۲۱ھ

مخدومی و مولائی قبلہ مد ظلہ العالی! تسلیم!

امور مفصلہ ذیل کا از راہ کرم مکمل جواب دیجئے کہ فقیر کو سخت تردد ہے۔ دوسرے بعض علماء سے بھی گفتگو آئی مگر تنقیح امور نہ ہو پائی۔ لہٰذا فقیر کو ابھی شک ہے، ﷲ دفع فرمایئے، اور اجر عظیم پایئے:

(۱) زیارت قبور للنساء کو مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالٰی عنہ بضمن تردید الحق وہابی دہلوی جائز فرماتے ہیں نیز علامہ عینی بھی۔ جواب مکمل عطا ہو کہ رفع شبہہ ہو۔

(۲) تحفہ رجب میں مختلط خطبہ کو آپ غیر مناسب بوجہ عدم توارث بتاتے ہیں حالانکہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ اسے درست وجائز بتاتے ہیں۔ یہ شبہ بھی رفع ہو۔

(۳) جزاء اللہ عدوہ کے آخر میں جناب حضرات ساداتِ کرام کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان پر طریانِ کفر ناممکن، نہ یہ نیچری وغیرہ ہو سکیں، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ دوسرے جملہ سادات کی سیادت پر تیقن اٹھ جائے گا۔ استدلال جناب بہ عموم آیت وحدیث شریف تحقیقات دیگر علما جو اسے مخصوص بحضرات طیبین رضی اللہ تعالٰی عنہما بتاتے ہیں۔ تیسرے پھر سادات کرام بھی قطعی جنتی ہوئے انہیں اندیشہ آخرت کیا باقی رہا!

(۴) اسمائے ذیل مثل ضیاء الدین، منیر الدین وغیرہ کو جناب قطعًا ناجائز بتاتے ہیں، جس شخص نے

براہ تفاؤل خیر رکھا، کیا حرج ہے؟ ورنہ کسی کا نام سعید وغیرہ بھی نہیں رکھ سکتے، جواب مرحمت فرمایئے۔

الجواب:

حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمین، صین عن الفتن وحوادث الزمن امین یا ذالمنن ! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب مسائل اجمالاً حاضر، تفصیل کا وقت کہاں۔ قرآن مجید سن کر اس وقت آیا ہوں، بارہ بجا چاہتے ہیں، گیارہ بج کر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے تو امتثال امر کے لیے ہوں اور بارگاہ عزت سے امید ایسی ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمداللہ تعالٰی اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا۔

مسئلہ زیارۃ القبور للنساء:

حبیبی اکرمکم اللہ تعالٰی ! شے کے لیے حکم دو قسم ہے: ذاتی کہ اس کے نفس ذات کے لحاظ سے ہو۔ اور عرضی کہ بوجہ عروض عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظر سد ذرائع دیے جاتے ہیں جو مذہب حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے، اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں باآنکہ نفی واثبات میں مختلف ہوتی ہیں ہر گز متنافی نہیں کہ مناشی جدا جدا ہے۔ اس کی مثال حضور نساء فی المساجد ہے کہ نظر بذات ہر گز ممنوع نہیں کہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[1]۔	اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مساجد سے نہ روکو۔

اور نظر بحال زناں ممنوع **کما صرح بہ الفقہاء الکرام** (جیسا کہ فقہاء کرام اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت)

وقد قالت ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لو رای رسول اللہ	ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کرلی ہیں اگر

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں دیکھتے تو ان کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

یونہی دخول نساء فی الحمام کہ پردہ و ستر و عدم فتنہ کے ساتھ ہو تو فی نفسہ اصلا وجہ ممانعت نہیں رکھتا بلکہ طیب و نظافت میں داخل ہے: بنی الاسلام علی النظافۃ[2] (اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔ت) مگر نظر بر حال کہ باہم کشف عورات کے عادی ہیں۔ امام ابن ہمام وغیرہ اعلام نے فرمایا کہ سبیل اطلاق منع ہے، یہ حکم اسی قسم دوم کا ہے۔ بعینہ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے جو فقیر نے مسئلہ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حرام لکھا ہو بلکہ غالبا تعلیم ادب کے ساتھ حلت کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال سبیل اطلاق منع بتایا ہے، آپ میرے فتوٰی کو ملاحظہ فرمائیں، مجھے اس وقت بارہ ۱۲ بج کر دس ۱۰ منٹ آگئے اپنے مجموعہ سے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں۔

فظھر ان لا تعارض و ان الحکمین کلاھما صواب علیحدۃ و اللہ تعالٰی اعلم۔	ظاہر ہو گیا کہ کوئی تعارض نہیں اور دونوں حکم علیحدہ علیحدہ درست ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ خطبہ مختلط

بوجہ عدم توارث نامناسب ہونے کی نہایت کراہیت تنزیہی ہے کما نص علیہ فی حاشیۃ الطحطاویۃ و ردالمحتار (جیسا کہ اس پر حاشیہ طحطاویہ اور ردالمحتار میں نص کی گئی ہے۔ت) اور کراہت تنزیہی قسم مباح سے ہے وہ منافی جواز درستی و اباحت نہیں بلکہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔

کما حققہ العلامۃ الشامی و لنا فی تحقیقہ مقالۃ سمیناھا "جمل محلیہ ان المکروھۃ تنزیھا لیس بمعصیۃ" اقمنا فیھا الطامۃ الکبری علی ما زعم اللکھنوی فی رسالتہ فی شرب الدخان ان المکروہ تنزیھا من الصغائر	جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق فرمائی ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں ہمارا ایک مقالہ ہے جس کا نام ہم نے "جمل محلیہ ان المکروھہ تنزیھا لیس بمعصیۃ" رکھا ہے اس میں ہم نے لکھنوی کے اس قول پر بڑی مصیبت قائم کی ہے جو اس نے شرب دخان (تمباکو نوشی) سے متعلق اپنے رسالہ

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطھارۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۲۰، کشف الخفاء حدیث ۹۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۵۸

فاذا اعتید صار من الکبائر، و ھذا جھل عظیم لا یساعد نقل و لا عقل نسأل اللہ العفو و العافیۃ۔	میں ذکر کیا کہ مکروہ تنزیہی بھی گناہ صغیرہ ہے جو تکرار و اعادہ سے کبیرہ ہو جاتا ہے یہ بہت بڑی جہالت ہے جس کی موافقت نہ تو عقل کرتی ہے نہ ہی نقل۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

توان دونوں حکموں میں بھی اصلا تنافی نہیں۔ہاں فتوی لکھنویہ نے کہ خلط کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا وہ ضرور حکم تاج الفحول قدس سرہ الشریف کے خلاف اور غلط و باطل عند الانصاف ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ حضرات سادات کرام

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم　　　　بندہ عشقم واز ھر دو جہاں آزادم

(میں کھل کر بات کرتا ہوں اور اپنے کہے ہوئے پر میرا دل خوش ہے، میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہانوں سے آزاد ہوں۔ت)

سادات کرام (جعلنا اللہ تعالٰی فی الدنیا والاخرۃ من موالیھم فان مولی القوم منھم، اللہ تعالٰی ہمیں دنیا و آخرت میں ان کے غلاموں میں رکھے کیونکہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ت) پر عدم طریان کفر (کہ اسی قدر کا فقیر مدعی) نہ عدم امکان جس سے حبیبی آپ نے تعبیر کیا، اور رفض و نیچریت کی میں نے نفی کی تصریح کر دی کہ اس سے وہی بد مذہبی مراد جس میں انکار بعض ضروریات دین ہو اس کا حاصل بھی وہی سلب کفر ہے نہ سلب بدعت غیر کفریہ جو آپ کی تعبیر میں عطف سے موہوم ہیں خصوصا وغیرہ کی زیادت کہ اور توسیع کی راہ دے کما عبرتم کہ ان پر طریان کفر نا ممکن نہ یہ رافضی نیچری وغیرہ ہو سکیں فقیر بحمدہ تعالٰی اس مسئلہ میں مبتدع نہیں متبع ہے، اس کا بیان جزاء اللہ عدوہ میں ضمناً آیا لہٰذا اختصار سے کام لیا ص۱۰۱ سے ۱۱۶ تک جو کچھ کلمات مختصرہ معروض ہوئے ہیں ان پر دوبارہ نظر فرمائیں تو بعونہ تعالٰی ان تمام شبہات کا جواب ان میں پائیں۔آیت و احادیث کہ فقیر نے ذکر کیں اس میں شک نہیں کہ ضرور عام و مطلق ضرور اپنے عموم و اطلاق پر رہیں گے جب تک دلیل صحیح سے تخصیص و تقیید نہ ثابت ہو۔اور شک نہیں کہ بلا دلیل محض اپنے خیال کی بنا پر ادعائے تخصیص و تقیید ہر گز تحقیق نہ قرار پاسکے گا بلکہ تفسیق۔اور شک نہیں کہ مسئلہ باب مناقب سے ہے نہ باب فقہ سے جو افعال مکلفین من حیث الحل و الحرمۃ و الصحۃ و السقام [عـــہ] سے باحث ہو۔اور جس میں بے معرفت دلیل

عـــہ: وفی الاصل "الصھام"۔

اتباع لازم ہو۔اور یہ بھی سہی تو اتباع ائمہ مذہب کا ہوگا نہ بعض متاخرین کا، بعض متاخرین کے کلام کو ان اکابر کے کلام پر کیا وجہ ترجیح ہے جن سے فقیر نے اسناد کیا سوا اس کے کہ یہ اطلاق آیت و احادیث سے متمسک ہیں جو یقینا دلیل شرعی ہے اور وہ بلا دلیل مدعی تخصیص و تقیید یہ اور اس کے امثال بہت نکات اس تحاور میں زیر نظر آئے مگر فقیر دیکھ رہا ہے کہ جہاں تک میں نے دعوی کیا ہے ان تجاذبات عـــہ کے لیے مساغ ہی نہیں۔ جزاء اللہ پر نظر تازہ فرمایئے ص ۱۰۲ پر اشعار کر دیا ہے کہ آیت کریمہ واحادیث مذکورہ کے دو محمل ہیں ہیں: نفی خلود و نفی دخول۔ ثانی کو ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق کو ناظر بتایا ہے مگر اپنا دعوی یعنی نفی کفر دونوں تقدیر پر ثابت ٹھہرایا ہے کلمات بعض دیگر علماء میں تخصیص سبطین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما اسی ظاہر متبادر اعنی نفی دخول کی نظر سے ہے وہ یہاں میرا دعوی نہ تھا بلکہ دونوں احتمال گزارش کر دیئے تھے اگرچہ ایک طرف تبادر و ظہور ہے اور اسی طرف میرا اور نہ صرف میرا بلکہ ان اکابر کا میلان قلوب اور اس میں ہمارا انشراح صدور ہے ۔رہی نفی خلود، کیا کہیں کلمات دیگر علماء میں اس کی تصریح کہیں ملاحظہ فرمائی ہے کہ مخلد فی النار نہ ہونے کی نفی حضرات ریحانتین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے خاص ہے باقی سادات کرام کے لیے نہیں تو میرے دعوی کا رد اس تخصیص و تحقیق دیگراں میں بھی نہیں۔ غایت یہ کہ یہاں عدم ذکر ہے نہ کہ ذکر عدم۔ رہا وہ دوسرا پہلو جس کی طرف ہمارے قلوب ارکن و امیل ہیں اور ہمیں اپنے رب جل وعلا سے اس کی امید ہے اس میں حق ناصح یہ ہے کہ نظر علماء ایسے مواقع میں دو وجہ پر منشعب ہو جاتی ہے اور دونوں کے لئے شرع میں اصل اصیل ہے:

"لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا"[1]۔	ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے (ت)۔

ایک حفظ عامہ وسداکہ تکال نہ کر بیٹھیں جس طرح سیدنا امام رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہوا اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی یہی توجیہ فرمائی یہ تخصیص کرتے ہیں اور اس کا حاصل خصوص جزم ہے نہ جزم خصوص کہ معاذاللہ بلادلیل تخصیص عموم شرع لازم آئے۔ یہ نفیس تفرقہ محفوظ رکھنے کا ہے۔ جزمِ خصوص یہ کہ دعوی کردیا جائے کہ یہ حکم انہیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء

عـــہ: فی الاصل ھکذا۔

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

کے لئے ہر گز ثابت نہیں۔اور خصوص جزم یہ کہ بالجزم والیقین اس کا حکم ماننا یہ انہیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء میں اس کے ثبوت پر قطع ویقین نہیں اگرچہ ظن ورجاء ہے۔

دوسرے بیان مفاد شرع واظہار مایعطی الدلیل وکل ذی حق حقہ خصوصًا جہاں محلِ وسعت ورجاء ہے کہ حدث عن البحر ولاجرم ۔خصوصًا محل مناقب جہاں ضعاف بالاجماع مقبول خصوصًا اپنے سرکار میں محبت وبندگی ونیاز وغلامی کا تقاضا کہ یہ سب پر بالا ہے یہ ظاہر ومتبادر کاافادہ فرماتے ہیں اورجزم وقطع کواس کے محل اور ظن ورجاء کواس کے محل پر رکھتے ہیں۔یہ مسلک تحقیق ہے اوروہ مسلک تثقیف اوردونوں صواب ہیں۔حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ !لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں،فرمایاتو چھوڑ دو۔امید کرتاہوں کہ اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اس طریق میں جوامام ابن حجر عسقلانی اورامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی وحضرت امان الطریقۃ شیخ اکبر وغیرہم محققین رضی اللہ عنہم کامختار ہے اوراسے طریق تخصیص سے اصلًا تنافی نہیں۔ہرایک منشاء صحیح سے ناشی اوراپنے محل پر حق ہےوباللہ التوفیق۔

مخالفت مشاہد کاجواب جزاء اللہ میں ص ۱۰۵ پر بالقصد مذکور تھا۔وہ ساراصفحہ اسی بیان میں ہے،کیامشاہدہ یہ ہوا کہ جوسید کہا جاتاتھااس سے صدور ہواتو ہمارے دعوی کے کب منافی۔یا یہ مشاہدہ ہوا تھا کہ فلاں کہ فی الواقع سید ہے نہ انتساب میں کبھی ادعاء نہ __________ اور پھر اس نے کفر کیاتو ایسا مشاہدہ روئے زمین پر نہ ملے گا۔پھر اس کے باعث جملہ سادات کی سیادت سے ارتفاع یقین میری فہم قاصر میں نہ آیا،یقین سے مراد یقین کلامی ہوتو وہ تویوں ہی حاصل ہوسکتاہے کہ اللہ ورسول بالتعیین کسی کانام لے کر فرمائیں کہ یہ فلاں نسب کاہے ایسایقین آج کل کیونکر ممکن۔اوریقین فقہی مقصد ہو کہ نسب میں شہرت مانی جائے گی والناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنی نسبوں پر امین ہوتے ہیں۔ت) توجس خاص سے معاذاللہ صدور منافی ہو اس سے ارتفاع یقینی ہوگا کہ دلیل اس کے خلاف پر پائی گئی باقیوں سے کیوں ارتفاع ہوجائے گاحالانکہ دلیل اعنی شہرت موجوداور منافی اعنی صدور کفر مفقود۔

تیسراشبہہ کہ سادات کرام جنتی ٹھہریں گے،حبیبی اس قضیے کے موضوع ومحمول دونوں میں دواحتمال ہیں۔سادات کرام یعنی وہ جو عنداللہ سادات کرام یا وہ جو بنام سیادت مشہور ہیں عام ازیں کہ نفس الامر اور علم الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی یعنی بلا سبقت عذاب جس سے دخولِ نار کی نفی ہو یا قطعی جنتی بعاقبت وانجام جس سے خلود نار کی نفی ہو۔اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے دعوی سے ایک کو بھی مَس نہیں۔پہلے عرض کرچکا کہ غیر حسنین میں نفی دخول بطور رجانظر بظہور وتبادر ہے پھر قطعیت کہاں،بَلکہ نفی خلود بھی مسئلہ ظنیہ ہے اگرچہ بحمداللہ تعالیٰ یہ ظن غالب۔اکثر رائے ملتحق بسر حد یقین ہے جسے فقہاء یقین ہی کے پلّے میں رکھتے ہیں،

مگر نہ یقین کلامی کہ مسئلہ عقائد قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنٰی شک کو راہ دینے والا گمراہ وخارج از اہلسنت ٹھہر جائے۔ جزاء اللہ صفحہ ۱۰۴ میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔

لانی اکادان اجزم ان حقیقۃ الکفر لا تقع[1] الخ۔	اس لئے کہ بے شک میں اس بات پر جزم کرتا ہوں کہ صحیح النسب سید سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوتا۔الخ (ت)

اور بالفرض نفی خلود بلکہ بفرض غلط نفی دخول ہی قطعی مان لی جائے تو کس کے لئے،ان کے لیے جو عند اللہ سادات کرام ہیں،نہ ہر اس شخص کے لئے جو سید کہلاتا ہو اگرچہ واقع میں نہ ہو اور اب کسی معین میں حصول وصف عنوانی پر قطع ویقین کی طرف راہ نہیں تو ثبوت وصف محمول کیونکر مقطوع بہ ہو جائے گا اور کسی معین کو اندیشہ آخرت کیوں اٹھ جائے گا کہ ہر ایک میں عدم علم نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔جزاء اللہ ص ۱۰۵ میں عبارت اسعاف ملاحظہ ہو کہ:

من این تحقق ذٰلك لقیام احتمال[2] الخ۔	جب احتمال قائم ہے تو یہ کیسے متحقق ہوگا الخ۔(ت)

اور اندیشہ آخرت تو انہیں بھی نہ اٹھ گیا جنہیں بتعیین نام لے کر ارشاد ہوگیا کہ تم جنتی ہو۔اعنی عشرہ مبشرہ ونظرائھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔نہ انہیں اٹھ گیا جن سے بالتحقیق فرمایا گیا۔

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم[3]۔	جو چاہو عمل کرو بے شک میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔(ت)

اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ تسمیۂ منیر الدین

حبیبی اکرم اللہ تعالٰی!ہاں یہ مسئلہ فقہیہ ہے،اس میں خواہی نخواہی وہی حکم ہے کہ:

یجب اتباع المنقول وان لم یظھر للعقول کما فی	اس میں منقول کا اتباع واجب ہے اگرچہ عقل پر اس کی وجہ ظاہر نہ ہو،ایسے ہی

[1] جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ نوری کتب خانہ لاہور ص ۱۲۲

[2] جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ نوری کتب خانہ لاہور ص ۱۲۴

[3] کنز العمال حدیث ۳۷۹۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۶۹

ردالمحتار وغیرہ من کتب الفحول [1]۔	ردالمحتار وغیرہ فحول علماء کی کتابوں میں لکھا ہے۔

فقیر نے اپنی رائے سے یہ حکم استنباط کیا ہوتا تو ضرور محل مواخذہ تھا۔اب کہ علمائے کرام فقہائے اعلام تصریح فرما چکے اور ان کی عبارات فقیر نے فتوٰی میں نقل کردیں کہ اسی قدر عہدہ مفتی تھا تو اب سوائے اتباع چارہ کیا ہے۔ تفاول ضرور حسن ہے جب تک مخالفت شرعیہ نہ وہ اور نہی عذر تفاول اصلاً مسموع نہیں حق سبحانہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ" [2] (آپ اپنی جانوں کو صاف ستھرانہ بتاؤ۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی شان کریم تھی کان یحب الفال الحسن [3]۔(اچھی فال کو پسند فرماتے تھے۔ت)۔برّہ نام سے منع فرمایا اور اسے بدل کر جمیلہ کردیا۔اور اس میں معذور شرعی وہی تزکیہ نفس ارشاد کیا گیا برّہ کو تفاول پر حمل نہیں کرسکتے تھے، ضرور محمول ہوسکتا تھا مگر اس کا ظاہر تزکیہ نفس تھا اور وہ حرام ہے لہٰذا منع فرمایا اور بدل دیا۔ پھر منیر الدین وامثالہ میں برّہ سے کہیں زیادہ تزکیہ ہے نکوکاری ایک عام بات ہے کہ فساق کے سواسب کو حاصل۔مگر اس مرتبہ عظیمہ پر پہنچنا کہ دین ان صاحب کے نور سے منور ہوجائے سخت مشکل۔تو ایسا شدید تزکیہ نفس کیونکر جائز ہوگا بخلاف سعید وامثالہ کہ ان کا حاصل صرف مسلم ہے ہر مسلمان سعید ہے اور ہر سعید مسلمان ہے، آیہ کریمہ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ [4]۔ (ان میں کوئی بدبخت اور کوئی نیک بخت ہے۔ت) میں دو ہی قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان سے کافر مومن مراد ہوئے تو سعید نام رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مسلم اور اس میں تزکیہ نہیں۔ نظر بحال بیان واقع ہے اور نظر بمآل تفاول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: ازجزیرہ کلمبو، مرسلہ حاجی محمد رئیس بوساطت سید حسین ابن سید عبداللہ بغدادی قادری۔ ۱۲رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

فی حیاۃ الحیوان الکبرٰی للعلامۃ الدمیری رحمہ اللہ تعالٰی الجزء الثانی ص۱۳۱باب العلق، اذا ذکر العبد ربہ اوحمدہ فماذکر اللہ الا اللہ ولاحمد اللہ الا اللہ [5]۔	علامہ دمیری علیہ الرحمہ کی کتاب "حیٰوۃ الحیوان الکبرٰی" کے جزء ثانی باب العلق میں ہے۔ت) جب بندہ اپنے رب کا ذکر یا حمد کرتا ہے تو اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ اور اس کی حمد نہیں کرتا مگر وہی۔

[1] ردالمحتار باب التصرف فی الرہن والجنایۃ علیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۲

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۵

[5] حیٰوۃ الحیوان الکبرٰی تحت اللفظ "العلق" مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۱

الجواب:

اللھم لك الحمد لا یحصی احد ثناء علیك انت کما اثنیت نفسك فان حق الثناء بحق المعرفة ولا یحیط بکنه الله وصفات الله وکمال الله وجمال الله و جلال الله الا الله و لذٰلك لما امرنا ان تصلی علی نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم رددنا الامر الیه وکان امتثال امره بقولنا اللھم صل وسلم علیه اذلا تضی بقدرہ العظیم الا صلوٰۃ ربه الکریم۔اعلم ان لکل فعل یصدر من العبد وجھتین وجھته الی خالقه عز وجل اذلا وجود له الا به ولیس للعبد من خلقه شیئ۔ووجھته الٰی کاسبه اذمنه ظھر باظھار المولٰی سبحانه و تعالٰی وھٰذه الاخری ھی مناط الاستناد العام لغة و عرفا و شرعا۔فلا یقال قام الا لمن قام به القیام لا لمن خلقه لکن من الافعال مایصح صدورہ من الخالق عزوجل فیسوغ اسنادھا الیه لارتفاع الایھام و الی العبد علی وجھه العام	اے اللہ: تیرے لئے تعریف ہے کوئی تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے اپنی تعریف کی۔تعریف کا حق معرفت کے بعد ادا ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کی کنہ اور اس کے کمال،جلال کے سوائے خدا کے اور کون جان سکتا ہے اسی لئے توجب اللہ تعالٰی نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو کہا تو ہم نے بات اسی کی طرف لوٹا دی اور حکم کی بجاآوری یوں کی کہ یااللہ! تو ہی اپنے رسول پر درود بھیج،اس لئے کہ ان کے شایان درود تو ان کا رب کریم ہی بھیج سکتا ہے۔جان لو کہ جو کام بھی بندے سے صادر ہوتا ہے اس کی دو وجہیں ہیں:ایک رب تبارک وتعالٰی کی طرف کہ ہر شیئ کا خالق وہی ہے بندے کو خلق سے کوئی حصہ نہیں اور رایک رخ کاسب کی طرف کیونکہ وہ فعل خدا کی قدرت سے اسی بندہ سے ظاہر ہوا۔عام طور پر افعال کی نسبت کی بنیاد شریعت،لغت اور عرف عام میں یہی آخری وجہ یعنی اکتساب کی ہے۔تو قیام کے خالق کے لیے قام نہیں کہا جائے گا اس کے مباشر کے لیے کہا جائے گا لیکن بعض افعال ایسے ہیں کہ ان کا صدور رب تبارک وتعالٰی سے بھی ہوتا ہے تو اس کی نسبت رب اور بندے دونوں کی طرف ہو سکتی ہے جس کو ہم نے اسناد عام سے تعبیر کیا کیونکہ یہاں کسی قسم کا ایہام پیدا

و ذٰلك كحمد و شكر و وحد و ذكر لا كصلى و سجد و صام و عبد و قام وقعد لما تقدم و الاول الحقيقة والاخر الصورة فاذا صحت الحقيقة غلبت واضمحلت عنده الصورة فصح نفيه عن كاسبه و قصر اسناده على خالقه و ذٰلك قوله تعالٰى " فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ "[1]، "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى "[2]، فاثبت و نفى صورة ومعنى و ما توفيقى الا بالله و ما تشاؤن الا ان يشاء الله ـ بل اذا نظرت بعين الحقيقة فلا وجود الا له عز جلا له كل شيئ هالك الا وجهه هو الاول هو الاٰخر و الظاهر و الباطن ـ وهذا سيدنا سواد ابن قارب رضى الله تعالٰى عنه قائلا فيما عرضه على النبى صلى الله عليه وسلم ـ فاشهد ان الله لا رب غيره و انت مامون على كل غائب[3]	نہیں ہوتا اس کی مثال حمد، شکر، توحید بیان کرنا، ذکر کرنا، ہدایت کرنا اور یاد دلانا۔ صلوٰۃ، سجدہ، روزہ، عبادت، قیام و قعود ان افعال سے نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے۔ پہلی نسبت حقیقی اور دوسری صوری ہے۔ تو جب اسناد حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہو جاتی ہے اور اسناد صوری مغلوب مضمحل۔ ایسی صورت میں کاسب سے اس فعل کی نفی کرکے خالق کی طرف نسبت کردیجاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہم نے قتل کیا۔'' یا رسول اللہ! آپ نے کنکری نہیں پھینکی ہم نے پھینکی'' پس نفی از روئے صورت ہے اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔ اسی طرح ماتوفیقی الا باللہ وماتشاؤون الا ان یشاء اللہ ہے۔ بلکہ نگاہ حقیقت بیں سے دیکھو گے تو اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں۔ ''اللہ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔'' وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن۔ '' ہمارے سردار سواد ابن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ سرکار (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں اور آپ ہر غائب پر مامون ہیں۔

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

[3] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ سواد بن قارب الدوسی ۱۱۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۳۴

وصار کلمۃ التوحید لا وجود فلا الہ الا اللہ للناسکین لا معبود الا اللہ وللسالکین لا مقصود الا اللہ و للواصلین لا مشھود الا اللہ و للکاملین لا موجود الا اللہ و الکل سدید و الکل توحید من دون اتحاد فانہ الحاد نسئل اللہ سبیل الرشاد فافھم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	غور کیجئے کلمہ کا نام کلمہ توحید ہے نہ کلمہ وجود، تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے ہی نہیں تو عبادت کرنے والے کہتے ہیں لا معبود الا اللہ اور سالکین کہتے ہیں لامشھود الا اللہ اور کاملین کہتے ہیں کہ لاموجود الا اللہ سب درست ہے اور سب توحید ہے اتحاد کے بغیر کیونکہ وہ توالحاد ہے ہم اللہ سے ہدایت کا راستہ چاہتے ہیں، پس غور کرو۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: ازجے پورمکان نواب واجد علی خان صاحب مرسلہ جناب مولوی محمد رکن الدین صاحب الوری مورخہ ۱۴صفر ۱۳۳۶ھ

تاج العلماء مایہ ناز ماسنیان مخزن علوم حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خان صاحب مداللہ ظلالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ایک مدت سے گو ذریعہ مراسلت دریافت خیریت مزاج وہاج سے قاصر ہوں مگر الحمدللہ کہ مردمان آیندگان کی زبانی خیریت معلوم ہونے سے مسرت ہوتی رہتی ہے، ایک عرصہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے دربار دُربار میں حاضری کا اتفاق ہوا، واپسی میں جے پور بھی نواب واجد علی خاں صاحب کے طلب کرنے پر قیام کرنا پڑا۔ایک مولوی وہابی سے گفتگو ہوئی اثنائے گفتگو میں مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم ومغفور کی اس عبارت پر کہ جوانہوں نے حدیث نبوی:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[1]۔	(جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ت)

کی نسبت لکھا ہے کہ شارحین نے مالیس منہ کی شرح میں یہ لکھا ہے:

فیہ اشارۃ الی ان احداث مالاینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم[2]	اس میں اشارہ ہے کہ جو نئی بات کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو اس کو ایجاد کرنا قابل مذمت نہیں ہے۔(ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷

[2] انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ بدعت کی اصل تحقیق مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۷۳

یہ اعتراض کیا کہ یہ الفاظ کسی شرح میں نہیں ہیں اس وقت صحیحین کو جو دیکھا گیا تو نہ مولوی احمد علی سہاری کی شرح میں اور نہ نووی میں اس کا پتہ لگا۔ لہٰذا گزارش ہے کہ جناب اس عبارت کو تحریر فرمادیں کہ کون سی شرح میں ہے؟ کیونکہ مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا، دوسرے شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق حق المسائل کے اندر ثبوت سوم وچہلم میں بحوالہ حاشیہ یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان یقرأون القرأن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذہب من المالکیۃ و الشافعیۃ وغیرہم ولا ینکر ذٰلك منکر فکان اجماعًا عند اھل السنۃ والجماعۃ خلافًا للمعتزلۃ۔	ہر دور اور ہر زمانے کے لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں اوراس کا ثواب اپنے مردوں کو بخش دیتے ہیں، مالکیہ وشافعیہ وغیرہ ہر مذہب کے صالحین اور دیانتداروں کا یہی مؤقف ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا، تو اہلسنت وجماعت کے نزدیک اس پر اجماع ہے، بخلاف معتزلہ کے۔ (ت)

شاہ صاحب موصوف نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا اس کے بارے میں بھی عرض ہے کہ جناب تحریر فرمادیں کہ یہ عبارت کون سی شرح میں موجود ہے۔ وہابی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ سنی یونہی جھوٹے حوالے دیتے ہیں فقیر کی بھی نظر سے نہیں گزرا۔ جواب باصواب الور روانہ فرمایا جائے، بفضل تعالٰی یہاں سے تو اس وہابی کو نکلوادیا ہے، مگر ہم کو بھی تو ان عبارتوں کی اصلیت معلوم ہونا چاہیے۔ زیادہ نیاز مسکین محمد رکن الدین نقشبندی قادری الوری

الجواب:

مولٰنا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم الاکرم تعالٰی وتکرم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلی عبارت مرقاۃ[1] شرح مشکوۃ علی قاری طبع مصر جلد اول ص ۱۷۷ سطر اخیر شروع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے، اور دوسری بنایہ[2] شرح ہدایہ للامام محمود العینی طبع لکھنوء جزء ثانی از جلد اول اوائل ص ۱۶۱۲ آغاز باب الحج عن الغیر میں۔ جناب مولانا! اہلسنت آئینہ ہیں، وہابی کو آئینے میں اپنا ہی منہ دکھادیا، یہ شیوہ وہابیہ کا ہے کتابیں دل سے گھڑلیں علماء دل سے تراش لئے، پھر عبارت گھڑنی کیا مشکل ہے۔ والسلام۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث ۱۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۶۶

[2] البنایۃ فی شرح الھدایۃ کتاب الحج باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمۃ المجلد الاول الجزء الثانی ص ۱۶۱۲

مسئلہ ۷: از شہر محلّہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ منظور حسن صاحب قادری رضوی ۱۲رمضان ۱۳۳۸ھ

اس وقت حضور کا دیوان پیش نظر ہے اس میں اس شعر کا مطلب سمجھ نہ آیا:ے

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردار دو جہاں اے مرتضٰی عتیق وعمر کو خبر نہ ہو[1]

الجواب:

یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے:

ابوبکر وعمر خیر الاولین وخیر الاٰخرین وخیر اہل السمٰوٰت وخیر اہل الارضین الا الانبیاء والمرسلین لاتخبرھما یاعلی[2]۔	ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور تمام آسمان والوں اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء ومرسلین کے، اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔

علامہ مناوی نے تیسیر[3] میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے اے علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) تم ان سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تاکہ ان کی مسرت زیادہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸: از کانپور فیلخانہ قدیم مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۴رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملّۃ والدین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ وتمناء حصول سعادت آستانہ بوسی اینکہ بفضلہٖ تعالٰی فدوی بخیریت ہے ملازمان سامی کی صحتوری مدام بارگاہ احدیت مطلوب۔ حدائق بخشش کے صفحہ ۸۰ مصرع:

عشّاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے[4]

کی شرح مطلب میں تحریر ہے کہ:

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص۵۹

[2] کنزالعمال حدیث ۳۲۶۴۵ و ۳۲۶۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۱۔۵۶۰، تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن ہارون ۵۳۳۱ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۲

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ابوبکر وعمر سیدا کھول اہل الجنۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۸

[4] حدائق بخشش حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص۱۰۰

''کعبہ بھی انہیں کے نور سے بنا، انہیں کے جلوے نے کعبہ کو کعبہ بنادیا، تو حقیقت کعبہ وہ جلوہ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے، وہی روح قبلہ اور اسی کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے، اتنا یاد رہے کہ حقیقت محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔''

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت کعبہ جلوہ محمدیہ ہے جس کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے۔آخر عبارت کے الفاظ کہ ''حقیقت محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔''ان الفاظ سے اس ناقص الایمان والعلم والعقل کی ناقص فہم میں یہ آتا ہے کہ جلوہ محمدیہ ہی کو حقیقت محمدیہ کہا گیا ہے اور جب حقیقت کعبہ جلوہ محمدیہ بتائی گئ اور اسی کی طرف حقیقت سجدہ کہا گیا اور حقیقت محمدیہ کو مسجود الیہا کہا تو حقیقت کعبہ کا حقیقت محمدیہ ہونا لازم آتا ہے۔ والسلام مع الکرام۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولٰنا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اگر آپ آفتاب اور دھوپ کو دیکھیں تو فرق حقیقت و تجلی کی ایک ناقص مثال پیش نظر ہو۔آفتاب گویا حقیقت شمس ہے اور دھوپ اس کا جلوہ۔حقیقت صفات کثیرہ رکھتی ہے اور اپنے مجالی میں متفرق صفات سے تجلی کرتی ہے ان صفات کے لحاظ سے جو آثار ان مجالی کے ہیں وہ حقیقۃً حقیقت کے اور معاملات ان مجالی سے بحیثیت مجالی ہیں وہ حقیقۃً حقیقت سے جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا:

من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم[1]۔	جس نے میرے صحابہ سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔(ت)

حقیقت کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی ایک تجلی ہے کعبہ کی حقیقت وہ جلوہ ہے مگر وہ جلوہ عین حقیقت محمدیہ نہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب سبّ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲ /۲۲۶، مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن مغفل المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۵۴، ۵۵، ۵۷

بَلکہ اس کے غیر متناہی ظلال سے ایک ظل، جیسا کہ اسی قصیدہ میں ہے ؎

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل

روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے[1]

حقیقت کریمہ نے اپنی صفت مسجودیت الیہا سے اس ظل میں تجلی فرمائی ہے لہٰذا کعبہ جس کی حقیقت یہی ظل و تجلی ہے مسجود الیہا ہوا اور حقیقت وہ حقیقت علیہ مسجود الیہا ہے کہ اسی کی اس صفت کے ساتھ اس پر تجلی نے اسے مسجود الیہا کیا۔ والسلام

مسئلہ ۹: (ماخوذ از ''مہر درخشاں'' تصنیف مولانا مظفر احمد قادری)

اعتراض: یہ کہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے اپنی کتاب ''سبع سنابل'' سنبلہ دوم ص۶۱ میں حکایت لکھی ہے کہ:

مردے بود از سلطان المشائخ منکر و از راہ و روش ایشاں تنفر و اعتقاد بدرویشے دیگر داشت روزے ازاں درویش پرسید کہ مرا آرزوئے ملاقات خضر پیغامبر علیہ السلام بسیار است اگر بعنایت شما ملاقات میسر شود غایت بندہ نوازی و سرفرازی باشد آں درویش گفت روزے کہ در خانقاہ سلطان المشائخ سرود و سماع درمیدہند آں روز خضر علیہ السلام آنجا حاضر می شود نگاہبانی نعلین و کفشہائے مردم می کند آں مرد از انکار خود پشیماں گشت در روز سماع در خانقاہ ایشاں آمد و با خضر علیہ السلام ملاقات کرد از وے فائدہا گرفت۔[2]	ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کے احوال کا منکر آپ کی راہ وروش سے متنفر اور ایک دوسرے درویش کا معتقد تھا، ایک روز اس درویش سے کہنے لگا کہ میری یہ آرزو ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کروں اگر سرکار کے کرم سے ملاقات ہو جائے تو انتہائی بندہ نوازی اور سرفرازی ہو۔ درویش نے جواب دیا کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ کے یہاں مجلس سرود و سماع ہوتی ہے اس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کے جوتوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ وہ شخص اب اپنے انکار پر پریشان ہوا اور قوالی والے دن آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوگیا، حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے خوب فیض حاصل کیا۔ (ت)

[1] حدائق بخشش حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل دوم رنگ علمی حصہ اول ص ۹۲

[2] سبع سنابل سنبلہ دوئم در بیان پیری مریدی مکتبہ قادریہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۶۱

توحاصل اعتراض یہ کہ اس حکایت میں حضرت خضر کی (جو ایک قول پر نبی تک ہیں) توہین کی کہ انہیں حضرت سلطان المشائخ کا خدمت گار اور وہ بھی ایسا کہ ان کی مجلس سماع کے حاضرین کی نعلین (جوتیوں) کا نگہبان بتایا۔

اس اعتراض پر بحکم شریعت وبپاس حمایت جانب محبوبان خدا جو جوابات حضور سیدی اعلٰی حضرت امام اہلسنت علامہ الحاج مولانا الشاہ مفتی عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ نے تحریر فرمائے ملاحظہ ہوں۔

جواب اول:

اولیائے کرام قدست اسرارہم کو اس میں اختلاف ہے کہ یہ حضرت خضر جو اکثر اکابر سے ملاقی ہوتے ہیں آیا وہ خضر موسٰی علیہما الصلوۃ والسلام ہیں جن کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحابیت میں شبہہ نہیں یا ہر دورے میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے یعنی مناصب ولایت سے ایک عہدے کا نام ''خضر'' ہے کہ جو اس عہدے پر قائم ہوگا اسی نام سے پکارا جائے گا، جیسے غوث کا نام عبداللہ وعبدالجامع اور اس کے دونوں ویزر دست چپ وراست کا نام عبدالملک وعبدالرب جن کو امامین کہتے ہیں اور اوتاد اربعہ کا نام عبدالرحیم وعبدالکریم وعبدالرشید وعبدالجلیل، یونہی جو عہدہ نقابت پر ہو اسے ''خضر'' کہا جائے گا اس کا اپنا نام کچھ ہو۔ایک جماعت عظیم صوفیہ کرام اسی قول پر ہے اور بہت حکایات سے اس کا پتہ ملتا ہے۔حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کی تائید کی،اصابہ فی تمییز الصحابہ''میں فرماتے ہیں:

قول بعضهم ان لكل زمان خضرا وانه نقيب الاولياء وكلما مات نقيب اقيم نقيب بعده مكانه ويسمّى الخضر وهذا قول تداولته جماعة من الصوفية من غير نكير بينهم ولا يقطع مع هذا بان الذى ينقل عنه انه الخضر هو صاحب موسٰى عليهما الصلوٰة والسلام بل هو خضر ذٰلك الزمان ويؤيده اختلافهم فى صفته فمنهم من يراه	بعض اولیاء کا قول کہ ہر زمانے کے لیے ایک خضر ہوتا ہے اور وہ نقیب اولیاء ہوتا ہے، جب ایک نقیب کا وصال ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی اور نقیب مقرر کر دیا جاتا ہے جس کو خضر کہا جاتا ہے۔میں نے یہ قول صوفیاء کی ایک جماعت سے حاصل کیا۔اس کے بارے میں ان سے کوئی اختلاف نہیں اس قول کی موجودگی میں اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اعتراض میں منقول خضر سے مراد وہی خضر ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھی ہیں بلکہ اس سے مراد اس زمانے کا خضر ہے اور صفت خضر کے بارے میں دیکھنے والوں کا

شیخاً او کھلاً او شاباً وھو محمول علی تغایر المرئی و زمانہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اختلاف بھی اس قول کا مؤید ہے۔ چنانچہ کسی نے انکو بوڑھا، کسی نے ادھیڑ عمر والا اور کسی نے جوان دیکھا یہ دکھائی دینے والے اور اس کے زمانے کے تغایر پر محمول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اس ولی مسمّٰی بخضر کا جمیع اولیاء درکنار اپنے دورے کے اولیاء سے بھی افضل ہونا ضرور نہیں بلکہ افضل نہ ہونا ضرور ہے۔ غوث بالیقین اس سے افضل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دورے میں سلطان کل اولیاء ہے۔ یونہی امامین، یونہی افراد، یونہی اوتاد، یونہی بُدلا، یونہی ابدال کہ یہ سب یکے بعد دیگرے باقی اولیائے دورہ سے افضل ہوتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں:

ان اکبر الاولیاء بعد الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم القطب ثم الافراد علی خلاف فی ذٰلك ثم الامامان ثم الاوتاد ثم الابدال[2] اھ **اقول:** والمراد بالابدال البدلاء السبعۃ لماذکر بعدہ ان الابدال السبعۃ لایزیدون ولاینقصون وھٰؤلاء ھم البدلاء اما الابدال فاربعون بل سبعون کما فی الاحادیث۔	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد سب سے بڑا ولی قطب ہوتا ہے، پھر افراد، اس میں اختلاف ہے، پھر امامان، پھر اوتاد، پھر ابدال اھ۔ **میں کہتا ہوں** ابدال سے مراد سات بدلاء ہیں اس دلیل کی وجہ سے جو اس کے بعد مذکور ہے کہ بے شک ابدال سات ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں نہ کم اور یہی بُدلاء ہیں۔ رہے ابدال تو وہ چالیس ۴۰ بلکہ ستر ۷۰ ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ (ت)

توکیا ضرور ہے کہ عہد کرامت مہد حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خضر حضور سے افضل ہو بلکہ ممکن ہے کہ حضور کا خادم ہو۔ حضور کا لقب ساقِ عرش پر "قطب الدین" لکھا ہے اور یہ قطب اور غوث شیئ واحد ہے نہ وہ قطب کہ ہر شہر ہر قریہ ہر لشکر کا جدا ہوتا ہے۔ غالباً اس لئے حضور نام سلطان المشائخ ہوا کہ قطب سلطان اولیائے دورہ ہے، واللہ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ذکر خضر صاحب موسٰی علیہ السلام دار صادر بیروت ۱/ ۴۳۳

[2] الیواقیت والجواھر المبحث الخامس والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۴۶

تعالٰی اعلم۔اور خادم کہ اپنے مخدوم کے مہمانوں کی خدمت کرے وہ در حقیقت مخدوم ہی کی خدمت ہے اور اس سے خادم کی کوئی اہانت نہیں ہوتی کہ ممکن ہے کہ اس دورے کا حضر خود حضرت سلطانی کا مرید ہو اور مرید تو کوچہ شیخ عــہ کے کتوں کی بھی تعظیم کرتا ہے اور اس کی اہانت نہیں بلکہ اور ترقی عزت وبُلندی مرتبت ہے۔

من تواضع لله رفعه الله ۔اللھم ارزقنا حسن الادب من اولیاءك بجاھھم عندك اٰمین وانت محب السائلین۔	جو اللہ تعالٰی کے لیے عاجزی کرے اللہ تعالٰی اس کو رفعت عطافرماتا ہے ۔اے اللہ ہم کو اپنے ولیوں سے حسن ادب عطافرمااس مرتبے کے صدقے جو ان کا تیرے ہاں ہے۔ہماری دعا قبول فرمااور تومانگنے والوں سے محبت فرمانیوالا ہے۔(ت)

جواب دوم:

حکایت مذکورہ میں صرف ذکر نگہبانی ہے یہ بیان نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی نہ حفاظت معنی خدمتگاری میں متعین، باپ اپنے بچوں یا استاد اپنے شاگروں کو تعلیم شناوری کے لیے کہ سنت ہے اگر دریا میں بھیجے اور خود کنارے بیٹھا ان کے لباس ونعال کی حفاظت کرے کوئی عاقل اسے خدمتگار نہ کہے گا بلکہ رحمت وشفقت ونوازش پرورش۔حکایت میں یہ صورت ہونا کس نے محال کیا فان واقعة عین یتطرق الیھا کل احتمال کما نص علیه العلماء فی غیر مامقال (کیونکہ معین واقعہ میں ہر احتمال راہ پاتا ہے جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے۔بغیر کسی قیل وقال کے۔ت)

جواب سوم:

یہ دونوں جواب اہل ظاہر کے مدارک پر تھے ورنہ لسان حقائق کے طور پر معاملہ بالکل معکوس ہے۔وہم کرنے والا اصطلاح قوم سے ناواقفی کے باعث کمال عظمت کو معاذ اللہ موجب اہانت گمان کرتا ہے اور اہل ظاہر پر انکار کلمات اہل اللہ میں اکثر بلا اسی دروازے سے آتی ہے ان کی اصطلاح کو اپنے مفہوم پر حمل کرتے اور خطا میں گرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ؎

ہندیاں رااصطلاح ہند مدح	سندیاں رااصطلاح سند مدح
درحق اومدح درحق توذم	درحق او شہد ودرحق توسم
درحق اودرد ودرحق توخار	درحق اونور ودرحق تونار
توچہ دانی زیاں مرغاں را	کہ نہ دیدی گہِ سلیماں را

عــہ: خود حضور سلطان المشائخ کی اس بارے میں حکایت ہے۔(تاج العلماء محمد میاں علیہ الرحمہ)

(ہندیوں کے ہند کی اصطلاح مدح ہے سندھیوں کے لیے سندھ کی اصطلاح مدح ہے اس کے حق میں مدح اور تیرے حق میں مذمت، اس کے حق میں شہد اور تیرے حق میں زہر اس کے حق میں گلاب کا پھول اور تیرے حق میں کانٹا۔ اس کے حق میں نور اور تیرے حق میں نار، تو کیا جانے پرندوں کے نقصان کو، کہ تو نے سلیمان کے زمانے کو نہیں دیکھا۔ (ت)

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمع علماء تھا بعض کلمات منسوبہ باولیاء پر رائے زنی ہورہی تھی، ہر ایک اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا ایک صاحب کہ اس جماعت میں سب سے اعلم تھے خاموش تھے، بادشاہ نے عرض کی: آپ کچھ نہیں فرماتے، فرمایا: یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں۔ سب ان عالم کی طرف متوجہ ہوئے، انہوں نے فرمایا: آپ حضرات بولی کتے کی سمجھتے ہیں؟ سب نے کہا: نہ کہا بلی کی؟ کہا: نہ۔ کہا: سبحان اللہ تم مقر ہو کہ ارذل خلق اللہ کی بولی تم نہیں سمجھتے اولیاء کہ افضل خلق ہیں ان کا کلام کیونکر سمجھ لوگے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علمائے مصر جمع ہو کر ایک مجذوب کی زیارت کو گئے انہوں نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا:

مرحبا بعبید عبدی[1]۔	مرحبا میرے بندے کے بندے کو۔

سب پریشان ہو کر لوٹ آئے، ایک صاحب جامع ظاہر و باطن سے ملے اور شکایت کی، انہوں نے فرمایا: ٹھیک تو ہے تم سمجھتے نہیں، تم خواہش نفس کے بندے ہو رہے ہو اور انہوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کرلیا ہے تو انکے بندے کے بندے ہوئے۔

اب سنئے اصطلاح قوم میں ''نعلین'' ''کونین'' کو کہتے ہیں، اللہ تعالٰی عزوجل نے اپنے بندے موسٰی علیہ السلام سے فرمایا:

"فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾"[2]۔	اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طوی میں ہو۔

مفسر علام نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن ورغائب الفرقان معروف بتفسیر نیشاپوری میں اس آیہ کریمہ کی تاویل یعنی بطور اہل اشارات و حقائق میں فرماتے ہیں:

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲

اترك الالتفات الی الکونین انك واصل الی جناب القدس[1]۔	یعنی نعلین سے "دونوں جہان" مراد ہیں انہیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم بارگاہ قدس میں پہنچ گئے۔

اقول: نعل قطع راہ میں معین ہوتی ہے اور مقصد اولیاء وصول بحضرت کبریا ہے اور دنیا آخرت دونوں اس راہ کی قطع میں معین۔ دنیا یوں کہ اس میں اعمال سبب وصول جنت ہیں، اور آخرت یوں کہ وہیں وعدہ دیدار ہے معہذا طالبانِ مولٰی لذات کونین کو زیر قدم رکھتے ہیں، جو زیر قدم ہو اسے نعل کہنا مناسب ہے۔ حدیث میں ہے:

الدنیا حرام علی اهل الاٰخرة والاٰخرة حرام علی اهل الدنیا، والدنیا والاٰخرة حرام علی اهل الله ۔رواه الدیلمی[2] عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	یعنی دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر، اور دنیا وآخرت دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔ (اسے دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

نیز نعل "زوجہ" کو کہتے ہیں کما فی القاموس وغیرہ[3] (جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے۔ت) اور دنیا وآخرت دونوں سوتیں ہیں۔ ؎

فان من جودك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخششوں میں سے ہے اور لوح وقلم آپ کے علموں میں سے ہیں۔ت)

اسی طرف اشارہ ہے۔ حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے فرماتے ہیں:

من احب دنیاه اضر باٰخرته ومن احب اٰخرته اضر بدنیاه فاٰثروا ما یبقی علی ما یفنی	جو اپنی دنیا کو پیار کرے گا اس کی آخرت کو نقصان ہوگا اور جو اپنی آخرت کو پیارا رکھے اس کی دنیا کو ضرر ہوگا تو باقی کو فانی پر ترجیح دو۔

---

[1] غرائب القرآن تحت آیۃ ۲۰/۱۲ مصطفی البابی مصر ۱۶/۱۱۹

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۳۰

[3] القاموس المحیط باب اللام فصل النون مصطفی البابی مصر ۴/۵۹

[4] قصیدہ بردہ شریف مطبع انصار دہلی ص ۷۹

رواہ احمد والحاکم عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح[1]۔	(اس کو امام احمد وحاکم نے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

اورمدار دنیا بنیہ بشری پر ہے اورمدار مثوبات آخرت عقل تکلیفی پراور وجد وسماع کے غلبے میں ان کے زوال کا اندیشہ، خصوصًا جب قوت ضعف ہو اور برکت صاحب مجلس سے تجلی اشد واقوی واقع ہو تو بدن فنا یا عقل زائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھارہے تھے جب سجدے میں گئے مقتدیوں میں سے ایک مرید کا جسم گھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت، پوست، استخواں کسی کا نام ونشان نہ رہا صرف ایک قطرہ پانی رہ گیا۔ حضور نے بعد سلام روئی کے پھوئے میں اٹھا کر دفن فرمایااور فرمایا: سبحان اللہ! ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

لہٰذا سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوت ومدد سے انکی دنیا وآخرت کی یعنی بنیہ بشری وعقل تکلیفی کی حفاظت فرماتے تھے، کہئے یہ کمال عظمت ہے یا معاذاللہ اہانت! الخ، مختصرًا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۴۱۲

تجوید وقراءت

مسئلہ ۱۰: از بندہ درماندہ فدوی محمد عمر ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

آیہ کریمہ:

"وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ "[1]۔	اوران کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں تو اپنے رب کی کون سے نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(ت)

کیافرماتے ہیں قراء شریعت اس میں کہ آیہ مذکورہ بالامیں جو آیت ''لا'' ہے اس پر ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟اوراس کے متعلق کیااختلافات ہیں؟

الجواب:

ہرآیت ''لا''پر وقف جائز ہے،یوں بھی سنت سے ثابت ہے۔قراء میں بھی دونوں طریقے ہیں اور سب قراء تیں حق ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الحکیم ۵۵ / ۶۲ تا ۶۵

مسئلہ ۱۱: مرسلہ سید اشرف علی صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ سلامت۔عرض یہ ہے کہ سورہ ناس میں خَنّاسِ Oالَّذِیْ ہے یا خنّاسِ Oالَّذِیْ، کس طرح پڑھنا چاہیے؟حضور دیگر عرض یہ ہے خَنّاس الّذی میں الف آگیا یا نہیں؟

الجواب:

دونوں طرح جائز ہے،اور اصل وہی ہے کہ خناس کا سین الذی کے لام میں ملا کر پڑھیں اس میں الف گر جائے گا،اور بحالت وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور "س" پر وقف کرکے "الذی" مع "ا" پڑھے جب بھی کچھ حرج نہیں،دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از کانپور محلّہ بانس منڈی مدرسۃ امداد العلوم مسئولہ ابوالہادی محمد عبدالکافی روز یک شنبہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

دربارہ اس مسئلہ میں کہ وقت ختم قرآن تراویح میں تین بار سورہ اخلاص شریف کا پڑھنا مکروہ ہے یا مستحسن بینوا توجروا (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

مستحسن ہے،فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلاث مرات عقیب الختم یستحسنھا بعض المشائخ لجبر نقصان دخل فی قراءۃ البعض الا ان یکون ختم القراٰن فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فلایزید علی مرۃ واحدۃ[1]۔	ختم قرآن کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد الخ،پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ اس نقصان کا ازالہ ہوجائے جو بعض کے پڑھتے وقت پیدا ہوا ہے،مگر جب ختم قرآن فرض نماز کے اندر ہو تو صرف ایک ہی بار سورہ اخلاص پڑھے زائد نہ پڑھے۔(ت)

عقود الدریہ میں ہے:**والعمل بما علیہ الاکثر**[2]۔اس پر عمل کیا جائے جس پر اکثریت کا عمل ہو۔ت)واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

[2] العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ العمل بما علیہ الاکثر ارگ بازار افغانستان ۲/ ۳۵۶

رسم القرآن

مسئلہ ۱۳ تا ۲۰: مسئولہ حافظ میر عبدالجلیل صاحب مارہروی ۲۵صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین، قانتون، کرھین، خیر الفاتحین و امثالھا

(۱) جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ شمع قراءت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے۔ اور مولوی احمد علی سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثبات الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الدور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتداء میں لکھ دی ہے کہ وہ باثبات الف ہیں۔ ان کی بابت آپ کا حکم کیا ہے؟

(۲) لفظ ''کلام ''ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے، ایک جگہ سورہ بقرہ میں "یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ"[1] (اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ ت) دوم سورہ اعراف میں:

"قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَ بِکَلَامِیۡ "[2]۔	فرمایا: اے موسٰی! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے (ت)

سوم سورۂ توبہ میں: "فَاَجِرۡہُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ"[3]۔ (تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سنے۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶

چہارم سورۃ الفتح میں ہے:

"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰهِ ؕ"[1]۔	وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔(ت)

ان سب کو بعض مصاحف وکتب رسم الخط میں باثبات الف لکھا ہے اور بعض میں محذوف الالف اور بعض نے بعض کو مع الالف ________ اور بعض کو بغیر الف لکھا جاتا ہے۔آپ کی ان کے باب میں کیا رائے ہے؟

(۳) لفظ قیام دو مقام پر سورہ نساء میں، **اوّلاً:**

"وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا"[2]۔	بے عقلوں کو انکے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے۔(ت)

دوم:

"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج"[3]۔	اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔(ت)

سوم سورۃ المائدہ میں:

"جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ"[4]۔	اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔(ت)

چہارم سورہ فرقان:

"وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾"[5]۔	اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔(ت)

پنجم سورہ زمر میں:

"ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾"[6]۔	پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۴ ۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۳

[4] القرآن الکریم ۵/ ۹۷

[5] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۴

[6] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۸

ششم سورہ ذاریات میں:

"فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ" [1]۔	تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔(ت)

عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اوران کے مقلدین نے سورہ نساء کے پہلے اور سورہ مائدہ والے کو بدون الف لکھا ہے۔اور باقی سب جگہ مع الف۔اوریہی رسالہ مرتع الغزلان سے ثابت ہے مگر منشی اشرف علی نے صرف آخر کے تینوں کو باثباتِ الف اوراول کے تینوں کو بدون الف لکھا ہے۔

(۴) "لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ" [2]۔	مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت۔(ت)

اور

"لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ" [3] الآية۔	ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنادیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ۔(ت)

یہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلف خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں اور والدین یاو نون سے سب جگہ مع الالف ہے۔

(۵) "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" [4]۔	نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔(ت)

سورہ حج میں:

"وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى" [5]۔	اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور نشہ میں نہ ہوں گے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/ ۴۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۳۳

[4] القرآن الکریم ۴/ ۴۳

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۲

تینوں کو منشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے، اور عام مصاحف میں خاص سورہ نساء میں بدوں الف اور باقی دونوں کو مع الالف، خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نورِ سرمدی سے قول اول ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے: ع

گیر از حج دو جاسکٰرٰی یاد[1]

یعنی محذوفات میں دو کا ذکر کیا تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا۔

(۶) علامہ ابوعمرو الدانی ارشاد کرتے ہیں:

کذٰلك سؤة وسوءٰتکم وسیئ وسیئت وبریؤن وهنیئا مریئا وبریئا وشبهه[2]۔	یعنی ان سب کا ہمزہ بدوں مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سواٰتکم وغیرہ الف سے مرقوم ہیں بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

(۷) "وَمِنۡ خِزۡيِ یَوۡمِئِذٍ"[3]۔ سورہ ہود میں قراءت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے، اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے:

بکسر میم ست بقراءت غیر سوسی[4]	سوسی کے غیر کی قراءۃ میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔(ت)

(۸) اعوذباللہ کے باب میں روایت کتاب تحفہ نذریہ مؤلفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یہ ہے کہ:

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم مختار جمیع قراء است[5]۔	اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم تمام قراء کا مختار ہے۔(ت)

آگے بیان کرتے ہیں کہ:

اگر کسے لفظ دیگر در تعوّذ گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمود[6]۔	اگر کسی نے کوئی دوسرا لفظ تعوّذ میں کہا تو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لفظ سے منع فرمایا ہے۔(ت)

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم الخط القرآن

[2] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلمان

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶

[4] خلاصۃ الرسوم

[5] تحفہ نذریہ

[6] تحفہ نذریہ

پھر لکھتے ہیں:

باوجود اس منع و تعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اند، پس تلفظ تعوّذ بآں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست، انتہی عبارتہ بقدر ضرورت [1]۔	اس منع و تعلیم کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ بھی تعوذ جائز ہے اگرچہ مختار نہیں ہے۔ تحفہ نذریہ کی عبارت ختم ہوئی جس قدر ضرورت تھی۔(ت)

اس کے باب میں آپ کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) یہ علم سمع ہے نہ قیاس۔ کلمات علمائے کرام سے دو ضابطے ملتے ہیں:

اول: مطردہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور محذوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مد نہ ہو۔

دوم: اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے تو ثابت الالف ہے مگر ذوات الہمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مونث سالم تو مطلق محذوف الالف والالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو، اگرچہ الف ممدود ہو مگر گنتی کے حروف جیسے سورہ شورٰی میں روضٰت الجنّٰت، یونس میں اٰیاتنا بیّنٰت، اسی میں مکر فی اٰیاتنا، حٰم سجدہ میں سمٰوٰت، فاطر میں علٰی بینات علی الخلاف الٰی غیر ذلك من حروف قلائل۔ امام عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ مقنع میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علی حذف الالف من جمع السالم الکثیر الدور من المذکر والمونث جمیعا الصٰبرین و الصٰدقین و القٰنتین والشیٰطین والظٰلمون و السٰحرون والطیبٰت و الخبیثٰت والمتصدقٰت و الثیبٰت والغرفٰت وماکان مثلہ۔ فان جاء بعد الالف ھمزۃ او حرف مضعف نحو السائلین والقائمین	تمام لوگوں نے جمع مذکر و مونث سالم کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا، جیسے صٰبرین، صٰدقین، قٰنتین، شیٰطین ظٰلمون، سٰحرون، طیبٰت، خبیثٰت، متصدقٰت، ثیبٰت، تئبٰت، غرفٰت اور جو اس کے مثل ہو اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے جیسے سائلین، قائلین، ظآنین،

---

[1] تحفہ نذریہ

والظاٰنین والعاٰدین وحاٰفین وشبهه اثبت الالف علی انی تتبعت مصاحف اهل المدینة واهل العراق القدیمة فوجدت فیها مواضع کثیرة مما بعد الالف فیه همزة قد حذف الالف منها واکثر ماوجدته فی جمع المونث لثقله والاثبات فی المذکر اکثر قال ابوعمرو ما اجتمع فیه الفان من جمع المونث السالم فان الرسم فی اکثر المصاحف بحذفها جمیعا سواء کان بعد الالف حرف مضعف اوهمزة نحو الحٰفظٰت والصٰدقٰت والنٰزعٰت والصٰفّٰت والعٰدیٰت والصّٰئمٰت وغیٰبٰت وسٰئحٰت وشبهه قد امعنت النظر فی ذٰلك فی مصاحف اهل العراق اهلیة اذ عدمت النص فی ذٰلك فلم ارها مختلف فی حذف ذٰلك۔	عادین، حافین اوراس کے مشابہ۔مگر میں نے اہل مدینہ اوراہل عراق کے قدیم مصاحف کاتتبع کیاتو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کردیا ہے اورایسا اکثر جمع مونث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔اورمذکر میں زیادہ طورپر الف کااثبات ہے۔امام ابوعمرو فرماتے ہیں جہاں جمع مونث سالم میں دوالف جمع ہوجائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کردیتے ہیں۔اس کے بعد ہمزہ اورحرف مشدد ہو یا نہ ہو، جیسے حٰفظٰت، صٰدقٰت، نٰزعٰت، صٰفّٰت، عٰدیٰت، صٰئمٰت، غیٰبٰت، سٰئحٰت اوراس کے اشباہ۔میں نے اہل عراق کے اصل مصاحف میں غور سے دیکھا جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی توہر جگہ انہیں کو محذوف پایا۔
وقال محمد بن عیسٰی اصفهانی فی کتابه هجاء المصاحف قوم طاٰغون و والذاریٰت والطور وفی روضاٰت الجنّٰت فی عسق مرسومه بالالف۔	محمد بن عیسی اصفہانی اپنی کتاب"ہجاء المصاحف"میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طاغون کو اورروضات الجنّٰت الف سے لکھتے ہیں۔
وقال ابوعمرو کذا رأیتها انا فی مصاحف اهل العراق ورأیت فی بعضها کراماً کاتبین بالالف	ابوعمرو فرماتے ہیں مصاحف اہل عراق میں کراماً کاتبین کو الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر

فی بعضها بغیر الالف[1]۔ اھ مختصرًا۔	پایا۔ انتہٰی مختصرا۔

اس کے سوا جمع مذکر سالم قلیل الدور عدیم المد کے لئے کوئی ضابطہ نہیں اور خاص خاص الفاظ میں اختلاف مصاحف ثابت۔ مقطع میں ہے:

فی بعضها فارهین وفی بعضها فرهین بغیر الف و کذٰلك حاذرون وحٰذرون[2]۔	بعض مصاحف میں فارهین باالف اور بعض بغیر الف۔ اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان وطور و مطففین فاکھین اور لیس کے فاکھون سب کو فرمایا کہ فی بعضها بالف وفی بعضها بغیر الف تو مطلقًا ایک حکم کلی اثبات خواہ حذف کا لگا دینا ہرگز صحیح نہیں، بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بنقل پھر بحالت اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالت اختلاف اکثر واشہر کی تقلید کی جائے اور تساوی ہو تو حذف واثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلاف قراءت بھی ہو جیسے فکھین اور فاکھین وہاں حذف معمول بہ رکھیں لیحتمل القراء تین۔ اور اگر نقل اصلًا نہ ملے تو ناچار رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں اتباع ہجاء ہے۔

علامہ علم الدین سخاوی شرح عقلیہ میں زیر قول مصنف قدس سرہ ع وبالذی غافر عن بعضہ الف فرماتے ہیں:

اصل ماجهل اصله ان یکتب بالالف علی ماینطق[3]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	جس کی اصل نہ معلوم ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح باالف پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھا جائے۔

(۲) امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابو عمرو دانی فرماتے ہیں:

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب و البیان والغفار والجبار والساعة والنهار بالالف یعنی فی المصاحف وذٰلك علی اللفظ قال ابو عمرو	غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعۃ، نہار مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے۔ جیسا کہ لفظ ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں یونہی

[1] المقنع فی رسم المصحف لعثمان بن سعید

[2] المقطع فی رسم المصحف

[3] (شرح عقلیه) الوسیلة فی کشف العقیله

کذٰلك رسموا کل ماکان علی وزن فعال وفعال بفتح الفاء وکسرھا وعلی وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحوبنیان وفعلان نحو رضوان و کذٰلك المیعاد والمیقات والمیزان وما اشبھه مما الفه زائد البناء وکذٰلك ان کانت منقلبة من یاء او واؤ حیث وقعت[1] اھ باختصار الامثلة۔	تحریر کیاہر وہ لحظہ جو فعال اور فِعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم یا فعال کے وزن پر ہو جیسے خوار اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے رضوان، اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بناء کے لیے ہو۔ ایسے ہی یا اور واو سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو مثالوں میں اختصار کردیا ہے۔

یہ مبارک کلام مفید عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکید الافادہ عموم لایا، اگرچہ بحکم:

ما من عام الا وقد خص منه البعض حتی ھذہ القضیة لنفسھا بمثل قوله سبحٰنه "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾"[2]۔	کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ میں بھی اللہ تعالٰی کے قول ھو بکل شیئ علیم کی طرح جیسا کہ عقل سلیم پر ظاہر ہے۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے، جنہیں خود امام ممدوح نے مقنع میں مواضع متفرقہ پر افادہ فرمایا ہے، **مثل عٰلم الغیب ولبٰلغ وبلغاو الضلٰل ومن خلٰله وظلٰله وغیرھا**[3]۔

ولہٰذا "مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا:

---

[1] المقنع فی رسم المصحف

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[3] المقنع فی رسم المصحف

وزن فعال وفاعل وفعلان	فعال اور فاعل اور فعلان کا وزن
ہم فعال وفعال وہم فعلان	فعال اور فعال اور فعلان کا وزن
نیز فعلان ومفعل وفعال	فُعلان اور مفعل اور فعّال بھی
ہم فعال ومفاعل وافعال	فُعال اور مفاعل اور افعال بھی
ہم مفاعیل ومفاعل وافعال	مفاعیل اور مفعل اور مفعال بھی
یافعالی فواعل وفعال	فعالی فواعل اور فِعّال
جملگی فعلہا ومصدر ہا	اور افعال اور تمام مصادر
الف منقلب ز واوٗ و زیا	جن کا الف واوٗ سے بدلا ہو یا یاء سے بدلا ہوا
ہمہ گی ثابت است در ہمہ جا جز حروفے کہ گشتہ مستثنٰی [1]	تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا البتہ چند حروف اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔

مگر شک نہیں کہ وہ ہمیں ایک ضابطہ نافعہ بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے ثابتات الالف ہیں۔ تو جب تک بالخصوص نقل معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو ثابت ہی رکھیں گے کہ وہی اصل اور خود اصل رسم میں اصل۔ خلاصۃ الرسوم سے بکلمی اور یبدلوا کلم اللہ بالحذف مترشح ہے۔ اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ وامام کسائی نے یہاں کَلِم بروزن کَتِف پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے، سب سے پہلے سورہ آل عمران میں:

"لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ" [2]	نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (ت)

عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے۔ صاحب خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ:

قیٰمًا بحذف الف مرسوم است از جہت اشتمال برہر دو قراءت یا بنام اختصار [3]۔	قیٰمًا الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے، دونوں قراءت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا اختصار کیلئے۔ (ت)

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۰و ۱۹۱

[3] خلاصۃ الرسوم

اورحرف اول نساء کو اگرچہ لفظًانہ بتایا مگر رسمًا بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے اوریہی قول مرتع ع قِیٰمًا و ز ابتداء نساء ع آخر مائدہ قِیٰمًا داں[1] کا مفاد ہے۔اوراس کی وجہ واضح ہے کہ امام نافع اورامام اجل ابن عامر نے حرف نساء "جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیٰمًا"[2] اورابن عامر نے حرف مائدہ "قِیٰمًا لِّلنَّاسِ"[3] کو بے الف پڑھا فی التیسیر، باقی سب میں اثباتِ الف ہے باتفاق قراء سبعہ والرسم یتبع اللفظ لاسیما وھو فعّال کما مر۔واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مصحف کریم میں والدِ،والدین،والدیہ،والدیک،والدی،والدۃ،والدتی،والدتك سب بالف بعد واؤ مرسوم ہیں۔ اوریہی مقتضائے قاعدہ فاعل ہے حتی کہ والدات بآنکہ جمع مونث سالم ہے،حذف الف میں مختلف فیہ ہے۔والدٰان میں حذف الف تثنیہ توحسب قاعدہ مطردہ ضرور ہے،حذف اول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم اس نسخہ سقیمہ میں یوں مرسوم ''الولدان ہر دو بحذف الف تثنیہ مکتوب است بعد از واو ودال ہمہ جا''عبارت نے تو یہ حذف الف تثنیہ بتایا ہے اور ہر دو سے مراد دونوں لفظ الولدٰن کہ اس آیۃ کریمہ میں واقع ہیں اور بعد از واو الف تثنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ظاہرا لفظ واؤ زیادت قلم ناسخ سے ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) فعالٰی کا قاعدہ مرتع سے گزرا اور بعینہٖ یہی تخصص موضعین جج مفاد مقنع ہے۔محذوفات نافع بیان کرکے فرماتے ہیں:

فھذا جمیع ما فی روایۃ عبداللّٰہ بن عیسٰی عن قالون عن نافع مما حذفت منہ الالف الرسم وحدثنا ابو الحسن بن غلبون قرأہ منی علیہ حدثنا ابی حدثنا محمد ابن جعفر حدثنا اسمٰعیل ابن اسحٰق القاضی القالون عن نافع	یہ سب عبداللہ بن عیسٰی کی روایت قالون سے ہے۔اور انہوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا ابوالحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ان پر پڑھ رہا تھا انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی نے انہوں نے قالون سے اورانہوں

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵
[3] القرآن الکریم ۵/ ۹۷

بعامة هذه الحروف وزادفی الکهف فلا تصٰحبنی وفی الحج سکری وماهم بسکری [1] الخ۔	نے امام نافع سے یہ سب روایت کی ۔اور سورہ کہف میں فلاتصٰحبنی اور حج میں سکری وماھم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سکری بروزن سَلْمٰی پڑھا ہے بخلاف حرف نساء کہ قراءت سبعہ میں بالاتفاق سکٰرٰی بروزن فُعالٰی ہے تو قول مرتع ہی اوضح اور اوجہ ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) مصاحف ہند نے اتباع ''خلاصۃ الرسوم'' کیا مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۷) تیسیر میں ھود ومعارج کے "خِزْیِ یَوْمِىِٕذٍ" [2] اور "عَذَابِ یَوْمِىِٕذٍ" [3] میں فتح میم کو نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:

نافع والکسائی ومن خزی یومئذ وفی المعارج من عذاب یومئذ ببنیه بفتح المیم والباقون بکسرھا [4]۔	نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورہ معارج میں من عذاب یومئذ ببنیه کو میم کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

شاطبیہ میں ہے:۔

ویومئذ مع سال فافتح (ا)تی(ر)ضا وفی النمل (حصن) قبله النون(ث)ملا [5]۔	یومئذ کو اس سورۃ اور سورۃ معارج میں فتح میم سے پڑھ کہ وہ وہ پسندیدہ ہوکر آیا ہے اور سورۃ نمل میں فتح میم کوفیین اور نافع کیلئے ایک قلعہ ہے اور اس لفظ سے پہلے نون تنوین نے فتح کو سنوار دیا۔

شرح میں ہے:

امر بفتح المیم فی قوله تعالٰی ومن خزی	اللہ تعالٰی کے قول من خزی یومئذ اور

---

[1] المقنع فی رسم المصحف

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۷۰/ ۱۱

[4] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان

[5] حرز الامانی ووجه التهانی سورہ ہود مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۶۲

یومئذ ومن عذاب یومئذ ببنیه فی المعارج المشار الیهما بالهمزة والراء فی قوله اتی رضا وهما نافع و الکسائی ۔ثم اخبر ان المشارالیهم بحصن وهم الکوفیون ونافع قرأوا بالنمل وهم من فزع یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یذکره فی الترجمتین القراءة بکسر اما اصله وهو علی الحقیقة الخفض فی المواضع[1]۔ الخ	من عذاب یومئذ ببینہ میں جو سورہ معارج میں ہے میم کے فتحہ کا حکم دیا اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول "اتی رضا" میں نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف اشارہ ہے۔ان لوگوں نے سورہ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا۔تو یہ ثابت ہوگئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پر تینوں جگہ مکسور پڑھتے ہیں۔

غیث النفع میں ہے:

خزی یومئذ قرأنا فع وعلی بفتح المیم والباقون بالکسر[2]۔	خزی یومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قراء نے بالکسر پڑھا۔

بعینہٖ اسی طرح اس کی سورۃ سائل میں ہے ان اجلہ اکابر کی تصریحات جلیلہ پر اعتماد لازم ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

(۸) تعوذ میں یہ صیغہ مختار قراء کرام ہونا ضرور صحیح ہے،امام ابو عمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں:

المستعمل عند القراء الحذاق من اهل الاداء فی لفظها اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم دون غیره و ذٰلك لموافقة الکتاب والسنة فاما الکتاب ماجاء فی تنزیل العظیم قوله عزوجل لنبیه الکریم صلی اللّٰه تعالٰی	ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کیلئے یہی الفاظ مستعمل ہیں اور نہیں،وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن وحدیث نبوی کے موافق ہیں،اللہ تعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے، جب قرآن پڑھنا ہو تو اعوذباللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبیر ابن مطعم اپنے

---

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

[2] غیث النفع

علیه وسلم وهو اصدق القائلین "فاذا قرأت القراٰن فاستعذ بالله من الشیطٰن الرجیم "واما السنة فما رواه نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیه رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه استعاذ قبل قرأة القراٰن بهٰذا اللفظ بعینه وبذٰلك قرأت وبه اٰخذ [1]۔	والد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلاوت قرآن پاک سے قبل خاص انہیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے۔یہ حدیث سے ثبوت ہوا۔امام ابو عمرو فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتاہوں اوریہی میرامذہب ہے۔

غیث النفع میں ہے:

اما صیغتها فالمختار عند جمیع القراء اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم وکلهم یجیز غیر هذه الصیغة من الصیغ الواردة نحو اعوذبالله السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم واعوذبالله العظیم من الشیطٰن الرجیم واعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم انه هو السمیع العلیم واعوذبالله السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم [2]۔	صیغہ استعاذہ کے لیے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے،اس کے باوجود ان دوسرے صیغوں کو بھی سبھی جائز قرار دیتے ہیں جواس باب میں وارد ہیں جیسے اعوذبالله السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم وغیرہ۔الخ

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہ میں ہے:ـ

اذاما اردت الدهر تقرأ فاستعذ جهارا من الشیطٰن بالله مسجلا علی ما اتی فی النحل یسرًا وان تزد لربك تنزیها فلست مجهلا [3]	زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذباللہ علی الاعلان پڑھو،یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔جیسا کہ سورہ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالٰی کی کچھ تنزیہات بھی بڑھادو تو تم جاہل نہ ہوگے۔

---

[1] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان

[2] غیث النفع

[3] حزر الامانی ووجه التهانی باب الاستعاذه مصطفی البابی مصر ص ۱۰

سراج القاری میں ہے:

قوله مسجّلا ای مطلقا لجمیع القراء فی جمیع القراٰن (علی ما اتی فی النحل)ای استعذ علی اللفظ الذی نزل فی سورة النحل جاعلا مکان استعذ اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم ومعنی یسرًا ای مسیرًا وتیسره قلة کلماته وزیادة التنزیه ان تقول اعوذباللّٰه من الشیطٰن الرجیم انه هو السمیع العلیم، و اعوذ باللّٰه السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم و نحو ذٰلك وقوله فلست مجهلا ای لست منسوبا الی الجهل لان ذٰلك کله صواب ومروی[1]۔	ماتن کا قول مسجلا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قراء قرآن کی قراءت میں ہر جگہ اسی کو راجح قرار دیتے ہیں۔ علی ماآتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورہ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انہیں پڑھو،اور یسرًا کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اورروایتوں میں جو سمیع العلیم وغیرہ تعریف الٰہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو فلست مجھلا کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار نہ دیے جاؤگے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہر گز نہیں۔وہ سب بھی باجماع قراء جائز ہیں۔غیث وشاطبیہ وشروح کی عبارات ابھی گزریں۔امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال الحلوانی فی جامعه لیس للاستعاذة حد ینتهی الیه،من شاء زاد ومن شاء نقص[2]۔	حلوانی نے اپنی جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہر گز ثابت نہ ہوا،اور اگر ثابت ہو جاتا تو کیا معنٰی تھے کہ بعد منع اقدس پھر بھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتنافیین کیا ہے اور الفاظ سے منع فرمانا بالجزم

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا، حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی بہ صیغہ جزم نسبت روا نہیں۔ پھران الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعد ممانعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں، بلکہ جواز وہی ہے کہ منع ثابت نہ ہو۔امام شاطبی بعد کلام مذکور فرماتے ہیں:

وقد ذکروا لفظ الرسول فلم یزد ولو صح ھذا النقل لم یبق مجملا[1]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے، اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکم قرآنی مجمل نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصح میں ہے:

اشار الی قول ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقلت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم فقال لی قل یا ابن ام عبد اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم و روی نافع عن ابن جبیر ابن مطعم عن ابیه رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کان یقول قبل القراءۃ اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم وکلا الحدیثین ضعیف واشار بقوله ولو صح ھذاالنقل الی عدم صحة الحدیثین وقوله لم یبق مجملا ای لو صح نقل ترك الزیادۃ لذھب	مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذباللہ السمیع العلیم من الشطٰن الرجیم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اے ام عبد کے لڑکے! صرف اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم کہو، اور نافع نے جبیر ابن مطعم سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔اور مصنف نے اپنے قول ولو صح ھذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول "مجمل نہ رہتی" کا مطلب یہ ہے

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص۱۰

اجمال الاٰیۃ و اتضح معناھا وتعین لفظ النحل دون غیرہ ولکنہ لم یصح فبقی اللفظ مجملا ومع ذٰلك فالمختار ان یقال اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم لموافقۃ لفظ الاٰیۃ وان کان مجملا لورود الحدیث بہ علی الجملۃ وان لم یصح لاحتمال الصحۃ [1]۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم	کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیت قرآنی کا اجمال ختم ہوجاتا اور اس کے معنی واضح ہوجاتے اور سورہ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہوجاتے لیکن جب حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل ہی رہی۔ اس کے باوجود راجح اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے، تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہو احتمال صحت تو ہے۔

مسئلہ ۲۱: از دھرم پور ضلع بُلند شہر مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند عالمان کتاب مبین کہ الف ذاقا، واستبقا الباب اور دعوا اللّٰہ اور قالا الحمد خواندہ شود یا نہ؟ بینوا توجروا۔	کتاب مبین کے علماء کیا فرماتے ہیں کہ ذاقا، واستبقا الباب، دعوا اللّٰہ اور قالا الحمد کا الف پڑھا جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمایئے اجر دئے جاؤگے۔ (ت)

الجواب:

در سجاوندی ایں چہار فتحہ را بقدر خفیف کہ تا الف تام نہ رسد اشباع فرمودہ است، سجاوندی کتاب معتبرست ودر دیگر کتب از تصریح بداں نیست خلافش نیز نیست وجہش مواجہ است کہ تمیز تثنیہ از مفرد است پس عمل بداں محذورے ندارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللّٰہ تعالٰی "علٰی مَا	سجاوندی میں ان چار فتحوں میں ہلکا سا اشباع فرمایا گیا ہے تاکہ الف تام کی حد تک نہ پہنچے، سجاوندی معتبر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر مخالفت بھی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے تثنیہ مفرد سے ممتاز ہوجائے گا۔ لہٰذا اس پر عمل کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس

[1] شرح الشاطبیۃ سراج القاری للعلامۃ لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصع

نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ "[1] "قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ" [2] وامثالها است تا مبتداء بفاعل ملتبس نہ شود۔ واللہ تعالٰی اعلم	کی نظیر اللہ تعالٰی کے ارشاد "عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾"، "قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ" اوراس جیسی دیگر مثالوں میں ہلکا سا فصل ہے تاکہ مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۸ /۲۸

[2] القرآن الکریم ۶ /۱۲۸

تشریح افلاک وعلم توقیت وتقویم

مسئلہ ۲۲: از ملک بنگالہ ضلع فرید پور موضع پٹورا کاندے مرسہ محمد شمس الدین صاحب
کواکب خود بالطبع آسمان میں گھومتے ہیں یا بحرکت قمری بالتبع چکر کھاتے ہیں؟

الجواب:

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کواکب بامرالٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝" [1]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے
وقال اللہ تعالٰی "وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝" [2]۔	اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سورج اپنے مستقر کیلئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔
وقال تعالٰی "وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ" [3]۔	اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔
وقال تعالٰی "كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى" [4]۔	اور فرمایا ایک مقررہ وقت کیلئے سب حرکت میں ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸

[3] القرآن الکریم ۱۴/ ۳۳

[4] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۹

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک نہ آسمان۔

قال اللہ تعالٰی " اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ "[1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں توخدا کے سوا انہیں کون روکے۔

سعید بن منصور اپنی سنن، اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اپنی تفاسیر میں شقیق سے راوی،

قال قیل لابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ان کعبًا یقول ان السماء تدور فی قطبة مثل قطبة الرحا فی عمود علی منکب ملك قال کذب کعب " اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ "۔ وکفی بھازوالا ان تدور[2]۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتے کے کندھے پر گھوم رہا ہے، آپ نے فرمایا، کعب غلط کہتے ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لیے ٹلنا ضروری۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحافقال حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کذب کعب " اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ "[3]۔	حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیلے پر گھوم رہا ہے۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود حضرت صاحب سرّ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم سے عرض کی گئی: کعب کہتے ہیں کہ آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وہی آیۃ کریمہ اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[2] الدرالمنثور تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲

[3] الدرالمنثور تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲

اقول:وان کان الزاعم ان یزعم ان الزوال بمعنی الحرکۃ الاینیۃ ولکن کبراء الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعرف منا بتفسیر القراٰن فلا یجوز الاستدراك علیھم عند من نوراللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منھم بحرمتھم عندہ اٰمین۔	میں کہتاہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے کہ انکے کہے ہوئے کو (رضی اللہ تعالٰی عنہم) وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نوربصیرت دیا۔اللہ ان کے صدقے میں ہمیں بھی انہیں کے ساتھ کرے آمین۔

مسئلہ ۲۳: ایضًا

سبع سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے:

الجواب:

قال اللہ تعالٰی "وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِہٖ" [1]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور "کُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ" [2] سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں۔اپنے نفس پر دائر اور نیرین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر "فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ﴿۱۶﴾" [3]۔ میں ہے، میں قسم یاد فرماتاہوں دُبک جانے والوں، چلنے والوں کی۔یہ انکے وقوف، استقامت ورجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں، پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہوجاتے ہیں۔اس لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ابن ابی حاتم تفسیر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے فلااقسم بالخنس کی تفسیر میں راوی:

قال خمسۃ انجم زحل وعطارد والمشتری، وبھرام والزھرۃ لیس فی الکواکب شیئ یقطع المجرۃ غیرھا [4]۔	فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں: زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ، کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۴۰

[3] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۵ و ۱۶

[4] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ فلااقسم بالخنس داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۳۹۵

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر اُدھر ہیں، وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبیعہ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے۔ یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔ **واللہ اعلم**

مسئلہ ۲۴: از میرٹھ لال کُرتی بازار مرسلہ جناب حاجی شیخ علاء الدین صاحب ۲۸ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

قاعدہ استخراج تقویمات کواکب از المینک

کوکب مطلوب کے صفحات میں سے ماہ مطلوبہ کے مقابل کے خانہ اپیرینٹ رایٹ اسینشن یعنی مطالع استواء سے رقم گھنٹہ منٹ سیکنڈ لے کر اس کی تحویل اجزائے محیط میں بموجب جدول پنجم کی دوسرے حصے کے کرلیں بعد تحویل کے جدول نمبر دوم یعنی جدول مطالع البروج بخط الاستواء المبتدائن اول الحمل میں دے کر مطالع کی تحویل میں طوالع میں کرلیں جو حاصل ہوگا وہ درجہ تقویمی کوکب یعنی منطقۃ البروج ہوگا۔ اب اگر اس تقویم بروج یونانیہ کو ہندی بروج کی تقویم میں تحویل کرنا ہو تو یونانی تقویم میں سے ۲۲درجہ ۱۰دقیقہ گھٹادو حقیقی تقویم حاصل ہوجائیگی یعنی مشاہدہ جس برج پر اور جس درجہ میں وہ کوکب ہوگا وہ درجہ ان کا آئے گا اور یہ وہ فرق ہے جو نقطہ حمل کے اپنے مرکز اصلی کے ہٹ جانے سے پیدا ہوگیا ہے۔

الجواب:

یہ قاعدہ محض باطل ہے۔ واضع نے جزء عاشر کو جزء تقویمی سمجھ لیا۔ اس عمل سے فلک البروج کا وہ جز حاصل ہوگا کہ ہنگام طلوع کوکب دائرہ نصف النہار پر ہو، یہ عاشر ہے نہ کہ تقویم۔ فقیر غفرلہ نے المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے چار طریق رکھے ہیں، نیز اس سے استخراج طالع وقت کے چار طریق اور ان کے بیان میں رسالہ **مسفر المطالع للتقویم والطالع** لکھا اس کے طریق سوم کا سب میں پہلا ابتدائی خفیف عمل یہ ہے جس کا نام واضع نے "**قاعدہ استخراج تقویم**" رکھا، ہم اس مقام سے اپنے رسالہ کے چند سطور نقل کریں کہ حال واضح ہو۔

طریق سوم استعلام تقویم کوکب از مطالع ممرد میل او **اقول: (۱)** ساعات مطالع ممرادرنہ زدہ در جدول مطالع استوائیہ مقوس کنند تاعاشر بدست آید۔ (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوگیا، اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا کیا درکار ہے کہ تقویم	تیسرا طریقہ ستاروں کی گزرگارہ اور اس کے میل سے تقویم کوکب (ستارے کے حال) کے معلوم کرنے کا ہے۔ **میں کہتا ہوں: (۱)** گزرگاہ کے مطالع کی ساعتوں کو نو(۹) سے ضرب دے کر مطالع استوائیہ کے جدول (نقشے) میں تقویس (جیب کے

حاصل ہو) (۲) میلش برآرند (۳) پس اگر موافق الجہۃ باشد یا میل کوکب آنگاہ میل عاشر را بر تمام میل کوکب افزایند ورنہ کاہند را اگر در فزودن از صہ بیرون رود تمامش تا قف گیرند ارتفاع عاشر باشد (۴) ظل تمامش گرفتہ منحط گردہ محفوظ دارند (۵) یا زیر مطالع ممر محلوم ربع در فزودہ مجموع را درج سوا اعتبار کردہ جیب بعدش از اعتدال اقرب گیرند (۶) ایں جیب را در جیب میلی کلی منحط زدہ حاصل را در محفوظ زنند ظل تعدیل طالع بدست آید (۷) در جدول ظل مقوس کنند کہ تعدیل است (۸) لیس ہماں درج سواز امر مطالع استوائیہ گیرند (۹) باز نظر کنند کہ میل کوکب شمالی ست یا جنوبی بحال شمالیت اگر عاشر در نصف جدوی اعنی از اول جدی تا آخر جوزا باشد تعدیل را بریں مطالع استوائیہ افزایند مگر میل عاشر در ربع اول منطقہ از یداز میل کوکب باشد و اگر در نصف سرطانی اعنی از اول سرطانی تاآخر قوس بود تعدیل را از مطالع مذکورہ کاہند مگر انکہ عاشر زائد المیل در ربع دوم منطقہ بود بحال جنوبیت اگر عاشر در نصف سرطانی است تعدیل افزایند مگر انکہ زائد المیل در ربع سوم باشد و اگر در منطقہ بود بحال نصف جدوی ست ۔ کاہند مگر آنکہ بازیادت میل در ربع باشد (۱۰) عمل معلوم حسب حاجت کنند کہ تقویم است۔

مقابل آنے والی تقویس یعنی دائرے کے حصے کا معلوم) کریں تاکہ عاشر (دسواں حصہ) ہاتھ آئے (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوا) اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا درکار ہے کہ تقویم حاصل ہو (۲) اس کا میل نکالیں (دائرہ معدّل النہار سے آفتاب کی دوری کو میل اور دوسرے ستاروں کی دوری کو بُعد کہتے ہیں، اس عبارت میں ستارے کی دوری کو بھی میل کہا گیا ہے) (۳) پھر اگر میل، جہت میں موافق ہو میل کواکب کے تو اس وقت میل عاشر کو تمام میل کوکب پر بڑھائیں گے اور اگر جہت میں موافق نہ ہو تو کم کردینگے، اگر زیادہ کرنے کی صورت میں صہ (ساٹھ درجوں سے زائد ہو تو تمام میل قف (ایک سو اسی ۱۸۰ درجے) تک لیں، یہ عاشر کا ارتفاع ہوگا۔ (۴) اس کا ظل تمام لے کر کم کریں اور باقی محفوظ کرلیں۔ (۵) پھر گزرگاہ کے مطلع پر چوتھائی حصے کو زائد کرکے مجموع کا اعتبار کرکے اس کے بعد کا جیب اعتدال سے قریب لیں۔ (۶) اس جیب کو میل کل سے کم کرکے محفوظ میں ضرب دیں ظل تعدیل طالع حاصل ہوجائے گا۔ (۷) ظل کے جدول میں اس کی تقویس کریں کہ تعدیل ہے۔ (۸) پس اسی مجموع کو مطالع استوائیہ سے لیں (۹) پھر دیکھیں کہ ستارے کا میل شمالی ہے یا جنوبی، اگر شمالی ہے اور عاشر نصف جدوی یعنی برج جدی کی ابتداء سے جوزاء کے آخر تک ہے تو تعدیل کو ان مطالع استوائیہ پر زیادہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع اول میں میل کوکب سے زیادہ ہو

	اور اگر نصف سرطانی یعنی برج سرطان کی ابتداء سے لے کر برج قوس کے آخر تک ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع دوم میں زیادہ ہو میل کوکب سے اور اگر ستارے کا میل جنوبی ہے اگر عاشر نصف سرطانی میں ہے تو تعدیل کو زیادہ کریں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔اور اگر نصف جدوی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔اور اگر نصف جدوی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ میل زیادہ ہو اور ربع میں ہو (۱۰) عمل معلوم حاجت کے مطابق کریں کہ یہی تقویم ہے۔(ت)

زیج بہادر خانی سے مطالع استوائیہ کا ایک جدول بعینہٖ نقل کردیا ہے۔ہم نے اپنے محاسبہ خاصہ سے اس کی تجدید کی ہے،تاہم یہ بھی تقریب کو کافی ہے۔بروج یونانیہ وہندیہ میں ۱۰۲۲اکا فرق بشدت غلط ہے بلکہ اسی سال کے آغاز یعنی یکم محرم ۱۳۳۰ھ کو مالث م م لومہ فرق تھا یعنی ۲۲ ۴۴ ۴۰ ۳ سے کچھ زائد اور روزانہ ترقی پر ہے۔یہاں تک دنیا باقی رہی تو رجب ۷۹۲اھ میں پورے ایک برج کا تفاوت ہوجائے گا اس الثور سے ہندی سیکھ کی شنکرانت ہوگی۔اس ہندی حساب کو حقیقی تقویم کہنا ٹھیک نہیں۔حقیقی تقویم یہی ہے جو محل تقاطع سے ہے،اسی سے حساب فصول ہے،اسی سے حساب کمی بیشی روزوشب ہے،اسی سے حساب مطالع ہے،اسی سے حساب طلوع غروب وسائر اوقات ہے،ہندی تقویم تقویم صوری ہے کہ صورت پرستوں نے صورت کواکب پر اس کی بنا رکھی ہے[1]۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵: از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ شیخ علاؤالدین صاحب ۱۱ شوال مکرم ۱۳۳۰ھ

حامیِ سنت،ماحیِ بدعت،مخدومی ومعظمی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلکم العالی،بعد تقدیم،ہدیہ سلام ومراسم نیاز مندی عرض ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب جنہوں نے قاعدہ استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المینک کمترین کو بتایا تھا ان سے جب کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والا کی تحریر دکھائی اس سے اطمینان نہ ہوا اور جناب والا کی تحریر کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا،بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بین مشاہدہ کواکب کو دکھا کر آپ کا اطمینان کراسکتا ہوں،چنانچہ کمترین نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بین کے یہاں تشریف لاکر میرا اطمینان کردیں۔لہٰذا امید

---

[1] مسفر المطالع للتقویم والطالع

کہ اس وقت تک رسالہ مسفر المطالع کے طبع کرنے میں توقف کیا جائے۔زیادہ حدِ ادب !

الجواب:

اس قاعدہ تقویم کی نسبت گزارش ہے کہ:

(۱) ستارہ بیں کے آنے پر کیوں محمول فرمایئے خود المینک ایک اعلٰی ستارہ بیں ہے۔اس سے ملاحظہ کیجئے جس وقت اس نے دو کوکبوں کا قرآن لکھا ہے اگران میں ایک قمر ہے تو اس کی تقویم وقت قرآن کے لئے تعدیل مابین السطرین سے لیجئے اور دوسرے کی اس قاعدہ سے ملاحظہ ہو کر دونوں میں کتنافرق آتا ہے؟

(۲) یہ بھی نہ سہی نہایت سہل امکان گزارش کروں قمر کی تقویم نصف النہار ونصف اللیل روزانہ مکتوب ہے اور ہر گھنٹے کے مطالع ممر بھی ان مطالع کو تحویل وتقویس کرکے دیکھ لیجئے کس قدر تفاوت پڑتا ہے مثلاً ایک مثال گزارش،اس سال اکتوبر ۱۲ بجے کے مطالع لکھے ہیں۔/۵ء۶۵۴۵۵۵ث درجات ہیں اس کی تحویل ہوئی۔تح تح نٹ بط جدول مطالع استوائی میں اس کے طوالع ہوئے َ۸ ۳ ۲ ۰۲ ُاحالانکہ اس وقت تقویم قمر ہے '۲۸ ۱۰ نصف درجہ کافرق ہوا کہ ہر گز مخفی نہیں اور کہیں اس سے بھی زائد آئے گا کہیں کم کہیں قریب تطابق۔یہ عقم قاعدہ کی دلیل روشن ہے یہی حال ہر کوکب میں ہوگا مگر شمس اس میں حاجت نہیں کہ اس کی جس وقت کے مطالع ممر لکھے اسی وقت کی تقویم ضو بھی مکتوب ہے۔

(۳) اہل ہیئات جدیدہ سہولت کے کمال حریض ہیں حتی کہ اس کے لیے مساہلت گوارا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال وحقائق اعدائی کے مطالع پر مخفی نہیں یہاں بھی جو قواعد برہانیہ کے فقیر نے استنباط کئے ایسے نہ تھے ان کی فکر وہاں تک پہنچتی مگر طول امل وکثرت عمل کے باعث ان سہل انگاروں نے ان سے گریز کرکے یہ آسان قاعدہ رکھا جو میں نے آپ سے یہاں گزارش کیا تھا۔اسی کی خاطر روزانہ ہر کوکب کا طول بفرض مرکزیت شمس اور عرض بفرض مذکور اور لوگارثم بُعد کے خانے دیے اور اتنے اعمال گوارا کئے اگر وہ سہل سی بات کافی ہوتی تو کیا انکا سر پھرا تھا کہ تحقیق وتدقیق چھوڑ کر تطویل میں پڑتے۔

(۴) صرف دو خط افق ونصف النہار تو کیا کام دے سکتے ہیں ہاں ایسے آلات میں ارتفاع بنانے کو اور خطوط بھی ہوتے ہیں مگر مقنطرات دوائر عریضہ میں بون بعید ہے ہاں یہ کہ کوکب اول السمٰوٰت پر ہوا اور عرض اقلیم رویت منتقی وہ نادرہ ہے اور یہ بریلی ومیرٹھ اوران سے شمال میں آخر تک اور جنوب میں تقریباساڑھے تین سو میل تک عادۃً ناممکن ہے اگرچہ قدرت میں سب کچھ ہے۔

(۵) ایک قول فیصل عرض کروں، دو حال سے خالی نہیں، ستارہ بیں سے جو تقویم نظر آئی تقویم محسوب بقاعدہ مولوی صاحب سے مطابق ہوگی یا مخالف، اگر مخالف ہو جب تو صحت قاعدہ کا ثبوت ہی نہ ہوا، اور مطابق ہو تو اور الٹی غلطی، قاعدہ کا ثبوت ہوگیا کہ انکسار کدھر جائے گااور اختلاف منظر کدھر جائے گا تقویم مرئی کبھی تقویم حقیقی کے مطابق نہیں ہوتی حتی کہ اس وقت بھی کہ کوکب دائرہ نصف النہار پر ہو مگر صرف اس حالتِ نادرہ میں کہ عین سمت الراس پر ہو۔

جناب نے طبع رسالہ ابھی ملتوی رکھنے کا فرمایا ہے وہ خود ملتوی ہے۔ ردّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کے دس رسالے زیر طبع ہیں:

(۱) **سلی الثبوت** (۲) **ایجاب النکیر** (۳) **سبحٰن السبوح** (۴) **مزق تلبیس** (۵) **الھیۃ الجباریہ** (۶) دامان باغ (۷) پیکان جانگداز (۸) **القمع المبین** (۹) **تعالی السبوح** (۱۰) تازہ عطیہ

پھر ان کے بعد ان شاء اللہ **الکریم الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیہ، حاسم المفتری، القثم الخاصم، الکاری فی العادی والغادی**، الجسم الثانوی، اشد الباس، ادخال السنان، اقامۃ الموانۃ، نور الفرقان کی باری ہے۔ **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل**۔

وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہو تو اور طرف توجہ ہو لیکن اگر یہ فرمان اس بناء پر ہے کہ شاید ستارہ بیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں، سواس قاعدہ کے جو میں نے جناب سے گزارش کیا اور معمول ہیأت جدیدہ ہے کہ تقریب قریب ہوتا ہے مگر تحقیق سے دقیقہ تک تفاوت لاتا ہے۔ قواعد کہ فقیر نے استنباط کئے مبرہن براہین ہندسیہ ہیں، اگر ان کے خلاف بتائے تو یقیناً آلہ غلط ہے نہ کہ براہین۔ بعض آلات خود ناقص ہوتے ہیں بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے، بعض وقت صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے، بعض وقت مدلول آلہ کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے، آلہ اپنے منتہائے کار کے بعد بھی حساب کا محتاج ہے اور حساب اکثر محتاج آلہ نہیں، آلہ کیسا ہی دقیق ہو دقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا، حساب ثوالی ثوالث بناتا ہے اور عام آلات صرف درجات یا غایت درجہ انصاف درجہ اگر دقائق بتائے تو اعجوبہ دہر ہے مگر ثوالی ضرور نامتصور۔ آخر یہ تو قاعدہ کے متعلق سمع خراشی تھی اتنا فقیر کو مامول کہ اس ستارہ بیں کی قیمت اور جائے وجہ ان سے مطلع کیا جاؤں۔ جناب فرماتے ہیں بہت بیش قیمت ہے تو میں کہا پاسکوں، مولوی صاحب نے کہاں سے حاصل فرمائی، کس طرح ملی، جب ایسی بیش قیمت ہے تو زحل کے حلقے مشتری کے چاروں قمر جولود سلطا وغیرہما کواکب جدیدہ بھی دکھاتی ہوگی۔ والسلام مع الاکرام

مسئلہ ۲۶: از میرٹھ محل مذکور ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

حامیٔ دین متین، ناصر شرع مبین مد ظلکم العالی۔ بعد تقویم ہدیہ سلام و مراسم نیاز مندی مطالع استوائیہ کواکب جو المنک میں مرقوم ہیں وہ صحیح اور حقیقی مطالع ہیں یا نہیں، اور باعتبار مرکز زمین استخراج کئے گئے ہیں یا نہیں؟ امید کہ جواب سے جلد سرفراز بخشی جائے، نہایت مشکور امر باعث ہوگا۔ زیادہ نیاز۔ عریضہ کمترین علاؤالدین۔

الجواب:

رئیس دین پرور دامت محالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المنک میں جو مطالع مرشمس و قمر وہر کوکب کے لے ہیں سب بلحاظ مرکز زمین حقیقی اور بقدر کافی تحقیق و صحیح ہیں مگران سے طوالع حاصل کرنا شمس میں ہمیشہ تقویم سے مطابقت لائے گا اور دیگر کواکب میں نادر، اکثر اختلاف دے گا، جس کی مقدار نصف درجہ سے بھی زائد تک ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مطالع حقیقۃً مطالع اجزاء منطقۃ البروج ہیں کہ انہیں کے میل وبعد عن الاعتدال الاقرب سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ شمس دائماً ملازم منطقہ ہے تو اس کی تقویم ہمیشہ نفس منطقہ پر ہوتی ہے اور وہی طوالع مطالع ہیں۔ بخلاف دیگر کواکب کے کہ اپنے تمام دورہ میں صرف دو بار منطقہ پر آتے ہیں جب کہ اپنے راس وذنب پر ہوں یا متحیرات کے باعث دوچار بار اور اسی وقت تقویسی مطالع ان کی تقویم ٹھیک بتائے گی یا اس وقت کہ کوکب مارہ بالا قطاب الاربعہ پر ہو کہ اب میلیہ وعریضہ متحد ہو جائیں گے باقی اوقات اختلاف دے گی۔ والسلام

مسئلہ ۲۷: از میرٹھ مرسلہ حاجی صاحب مذکور ۳۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کمترین کو فی الحال بعد ملاقات مولوی عبداللہ صاحب کے بیشک یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس ستارہ بیں کے مشاہدے سے مولوی صاحب ممدوح کے قاعدہ کی تصدیق ہو جائے گی تو اس صورت میں رسالہ معلومہ کے قاعدہ میں کچھ سہو سمجھنا پڑے گا مگر چونکہ حضور والا کی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ رصدی آلہ کے مشاہدات سے براہین ہندسیہ کی تردید نہیں ہو سکتی لہٰذا ایسی صورت میں ستارہ بیں کے مشاہدات سے استدلال ہی فضول ہے۔ قبل ازیں کمترین کو یہ گمان تھا کہ آلہ وصدر کے مشاہدات سے جو بات ثابت ہوئی اس میں غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس وجہ سے کمترین نے رسالہ مسفر المطالع کے متعلق التوا کی درخواست کی تھی مگر اب چونکہ حقیقت اس کے خلاف نکلی لہٰذا اس کے طبع کرانے میں التوا کی ہرگز ضرورت نہیں ہے صرف ایک بات دریافت طلب رہ گئی ہے کہ تقویس مطالع کواکب سے جو تقدیم حاصل ہوتی ہے اس کا فرق تقویم اصلی سے زیادہ سے زیادہ کس قدر ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک درجہ سے زیادہ فرق ہو سکتا ہے یا

نہیں؟امید کہ جواب سے سرفراز بخشی جائے۔ حضور کے دوسرے والا نامہ سے یہ بالکل تحقیق ہو گئی کہ تقویس مطالع ممر سے دوسرے کواکب کی تقویم اصلی سوائے چند خاص نادر موقعوں کے نہیں نکل سکتی۔اس قدر سمع خراشی اور تکلیف دہی کی جوان تحریرات وغیرہ میں حضور والا کو ہوئی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں۔ عریضہ کمترین علاء الدین عفی عنہ

الجواب:

ہاں ایک نہیں ڈیڑھ درجے سے بھی زائد غلطی دے گا۔مثال حاضر ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۱۲ء عطارد کے مطالع استوائی عینی مطالع ممر تھی ط ت نرما قوس میں ایک کی تحویل نُمط مالہ بہ جدول مطالع استوائی میں اس کی تقویس (ج ـــ) یعنی برج اسد (۲ً ۵۲َ ۱۲ ۷ُ ۲) یہ تو وہ قاعدہ ہوا۔اب اصل قاعدہ سے چلئے تقویم عطارد بمرکز شمس (۹ً ۳َ ۹ ۱ُ ۲۹ ۳) تقویم شمس (۲ً ۴۲َ ۵۹ ۸ ۴۸ُ ۱) نظیر ش (۲ً ۴۲ ۵۹َ = ۲۸ُ ۳) تقویم کب۔ نظیر تقویم شمس = (۷ً ۵َ ۹ ۱) زاویۃ الشّمس نصفہا ۵۹ً ۹َ ☆ ۹ُ ـ۵۹ً ۹َ = ۱ ۵ ۹ُ ۸ محفوظ ظلہ ۷۲۷۶۲۳۶۲۵ء عرض عطارد بمرکزیت شمس ۱ ۵ ۶َ نماز ۹َ ۳ ۸ُ جیبہ ۹۹۶۸۸۸۸ء۹ + لوبعد عطارد ۵۹۵۷۵۵۵ء ۹ = ۵۹۲۶۴۴۳ء ۹ مفروق از بعد شمس ۰۰۴۸۱۵۹ء ۱۰ = ۴۱۲۱۷۱۶ء ۱۰ قوسہ فی جدول الظل ۵ـ۶۸ـ۴۵ = ۵۰ـ۲۳ ظلہا ۶۴۵۱۷۴۳ء ۹ + ظل محفوظ ۷۰۴۴۱۸۱ء ۱۲ قوسہ فی الظل ۷ـ۳ـ۸۹: محفوظ ـ ۷ـ۳ـ۸۹ = ۱۳ زاویۃ الارض: تقویم شمس ۱۳ـ۴۲ـ۴۶ـ۸ـ۱۴۸ یعنی اسد کے ۲۲ـ۴۶ـ۲۸ ملاحظہ ہو کہ واقع میں تقویم پونے انتیس درجہ میں بھی زائد تھی اور اس قاعدہ نے ستائیس درجے سے بھی کم بتائی۔

والسلام مع الاکرام فقیر غفرلہ از بریلی شوال المکرم ۱۳۳۰ ہجریہ

مسئلہ ۲۸: از شہر بہار پیور مرسلہ نواب سلطان احمد خان صاحب ۷ شوال ۱۳۲۶ھ

آج کل تیسرے درجہ کا سنبلہ کس وقت طالع ہوتا ہے؟

الجواب:

آج کل درجہ سوم سنبلہ کا طلوع صبح کے آٹھ بجے کے بعد اس تفصیل سے ہے:

یوم	تاریخ قمری	تاریخ شمسی	وقت طلوع			انتہائے طلوع		
			گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
پنجشنبہ	۸ شوال ۱۳۳۶ھ	۱۸ جولائی ۱۸۶۰ء	۸	۲۸	۴۷	۸	۲۳	۲۳
جمعہ	۹	۱۹	۸	۲۴	۵۱	۸	۲۹	۲۷
شنبہ	۱۰	۲۰	۸	۲۰	۵۵	۸	۲۵	۳۱

وقت ریلوے دیا ہے جو آجکل گھڑیوں میں رائج ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹: مسئولہ نواب امیر احمد خاں صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

حضور عالی! جدول تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری میں میرے پاس مقابل چھ سو سال کے اہانب لہ ہے۔ حضور نے اہانب ل لکھا ہے کیا اس جدول میں تبدیلی کی گئی ہے تو مجھ کو از سر نو نقل لینی ہوگی؟

الجواب:

اہانب ل ہی ہے صحیح و بجا۔ یہ نب لہ کسی ابلہ نے لکھوادیا، اس جدول میں ترمیم کا ضرور خیال ہے مگر ابھی ہوئی نہیں، وہ ترمیم اسے بالکل کایا پلٹ کردے گی حتی کہ مداخل شہور و سنین بھی بدل جائیں گے اور وہی صحیح واصح ہوں گے، اس وقت نہ یہ اہانب ل ہوگا نہ نب لہ کچھ اور ہی ہوگا۔ غالباً اہانب الہ ہو، فقط

مسئلہ ۳۰: از نسواہ قادریہ جونیر مدرسہ ضلع چاٹکام مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

وقت نماز وصوم از گھری معین نمودن قطع نظر از آفتاب و ماہتاب آیا جائز شود یا چنانچہ بعض دیوبندی قائل آنست برتقدیر عدم جائز چہ دلیل عقلاً ونقلاً باید و موجد گھڑی کیست و کدام وقت ایجادش گردید وچرا ائمہ ازوے وقت صوم وصلوٰۃ مقرر نہ نمودند۔	نماز وروزہ کا وقت گھڑی سے معین کرنا سورج اور چاند سے قطع نظر کرتے ہوئے جائز ہے یا نہیں؟ بعض دیوبندی اس کے قائل ہیں، ناجائز ہونے کی صورت میں اس پر کون سی عقلی و نقلی دلیل ہوگی، گھڑی کا موجد کون ہے اور کون سے زمانے میں ایجاد ہوئی، اور ائمہ کرام نے اس کے ساتھ نماز اور روزے کا وقت کیوں مقرر نہیں فرمایا۔ (ت)

الجواب:

موجد آلہ ساعت مردے از منجمان زمانہ ہارون رشید راگفتہ اند واللہ اعلم بہ فاما تازمانہ ائمہ بَلکہ تاچند صد سال پیش از زمان مارواجش نبود واعتماد بروآنکس راکہ علم توقیت نداند حرام ست، ہمچناں بریک آلہ ساعت اعتماد نشاید کہ	گھڑی کا موجد ہارون الرشید کے زمانے کا ایک نجومی مرد بتایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ائمہ کرام کے زمانے میں بَلکہ ہمارے زمانے سے چند سو سال پہلے تک اس کا رواج نہ تھا۔ علم توقیت نہ جانے والے شخص کے لئے اس

دفعةً خود بخود پیش وپس می شود آرے ہر کہ علم توقیت داندہ آلہ ساعت رامحافظت تواند بروکاریستواں کرد کما افادہ فی الدر المختار دیوبندیاں خود از توقیت ہمچناں بیگانہ اند کہ از دین و اعتماد بر فتوائے آنہا حرام تراز آنست کہ بر ساعت بے تمکین۔ واللہ تعالٰی اعلم	آلہ پر اعتماد کرنا حرام ہے۔اسی طرح صرف ایک گھڑی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ بعض اوقات خود بخود آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ہاں جو شخص علم توقیت جانتا ہے اور گھڑی کی حفاظت کر سکتا ہے وہ اس پر عمل کر سکتا ہے جیسا کہ در مختار میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔دیوبندی تو خود علم توقیت سے اسی طرح ناآشنا ہیں جیسے دین سے۔ان کے فتوے پر اعتماد کرنا گھڑی جیسے بے اعتبار آلہ پر اعتماد کرنے سے بڑھ کر حرام ہے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سیرت وفضائل وخصائص سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱: از مقام گنڈارہ تحصیل گنج ضلع بہرائچ مرسلہ عبداللہ میاں جی صاحب معرفت سید سلطان احمد صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب ثویبہ جاریہ ابی لہب نے ابو لہب کو سنائی اس وقت ابولہب نے خوش ہو کر ثویبہ کو آزاد کردیا پھر کئی دن تک ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دودھ پلایا، پھر ابولہب کواس کے مرنے کے بعد خواہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: کیاحال ہے تیرا؟ بولا: آگ میں ہوں لیکن تخفیف ہوتی ہے۔ہر دوشنبہ کی رات اور چوستاہوں دوانگلیوں سے پانی، جن کے اشارے سے آزاد کیا تھا ثویبہ کو۔ یہ قصہ اکثر معتبرین سے سنا گیا ہے،اورعلامہ جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھاہے اوراس کے بعد یہ لکھاہے:

اذاکان ھٰذا ابولهب الکافر الذی نزل القراٰن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم به فما حال المسلم الموحد	جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہواکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیاتوآپ کے موحد ومسلمان

من امته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الٰی آخرہ [1]۔	امتی کا کیا حال ہوگا الخ۔(ت)

اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جبکہ قرآن شریف میں اللہ جل شانہ خبر دیتا ہے ابولہب کی نسبت "مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ۝۲ " [2] کہ نہ نفع دیا اس کو اس کے مال اور اس کے فعل نے۔ پس مال لونڈی اور فعل اس کا آزاد کرنا۔ ورنہ خواب خیال کی باتیں آیات قرآنیہ کے مقابل میں کیونکر صحیح ہوں گی، پس اس کی تطبیق کیونکر صحیح ہوگی۔ بیان فرمایئے۔

الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں ہے، ائمہ نے اسے مقبول رکھا اور اس میں قرآن عظیم کی اصلاً مخالفت نہیں۔ قطع نظر اس سے یہ اغنانہ ہوا اس کا سبب حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے علاقہ۔ حضور کی ولادت کریمہ پر خوشی کہ یہ نہ اس کا مال ہے نہ اس کا کسب و فعل اختیاری۔ یہ تو کیا ایسا فائدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے علاقہ ابوطالب کو ایسا کام آیا کہ سراپا آگ میں غرق تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پایاب آگ میں کھینچ لیا کہ اب صرف تلووں میں آگ ہے حالانکہ کفار کے حق میں اصل حکم یہ ہے کہ:

"لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝۱۶۲ " [3]۔	نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ کوئی ان کی مدد کرے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم هو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار [4]۔ وفی روایة وجدته فی غمرات من النار	ہاں وہ تھوڑی سے آگ میں ہے، اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کو جہنم کی

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۷

[2] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۲

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعة النبی صلی اللہ علیه وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیة المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱

فاخرجته الی ضحضاح[1]۔	گہرائیوں میں پایا تو اس کو تھوڑی سے آگ کی طرف نکال لیا۔

اسی طرح صحیحین میں ابو سعید خدری اور مسند بزار و ابویعلی وابن عدی و تمام میں حضرت جابر بن عبداللہ اور معجم کبیر طبرانی میں ام المومنین ام سلمہ سے ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین امام عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قلت اعمال الکفرۃ هباء منشور لافائدۃ فیها، **قلت** هذا النفع من برکۃ رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وخصائصه[2]۔	اگر تو کہے کہ کافروں کے اعمال تو بکھرے ہوئے غبار کے ذروں کی طرح ہوتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، تو میں کہوں گا یہ نفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے خصائص سے ہے۔ (ت)

امام ابن حجر کی فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

یؤید الخصوصیۃ انه بعد ان امتنع شفع له حتی خفف عنه العذاب بالنسبۃ لغیره[3]۔	اس خصوصیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایمان لانے سے انکار کے بعد بھی آپ نے اس کے لئے شفاعت کی یہاں تک کہ اس کے عذاب میں دوسروں کی بنسبت تخفیف کردی گئی۔ (ت)

اسی طرح مجمع بحار الانوار وغیرہ میں ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفع کافر کے عمل سے نہ ہوا بلکہ حضور رحمۃ للعالمین کی برکت سے، اور یہ خصائص عُلیہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از بارکپور، مرغی محال، مسجد حافظ محمد جعفر صاحب مرسلہ پیش امام صاحب ۱۰رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام مولود شریف فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۱۷

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

عمرو کہتا ہے کہ قیام مولود شریف ہاتھ باندھ کر ہونا چاہیے اور زید کہتا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ہونا چاہیے، تو بتلایئے کہ کس کی بات سچ ہے؟

الجواب:

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بہتر ہے جیسا کہ حاضری روضہ انور کے وقت حکم ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: **یقف کما یقف فی الصلاۃ**[1] ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ (ت) اسی طرح لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے ______ قیام مجلس مبارک مستحب ہے اور مجلس کھڑی ہو تو سنت، اور ترک میں فتنہ یا الزام وہابیت ہو تو واجب **کما فی ردالمحتار فی قیام الناس بعضھم لبعض**۔ (جیسا کہ ردالمحتار میں بعض لوگوں کے بعض کی خاطر کھڑے ہونے کے بارے میں ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب المناسك مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵

رساله

تجلی الیقین بانّ نبیّنا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ

(یقین کااظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۳۳: از مونگیر لعل دروازہ معرفت حضرت مرزا غلام قادر بیگ غرہ شوال ۱۳۰۵ھ

حضرت اقدس دام ظلہم ! یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے سے انکار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ مسئلہ واضح ہے، مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے، مگر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ یہاں کوشش کی، قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی، لہذا مسئلہ حاضر خدمتِ والا ہے، امید ہے کہ بہ ثبوت آیات واحادیث مسلمانوں کو ممنون فرمائیں گے، فقط

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمدللہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ط ولو کرہ المشرکون	سب خوبیاں اسے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور پڑے بُرا مانیں مشرک، بڑی

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیر ا والی اقوامھم خاصة ارسل المرسلون ھوالذی ارسل نبینا رحمة للعٰلمین فادخل تحت ذیل رحمة الانبیآء والمرسلین،والملٰئکة المقربین وخلق الله اجمعین،وجعله خاتم النبیین فنسخ الادیان ولا ینسخ له دین،وادخل فی امته جمیع المرسلین اذ اخذ الله میثاق النبیین،سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الی السمٰوٰت العلٰی الی العرش الاعلٰی،ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ،فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحٰی ما کذب الفؤاد ماراٰی افتمٰرونه علی مایرٰی ولقد راٰہ نزلة اُخرٰی،مازاغ البصر وماطغٰی وان الٰی ربك المنتھٰی وان علیه النشأة الاخرٰی یوم لایجدون شفیعًا الا المصطفٰی فله الفضل فی الاولٰی والاخرٰی،والغایة القصوٰی والوسیلة العظمٰی والشفاعة الکبرٰی	برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔اور سب رسول خاص اپنی ہی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔اس نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سارے جہان کے لیے رحمت بھیجا،تو ان کے دامنِ رحمت کے نیچے انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اور تمام مخلوقِ الٰہی کو داخل فرمایا،اوران کو سب نبیوں کا خاتم کیا،تو انہوں نے اور دین نسخ فرمائے،اوران کے دین کا کوئی حرف منسوخ نہ ہوگا۔اللہ نے ان کی امت میں تمام رسولوں کو داخل کیا،جبکہ خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا۔پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے گیا مسجد اقصٰی تک بُلند آسمانوں تک عرش اعلٰی تک،پھر نزدیک ہوا تو تجلی فرمائی،تو دوکمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔پس اپنے بندے کو وحی کی،دل نے جو دیکھا اس میں شک نہ کیا تو کیا تم ان کے دیدار میں جھگڑتے ہو۔اور قسم ہے بے شک انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا۔آنکھ بیجا نہ چلی اور نہ حد سے بڑھی۔اور بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔اور بے شک اسے سب کو دوبارہ پیدا کرنا ضرور ہے جس دن کوئی شفیع نہ پائیں گے سوائے مصطفٰی کے،تو دنیا اورآخرت میں انہیں کیلئے فضیلت ہے اورسب سے پرلے سرے کی نہایت اورسب سے بڑاوسیلہ اورسب سے

والمقام المحمود والحوض المورود ومالا یحصٰی من الصفات العلٰی والدرجات العلیاء فصلی اللہ تعالٰی و سلم وبارك علیه وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وکل منتم الیه دآئما ابدًا کما یحب ویرضیٰ ھو وربه العلی الاعلٰی۔	اعظم شفاعت اور وہ مقام جس میں سب اگلے پچھلے ان کی حمد کریں اور وہ حوض جس پر تشنگان امت آکر سیراب ہوں گے اور بے گنتی بُلند صفتیں اور سب سے اونچے درجے، تو اللہ تعالٰی درود وبرکت اتارے ان پر اور ان کے آل واصحاب اور ہر ان کے نام لیوا پر ہمیشہ ہمیشہ جیسی انہیں اور ان کے بُلند و بالاتر رب کو پسند ومحبوب ہے۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بددین بندہ شیاطین والعیاذباللہ رب العٰلمین کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے، آج نہ کھلا تو کل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے، سارے مجمع کا دولھا حضور کو بنائیں گے، انبیائے جلیل تاحضرت خلیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے، موافق ومخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انہیں کی جانب بُلند ہوں گے، انہیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا، انہیں کی حمد کا ڈنکا بجتا ہوگا، جو آج بیاں ہے کل عیاں ہے، اس دن جو مومن ومقرِ ہیں نور بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰىنَا لِھٰذَا"[1] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔ت) اور جو مبطل ومنکر ہیں دلفگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے،

"یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾"[2]۔	ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔
اللھم اجعلنا من المھتدین ولاتجعلنا فتنة للقوم الظٰلمین۔	اے اللہ! ہم کو ہدایت پانے والوں میں سے بنادے اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنا۔(ت)

گروہ معتزلہ کہ ملائکہ کرام کو حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں وہ بھی حضور

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳

[2] القران الکریم ۳۳ / ۶۶

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و علیہم وعلٰی آلہ اجمعین کو بالیقین مخصوص ومستثنٰی جانتے ہیں۔انکے نزدیک بھی حضور پر نور انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین وخلق اللہ اجمعین سب سے افضل واعلٰی وبُلند وبالا علیہ صلوٰۃ المولٰی تعالٰی۔کلماتِ علمائے کرام میں اس کی تصریح اور فقیر کے رسالہ "اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل" میں تحقیق وتوضیح۔

اما الزمخشری فقد سفه نفسه وتبع هواه وجهل مذهبه وتناهی فی الضلال حتی لم یعلم مشربه کما نبه علیه اهل التحقیق، والله سبحانه ولی التوفیق۔	رہا زمخشری، تو وہ دل کا احمق، اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار، اپنے مذہب سے جاہل اور گمراہی میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، یہاں تک کہ اس کے مشرب کا پتا نہیں جیسا کہ اہل تحقیق نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی توفیق کا مالک ہے۔(ت)

فقیر کو جہاں ایسے صریح مسئلے پر طلب دلیل نے تعجب دیا وہاں اس کے ساتھ ہی طرز سوال کو دیکھ کر یہ شکر بھی کیا کہ الحمدللہ عقیدہ صحیح ہے، صرف اطمینان خاطر کو خواہش توضیح ہے، مگر اس لفظ نے بیشک حیرت بڑھائی کہ قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی۔سبحان اللہ مسئلہ ظاہر، دلیلیں وافر، آیتیں متکاثر، حدیثیں متواتر۔پھر سائل ذی علم ہو تو اطلاع نہ ملنے کی کیا صورت۔ اور جاہل بے علم ہو تو اپنے نہ پانے کی بیجا شکایت۔فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں دلائل جلائل قرآن وحدیث سے جو اکثر بحمد اللہ استخراج فقیر ہیں نوے ۹۰ جز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتهی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی جس کے طول کو مملِّ خواطر سمجھ کر "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین (۱۲۹۷ھ) میں اس کی تلخیص کی، پھر کہاں وہ بحث متناہی المقدار اور کہاں یہ بحر ناپیدا کنار، اللہ اللہ العظمة للہ "

"وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ"[1]۔	اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں (ت)

بلا مبالغہ اگر توفیق مساعد ہو اس عقیدے کی تحقیق مجلدات سے زائد ہو، مگر بقدر حاجت و

[1] القرآن الکریم ۳۱ /۲۷

وقت فرصت، قلب مؤمن کی تسکین وتثبیت اور منکر بد باطن کی تحزین وتبکیت کو صرف دس آیتوں اور سو حدیثوں پر اقتصار مطلب اوراس معجز عجالہ مسمّی بہ ''قلائد نحورالحورمن فرائد بحورالنور'' کو بلحاظ تاریخ ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' سے ملقب کرتا ہے۔

وماتوفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ وسراج افقہ واٰلہ وصحبہٖ و متبعیہ وحزبہ انہ سمیع قریب مجیب۔	اللہ تعالٰی کے بغیر میرے لیے کسی کی توفیق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے اس پر جو اس کی تمام مخلوق سے بہتر اور اس کے افق کا سراج ہے، اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور اس کے تمام پیروکاروں پر اور اس کی جماعت پر، بے شک وہ سننے والا، قریب، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔(ت)

یہ قلائد فرائد دو ہیکل پر مشتمل:

ہیکل اول: میں آیات جلیلہ۔

ہیکل دوم: میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افگن چار تابشوں سے روشن:

تابش اول: چند وحی ربانی علاوہ آیات کریمہ قرآنی۔

تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔

اگر بعض کلمات انبیاء وملائکہ دیکھئے متبوع کی رکاب میں تابع سمجھئے۔

تابش سوم: محض وخالص طرق وروایات حدیث خصائص۔

تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علمائے کتب سابقہ، بشرائے ہواتف رؤیائے صادقہ۔ **واللہ سبحانہ ھو المعین و الحمدللّٰہ رب العالمین** (اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہی مددگار ہے اور تمام خوبیاں اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) ان کے سوا اقوال علماء پر توجہ نہ کی کہ غرضِ اختصار کے منافی تھی۔ جسے ان کے بعض پر اطلاع پسند آئے۔ فقیر کے رسائل ''**سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی**'' و''**قمر التمام لنفی الظل عن سید الانام**'' و''**اجلال جبریل بجعلہ خادمًا للمحبوب الجمیل**'' کی طرف رجوع لائے۔ **واللہ الھادی وولی الایادی** (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے۔ت)

ہیکل اوّل میں جواہر زواہر آیات قرآنیہ

آیت اولیٰ: قال تبارك وتعالٰی: "وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾"[1]۔	**پہلی آیت:** اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا، اور یاد کرائے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

لم یبعث الله نبیا من اٰدم فمن بعده الااخذ علیه العهد فی محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لئن بعث و هو حی لیؤمنن به ولینصرنّه ویاخذ العهد بذٰلك علی قومه[2]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا گیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہو تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] المواهب اللدنیة عن علی المقصد الاول اخذ العهد علی الانبیاء المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۲، جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیة ۳/ ۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

اسی طرح حبر الائمہ عالم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا، **رواہ ابن جریر**[1] **وابن عساکر وغیرھما** (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ت) بلکہ امام بدر زرکشی وحافظ عماد بن کثیر وامام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری عـــہ کی طرف نسبت کیا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

ونحوہ اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کما اوردہ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص الکبرٰی[2]۔	اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔(ت)

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب وذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس ومحافل ملائک منزل کو حضور کی یاد ومداح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھر ابیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ "**مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ**ؕ"[3] (اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ت) کہتا تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن مہ پارے مکمنِ غیب میں گئے افتاب عالمتاب ختمیت مآب نے باہزاراں ہزار جاہ وجلال طلوع اجلال فرمایا **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیهم اجمعین وبارك وسلم دھر الداھرین** (اللہ تعالیٰ آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ت)

عـــہ: **قال الزرقانی قال الشامی ولم اظفر بہ فیہ**[4] ۱۲ **منہ**۔	زرقانی نے کہا: شامی نے فرمایا ہے کہ میں اس کو صحیح بخاری میں نہیں پاسکا۔ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۳/ ۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیۃ باخذ المیثاق علی النبیین الخ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۶

[4] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الاول دار المعرفہ بیروت ۱/ ۴۰

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لم یزل الله یتقدم فی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الٰی اٰدم فمن بعده ولم تزل الامم تتباشر به وتستفتح به حتی اخرجه الله فی خیر امة، وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد[1]۔	ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد سب انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا، اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اوراس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے:

"وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾"[2]۔	یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں: جب یہود مشرکوں سے لڑتے دعا کرتے:

اللهم انصرنا علیهم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة[3]۔	الٰہی! مدد دے ان پر صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توارت میں پاتے ہیں۔

اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔

اسی پیمانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیت باخذ المیثاق الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۸ و ۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۸۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۹۶

نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہٖ لو ان موسیٰ کان حیًّا الیوم ماوسعہ الا ان یتبعنی ۔اخرجہ الامام احمد [1] والدارمی و البیہقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما، ابو نعیم فی دلائل النبوۃ واللفظ لہ عن امیر المؤمنین [2] ۔عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی (اس کو امام احمد، دارمی اور شعب الایمان میں بیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور لفظ ابو نعیم کے ہیں۔ت)

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہوں گے، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک امتی ونائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ۔اخرجہ الشیخان [3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (اس کو شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور اس عہد واثق کی پوری تائید وتوکید حق عزجلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تابش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس آیت کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۳۸۷

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص۸

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی بن مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۹۰، صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسٰی بن مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۸۷

تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ''التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ''لکھا۔اوراس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں،اور تمام انبیاء ومرسلین اوران کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے،اور حضور کا ارشاد ''وکنت نبیاوٰادم بین الروح والجسد''[1] (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح وجسد کے درمیان تھے۔ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسٰی صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے،ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔اسی کا اللہ تعالٰی نے ان سے عہد لیا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسرا تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی،اوراس کا پورا ظہور اروز نشور ہوگا جب حضور کے زیرِ لوا آدم ومن سوا کافہ رسل وانبیاء ہوں گے،صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین نے خصائص کبری اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اورائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اوراسے نعمت عظمٰی ومواہب کبرٰی سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الٰی کلماتھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (جو تفصیل چاہتاہے وہ ان کے کلام کی طرف رجوع کرے ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ت)

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے،صاف صریح ارشاد فرمارہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصل الاصول ہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں،امتیوں کو جونسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے،امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ،اور رسولوں سے عہد وپیمان لیتے ہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔غرض صاف صاف جتارہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع وطفیلی ع

مقصود ذات اوست دگر جُملگی طفیل

(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیلی ہیں۔ت)

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۲ /۶۰۹،کنزالعمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ ۳۲۱۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۰۹ و۴۵۰

آیہ لتؤمنن بہٖ ولتنصرنہ کے بعض لطائف:

اقول: وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اولًا: انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء معصومین ہیں۔ زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالٰی بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا، یہ عہد عہد "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ"[1] (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں لاالٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ت) کے ساتھ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں۔ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك وشرف وبجل وعظم۔

ثانیًا: اس عہد کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا:

"لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ"[2]۔	تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔(ت)

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سُبکی فرماتے ہیں: شاید سوگندِ بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثًا: نون تاکید۔

رابعًا: وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامسًا: یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں: ءاقررتم کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمال تعجیل وتسجیل مقصود ہے۔

سادسًا: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۲

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

"وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ "[1]۔ خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعًا: علیه یا علٰی ھٰذا کی جگہ "عَلٰى ذٰلِكُمْ "[2] فرمایا کہ بُعد اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا: اور ترقی ہوئی کہ "فَاشْهَدُوْا "[3]۔ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کرکے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔ **تاسعًا:** کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا:

"وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝۸۱ "[4]۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ **عاشرًا:** سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ

"فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲ "[5]۔	اب جو اس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ ،اللہ ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمام تمام ہے جو باری تعالٰی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

"وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۹ "[6]	جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جزاول لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جز دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء ومرسلین بھی اسکی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد و	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[3] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[4] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[5] القرآن الکریم ۳/ ۸۲
[6] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۹

اٰلہ وصحبہٖ اجمعین ○ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ وان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین واکرم الاولین و الاٰخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔	رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفٰی اس کے خاص بندے اوراس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالٰی کے درود وسلام ہوں ان پر، ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامّہ وفضیلت تامّہ پر کون سے دلیل درکار ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ کی حجت پوری ہے۔ ت)

آیت ثانیہ: قال عزمجدہ: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ "[1]۔	**دوسری آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء وملائکہ سب داخل ہیں۔ تولاجَرَم حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سب پر رحمت ونعمت رب الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکار عالی مدار سے بہرہ مند وفیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کامین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابدتک ارض وسماء میں اولٰی وآخرت میں دین ودنیا میں روح وجسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت ودولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یاآئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہ میں جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ کما بیّنّاہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی۔ (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ ''سلطنت المصطفی فی ملکوت الورٰی ''میں بیان کیا ہے۔ ت) امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا:

لماکان رحمۃ للعٰالمین لزم ان	جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب

[1] القرآن الکریم ۲۱ /۱۰۷

یکون افضل من کل العٰلمین [1]۔ **قلت** وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلادلیل وھو لایجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔ **آیت ثالثہ:** قال جل ذکرہ: "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ" [2]۔	ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔ میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوی کرنا ظاہر سے بلادلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت) **تیسری آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔

علماء فرماتے ہیں: یہ آیہ کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کرکے بھیجے جاتے۔

اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوئے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق کے لئے

اقول: وقال اللہ تعالٰی "لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِہٖ" [3]۔ وقال تعالٰی "وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ" [4]۔ وقال تعالٰی "وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ۘ" [5]۔ وقال تعالٰی "وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖۤ" [6]۔ وقال تعالٰی "وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ" [7] وقال تعالٰی "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالٰی نے عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ ثمود کی طرف انکی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لُوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲ /۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶ /۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۴ /۴

[3] القرآن الکریم ۷ /۵۹

[4] القرآن الکریم ۷ /۶۵

[5] القرآن الکریم ۷ /۷۳

[6] القرآن الکریم ۷ /۸۰

[7] القرآن الکریم ۷ /۸۵

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡىِٕهٖ "[1] وقال تعالٰی "وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ "[2] وقال تعالٰی فی یونس علیہ السلام "وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ "[3]۔ وقال تعالٰی فی عیسٰی علیہ السلام "وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ "[4]۔	اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔ اور عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ (ت)

اسی لئے صحیح حدیث میں فرمایا:

کان النبی یبعث الی قومه خاصة۔ رواه الشیخان[5] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری روایت میں آیا:

کان النبی یبعث الٰی قریته ولا یعدوها۔ رواه ابو یعلی[6] عن عوف بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابو یعلٰی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے:

"وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ "[7]	نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر سب لوگوں کیلئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۸۳

[3] القرآن الکریم ۳۷/۱۴۷

[4] القرآن الکریم ۳/۴۹

[5] صحیح البخاری کتاب التیمم و مواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

[6] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴

[7] القرآن الکریم ۳۴/ ۲۸

وقال تعالٰی: "قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔
وقال تعالٰی: "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا" [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

اسی لئے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافّۃ۔ اخرجہ مسلم [3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ارشادات سے ہے۔ دارمی، ابویعلٰی، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اس جناب نے فرمایا:

ان اللہ تعالٰی فضل محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الانبیاء وعلٰی اھل السماء۔	بیشک اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء وملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے وجہ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان اللہ تعالٰی قال: "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ"، و قال لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما ارسلنٰك الا کافۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن [4]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے اور رسولوں کے لیے فرمایا ہے ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کیلئے۔ تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[4] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۴/ ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵ و ۶، شعب الایمان حدیث ۱۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۳، سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۷ دارالمحاسن للطباعۃ القاھرۃ ۱/ ۲۹ و ۳۰

علماء فرماتے ہیں: رسالت والاکا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملئکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالۃ ''اجلال جبریل''۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر وارض وسماء وجبال وبحار تمام ماسوااللہ اس کے احاطہ عامّہ ودائرہ تامّہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ عٰلمین، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ کافّۃ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن و الانس[1]۔	کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن وآدمی۔

اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی وجہ عـــہ سے افضلیتِ مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حجت ہے:

اولاً: اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پرنور سید المرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ وعلیہم اجمعین سلطان ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین وآسمان۔

ثانیاً: اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں۔ اوران کا تحمّل بغایت دشوار "اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝" [2] (بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ ت) اسی لیے موسٰی وہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی "لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ۝" [3] دیکھو میرے ذکر سے سست نہ ہوجانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر جس کی رسالت نے انس وجن وشرق وغرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت

عـــہ: ان میں بعض وجوہ افادہ علماء ہیں اور اکثر بحمداللہ تعالٰی استخراج فقیر ۱۲منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲ /۲۶۲، کنزالعمال بحوالہ الطبرانی عن یعلٰی بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۱۱

[2] القرآن الکریم ۷۳ /۵

[3] القرآن الکریم ۲۰ /۴۲

اتنی ہی قدر افضل العبادات احمزھا (سب سے افضل عبادت سب سے سخت ہوتی ہے۔ت)

ثالثاً: جیساکام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء سردار اعظم کو لاجرم رسالت خاصہ وبعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اوراس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعًا: یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوِّشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامسًا: جتناکام زیادہ اتنا ہی اس کے لیے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج وخزانہ اسی کے لائق درکار۔اور بادشاہ عظیم خصوصا سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق وفتق ونظم میں اسی کے موافق۔اور یہاں سامان وہ تائید الٰہی وتربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم ومعارف قلب اقدس پر القاء ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر واوفی ہوں۔افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ت)

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت وابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

(۱) حلم، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

"وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ"[1]۔	ان کی ایذا پر در گزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔(ت)

(۲) صبر، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"[2]۔	تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۸

[2] القرآن الکریم ۴۶/ ۳۵

(۳) تواضع، کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ "[1]۔	اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔ (ت)

(۴) رفق ولینت، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ "[2]۔	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی کہ اے محبوب ! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے۔ (ت)

(۵) رحمت، کہ واسطہ فاضہ خیرات ہوں۔

"وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ "[3]۔	اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں۔ (ت)

(۶) شجاعت، کہ کثرتِ اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

"اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ "[4]۔	بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

(۷) جود وسخاوت، کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلت القلوب علی حب من احسن الیھا. "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ "[5]۔	کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت ڈال دی گئی ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔ (ت)

(۸) عفو ومغفرت، کہ نادان جاہل فیض پا سکیں۔

"فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ "[6]۔	تو انہیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو بے شک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔ (ت)

(۹) استغناء وقناعت، کہ جُہّال اس دعویٰ عظمیٰ کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

"لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ	اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۰

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۹

[6] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

"اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ"[1]۔	کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔(ت)

(۱۰) جمالِ عدل، کہ تثقیف وتادیب وتربیتِ امت میں جس کی رعایت کریں۔

"وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ"[2]۔	اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔(ت)

(۱۱) کمالِ عقل، کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے، ولہٰذا عورت کبھی نبی ہوئی۔

"وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا"[3]۔	اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔(ت)

نہ کبھی اہل بادیہ وسُکّان دِہ کو نبوت ملی کہ جفاوغلظت ان کی طینت ہوتی ہے:

"اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى"[4] ای اهل المصار۔	جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے(ت)

حدیث میں ہے: **من بدأ جفا**[5]۔(جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ت) اسی نظافتِ نسب وحسن سیرت وصورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوئے ہیں، پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالٰی ینزل المعونة علی قدر المؤنة وینزل الصبر علی قدر البلاء[6]۔	بے شک اللہ تعالٰی ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔(ت)

توضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ واوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم واکمل واعلٰی واجل ہوں۔ اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] القران الکریم ۱۵/ ۸۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۲

[3] القران الکریم ۱۲/ ۱۰۹

[4] القران الکریم ۱۲/ ۱۰۹

[5] مسند احمد بن حنبل عن البراء المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۷، المعجم لکبیر حدیث ۱۱۰۳۰ الکتبة الفیصلیة بیروت ۱۱/ ۵۷

[6] کنزالعمال بحوالہ عدوابن لال عن ابی ہریرة حدیث ۱۵۹۹۲ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۷

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔اخرجه البخاری فی الادب [1] وابن سعد والحاکم والبیهقی عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسند صحیح۔	میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا۔(اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

وہب بن منبہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستان دنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ [2]۔

سادساً: ہم اوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی۔ترمذی جامع میں فائدہ تحسین واللفظ لہ، اور حاکم و بیہقی وابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔اور احمد مسند اور بخاری تاریخ میں، اور ابن سعد و حاکم و بیہقی وابونعیم میسرة الفجر [3]۔رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔اور بزار وطبرانی، ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔اور ابونعیم بطریق صنابحی امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ابن سعد ابن ابی الجدعاء و مطرف بن عبداللہ بن الشخیر و عامر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے باسانید متباینہ والفاظ متقاربہ راوی حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: "متی وجبت لك النبوة " حضور کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوئی ؟فرمایا: "واٰدم بین الروح والجسد" [4]۔جبکہ آدم درمیان روح اور جسد کے تھے۔**جبل** الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ

---

[1] الادب المفرد حدیث ۲۷۳ المکتبة الاثریة سانگلہ ہل ص۷۸، السنن الکبرٰی کتاب الشهادات باب بیان مکارم الاخلاق دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۲، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر مبعث رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۹۲ ۱۹۳

[2] سبل الهدٰی والرشاد الباب الثالث دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۴۲۷

[3] التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۶۰۶ میسرة الفجر دار الباز مکة المکرمة ۷/ ۳۷۴، الجامع الصغیر حدیث ۶۴۲۴ دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۴۰۰

[4] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱، المستدرك للحاکم کتاب التاریخ دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۹، کنز العمال بحواله ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و۳۲۱۱۷ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و۴۵۰

میں حدیثِ میسرہ کی نسبت فرمایا: سندہ،قوی [1] (اس کی سند قوی ہے۔ت)۔

آدم ستر وتن بآب وگِل داشت کو حکم بملک جان جان ودل داشت

(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل وجان کی مملکت میں تھی۔ت)

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

چو بود خلق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالٰی اورا بسوئے کافہ ناس ومقصور نہ گردانید رسالت اورا بر ناس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، پس ہر کہ اللہ تعالٰی پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسول اُوست [2]۔	چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے۔ لہٰذا اللہ تعالٰی نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ جن وانس کے لیے عام کردیا بلکہ جن وانس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لئے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی جس کا پروردگار ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔(ت)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوئی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرّہ مخلوق وہر فرد ماسوااللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے،اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی،والحمدللہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت) اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی ہے وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرۂ مخلوق وہر فرد ماسوااللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے،اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی،والحمدللہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

آیت رابعہ: "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ	**چوتھی آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف المیم ترجمہ میسرۃ الفجر ۸۲۸۲ دارالفکر بیروت ۲۱۷/۵

[2] مدارج النبوۃ باب دوم دراخلاق عظیمہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۴/۱

مَّنۡ کَلَّمَ اللّٰہُ وَ رَفَعَ بَعۡضَہُمۡ دَرَجٰتٍ ؕ "[1]۔	کچھ ان میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا، اور ان میں بعض کو درجوں بُلند فرمایا۔

ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی۔

کما نص علیه البغوی [2] والبیضاوی[3] والنسفی [4] و السیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی و غیرهم واقتصار الجلالین [5] دلیل انه اصح الاقوال لا لتزام ذٰلك فی الجلالین۔	جیسا کہ اس پر نص فرمائی ہے بغوی، بیضاوی، نسفی، سیوطی، قسطلانی، زرقانی، شامی اور حلبی وغیرہ نے، اور جلالین میں اس پر اقتصار اس بات کی دلیل ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ جلالین میں اس کا التزام کیا گیا ہے (کہ اصح پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے۔) (ت)

اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت وشہرتِ سیادت کی طرف اشارہ تامہ ہے، یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو انہی کی طرف ذہن جائے گا، اور کوئی دوسرا خیال نہ آئے گا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔ فقیر کہتا ہے اہل محبت جانتے ہیں کہ ابہامِ تام میں کیا لطف ومزہ ہے۔ ع

اے گُل بتو خرسند تو بوئے کسے داری

(اے پھول! تجھ پر شادمانی ہے کہ تو کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔ ت)

؎ مژدہ اے دل کی مسیحا نفسے مے آید — کہ زانفاسِ خوشش بوئے کسے می آید

(اے دل! خوشخبری ہو کہ مسیحا آتا ہے، جس کے عمدہ سانسوں سے کسی کو خوشبو آتی ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۲۵۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲ /۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۱۷۷

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲ /۲۵۳ دار الفکر بیروت ۱ /۵۴۹ و ۵۵۰

[4] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲ /۲۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱ /۱۲۷

[5] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲ /۲۵۳ اصح المطابع دہلی ص ۳۹

ع کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہو جانا

آیت خمسہ: قال تبارک عــہ۱ اسمہ "هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ "[1]۔	**پانچویں آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اسے غالب کرے سب دینوں پر۔ اور خدا کافی ہے گواہ۔

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے:

عــہ۲ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [2]۔	تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی۔

عــہ۱: حاشیہ، استدل الامام ابن سبع بهٰذه الاٰیة علی ان شرعنا ناسخ الشرائع کما ذکرہ فی الخصائص الکبری [3] فافاد ان الدین فی الاٰیة علی عمومه الحقیقی شامل الادیان الحقة السابقة غیر مختص بادیان الکفار الموجودة فی زمن الاسلام فتم الکلام ۱۲ منہ۔

امام ابن سبع نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا کہ ہماری شریعت تمام شریعتوں کیلئے ناسخ ہے جیسا کہ امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اس کو ذکر فرمایا اور یہ افادہ کیا کہ اس اایت میں دین اپنے حقیقی عموم پر ہے جو سابقہ تمام ادیان حقہ کو شامل ہے اور زمانہ اسلام میں پائے جانے والے ادیان کفار کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ لام پورا ہوا منہ (ت)

عــہ۲: استدل بهٰذه الاٰیة الرازی و التفتازانی و القسطلانی و ابن حجر المکی و غیرهم و العبد الضعیف ضم الیها الاٰیة الاولی فسلمت من الجدال کما یعرفه المتأمل ۱۲ منہ۔

اس آیت کریمہ سے امام الرازی، تفتازانی، قسطلانی اور ابن حجر مکی وغیرہ نے استدلال کیا اور عبد ضعیف نے اس کے ساتھ پہلی آیت کو ملایا تو یہ جدال سے سلامت ہوئی جیسا کہ غور کرنے والا جانتا ہے۔ منہ

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

[3] الخصائص الکبری باب اختصاصه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۸۷

آیات کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلی واکمل اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل، تولاجرم اس دین کا صاحب اور اس امت کاآقا سب دین وامت والوں سے افضل واعلٰی امام احمد وترمذی بافادہ تحسین وابن ماجہ وحاکم معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

انکم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ [1]۔	تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر وبزرگ تر تم ہو۔
آیت سادسہ: قال جلت عظمتہ: "یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ" [2]۔	**چھٹی آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)
وقال تعالٰی "یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا" [3]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام۔
وقال تعالٰی: "یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا" [4]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کردکھایا۔
وقال تعالٰی "یٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ" [5]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا بے شک میں ہی ہوں اللہ (ت)۔
وقال تعالٰی "یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ" [6]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے عیسٰی میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ (ت)
وقال تعالٰی "یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً" [7]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ (ت)

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت الایۃ ۳ /۱۱۰ آمین کمپنی دہلی ۲ /۱۲۵، مسند امام احمد حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۶۱، کنز العمال حدیث ۳۴۴۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۵۶ ،۱۶۹

[2] القرآن الکریم ۲ /۳۵

[3] القرآن الکریم ۱۱ /۴۸

[4] القرآن الکریم ۳۷ /۱۰۵

[5] القرآن الکریم ۲۸ /۳۰

[6] القرآن الکریم ۳ /۵۵

[7] القرآن الکریم ۳۸ /۲۶

وقال تعالٰی "یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ"[1]	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ (ت)
وقال تعالٰی "یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ"[2]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام۔ (ت)

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب حمیدہ ہی سے یاد کیا ہے۔ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ"[3]۔ اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا۔ "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ"[4]۔ اے رسول پہنچا جو تیری طرف اترا۔ "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ"[5]۔ اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔ "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ"[6]۔ اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔ "یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ"[7]۔ اے یس یا اے سردار مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مرسلوں سے ہے۔ "طٰهٰ ۚ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ۙ"[8]۔ اے طٰہٰ ! یا اے پاکیزہ رہنما ! ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا ع

یا دم ست باپدر انبیاء خطاب　　　یایها النبی خطاب محمد است

("اے آدم!" نبیوں کے باپ کے لیے خطاب ہے۔ اور محمد مصطفٰی صلی تعالٰی علیہ وسلم کے لیے خطاب ہے۔ "اے نبی"۔ ت)

امام عزالدین بن عبد السلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں بادشاہ جب اپنے تمام امرا کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے اے مقرب حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۷

[2] القرآن الکریم ۹ /۱۲

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵

[4] القرآن الکریم ۵/ ۶۷

[5] القرآن الکریم ۷۳/ ۱ ۲

[6] القرآن الکریم ۷۴/ ۱ ۲

[7] القرآن الکریم ۳۶ /۱تا۳

[8] القرآن الکریم ۲۰ / ۱ ۲

اے نائب سلطنت، اے صاحب عزت، اے سردار مملکت ___ تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد وارکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ، خصوصا "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ" [1]، اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے۔(ت) "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ" [2]۔ اے جھرمٹ مارنے والے۔(ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت جانتے ہیں ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی تعالٰی علیہ وسلم بالاپوش اوڑھے، جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اسی وضع وحالت سے حضور کو یاد فرماکر ندا کی گئی، بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے: او بانکی ٹوپی والے، او دھانی دوپٹے والے ع

او دامن اٹھاکے جانے والے

فسبحان اللہ والحمد والصلوٰۃ الزہراء علی الحبیب ذی الجاہ۔ اللہ تعالٰی کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔(ت)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ ومشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگو میں کرتے۔ ان مقالات خبیثہ کو بغرض رد وابطال ومژدہ رسانی عذاب ونکال بارہا نقل فرمایا گیا مگر ان گستاخوں کی اس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے۔ محل نقل میں ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصف کریم سے ندا کی تھی، اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزا تھی، اسے قرآن مجید نقل کرلایا کہ:

"قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ" [3]۔	بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

"یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا" [4]۔ "ءَاَنْتَ فَعَلْتَ	اے نوح تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۱

[2] القرآن الکریم ۷۴/ ۱

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۶

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۳۲

ھٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾" [1]۔ "یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ" [2]۔ "یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ" [3]۔ "یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ" [4]۔	خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم! اے موسی ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔اے صالح ہم پر لے آو جس تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں (ت)

بلکہ اس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلواۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اسی طرح نقل فرمائی، اسباط نے کہا:

"یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ" [5]۔	اے موسٰی! ہم سے تو ایک کھانے پر ہر گز صبر نہ ہوگا۔

حواریوں نے کہا:

"یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ" [6]۔	اے عیسٰی بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا۔(ت)

یہاں اس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا:

قال اللہ تعالٰی: "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ" [7]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

کہ اے زید، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو: یارسول اللہ ،یانبی اللہ ،یا سیدی المرسلین، یا خاتم النبیین، یاشفیع المذنبین، صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك اجمعین۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱ /۶۲
[2] القرآن الکریم ۷ /۱۳۴
[3] القرآن الکریم ۷ /۷۷
[4] القرآن الکریم ۱۱ /۹۱
[5] القرآن الکریم ۲ /۶۱
[6] القرآن الکریم ۵ /۱۱۲
[7] القرآن الکریم ۲۴ /۶۳

ابو نعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی:

قال کانوا یقولون یا محمد یا اباالقاسم فنھٰھم اللہ عن ذٰلك اعظامًا لنبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، فقالوا یانبی اللہ ،یارسول اللہ [1]۔	یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابالقاسم کہا جاتا اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ، یارسول اللہ کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ وامام اسود اور ابو نعیم امام حسن بصری وامام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی:

لاتقولوا یامحمد ولٰکن قولوا یارسول اللہ ،یانبی اللہ [2]۔	یعنی اللہ تعالٰی فرماتا ہے: یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ کہو۔

اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔

اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولٰی تبارک وتعالٰی نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: گریہ لفظ کسی دعاء میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یامحمد انی توجهت بك الی ربی [3]۔ اے محمد! میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ (ت) تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ ،یانبی اللہ چاہیے، حالانکہ الفاظ دعاء میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی۔ کمایدل علیه حدیث نبیك الذی ارسلت ورسولك

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص۷،الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۴ /۶۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶ /۲۱۱

[2] تفسیر الحسن البصری تحت الآیۃ ۲۴ /۶۳ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ ۲ /۱۶۴،الدر المنثور بحوالہ عبدبن حمید عن سعید بن جبیر والحسن تحت الآیۃ ۲۴ /۶۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶ /۲۱۱

[3] المستدرك للحاکم کتاب صلٰوۃ التطوع دعاء ردالبصر دارالفکر بیروت ۱ /۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۶،سنن ابن ماجۃ کتاب اقامۃ الصلٰوۃ باب ماجاء فی حاجۃ الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۰۰

الذی ارسلت (جیسا کہ اس پر دلالت کرتی ہے حدیث مبارک "تیرا نبی جس کو تُو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تو نے بھیجا" ت) یہ مسئلہ مہمّہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعہ فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کی۔ وباللہ التوفیق۔ خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاملہ تھا۔ حضور کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی خطابِ امم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔ اگلی امتوں کو اللہ تعالٰی یا ایھا المساکین[1] ۔فرمایا کرتا۔ توریت مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیثمۃ رواہ ابن ابی حاتم اوردہ السیوطی فی الخصائص الکبرٰی (یہ خیثمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبری مین وارد کیا ہے۔ ت) (یہ خیثمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبری میں وارد کیا ہے۔ ت) اوراس مت مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا"[2] فرمایا گیا ہے، یعنی اے ایمان والو! امتی کے لیے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو گی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے:

"فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"[3]	میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔
آیت سابعہ: قال جل جلالہ "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۝"[4]۔	**ساتویں آیت:** حق جل جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔
وقال تعالٰی: "لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ۝"[5]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

---

[1] نسیم الریاض الباب الاول الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۸۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۳

[3] القرآن الکریم ۳/ ۳۱

[4] القرآن الکریم ۱۵/ ۷۲

[5] القرآن الکریم ۹۰/ ۲۱

وقال تعالٰی عـــہ۱: "وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾"[1]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے،
قال تعالٰی: "وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾"[2]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، ان کے زمانے کی قسم کھائی، ان کی جان کی قسم کھائی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبری کے یہی معنی ہیں والحمد للہ رب العالمین۔ (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تعالٰی: "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾" وحیاتك یا محمد[3]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے کبھی کسی کی زندگی کہ قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ آیہ: لعمرك میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد عـــہ۲۔

عـــہ۱: **قلت** اغفل الامام القسطلانی هذه الآیة فی المواهب وقد سوغ فیها هذا المعنی الامام النسفی فی المدارك ۱۲منه۔

میں کہتا ہوں امام قسطلانی نے مواہب میں اس کی طرف توجہ نہ فرمائی جبکہ تفسیر مدارک میں امام نسفی نے اس آیہ کریمہ میں اس معنی کو روا رکھا ۱۲منہ (ت)۔

عـــہ۲: ذکر هذہ التاویل فی التفسیر الکبیر ثم القاضی البیضاوی فی تفسیرہ و تبعهما القسطلانی و اقرہ الزرقانی ۱۲منه۔

اس تاویل کو (امام رازی نے) تفسیر کبیر میں پھر قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا امام قسطلانی نے ان کی اتباع کی اور زرقانی نے اس کو برقرار رکھا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۸

[2] القرآن الکریم ۱۰۳/ ۱

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الایہ ۱۵ /۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰

ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، ابن بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ماخلق اللہ وما ذراء وما براء نفسا اکرم علیہ من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۝" [1]۔	اللہ تعالٰی نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی کی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام عـــہ محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل اور

عـــہ: ذکرہ فی احیاء والمدخل بطولہ وفی المواھب و النسیم کلمات منہ، وکذا الامام القاضی عیاض فی الشفاء و عزاہ الامام الجلال السیوطی فی مناھل الصفا صاحب اقتباس الانوار ولابن الحاج فی مدخلہ قال وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بہ الاحکام اھ و ذکرہ فی النسیم [2]۔	اس کو احیاء العلوم اور مدخل میں مفصل ذکر کیا ہے جبکہ مواہب و نسیم میں اس سے کلمات ذکر کیے گئے ہیں۔ اور یونہی امام قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کو مناہل صفاء صاحب اقتباس الانوار کی طرف منسوب کیا۔ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل میں کہا کہ اس کی مثل کے لیے یہ سند کافی ہے کیونکہ اس کے ساتھ شرعی احکام متعلق نہیں ہوتے اھ اور اس کو نسیم میں ذکر کیا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی یعلی و ابن جریر و ابن مردویہ و البیہقی تحت الآیہ ۱۵/ ۷۲ بیروت ۵/ ۸۰، جامع البیان تحت الآیہ ۱۵/ ۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۵۴، ۵۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجز الاول ص ۱۲

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی العیاض الفصل السابع مرکز اہل السنت گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ تعالٰی ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال:	یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بیشک حضور کی بزرگی خدا تعالٰی کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاک پاک کی قسم یاد فرمائی

اقول: وھو کلام نفیس طویل جلیل رثی بہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین تحقق لہ موتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخطبۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کما یظھر بمراجعۃ الحدیث بطولہ فماوقع فی شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی فی المقصد السادس تحت آیۃ "لااقسم بھذا البلد" ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقرہ علیہ [1] اھ سھو ینبغی التنبیہ لہ ۱۲ منہ۔

اقول: میں کہتا ہوں وہ طویل و نفیس کلام ہے جس کے ساتھ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مرثیہ کہا جبکہ ان کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خطبہ سے آپ کی موت ثابت ہوگئی جیساکہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی کی شرح مواہب کے مقصد سادس میں آیت کریمہ "لا اقسم بھذا البلد" کے تحت جو واقع ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے کہی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اھ سہو ہے جس پر متنبہ کرنا چاہیے ۱۲ منہ)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس المکتبہ الاسلامی بیروت ۶ /۲۳۴

"لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ ﴿۱﴾ "[1]۔	کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔(ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی مدارج میں فرماتے ہیں:

ایں لفظ درظاہر نظر سخت مے درآید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگندمے خورد بخاکپائے حضرت رسالت و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآں تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہارِ شرف وفضیلت و تمیز آں چیز است نزد مردم ونسبت بایشاں تابدانند کہ آں امر عظیم وشریف است،نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالٰی الخ[2]۔	یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ تعالٰی رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت رسالت مآب کی خاک پا کی قسم ارشاد فرماتا ہےاور نظر حقیقت میں معنی بالکل پاک و صاف ہے کہ اس پر غبار نہیں اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کہ بنسبت اس چیز کا شرف،فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہو جائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت و شرف والی ہے۔یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالٰی کی نسبت اعظم ہے الخ(ت)

آیت ثامنہ(آٹھویں آیت):قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی و بیہودہ گوئی کرتے اور حضرات رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حلم و عظیم و فضل کریم کے لائق جواب دیتے۔سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا:

"اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۰﴾ "[3]۔	بیشک ہم تمھیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا:

"يٰقَوۡمِ لَيۡسَ بِىۡ ضَلٰلَةٌ وَّ	اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں

---

[1] المواھب اللدنیہ المقصد السادس النوع الاخامس الفصل الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۵،نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول الفصل الرابع مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۱۹۶

[2] مدارج النبوۃ باب سوم دربیان فضل وشرافت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵

[3] القران الکریم ۷ /۶۰

لٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ "[1]۔	میں تو رسول پروردگار عالم کی طرف سے۔

سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عاد نے کہا:

" اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ "[2]۔	یقیناً ہم تمھیں حماقت میں خیال کرتے ہیں، اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔

فرمایا:

" یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ "[3]۔	اے میری قوم! مجھ میں اصلا سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العلمین کا۔

سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدین نے کہا:

" اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ "[4]۔	ہم تمھیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمھیں پتھروں سے مارتے، اور کچھ تم ہماری نگاہ میں عزت والے نہیں۔

فرمایا:

" یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ "[5]۔	اے میری قوم! کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمھارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اسے تم بالکل بھلائے بیٹھے ہو۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرعون نے کہا:

" اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ "[6]۔	میرے گمان میں تو اے موسی! تم پر جادو ہوا۔

فرمایا:

" لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ ۚ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ	تو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمان و زمین کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو، اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تو ہلاک

[1] القرآن الکریم ۷/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۷/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۷/ ۶۷

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۹۱

[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۹۲

[6] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۰۱

مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾ "[1]۔	ہونے والا ہے۔

مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمت والا میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے ملک السموات والارض جل جلالہ خود متکفل جواب ہوا ہے، اور محبوب اکرم مطلوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے آپ مدافعہ فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ و تبریت ارشاد فرمائی۔ جا بجا رفع الزام اعدائے ایام پر قسم یاد فرمائی، یہاں تک کہ غنی مغنی عزمجدہ نے ہر جواب خطاب سے حضور کو غنی کردیا، اور اللہ تعالٰی کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لیے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبہ عظمٰی ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ "ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۱﴾ "[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطافرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ت) (ا) کفار نے کہا:

"یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡہِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ﴿۶﴾ "[3]۔	اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل وعلانے فرمایا:

"نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲﴾ "[4]	قسم قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔
"وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۚ﴿۳﴾ "[5]۔	اور بے شک تیرے لیے اجر بے پایا ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں، تیرا سا حلم و صبر کوئی تمام عالم کے عقلاء میں تو بتادے۔

"وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾ "[6]۔	اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حلم و صبر کیا تیری خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہان

---

[1] القران الکریم ۱۷/۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۵۷/۲۱

[3] القران الکریم ۱۵/۶

[4] القرآن الکریم ۶۸ /۱و۲

[5] القرآن الکریم ۶۸ /۳

[6] القرآن الکریم ۶۸ /۴

مجتمع ہو کراس کے ایک شمہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر اس سے بڑھ کراندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے، مگر یہ ان کا اندھا پن بھی چند روز کا ہے۔

"فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَىیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿۶﴾ "[1]۔	عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے، اور دوست ودشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے:

ان محمدا اودعه ربه وقلاه[2]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلانے فرمایا:

"وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ "[3]۔	قسم ہے دن چڑھے کی، اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی، اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

"مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ "[4]۔	نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیاء بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے، اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں، اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں مگر خبر نہیں کہ:

"وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾ "[5]۔	بے شک آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں، نہ کسی بشر یا ملک کے خطرے میں آئیں، جن کا اجمال یہ ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۵، ۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۳/ ۴۶۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۶۵

[3] القرآن العظیم ۹۳/ ۱، ۲

[4] القرآن العظیم ۹۳/ ۳

[5] القرآن العظیم ۹۳/ ۴

"وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾ "[1]۔	قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دیکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔ "اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾ "الیٰ اٰخر السورۃ[2] کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورت کے اخر تک۔ت)

(۳) کفار نے کہا: "لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ "[3]۔ تم رسول نہیں ہو۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

"یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ "[4]۔	اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی تو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

"وَ مَا عَلَّمۡنٰہُ الشِّعۡرَ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لَہٗ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ وَّ قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۙ۶۹﴾ "[5]۔	نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

(۵) منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور ان میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں ان تک خبر پہنچے۔ کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مکر جائیں گے، قسمیں کھالیں گے، انھیں یقین آجائے گا، کہ "ہُوَ اُذُنٌ ؕ "[6] وہ تو کان ہیں جیسی ہم سے سنیں گے مان لیں گے۔ حق جل وعلا نے فرمایا: "اُذُنُ خَیۡرٍ لَّکُمۡ "[7]۔ وہ تمھارے بھلے کے لیے کان ہیں۔ کہ جھوٹے

---

[1] القرآن العظیم ۹۳/ ۵
[2] القرآن العظیم ۹۳/ ۶
[3] القرآن العظیم ۱۳/ ۴۳
[4] القرآن العظیم ۳۶/ ۱تا۳
[5] القرآن العظیم ۳۶/ ۶۹
[6] القرآن العظیم ۳۶/ ۶۹
[7] القرآن العظیم ۹/ ۶۱

عذر بھی قبول کر لیتے ہیں۔اور بکمال حلم و کرم چشم پوشی فرماتے ہیں۔ورنہ کیا انھیں تمھارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔"یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ"[1] خدا پر ایمان لاتے ہیں۔اور وہ تمھارے اسرار سے انھیں مطلع کرتا ہے،پھر تمھاری جھوٹی قسموں کا انھیں کیونکر یقین آئے۔ہاں "وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ"[2]۔ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں۔کہ انھیں ان کے دل کی سچی حالتوں پر خبر ہے۔اس لیے "وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ"[3]۔مہربانی ان پر جو تم میں ایمان لائے کہ ان کے طفیل سے انھیں ہیشگی کے گھر میں بڑے بڑے رتبے ملتے ہیں۔اور اگرچہ یہ بھی ان کی رحمت ہے کہ دنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے۔مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو،کہ تمھاری گستاخیوں سے انھیں ایذا پہنچی ہے۔"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۱﴾"[4]۔اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں ان کیلئے دکھ کی مار ہے۔

(۶) ابن ابی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا:

"لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ"[5]۔	اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کریگا عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾"[6]۔	عزت تو ساری خدا ورسول ومومنین ہی کے لیے ہے،پر منافقین کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔حق جل وعلا نے فرمایا: "اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾"[7]۔بیشک ہم نے تمھیں خیر کثیر عطا فرمائی۔کہ اولاد سے نام چلنے کو تمھاری رفعت ذکر سے کیا نسبت،کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا،اور تمھاری ثناء کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکناف عالم واطراف جہاں میں بجے گا اور تمھارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباق فلک آفاق

---

[1] القرآن العظیم ۹/ ۶۱

[2] القرآن العظیم ۹/ ۶۱

[3] القرآن العظیم ۹/ ۶۱

[4] القرآن العظیم ۹/ ۶۱

[5] القران الکریم ۶۳/ ۸

[6] القران الکریم ۶۳/ ۸

[7] القران الکریم ۱۰۸/ ۱

زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمھیں نفیس و طیب عطا ہوگی جن کی بقاء سے بقائے عالم مربوط رہیگی اس کے سوا تمام مسلمان تمھارے بال بچے ہیں، اور تم سا مہربان ان کے لیے کوئی نہیں، بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجیے تو تمام عالم تمھاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمھارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لیے جب ابوالبشر آدم تمھیں یاد کرتے تو یوں کہتے یا ابنی صورۃ وابای معنًی [1]۔ اے میرے ظاہر بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔ پھر آخرت میں جو تمھیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اس کی یہ عنایت بیغایت تم پر مبذول ہو۔ تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝" [2]۔ رب کے شکرانہ میں اس کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝" [3]۔ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ کہ اور تمہارے دین حق میں آکر بوجہ اختلاف دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا، اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

(۸) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام واطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبّالك سائر الیوم لهذا جمعتنا [4]۔	ٹوٹنا اور ہلاک ہونا تمہارے لیے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: "تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝" [5] ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتب العربی بیروت ۲ /۳۴

[2] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۲

[3] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۳

[4] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ تب یدا ابی لہب ۱۱۱ قدیمی کتب خانہ ۲ /۷۴۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۴، تفسیر المراغی تحت الآیۃ ۱۱۱ /۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰ /۲۶۰

[5] القرآن الکریم ۱۱۱ /۱تا۱

اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا، "مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝" [1] اس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا۔

"سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝" [2] اب بیٹھا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔ "وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝" [3] اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔ "فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝" [4] اس کے گلے میں مُونج کی رسی۔

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی۔اسی طرح حضرت یوسف وبتول مریم اور ادھر ام المومنین صدیقہ علی سید ھم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہدِ عدل ہیں۔ حضرت والد ماجد ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب '' میں فرماتے ہیں: ''حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسٰی کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت وامتیاز ان کا بڑھائیں [5]۔" انتہٰی۔

محل غور ہے کہ ارا کین دولت و مقربان حضرت سے باغیانِ سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں۔اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلدن او قار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں۔ حضرت سلطان اس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے، بلکہ بہ نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں، اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں۔ والحمدﷲ رب العٰلمین۔

آیت تاسعہ: قال تعالٰی عظمتہ: "عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا	**نویں آیت:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے

[1] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱تا۲
[2] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱تا۳
[3] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱تا۴
[4] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱تا۵
[5] سرور القلوب فی ذکر المحبوب

مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ "[1]۔	مقام میں۔

صحیح بخاری وجامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرمایا:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال ھو الشفاعۃ[2]۔	حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا: مقام محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔

اسی طرح احمد وبیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

سئل عنھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی قولہ عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا ط فقال ھی الشفاعۃ[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے قول ''قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ شفاعت ہے۔(ت)

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ومشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی ومسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ تعالٰی ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

اُس دن آدم صفی اللہ سے عیسٰی کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلٰوۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لھا انا لھا[4]۔ میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سربگریبان، وہ ساجد وقائم۔ سب محل خوف میں، وہ آمن وناہم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۹

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قولہ عسٰی ان یبعثك الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۶، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴، نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد و البیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ ۲/ ۳۴۵

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۸۰

سب اپنی فکر میں، انہیں فکر عوالم۔ سب زیر حکومت، وہ مالک وحاکم۔ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کرینگے۔ ان کا رب انہیں فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع[1]۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین وآخرین میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حمد وثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی افضلیتِ کبرٰی وسیادت عظمٰی پر ایمان لائے گا۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

مقام محمود ونامت محمد　　　　به نیساں مقامے ونامے کہ دارد[2]

(آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ ت)

امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنه قال ان اللہ عزّوجل اتخذ ابراھیم خلیلا وان صاحبکم صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خلیل اللہ واکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ "عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝" قال یجلسه علی العرش[3]۔	یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمہارے آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اس کے نزدیک عزیز وجلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کرکے فرمایا اللہ تعالٰی انہیں روز قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

وعزا نحوہ فی المواھب[4] للثعلبی۔ (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ ت) امام عبد بن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۹

[2]

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۰۹

[4] المواہب اللدنیۃ الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

یجلسه الله تعالٰی معه علی العرش [1]۔	اللہ تعالٰی انہیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

یعنی معیتِ تشریف وتکریم کہ وہ جلوس ومجلس سے پاک ومتعالٰی ہے۔امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل امام علامہ سید الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہت عـــہ نظر ممنوع،اور نقاش نے ابوداود صاحبِ سنن رحمہ اللہ تعالٰی

عـــہ:رد علی الواحدی حیث بالغ فی الانکار علی ذٰلك وابلغ الجزاف منتهاه کما قال الاول بلغ السیل رواه حتی قال "لایمیل الیه الا قلیل العقل عدیم الدین [2]۔اھ" والله تعالٰی یسامح المسلمین واحتج لزعمه بمالا حجة له فیه وقدرده علیه العلماء کما یظهر بالرجوع الی المواهب وشرحه واعظم ماتشبث به فی ذٰلك انه تعالٰی قال "مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝" [3] لم یقل مقعدا والمقام موضع القیام لاموضع القعود۔قال الزرقانی واجیب بانه یصح علی انه المقام مصدر

یہ رد ہے واحدی پر کیونکہ اس نے اس قول کے انکار میں بہت مبالغہ کیا اور اپنے بے تکے کلام کو انتہا تک پہنچایا جیسا کہ قول اول میں کیا اور سیلاب اپنی سیرابی تک پہنچا۔اس نے کہا کہ اس کی طرف نہیں مائل ہوگا مگر کم عقل اور بے دین اھ۔اللہ تعالٰی مسلمانوں سے در گزر فرمائے۔اور اس نے اپنے گمان کے مطابق جس چیز سے استدلال کیا اس میں اس کے لے کوئی دلیل نہیں ہے،بیشک اس پر علماء کرام نے رَد فرمایا جیسا کہ مواہب اور اس کی شرح کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔سب سے بڑی دلیل جس سے اس نے تمسک کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے "مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝" فرمایا ہے"مقعدا محمودًا" نہیں فرمایا اور مقام موضع قیام ہے نہ کہ موضع قعود۔زرقانی نے کہا اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مقام مصدر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواهب اللدنیة عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۶۴۲،شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله عبد بن حمید وغیره المقصد العاشر الفصل الثالث ۸ /۳۶۸

[2] المواهب اللدنیة عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۶۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

سے نقل کیا۔ من انکر ھذا القول فھو متھم [1]۔ جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میمی لاسم مکان [2] اھ ای فیقوم مقام المفعول المطلق ای یبعثك بعثا محمودا۔

اقول: وباللّٰه التوفیق علی ان الرافعة بعد التواضع من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه فالقعود انما یکون بعد مایقوم النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بین یدی ربه تبارك وتعالٰی علی قدم الخدمة فذلك المکان مقام محمود ومقعد محمود وکلام اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی بما یقتصر علی بعض الشیئ کما فی قوله تعالٰی "سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا" [3]، وقد ثبت فی الاحادیث انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یسجد بین یدی ربه تبارك وتعالٰی ایامًا اسبوعا او اسبوعین ثم یرفع راسه [4]، وانما

میمی ہے نہ کہ ظرف مکان اھ۔ یعنی یہ مفعول مطلق کے قائم مقام ہے اور معنٰی یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی تجھے اٹھائے گا ایسا اٹھانا جو محمود ہوگا۔

اقول: (میں کہتاہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے۔ علاوہ ازیں رفعت تواضع کے بعد ہے، جو اللہ تعالٰی کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کو رفعت عطافرماتا ہے۔ چنانچہ قعود اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدمِ خدمت پر قیامت کے بعد ہوگا تو وہی مکان مقام محمود اور مقعد محمود ہوگا اور اللہ کا کلام بعض شے پر مقتصر ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے سبحٰن اللہ الذی الخ (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجدِ اقصٰی تک) اور تحقیق احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالٰی کی بارگاہ میں ایک ہفتہ یا دو ہفتے سجدہ ریز رہیں گے پھر سر اٹھائیں گے اس جگہ کا نام اللہ تعالٰی (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] المواھب اللدنیة بحواله الواحدی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۶۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیه المقصد العاشر الفصل الثالث دار المعرفة بیروت ۸ /۳۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

4

اسی طرح امام دار قطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اوراس کے بیان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سمّاہ اللہ تعالٰی مقامًا محمودًا لامسجدًا فان لم ینف بہ امرالسجود فلم ذا ینفی امرالقعود قال الواحدی "واذا قیل السلطان بعث فلانا فھم منہ انہ ارسلہ الی قوم لا صلح مھما تھم ولا یفھم منہ انہ اجلس مع نفسہ [1]۔ قال الزرقانی وھذا مردودبان ھذا عادۃ یجوز تخلفھا علٰی ان احوال الاٰخرۃ لایقاس علی احوال الدنیا [2] یبعثھم اللہ تعالٰی فی جمعھم عندہ لیحکم بینھم لا لیرسلھم الی قوم فجاز ان یکون ھذا البعث بالاجلاس لا للرسال مع ان الارسال کما یغایر الجلوس فکذا القیام عندہ ولکن الھوس یأتی بالعجائب والحل ان البعث من عندہ ھو الذی ذکرھا الواحدی والبعث من محل للحضور عندہ لاینافی

نے مقام محمود رکھا ہے مسجد نہیں رکھا۔ تو جب امر سجود اس کے منافی کیسے ہوگا؟ واحدی نے کہا جب کہا جائے کہ فلاں کو بادشاہ نے مبعوث کیا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اس قوم کی طرف بھیجا ہے کہ ان کی مہمات کی اصلاح کرے، یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ زرقانی نے کہا یہ مردود ہے کیونکہ ایک امر عادی ہے جس کے خلاف ہونا بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ احوالِ آخرت کو احوال دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالٰی سب کو مبعوث فرما کر سب کو ایک میدان میں جمع کریگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے نہ کہ ان کو اصلاح کے لیے کسی قوم کے پاس بھیجے گا۔ تو جائز ہے کہ یہ بعث بٹھانے کے ساتھ ہو نہ کہ بھیجنے کے ساتھ باوجودیکہ ارسال جس طرح بیٹھنے کے مغایر ہے اسی طرح اس کے پاس کھڑے رہنے کے بھی مغایر ہے لیکن جنون عیب وغریب امور کو لاتا ہے اوراس کا حل یہ ہے کہ جس بعث کو واحدی نے ذکر کیا ہے وہ ہے ''**بعث من عندہ**'' اپنے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواھب اللدنیۃ بحوالہ الواحدی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۶۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۸ /۲۶۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الجلوس عندہ کما لایخفی۔قال الزرقانی تحت قول الواحدی لایمیل الیہ الخ ھذا مجازفۃ فی الکلام لاتلیق بطالب فضلاعن عالم بعد ثبوت القول عن تابعی جلیل ووجد مثلہ عن صحابیین ابن عباس وابن مسعود[1] اھ۔ **قلت** بل عن ثلثۃ ثالثھم ابن سلام کما نقلنا فی المتن رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ثم بعد کتابتی ھذا المحل رأیت الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھٰھنا تم الھنا والحمدللہ الھنا۔قال الامام الجلیل الجلا ل فی الدر المنثور اخرج الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عسٰی ان یبعثك ربك مقام محمودا قال یجلسنی معہ علی

پاس سے بھیجنا۔اور وہ بعث جو کسی محل سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے ہو وہ اس کے پاس بیٹھنے کے منافی نہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔واحدی کے قول "لایمیل الیہ الخ" کے تحت زرقانی نے یہ کہا کہ یہ بے تکا کلام ہے جو کسی طالب کے لائق بھی نہیں چہ جائیکہ عالم کے لایق ہو جبکہ ایک جلیل القدر تابعی سے یہ قول ثابت ہوچکا ہے اور اسکی مثل دو صحابیوں یعنی ابن عباس اور ابن مسعود سے۔میں کہتاہوں بلکہ تین صحابہ سے۔تیسرے ابن سلام ہیں جیسا کہ ہم نے متن میں نقل کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔پھر اس محل کی کتابت کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث دیکھی، یہاں ہماری بحث تام ہوگئی، اورسب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو ہمارا معبود ہے۔امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے در منثور میں فرمایا دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آیت کریمہ "**عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴿۷۹﴾**" (قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں) کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۸ /۳۶۸

چند اشعار عـــہ نظم کیے۔ کما فی نسیم الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔ت)

السریر [1]۔ وقد عرفنا من ھٰھنا صدق ابن تیمیۃ فی قول فی الثعلبی ان الواحدی صاحبہ کان ابصر منہ بالعربیۃ لکنہ ابعد عن اتباع السلف [2] اھ. وان کان ابن تیمیۃ نفسہ ابعد وابعد وبالجملۃ فاسمع ما اثرناہ عن الامام ابی داود والامام الدار قطنی والامام العسقلانی فھم الائمۃ الاجلۃ الشان وایاک وان تلتفت الٰی زعمہ لیس بذالک فی ھذا الشان والحمدللہ رب العٰلمین۔۱۲منہ

مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔ تحقیق ہم نے یہاں سے ثعلبی کے بارے میں ابن تیمیہ کے اس قول کی صداقت جان لی کہ واحدی جو ثعلبی کا ساتھی ہے وہ ثعلبی سے بڑھ کر عربیت میں مہارت رکھتا ہے مگر اسلاف کی اتباع سے بہت ہی دور ہے اھ خلاصہ یہ کہ تُو سن لے اس کو جو ہم نے نقل کیا ہے امام ابو داود، امام دار قطنی اور امام عسقلانی سے، کیونکہ وہ انتہائی جلالت شان والے آئمہ ہیں، اور اس شخص کے قول باطل کی طرف التفات سے بچ جو ان کے ہم پلّہ نہیں ہے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔۱۲منہ (ت)

عـــہ: وہ اشعار یہ ہیں:

حدیث الشفاعۃ عن احمد	الی احمد المصطفٰی نسندہ
وقد جاء الحدیث باقعادہ	علی العرش ایضا ولا نجحدہ
امروا الحدیث علٰی وجھہ	ولا تدخلوا فیہ ما یفسدہ
ولا تنکروا انہ قاعد	ولا تنکروا انہ یقعدہ

اوردھا فی النسیم [3]۔ کلا انہ أجاد فی ذٰلک رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ الخ ۱۲منہ۔

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۷

[2]

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۴۳

ابو الشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم القیٰمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب [1]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: **یقعدہ علی الکرسی** [2]۔ اللہ تعالٰی انہیں کرسی پر بٹھائے گا، **صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ اجمعین، والحمدللہ رب العٰلمین** (اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

آیت عاشرہ (دسویں آیت): قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقل اقوال وذکر احوال پر نظر کیجئے، تو ہر جگہ اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بُلند وبالا نظر آتی ہے، یہ وہ بحرِ ذخّار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار علمائے دین مثل امام ابو نعیم وابن فورک وقاضی عیاض وجلال سیوطی وشہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان تفرقوں سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔ فقیر اول ان کے چند اخراجات ذکر کرکے پھر بعض امتیاز کہ باندک تامل اس وقت ذہن قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بیس پر اقتصار کا باعث ہوا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:)

ترجمہ اشعار: بحوالہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مروی ہے ہم احمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اس کا اسناد کرتے ہیں۔ یہ حدیث بھی آئی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ انہوں نے حدیث کو درست بیان کیا ہے تم اس میں کلام فاسد کو داخل مت کرو، نہ اس بات کا انکار کرو کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوں گے اور نہ ہی اس بات کا انکار کرو کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا)۔ اس کو نسیم الریاض میں مکمل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے خوب اشعار کہے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

[1] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳ و ۶۴۴

[2] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۰۹

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلٰوۃ والتبجیل سے نقل فرمایا:

"وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ" [1]۔	مجھے رسوانہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

حبیب قریب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے خود ارشاد ہوا:

"یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ" [2]۔	جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اسکے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

حضور کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمٰی سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی: "اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ" [3]۔ (بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔ت) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود بلاکر عطائے دولت کی خبر دی: "سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ" [4]۔ (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ت) (۳) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: "سَیَهْدِیْنِ" [5] (وہ مجھے راہ دے گا۔ت) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا: "وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا" [6] (اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ت) (۴) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے:

"هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ" [7]۔	اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے:

"وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا" [8] "یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ" [9] "وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ" [10]۔	اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں، تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا، اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۷
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۸
[3] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۹
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۱
[5] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۹
[6] القرآن الکریم ۴۸/ ۲
[7] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۴
[8] القرآن الکریم ۹/ ۴۰
[9] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۵
[10] القرآن الکریم ۶۶/ ۴

(۵) کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو فرمایا، انہوں نے خدا کی رضا چاہی:

"وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝" [1]۔	اور تیری طرف میں جلدی کرکے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بتایا، خدا نے ان کی رضا چاہی:

"فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا" [2] "وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝" [3]۔	توضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (ت)

(۶) کلیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کا بخوف فرعون مصر سے تشریف لے جانا بلفظ فرار نقل فرمایا:

"فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ" [4]۔	تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا:

"اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" [5]۔	اور اے محبوب! یاد کرجب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ (ت)

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلٰوۃ والتسلیم سے طُور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمادیا:

"اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ۝ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝" [6]۔ الٰی اٰخر الاٰیات۔	اور میں نے تجھے پسند کیا، اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ آیات کے آخر تک۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱

[5] القرآن الکریم ۸/ ۳۰

[6] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳ ۱۴

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فوق السمٰوٰت مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا:

"فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ" [1]۔	اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔(ت)

(۸) داود علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ" [2]۔	خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکادے خدا کی راہ سے۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا:

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۙ" [3]۔	کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے۔

اب فقیر عرض کرتا ہے **وباللہ التوفیق: (۹)** نوح و ہود علیہما الصلٰوۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی:

"رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝" [4]۔	الٰہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا:

"وَّیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا ۝" [5]۔	اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

(۱۰) نوح و خلیل علیہما الصلٰوۃ والتسلیم سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امت کی دعائے مغفرت کی:

"عـــہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ	اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ

عـــہ: یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام ان لفظوں سے ہے:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ" [6]۔	اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھرے میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶

[3] القرآن الکریم ۵۳/ ۳ و ۴

[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۲۶

[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۳

[6] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۠ "[1]۔	کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگو:

"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ "[2]۔	اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔(ت)

(۱۱) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لیے آیا، انہوں نے پچھلوں میں اپنے ذکر جمیل باقی رہنے کی دعا کی:

"وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَۙ "[3]۔	اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود فرمایا: "وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَؕ "[4] (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بُلند کردیا۔ت) اور اس سے اعلٰی وارفع مژدہ ملا:

"عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا "[5]۔	قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔(ت)

کہ جہاں اولین وآخرین جمع ہوں گے حضور کی حمد وثناء کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔ **(۱۲)** خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انہوں نے قوم لوط علیہ الصلٰوۃ والسلام سے رفع عذاب میں بہت کوشش کی: "یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍؕ "[6] (ہم سے لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ت) "یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاۚ "[7]۔ اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ عرض کی: "اِنَّ فِیْهَا لُوْطًاؕ "[8]۔ اس بستی میں لوط جو ہے۔ حکم ہوا: "نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا "[9]۔ ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارشاد ہوا:

"مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْؕ "[10]۔	اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم! تُو ان میں تشریف فرما ہے۔

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۱
[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۴
[4] القرآن الکریم ۹۴/ ۴
[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹
[6] القرآن الکریم ۱۱/ ۷۴
[7] القرآن الکریم ۱۱/ ۷۶
[8] القرآن الکریم ۲۹/ ۳۲
[9] القرآن الکریم ۲۹/ ۳۲
[10] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

(۱۳) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے نقل فرمایا: "رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ "[1] الٰہی! میری دعا قبول فرما۔ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا:

"قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ "[2]۔	تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) کلیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی:

"نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ "[3]۔	ندا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہٰی وفردوسِ اعلٰی تک بیان فرمائی:

"عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ "[4]۔	سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔(ت)

(۱۵) کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے وقت ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی:

"وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ "[5]۔	اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول کر۔(ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود شرح صدر کی دولت بخشی، اور اس سے منتِ عظمٰی رکھی: "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ "۔ (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ت) (۱۶) کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم پر حجاب نار سے تجلی ہوئی:

"فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ "[6]۔	پھر جب وہ آگ کے پاس آیا، ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے(یعنی حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جلوہ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم وتعظیم کے لئے بالفاظ ابہام بیان فرمائی گئی:

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۳
[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۴ و ۱۵
[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۳۲
[6] القرآن الکریم ۹۴/ ۱

"اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝" [1]۔	جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلی، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی:

ثم انتھی الی السدرۃ فغشیھا نور الخلاّق عزوجل فکلّمہ تعالٰی عند ذٰلك فقال لہ سل [2]۔	پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے۔ خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا۔ اس وقت جل جلالہ نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا: مانگو اھ ملخصًا۔

(۱۷) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا، سب سے براءت و قطع تعلق نقل فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو قتل عمالقہ کا حکم دیا اور انہوں نے نہ مانا۔ عرض کی:

"رَبِّ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَ اَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝" [3]۔	الٰہی! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، تو جدائی فرمادے ہم میں اور اس گنہگار قوم میں۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظلِ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا:

"مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ" [4] "عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝" [5]۔	اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۶

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ مکتبہ نزار مصطفی البابی مکۃ المکرمۃ ریاض ۷/ ۲۳۱۳، جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۶۸، الدرالمنثور بحوالہ البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ /۵/ ۱۷۸

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۵

[4] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

یہ شفاعت کبرٰی ہے کہ تمام اہل موقف موافق و مخالف سب کو شامل۔

(۱۸) ہارون و کلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے فرمایا، انہوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا:

"رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَاۤ اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی ﴿۴۵﴾ "[1]۔	اے ہمارے رب ! بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ (ت)

اس پر حکم ہوا:

"لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی ﴿۴۶﴾ "[2]۔	ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود مژدہ نگہبانی دیا: "وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ "[3]۔ (اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ت)

(۱۹) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا:

"یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ "[4]۔	اے مریم کے بیٹے عیسٰی ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھیرالو۔

معالم میں ہے اس سوال پر خوف الٰہی سے حضرت روح اللہ صلوات اللہ وسلامہ، علیہ کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بُنِ مُوسے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب [5] عرض کریں گے جس کی حق تعالٰی تصدیق فرماتا ہے۔ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی۔ اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی ہوا مگر یہاں جو شان لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابل غور ہے ارشاد فرمایا:

"عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَہُمۡ "[6]۔	اللہ تجھے معاف فرمائے، تو نے انہیں اجازت کیوں دے دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۴۵

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۴۶

[3] القرآن الکریم ۵/ ۶۷

[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۶

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۱۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۶۶

[6] القرآن الکریم ۹/ ۴۳

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۲۰) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنے امتیوں سے مدد طلب کی:

"فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ" [1]۔	پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا، بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت انبیاء ومرسلین کو حکم نصرت ہوا: "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ" [2]۔ (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا۔ ت)

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلٰی انہیں ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری [3]

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسٰی (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ واصحابہ وبارك وکرم، والحمدللہ رب العٰلمین۔

ہیکل دوم میں لآلی متلألی احادیثِ جلیلہ

تابش اول چند وحی ربانی علاوہ آیات کریمہ قرآنی

وحی اوّل: حاکم، بیہقی ؎ طبرانی، آجری، ابو نعیم، ابن عساکر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ

ؑ؎: وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ　|　اور کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے، علامہ ابن امیر الحاج (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۲

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

3

سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اقترف اٰدم الخطیئة قال رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی، قال وکیف عرفت محمدا قال لانك لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰه الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك قال صدقت یاٰدم ولو لامحمد ما خلقتك[1] وفی روایة عند الحاکم فقال الله تعالٰی صدقت یاٰدم انه لاحب الخلق الی اما اذا سئلتنی بحقه	یعنی آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انہوں نے اپنے رب سے عرض کی، اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تو نے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کرکے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة والسبکی فی شفاء السقام **اقول:** والذی تحرر عندی انه لاینزل عن درجة الحسن، والله تعالٰی اعلم ۱۲منه۔

نے حلیۃ میں اور سبکی نے شفاء السقام میں اس کو برقرار رکھا۔ **میں کہتا ہوں** جو میرے ہاں ثابت ہے وہ یہ کہ وہ درجہ حسن سے کمتر نہیں، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ ۱۲منہ (ت)

---

[1] دلائل النبوة للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بنعمة ربه الخ دار الکتب العلمیة بیروت ۵ /۴۸۹، تاریخ دمشق الکبیر ترجمه علیه السلام ۷۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷ /۳۰۹

فقد غفرت لك ولولا محمد ما غفرت وما خلقتك [1]۔	میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔

بیہقی وطبرانی کی روایت میں ہے: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:

رأیت فی کل موضع من الجنة مکتوبًا لاالٰه الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم خلقك علیك [2]۔	میں نے ہر جگہ جنت میں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، تو جانا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

آجری کی روایت میں ہے:

فعلمت انه لیس احد اعظم قدرًا عندك ممن جعلت اسمه مع اسمک [3]۔	مجھے یقین ہوا کہ کسی کا رتبہ تیرے نزدیک اس سے بڑا نہیں جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔

وحی دوم ۲: حاکم عـــہ بافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

عـــہ: واقره علیه السبکی فی شفاء السقام والسراج البلقینی فی فتاوٰه وکذا جزم بصحته العلامة ابن حجر فی افضل القرٰی **اقول** قد صرح المحقق ابن الهمام فی باب الاحرام من فتح القدیر ان الاقدام علی التحسین فرع معرفته حالا وعینا **قلت** فکیف بالتصحیح وانت تعلم ان من یعلم حجة علی من لایعلم ۱۲ منه۔	امام سبکی نے شفاء السقام میں اور سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں اس کو برقرار رکھا۔ اور یونہی اسکی صحت پر جزم فرمایا امام ابن حجر نے افضل القرٰی میں۔ **میں کہتا ہوں** امام محقق ابن ہمام نے فتح القدیر کے باب الاحرام میں تصریح کی کسی کی تحسین فرع اسکے حال وعین کی معرفت ہے کی ہے۔ **میں کہتا ہوں** پھر تصحیح کا حال کیسا ہے اور جانتے ہو کہ جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہے۔ ۱۲منہ (ت)

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب التاریخ استغفار آدم بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲ /۶۱۵، کنز العمال بحوالہ ك وغیرہ حدیث ۳۲۱۳۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۱۵

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعة الشرکة الصحافیة ۱ /۱۳۷، ۱۳۸، نسیم الریاض بحوالہ البیہقی و الطبرانی الباب الثالث الفصل الاول مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲ /۲۲۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعة الشرکة الصحافیة ۱ /۱۳۸

اوحی اللہ تعالٰی الٰی عیسٰی یا عیسٰی اٰمن بمحمد واٰمر من ادرك من امتك ان یؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولولا محمد ماخلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لاالٰه الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن[1]۔	اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی اے عیسٰی ! ایمان لا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور تیری امت سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ اس پر ایمان لائیں کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا میں آدم کو نہ پیدا کرتا، نہ جنت دوزخ بناتا، جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لاالٰه الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا، پس ٹھہر گیا۔

وحی سوم ۳: ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے کلام کیا، عیسٰی علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا۔ آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا۔ فورًا جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نازل ہوئے اور عرض کی حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے:

ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلًا فقد اتخذتك من قبل حبیبا وان کنت کلمت موسٰی فی الارض تکلیما۔ فقد کلمتك فی السماء۔ وان کنت خلقت عیسٰی من روح القدس فقدر خلقت اسمك من قبل ان اخلق الخلق بالفی سنۃ ولقد وطئت فی السماء موطئًا لم یطأہ احد قبلك ولا یطأہ احد بعدك۔ وان کنت اصطفیت اٰدم فقد ختمت بك الانبیاء وما خلقت	اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمہیں حبیب کیا۔ اور اگر موسٰی سے زمین میں کلام فرمایا، تم سے آسمان میں کلام کیا۔ اور اگر عیسٰی کو روح القدس سے بنایا تو تمہارا نام آفرینشِ خلق سے دوہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اور بیشک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمہارے بعد کسی کو رسائی ہو۔ اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تمہیں ختم الانبیاء کیا اور تم سے زیادہ عزت و کرامت والا کسی کو

[1] المستدرك للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ۲ /۶۱۵

خلقاً اکرم علی منک (وساق الحدیث الیٰ ان قال) ظلّ عرشی فی القیامۃ علیك ممدود تاج الحمد علیٰ رأسك معقود وقرنت اسمك مع اسمی فلااذکر فی موضع حتی تذکر معی۔ و لقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك عندی، ولولاك ماخلقت الدنیا[1]۔	نہ بنایا، قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گُسترد ہ، اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ، تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو، جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ اور بیشک میں نے دنیا واہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

وحی چہارم ۴: دیلمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل فقال ان اللہ یقول لولا ك ماخلقت الجنۃ ولولاك ماخلقت النار[2]۔	میرے پاس جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے میں جنت کو نہ بناتا، اور اگر تم نہ ہوتے میں دوزخ کو نہ بناتا۔

یعنی آدم وعالَم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع وعاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کیلئے ہوتیں، اور خود جنت و نار اجزائے عالم سے ہیں، جن پر تمہارے وجود کا پر تو پڑا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ؎

مقصود ذاتِ اُوست دگر جملگی طفیل　　　　منظورٖ نور اوست وگر جملگی ظلام [3]

(مقصود ان کی ذات ہے باقی تمام طفیلی ہے، فقط انہی کا نور دکھائی دیتا ہے باقی سب تاریکیاں ہیں۔ت)

وحی پنجم ۵: ابو نعیم حلیہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۹۶ ـ ۲۹۷

[2] کنزالعمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عباس حدیث ۳۲۰۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۳۱

3

اوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی موسٰی نبیء بنی اسرائیل انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یارب ومن احمد قال ماخلقتك خلقًا اکرم علیّ منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان خلق السمٰوٰت والارض ان الجنۃ محرمۃ علٰی جمیع خلقی حتی یدخلھا ھو وامتہ قال ومن امتہ قال الحمادون (وذکر صفتھم ثم قال) قال اجعلنی نبی تلك الامۃ، قال نبیھا منھا قال اجعلنی من امۃ ذٰلك النبی قال استقدمت واستاخر ولکن ساجمع بینك وبینہ فی دار الخلد[1]۔	اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی بھیجی بنی اسرائیل کو خبر دے دے کہ جو احمد کو نہ مانے گا اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ عرض کی: اے میرے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا: میں نے کوئی مخلوق اس سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت والی نہ بنائی، میں نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا، اور جب تک وہ اور اس کی امت داخل نہ ہولے جنت کو تمام مخلوق پر حرام کیا۔ عرض کی: الٰہی! اس کی مات کون ہے؟ فرمایا: وہ بڑی حمد کرنے والی۔ اور ان کی اور صفاتِ جلیلہ نے ارشاد فرمائیں۔ عرض کی الٰہی! مجھے اس امت کا نبی کر۔ فرمایا: ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ عرض کی: الٰہی مجھے اس نبی کی امت میں کر۔ فرمایا: تو زمانہ میں مقدّم اور وہ متاخر ہے، مگر ہمیشگی کے گھر میں تجھے اور اسے جمع کروں گا۔

وحی ششم[۶]: ابن عساکر وخطیب بغدادی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لمّا اسری بی قربنی ربی حتی کان کان بینی وبینہ کقاب قوسین اوادنٰی، وقال لی یا محمد! ھل غمّك ان جعلتك اٰخر النبیین قلت	شب اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ رب نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم!) کیا تجھے کچھ برا معلوم ہوا کہ میں نے تجھے سب انبیاء سے

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم فی الحلیۃ باب ذکرہ فی التوارۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۲

لا (یارب) عــــہ۱ قال فهل غم امّتك ان جعلتهم اٰخر الامم۔قلت لا (یارب)۔قال اخبر امتك انی جعلتهم اٰخر الامم لافضح الامر عند هم ولا افضحهم عند الامم۔[1]	متأخر کیا۔عرض کی: نہیں اے رب میرے! فرمایا: کیا تیری امت کو غم ہوا کہ میں نے انہیں سب امتوں سے پیچھے کیا۔میں نے عرض کی نہیں اے رب میرے! فرمایا: اپنی امتوں سے اس لئے پیچھے کیا کہ اورامتوں کوان کے سامنے رسوا کروں اورانہیں کسی کے سامنے رسوانہ کروں۔

وحی ہفتم۷: ابونعیم انس بن مالک اور بیہقی حضرت ابوہریرہ عــــہ۲ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دلائل النبوۃ میں راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما فرغت مما امرنی الله به من امر السمٰوٰت قلت یارب انه لم یکن نبی قبلی الاّقد اکرمته جعلت ابراهیم خلیلا وموسٰی کلیما وسخرت لداؤد الجبال ولسلیمان الریاح والشیاطین واحییت لعیسٰی الموتی فما جعلت لی؟قال	جب میں حسب ارشادِ الٰہی سیر سمٰوٰت سے فارغ ہوا اللہ تعالٰی سے عرض کی: اے رب میرے! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء تھے سب کو تُو نے فضائل بخشے۔ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل کیا، موسٰی علیہ السلام کو کلیم۔داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر کیے، سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا اور شیاطین۔عیسٰی علیہ السلام کے لیے مردے جلائے، میرے لیے کیا کیا؟ارشاد

عــــہ۱: اللفظ لابن عساکر ولیست عندہ لفظة یارب فی الموضعین انمازدته من عند الخطیب استحلاء ۱۲ منه۔

لفظ ابن عساکر کے ہیں اوران کے نزدیک لفظ "یارب" دونوں جگہ نہیں ہے،اس کو میں نے خطیب کے ہاں سے حلاوت حاصل کرنے کیلئے بڑھادیا ہے۔۱۲منہ (ت)

عــــہ۲: واضح ہوکہ محدثین کے نزدیک تعدد صحابی سے حدیث متعدد ہوجاتی ہے۔۱۲منہ

[1] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجه الی السماء الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۹۶، ۲۹۵،تاریخ بغداد ترجمه احمد بن محمد النزولی ۲۵۵۷ دارالکتاب بیروت ۵/ ۱۳۰

او لیس اعطیتك افضل من ذلك کله لا اذکر الا ذکرت معنی[1] الحدیث۔	ہوا، کیا میں نے تجھے ان سب سے بزرگی عطا نہ کی کہ میری یاد نہ ہو جب تک تو میرے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔

اور اس کے سوا اور فضائل ذکر فرمائے۔ یہ لفظ حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہے رب عزوجل نے فرمایا:

ما اعطیتك خیرا من ذلك اعطیت الکوثر وجعلت اسمك مع اسمی ینادی به فی جوف السماء (الی ان قال) وخبات شفاعتك ولم اخباھا النبی غیرك[2]۔	یعنی جو میں نے تجھے دیا وہ ان سب سے بہتر ہے میں نے تجھے کوثر عطا فرمایا اور میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ کیا جوف آسمان میں اس کی ندا ہوتی ہے،اور میں نے تیری شفاعت ذخیرہ کر رکھی ہے اور تیرے سوا کسی نبی کو یہ دولت نہ دی۔

وحی ہشتم ۸: امام اجل حکیم ترمذی و بیہقی وابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا وموسی نجیا واتخذنی حبیبا ثم قال وعزتی وجلالی لاوثرن حبیبی علی خلیلی ونجی[3]۔	اللہ تعالٰی نے ابراہیم اور موسی کو نجی کیا اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم بیشک اپنے پیارے کو اپنے خلیل اور نجی پر تفضیل دوں گا۔

وحی نہم ۹: ابن عساکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی نعیم فی الدلائل تحت الایۃ ۹۴ /۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸ /۵۰۴، دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العلمیہ بیروت ۲ /۴۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی القسم الاول الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱ /۱۳۴

[3] الدر المنثور تحت الایۃ ۴ /۱۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۶۵۶، کنز العمال حدیث ۳۱۸۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱ /۴۰۶

قال لی ربی عزوجل نحلت ابراهیم خلتی وکلمت موسی تکلیما واعطیت یامحمد کفاحا[1]	مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی خلت بخشی اور موسی سے کلام کیا اور تجھے اے محمد اپنا مواجہ عطافرمایا (کہ پاس آکر بے پردہ وحجاب میرا وجہ کریم دیکھا)

وحی دہم ۱۰: بیہقی وہب بن منبہ سے راوی:

اوحی فی الزبور یاداؤد انه سیاتی بعدك من اسمه احمد و محمد صادقا نبیا لا اغضب علیه ابدا ولا یغضبنی ابدا (الی قوله) امته مرحومة اعطیتهم من النوافل مثل ما اعطیت الانبیاء وافترضت علیهم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والرسل حتی یاتونی یوم القیامة نور هم مثل نور الانبیاء (الی ان قال) یاداؤد فانی فضلت محمدا وامته علی الامم کلها[2] الی اخره۔	اللہ تعالٰی نے زبور مقدس میں وحی بھیجی: اے داؤد عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد و محمد ہے، میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے، میں نے انھیں وہ نوافل عطا کئے جو پیغمبروں کو دیے، اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیاء اور رسل پر فرض تھے، یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثل نور انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد! میں نے محمد کو سب سے افضل کیا۔ اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وحی یازدہم ۱۱: ابونعیم و بیہقی حضرت کعب احبار سے راوی، ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا، گویا لوگ حساب کے لیے جمع کئے گئے اور حضرات انبیاء بلائے گئے، ہر نبی کے ساتھ اس امت آئی، ہر نبی کے لیے دو نور ہیں، اور ان کے ہر پیرو کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں چلتا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلائے گئے ان کے سرانور [عــہ] ورُوئے منور کے ہر بال سے جدا جدا نور کے

عــــہ: یہاں صرف اسی قدر بیان میں آیا، ورنہ حضور کے سرانور سے پائے تک نور ہی نور ہوگا جیسا کہ تابش ۲ جلوہ ۲، ارشاد ۳۵ میں مذکور ہوگا ۱۲ منہ۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجه الی السماء واجتماعه الی الانبیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۹۶

[2] دلائل النبوة باب صفة الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی التوراة والانجیل الخ دار الکتب العلمیة بیروت ۱ /۳۸۰

بجے بُلند ہیں جنھیں دیکھنے والا تمیز کرے، اور ان کے ہر پیرو کے لیے انبیاء کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں راہ چلتا ہے۔
کعب نے خواب سن کر فرمایا: **باللّٰہ الذی لاالٰہ الا ھو رأیت ھٰذا فی منامك** تجھے قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا۔ کہا ہاں، **والذی نفسی بیدہ انھا الصفۃ محمد وامتہ وصفۃ الانبیاء وامھا فی کتاب اللّٰہ تعالٰی فکانما قرأتہ فی التوراۃ**[1]۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک بعینہٖ کتاب اللہ میں یوں ہی صفت لکھی ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوران کی امت اور انبیائے سابقین اوران کی امتوں کی، گویا تو نے توریت میں پڑھ کر بیان کیا۔
وحی دوازدہم ۱۲: امام قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں رسالہ میلاد وامام علامہ ابن طغربک سے ناقل مروی ہوا، آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی: الٰہی! تو نے میری کنیت ابو محمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا: اے آدم! اپنا سر اٹھا۔ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سر اٹھایا سرا پردہ عرش میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور نظر آیا۔ عرض کی: الٰہی! یہ نور کیا ہے؟ فرمایا:

ھذا نور نبی من ذریتك اسمہ فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ماخلقتك ولاخلقت سماء والارضا[2]۔	یہ نور ایک نبی کا ہے تیری ذرّیت یعنی اولاد سے، اس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد، اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا، نہ آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔

وحی سیزدہم ۱۳: **وفیہ اعنی فی المواھب** مروی ہوا، جب آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام جنت عـــہ سے باہر آئے، ساق عرش اور ہر مقام بہشت میں نامِ پاک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام الٰہی سے ملا ہوا

عـــہ: **اقول**: باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جنت سے باہر آنا، اور خوف الٰہی کے عظیم پہاڑوں کا دل مبارک پر دفعۃً ٹوٹ پڑنا، پھر اپنی لغزش کی یاد اور اس پر ندامت، اور اللہ جل جلالہ سے حیاء وخجلت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام پر اس وقت کی حالت احاطہ تقریر وتحریر میں نہیں آسکتی۔ ایسے حال میں اگر آدمی اگلی جانی پہچانی بات بھی ذہول کرے تو اصلاً جائے تعجب نہیں، **فافھم، واللّٰہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۱/ ۱۶

[2] المواھب اللدنیۃ طیبۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۰

لکھا دیکھا۔ عرض کی: الٰہی! یہ محمد کون ہے؟ فرمایا: هذا ولدك الذی لولاه ما خلقتك یہ تیری بیٹا ہے، یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔ عرض کی: الٰہی! اس بیٹے کی حرمت سے اس بات پر رحم فرما۔ ارشاد ہوا: اے آدم! اگر تو محمد کے وسیلہ سے تمام اہل آسمان و زمین کی شفاعت کرتا ھم قبول فرماتے[1]۔

وحی چہاردہم[۱۴]: امام ابن سبع وعلامہ غزنی سیدنا مولا کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ناقل:

ان الله تعالٰی قال لنبیه من اجلك اسطح البطحاء و اموج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔ ذکره الزرقانی[2] فی الشرح۔	یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: میں تیرے لئے بچھاتا ہوں زمین، اور موجزن کرتا ہوں دریا، اور بُلند کرتا ہوں آسمان، اور مقرر کرتا ہوں جزاوسزا۔ (اس کو زرقانی نے شرح میں ذکر کیا ہے)

ان سب روایات کا حاصل وہی ہے کہ تمام کائنات نے خلعت وجود حضور سید الکائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں پایا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[3]

وحی پانزدہم[۱۵]: فی فتاوی الامام سراج الدین البلقینی (امام سراج الدین بلقینی کے فتاوی میں۔ت) اللہ تعالٰی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا:

قد مننت علیك بسبعة اشیاء اولها انی لم اخلق فی السموات والارض اکرم علی منك[4]۔	میں نے تجھ پر سات احسان کئے، ان میں پہلا یہ ہے کہ آسمان وزمین میں کوئی تجھ سے زیادہ عزت والا نہ بنایا۔

وحی شانزدہم[۱۶]: امام اجل فقیہ محدث عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اور مفسر

---

[1] المواهب اللدنیة استشفاع آدم به صلی الله علیه وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۲

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه بحواله ابن سبع عن علی رضی الله عنه المقصد الاول ۱/ ۴۴

[3] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی ۱/ ۷۹

[4] المنح المکیة فی شرح الهمزیة بحواله السراج البلقینی فی فتاویه شعر ا المجمع الشقاء فی ابو ظهبی ص ۱۲۱

ثعلبی پھر علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں حق عزجلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے فرمایا:

الجنة حرام علی الانبیاء حتی تدخلها وعلی الامم حتی تدخلها امتك [1]۔	جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک تم داخل نہ ہو اور امتوں پر حرام ہے جب تک تمھاری امت نہ جائے۔

وحی ہفدہم ۱۷: علامہ ابن ظفر کتاب خیر البشر، پھر قسطلانی وشامی وحلبی و دلجی وغیرہم علماء اپنی تصانیف جلیلہ میں ناقل، رب العزت تبارک وتعالٰی کتاب شعیا علیہ الصلواۃ والسلام میں فرماتا ہے:

عبدی الذی سرت به نفسی انزل علیه وحی فیظهر فی الامم عدل ویوصیهم الوصایا ولایضحك ولا یسمع صوته فی الاسواق یفتح العیون العور والاذان الصم ویحیی القلوب الغلف وما اعطیه لا اعطی احدا مشفح یحمد الله حمدا جدیدا [2]	میرا بندہ جس سے میرا نفس شاد ہے اس پر اپنی وحی اتاروں گا، وہ تمام امتوں میں میرا عدل ظاہر کرے گا اور انہیں نیک باتوں پر تاکید فرمائے گا، بے جا نہ ہنسے گا، اور بازاروں میں اس کی آواز نہ سنی جائے گی، اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھول دے گا، اور غافل دلوں کو زندہ کرے گا، میں جو اسے عطا کروں گا وہ کسی کو نہ دوں گا۔ مشفح اللہ کی نئی حمد کرے گا۔

مشفح ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام اور محمد سے ہموزن وہم معنی ہے یعنی بکثرت و بار بار سراہا گیا۔

وحی ہیجدہم ۱۸: علامہ فارسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں چند آیات توریت نقل فرمائیں جن میں حق سبحانہ وتعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

[1] المواهب اللدنیه المقصد الخامس الاسراء والمعراج المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۹۳، تفسیر القشیری تحت الایة ۵۳ /۱۰ دار الکتب العلمیة بیروت ۳ /۲۴۸، الکشف والبیان (تفسیر الثعلبی) تحت الایة ۵۳ /۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۹ /۱۳۹

[2] سبل الهدی والرشاد دار الکتب العلمیة بیروت ۱ /۵۱۴ المواهب اللدنیه المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۵۴

یاموسی احمد نی اذا مننت علیك مع کلامی ایاك بالایمان باحمد ولو لم تقبل الایمان باحمد ما جاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسی من لم یومن باحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم یشتق الیه کانت حسناته مردودة علیه و منعته حفظ الحکمة ولاادخل فی قلبه نور الهدی وامحو اسمه من النبوة یا موسی من امن باحمد وصدقته اولئك هم الفائزون ومن کفر باحمد وکذبه من جمیع خلقی اولئك هم الخسرون اولئك هم النادمون اولئك هم الغافلون [1]	اے موسی! میری حمد بجالا جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا کہ اپنی ہم کلامی کے ساتھ تجھے احمد پر ایمان عطا فرمایا، اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسی تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے اور اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کا مشتاق نہ ہو اسکی نیکیاں مردود ہوں گی، اور اسے حکمت کے حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیاء سے مٹادوں گا۔ اے موسٰی! جو احمد پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے، اور میری مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

الحمدللہ یہ آیتیں خوب ظاہر فرماتی ہیں اس عہد وپیمان کو جو آیۂ کریمہ "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ" [2] میں مذکور ہوا۔

تذییل: بعض روایات میں ہے حق عزجلالہ اپنے حبیب کریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے:

یا محمد انت نور نوری وسر سری وکنوز هدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداء لك ملکی من العرش	اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز، اور میری ہدایت کی کان۔ اور میری معرفت کے خزانے! میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

الی ما تحت الارضین کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد [1]۔ اللھم رب محمد صل علی محمد و ال محمد اسالك برضاك عن محمد ورضا محمد عنك ان ترضی عنا محمد اوترضی عنا بمحمد امین الہ محمد وصل علی محمد وال محمد وبارك وسلم۔	تحت الثری تک سب تجھ پر قربان کردیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں یا محمد!۔ اے اللہ، اے رب محمد، درود نازل فرما محمد مصطفٰی اور ان کی آل پر۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمد مصطفٰی پر تیرے راضی ہونے اور تجھ پر محمد مصطفٰی کے راضی ہونے کے وسیلے سے کہ تو محمد مصطفٰی کو ہم پر راضی کردے اور محمد مصطفٰی کے وسیلہ سے تو ہم پر راضی ہو جا۔ اے محمد مصطفٰی کے معبود! ہماری دعا قبول فرما اور محمد مصطفٰی اور آپ کی آل پر درود بھیج اور برکت و سلامتی نازل فرما۔ (ت)

تابش دوم ارشادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین

یہ تابشیں تین ۳ جلووں سے شعشہ افگن:

جلوہ اول نصوص جلیہ مسئلہ علیّہ

ارشاد اول [1]: احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامة وھل تدرون مما ذلك یجمع اللہ الاولین والاخرین فی صعید واحد الحدیث	میں روز قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں، کچھ جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہے؟ اللہ تعالٰی سب اگلے پچھلوں کو ایک ہموار میدان وسیع میں جمع کریگا۔ پھر حدیث طویل شفاعت

1

بطولہ [1]۔	ارشاد فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ثرید و گوشت حاضر آیا، حضور نے دست گوسفند کو ایک بار دندان اقدس سے مشرف کیا اور فرمایا:

اناسید الناس یوم القیامۃ۔	میں قیامت کے دن سردار مردم ہوں۔

پھر دوبارہ اس گوشت سے قدرے تناول کیا اور فرمایا:

اناسید الناس یوم القیامۃ۔	میں قیامت کے دن سردار جہانیاں ہوں۔

جب حضور نے دیکھا مکرر فرمانے پر بھی صحابہ ^{عـــہ} وجہ نہیں پوچھتے، فرمایا الا تقولون کیفہ پوچھتے نہیں کہ یہ کیونکر ہے؟ صحابہ نے عرض کی: کیف ھو یارسول اللہ ہاں اللہ کے رسول یہ کیونکر ہے؟ فرمایا: یقوم الناس لرب العلمین لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے پھر حدیث شفاعت ذکر فرمائی [2]۔

ارشاد دوم [۲]: مسلم، ابوداؤد انہی سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اناسید ولد ادم یوم القیامۃ و	میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور

عـــہ: اصحابہ کو اجمالاً حضور کی سیادت مطلقہ معلوم تھی، معہذا جو کچھ فرمائیں عین ایمان ہے، چون وچرا کی کیا مجال، لہٰذا وجہ نہ پوچھی، مگر نہ جانا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت تفصیلاً اپنی سیادت کبرٰی کا بیان فرمانا چاہتے ہیں اور منتظر ہیں کہ بعد سوال ارشاد ہوتا کہ اوقع فی التفنن ہو۔ جب صحابہ مقصود والا کو نہ سمجھے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود متنبہ فرما کر سوال کیا اور جواب ارشاد کیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲منہ

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل باب قول اللہ تعالٰی ذریۃ من حملنا مع نوح الخ ۲ /۲۸۴و۲۸۵، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۱، سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ما جاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دار الفکر بیروت ۴ /۱۹۶، مسند امام احمد حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۴۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۱

اول ینشق عنه القبر واول شافع و اول مشفع[1]۔	سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔

ارشاد سوم ۳: احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد ادم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی[2] الحدیث۔	میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا۔ اور ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور یہ فخر نہیں کہتا اس دن اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیر لوا ہوں گے۔

ارشاد چہارم ۴: دارمی، بیہقی، ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید االناس یوم القیامة ولا فخر وانا اول من یدخل الجنة والا فخر[3]	میں قیامت میں سردار مردماں ہوں اور کچھ تفاخر نہیں۔

ارشاد پنجم ۵: حاکم و بیہقی کتاب الرؤیۃ میں عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یو م القیامة ولا فخر ما من احد الا وھو تحت	میں روز قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں اور کچھ افتخار نہیں، ہر شخص قیامت میں میرے ہی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵، سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی التخیر بین الانبیاء علیهم السلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۶

[2] الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۹۹ و ۱۰۰، الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۵۴، کنز العمال بحوالہ حم ت عن ابی سعید حدیث ۳۱۸۸۲ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۴

[3] دلائل النبوۃ للبیهقی باب ماجاء فی تحت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنعمة ربه دار الکتب العلمیة بیروت ۵/ ۴۷۹، سنن دارمی باب اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث ۵۳ دار المحسن للطباعة القاهرة ۱/ ۳۱

لوائی یوم القیامة ینتظر الفرج وان معی لواء الحمد انا مشی ویمشی الناس معی حتی اتی باب الجنة فاستفتح فیقال من ھذا ؟فاقول محمد، فیقال مرحبا بمحمد، فاذا رایت ربی خررت له ساجدا انظر الیه[1]۔	نشان کے نیچے کشائش کا انتظار کرتا ہوگا،اور میرے ہی ساتھ لوائے حمد ہوگا، میں جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ درجنت پر تشریف لے جا کر کھلواؤں گا پوچھا جائے گا: کون ہے ؟میں کہوں گا محمد کہا جائے گا: مرحبا محمد کو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا اس کے حضور سجدے میں گرپڑوں گا اس کے وجہ کریم کی طرف نظر کرتا۔

ارشاد ششم[۶]: ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود واحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلھا طھورا ومسجدا ونصرت بالرعب اماما می شھرا فاعطیت خواتیم سورة البقرة وکانت من کنوزالعرش و خصصت بھا دون الانبیاء فاعطیت المثانی مکان التورة والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد ادم فی الدنیا والاخرة ولا فخر وانا	میں جن وانس اور ہر سرخ سیاہ کی طرف رسول بھیجا گیا،اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لئے غنیمتیں حلال کی گئیں، اور میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی،اور مجھے سورہ بقرہ کی پچھلی کہ خزانہ ہائے عرش سے تھیں عطا ہوئی، یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جدا،اور مجھے توارات کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں جن میں سو سے کم آیتیں ہیں،اور انجیل کی جگہ سوسو آیت والیاں اور زبور کے عوض حم کی سورتیں اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورة حجرات سے آخر قران تک ہے

[1] کنز العمال بحوالہ ك وابن عساکر عن عبادہ الصامت حدیث ۳۲۰۳۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۳۴

اول تنشق الارض عنی وعن امتی ولا فخر بیدی لواء الحمد یوم القیامۃ وجمیع الانبیاء تحتہ ولا فخر والی مفاتیح الجنۃ یوم القیامۃ ولا فخر وبی تفتح الشفاعۃ ولا فخر وانا سابق الخلق الی الجنۃ یوم القیامۃ ولا فخر وانا امامھم وامتی بالاثر [1]۔	اور دنیا وآخرت میں میں تمام بنی ادم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور سب سے پہلے میں اور میری امت قبور سے نکلے گی اور کچھ فخر نہیں، اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے، اور کچھ فخر۔ اور میرے ہی اختیار میں جنت کی کنجیاں ہوں گی، اور کچھ فخر نہیں، اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں اور میں تمام مخلوق سے پہلے روز قیامت جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب کے آگے ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے۔ اللھم جعلنا منھم فیھم ومعھم بجاھہ عندك امین ! اے اللہ ! ہمیں کردے ان سے، ان میں، اور ان کے ساتھ، اپنے محبوب کی وجاہت کے صدقے میں جو تیرے ہاں ہے۔ یاالٰہی ! قبول فرما۔ (ت)

فقیر کہتا ہے مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث شریف کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقائے نامدار کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد ہفتم ۷: احمد، بزار، ابویعلی اور ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت جناب افضل الاولیاء الاولین والاخرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث شفاعت میں راوی، لوگ ادم ونوح وخلیل وکلیم علیہم الصلوۃ والتسلیم کے پاس ہوتے ہوئے حضرت مسیح کے پاس حاضر ہونگے حضرت مسیح علیہ الصلواۃ والسلام فرمائیں گے لیس ذاکم عندی ولکن انطلقوا الی سید ولد آدم۔ تمھارا یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا مگر تم اس کے پاس حاضر ہو جو تمام بنی آدم کا سردار ہے۔ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے حضور ولا جبرائیل امین علیہ الصلوہ والتسلیم کو اپنے رب کے پاس اذن لینے کے لیے بھیجیں گے۔ رب تبارک وتعالٰی اذن دے گا۔ حضور حاضر ہو کر ایک ہفتہ ساجد رہیں گے، رب عزمجدہ فرمائے گا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ مسموع ہوگی، اور شفاعت کرو

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت ۱/ ۱۳

کہ قبول ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر اٹھائیں گے تو رب عظیم کا وجہ کریم دیکھیں گے فورا پھر سجدے میں گریں گے، ایک ہفتہ اور ساجد رہیں گے۔ رب جل وعلا پھر وہی کلمات لطف فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر مبارک اٹھائیں گے پھر سہ بارہ قصد سجدہ فرمائیں گے، جبرائیل امین حضور کے بازو تھام کر روک لیں گے اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب کریم سبحانہ سے عرض کرینگے یا رب جعلتنی سید ولد ادم ولا فخر اے رب میرے ! تو نے مجھے سردار بنی آدم کیا اور کچھ فخر نہیں الی اخر الحدیث [1]۔

ارشاد ہشتم [۸]: حاکم وبیہقی عــہ۱ فضائل الصحابہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: [2]۔ میں تمام عالم کا سردار ہوں۔

ارشاد نہم [۹]: دارمی، ترمذی، ابو نعیم بسند حسن عــہ۲ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

عــہ۱: صححه الحاکم قاله ابن حجر المکی فی افضل القرٰی واقره علیه وفی الحدیث قصة. قلت واما انا فانما اوردته فی المتابعات ۱۲منه۔

اس کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا۔ ابن حجر مکی نے افضل القری میں یہی کہا اور اس کو برقرار رکھا، اور حدیث میں قصہ ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اس کو متابعات میں وارد کیا ہے۔ ۱۲منہ (ت)

عــہ۲: تحسنیه هو الذی حققه السراج البلقینی فی فتاوٰہ کما اثر عنه فی ام القرٰی وان خالف فیه ابو عیسٰی رحمه الله تعالٰی ۱۲منه۔

سراج بلقینی نے اپنے فتاوی میں اس کو حسن قرار دیتے ہوئے اس کی تحقیق فرمائی جیسا کہ افضل القری میں اس سے منقول ہے، اگرچہ ابو عیسٰی علیہ الرحمۃ نے اس کی مخالفت کی۔ ۱۲منہ (ت)

---

[1] مسند احمد حنبل عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵، مسند ابی یعلی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه مؤسسة علوم القران بیروت ۱/ ۵۹، موارد الظمأن حدیث ۲۵۸۹ المطبعة السلفیه ص ۶۴۲ ۶۴۳، کنز العمال بحواله البزار حدیث ۳۹۷۵۰ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۴/ ۶۲۸ ۶۲۹

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحواله البیهقی تحت الآیة ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۶/ ۱۶۸

راوی، دراقدس پر کچھ صحابہ بیٹھے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے انتظار میں باتیں کررہے تھے حضور تشریف فرما ہوئے، انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے اللہ تعالٰی نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرا بولا: حضرت موسٰی سے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا: اور عیسٰی کلمۃ اللہ وروح اللہ ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کہہ چکے حضور پر نور صلوات اللہ سلامہ، علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسٰی نجی اللہ ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسٰی روح اللہ ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیٰمۃ تحتہ اٰدم فمن دونہ ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفّع یوم القیٰمۃ ولا فخر، وانا اول من یحرك حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فید خلنیھا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاولین و الاٰخرین علی اللہ ولا فخر[1]	سن لو، اور میں اللہ تعالٰی کا پیارا ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روزِ قیامت لواء محمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سواسب ہوں گے، اور کچھ تفاخر ہیں۔ اور میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعۃ ہوں، اور کچھ افتخار نہیں۔ اور سب سے پہلے میں دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ اللہ تعالٰی میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا، اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے، اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلے پچھلوں سے اللہ تعالٰی کے حضور زیادہ عزت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

ارشادِ دہم ۱۰: دارمی اور ترمذی عـــه بافادہ تحسین اور بویعلٰی و بیہقی وابونعیم انس رضی اللہ

عـــه: ھو عند الترمذی مختصرًا ۱۲منہ۔	وہ ترمذی کے نزدیک مختصر ہے۔ ۱۲منہ (ت)

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ /۳۵۴، ۳۵۵، سنن الدارمی باب مااعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۰

تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجًا اذا بعثوا، وانا قائدھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا نصتوا، وانا مستشفعھم اذا حبسوا، وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ، والمفاتیح یومئذبیدی، ولواء الحمد یومئذ بیدی، انا اکرم ولدآدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون ولؤلؤمنثور[1]۔	میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گاجب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب اللہ تعالٰی کے حضور چلیں گے۔اور میں ان کا خطیب ہوگان جب وہ دم بخود رہ جائیں گے۔اور ہیں‌ان کا شفیع ہونگا جب عرصہ محشر میں روکے جائیں گے۔اور میں انہیں بشارت دوں گا جب وہ نا امید ہوجائیں گے۔عزت اور خزائن رحمت کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتاہوں۔میرے گرد وپیش ہزار خادم عـــہ دوڑتے ہوں گے، گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

عـــہ: ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہ خدام حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گرد وپیش عرصاتِ محشر میں ہوں گے، اور وہاں دوسروں کے لئے خدام ہونا معلوم نہیں۔

فلاحاجۃ الی ماقال الزرقانی ان ھذہ الف من جملۃ مااعدّ	چنانچہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، جو زرقانی نے کہا کہ یہ ہزار ان میں سے ہوں گے جو آپ کیلئے (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵ /۴۸۴ ودلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ۱/۱۳ وسنن الدارمی باب مااعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۳۰ وسنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۰ دار الفکر بیروت ۵ /۳۵۲

ارشادِ یازدہم ": بخاری تاریخ میں، اور دارمی بسند ثقات، اور طبرانی اوسط میں، اور بیہقی وابع نعیم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا قائد المرسلین ولافخر، وانا خاتم النبیین ولا فخر[1]۔	میں پیشوائے مرسلین ہوں، اور کچھ تفاخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لہ فقد روی ابن ابی الدنیا عن انس رفعہ ان اسفل اھل الجنۃ اجمعین درجۃ من یقوم علی رأسہ عشرۃ اٰلاف خادم وعندہ ایضًا عن ابی ھریرۃ ایضًا قال ان ادنی اھل الجنۃ منزلۃ ولیس فیھم دنی من یغدو ویروح علیہ خمسۃ عشر الف خادمًا لیس منھم خادم الا معہ طرفۃ لیست مع صاحبہ[2] اھ فان ھذا فی الجنۃ والذی لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیھا لایعلم الا ربہ تبارک وتعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ۔

تیار کیے گئے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ تمام اہل جنت سے نیچے درجے والے کے لیے دس ہزار خادم ہوں گے اور ان کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ تمام اہل جنت سے ادنٰی منزل والے کے لیے کہ ان میں کوئی گھٹیا نہیں، صبح و شام پندرہ ہزار خادم ہوں گے، ان میں سے ہر خادم میں کوئی نئی خوبی ہوگی جو دوسرے میں نہیں ہوگی اھ کیونکہ یہ خدّام جنت میں ہوں گے اور جنت میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے کتنے خادم ہوں گے، سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)

[1] سنن الدارمی مااعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۱، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۸۰، التاریخ الکبیر حدیث ۲۸۳۷ دارالباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۴/ ۳۸۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۴۰۰

ارشاد دوازدہم ۱۲: ترمذی بافادۂ تحسین حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ،ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ،ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ،ثم جعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیوتاً،فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا[1]۔	اللہ تعالٰی نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ کئے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ پس میں تمام مخلوق الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل۔

ارشاد سیزدہم ۱۳: طبرانی معجم اور بیہقی دلائل اور امام علامہ قاضی عیاض بسند خود شفاء شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ قسم الخلق قسمین فجعلنی من خیرھم قسما فذٰلك قولہ تعالٰی اصحاب الیمین واصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین وانا خیر اصحاب الیمین،ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا وذٰلك قولہ تعالٰی اصحابہ المیمنۃ واصحاب المشئمۃ والسابقون فانا من السابقین وانا خیر السابقین،ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا قبیلۃ وذٰلك قولہٖ تعالٰی وجعلنٰکم شعوبًا و قبائل فانا اتقٰی ولد اٰدم واکرمھم	اللہ تعالٰی نے خلق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا۔اور یہ وہ بات ہے جو خدا تعالٰی نے فرمائی۔ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے،تو میں دہنے ہاتھ والوں سے ہوں، اور میں سب دہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں۔اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ ارشاد ہے کہ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے۔ اور سابقین،تو میں سابقین میں سے ہوں،اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں۔ پھر ان حصوں کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ فرمان ہے کہ ہم نے کیا تمہیں شاخیں اور قبیلے۔(یعنی الی قولہ تعالٰی ان اکرمکم

[1] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۴۳ دارالفکر بیروت ۵ /۳۱۴

علی اللہ ولا فخر، ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی من خیرھا بیتا وذٰلک قولہٖ تعالٰی " اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاۚ(۳۳) "[1]۔	عنداللہ اتقٰکم بیشک تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے یہاں وہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیزگار ہے) تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوں، اور سب سے زیادہ اللہ کے یہاں عزت والا، اور کچھ فخر مراد نہیں۔ پھر ان قبیلوں کے خاندان کئے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ اور یہ اللہ تعالٰی کا وہ کلام ہے کہ خدائے تعالٰی یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کردے ستھرا کرکے۔

ارشاد چہاردہم[۱۴]: ابن عساکر وبزار بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خیار ولد اٰدم خمسۃ نوح و ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ومحمد وخیرھم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔	بہترین اولاد آدم پانچ ہیں: نوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ان سب بہتروں میں بہتر محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تنبیہ: ان کے سوا اور نصوص واضحہ ان شاء اللہ تعالٰی جلوہ سوم وتابش چہارم میں آئیں گے وباللہ التوفیق۔

جلوہ دوم جلائل متعلقہ بآخرت

تابش اول میں بہت حدیثیں اس مطلب کی گزریں ان سے غفلت نہ چاہیے

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۰ و ۱۷۱، المعجم الکبیر حدیث ۲۶۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۱۰۴، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۰ و ۱۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ حدیث ۳۱۹۰۵ و ۳۲۲۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۳ و ۴۰۷

واللہ الہادی

ارشاد پانزدہم ۱۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاخرون السابقون یوم القیامۃ [1] (زادمسلم) ونحن اول من ید خل الجنۃ [2]۔	ہم (زمانے میں) پچھلے، اور قیامت کے دن (ہر فضل میں عـــہ آگے ہیں۔ (مسلم میں یہ زیادہ ہے) اور ہم سب سے پہلے داخل جنت ہوں گے۔

ارشاد شانزدہم ۱۶: اسی میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امم سابقہ کی نسبت فرماتے ہیں:

ھم تبع لنا یوم القیامۃ نحن الاخرون من اھل الدنیا و الاولون یوم القیامۃ المقضی لھم قبل الخلائق [3]۔	وہ قیامت میں ہمارے توابع ہوں گے، ہم دنیا میں پیچھے آئے اور قیامت میں پیشی رکھیں گے تمام جہان سے پہلے ہمارے ہی لئے اللہ تعالٰی حکم فرمائے گا۔

ارشاد ہفدہم ۱۷: دارمی عمرو بن قیس ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی ادرك بی الاجل المرحوم واختصر لی اختصارا فنحن الاخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولا غیر فخر ابراھیم خلیل اللہ و موسی صفی اللہ	یعنی جب رحمت خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا۔ ہم ظہور میں پچھلے اور روز قیامت رتبے میں اگلے ہیں اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر وناز کو دخل نہیں۔ ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسی اللہ کے

عـــہ: قال الزرقانی فی کل شیئ ۱۲ منہ۔	زرقانی نے کہا کہ ہر شے میں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب هل علی من لا یشهد الجمعة غسل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ قدیمی کتب خانہ ۱/ ۲۸۲

[3] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ قدیمی کتب خانہ ۱/ ۲۸۲

وانا حبیب اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیامۃ[1] الحدیث۔	صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں، اور میرے ساتھ روز قیامت لواء الحمد ہوگا۔

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختصر لی اختصارا (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد مذکور اختصر لی اختصارا کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔ت): یعنی ۱ مجھے اختصار کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر ___ یا ۲ میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

اقول: وباللہ توفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) ___ یا ۳ یہ کہ میرے لئے امت کی عمریں کہ کہیں کہ مکارہ دنیا سے جلد خلاص پائیں، گناہ کم ہوں۔ نعمت باقی تک جلد پہنچیں ___ یا ۴ یہ کہ میری امت کے لیے طول حساب کو اتنا مختصر فرمادیا کہ اے امت محمد! میں نے تمھیں اپنے حقوق معاف کیے۔ آپس میں ایک دوسرے کے حق معاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ ___ یا ۵ یہ کہ میرے غلاموں کے لئے پل صراط کی راہ کہ پندرہ ہزار برس کی ہے اتنی مختصر کردے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے یا جیسے بجلی کوند گئی۔ کما فی الصحیحین[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ت) ___ یا ۶ یہ کہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے میرے غلاموں کے لیے اس سے کم دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں دو رکعت فرض پڑھتے ہیں کما فی حدیث احمد[3] وابی یعلی وابن جریر وابن حبان وابن عدی والبغوی والبیھقی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنھم (جیسا کہ احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن حبان، ابن عدی، بغوی اور بیہقی کی حدیث میں ہے۔ت) ___ یا ۷ یہ کہ علوم و معارف جو ہزار سال کی محنت وریاضت میں نہ حاصل ہوسکیں میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرمادے ___ یا ۸ یہ کہ زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کردی کہ آنا اور جانا اور تمام مقامات کو تفصیلا ملاحظہ فرمانا سب تین ساعت میں ہولیا ___ یا ۹ یہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاء گزشتہ وآئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے

---

[1] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۲

[2] المواہب الدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۶۶ ـ ۶۶۷

[3] الدر المنثور بحوالہ احمد وابی یعلی وابن جریر وابن حبان والبیھقی تحت الایۃ ۷۰/ ۴ بیروت ۸/ ۲۶۰

نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔اس زیادہ اور کیا اختصار متصور ___ یا۱ یہ کہ شرق تا غرب اتنی وسیع دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر فرمادیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں کانما انظر الی کفی ھذہ جیسا کہ میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، کما فی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عند الطبرانی [1] وغیرہ (جیسا کہ طبرانی وغیرہ کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے۔ت) ___ یا۱ یہ کہ میری امت کے تھوڑے عمل پر اجر زیادہ دیا، کما فی حدیث الاجراء فی الصحیحن قال ذلك اوتیہ من اشاء [2] (جیسا کہ صحیحین میں اجیرون کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہوں ت) ___ یا۲ اگلی امتوں پر جو اعمال شاقہ طویلہ تھے ان سے اٹھالئے، پچاس عـــہ نمازوں کی پانچ رہیں اور حساب کرم

عـــہ: ھذہ یدور علی الالسن ووقع فی التفسیر فمنھم من ینسبہ لبنی اسرائیل کالبیضاوی ومنھم من یعینہ الیھود کاخرین لکن رد علیھم الامام العلامۃ الجلال السیوطی قائلا انہ لم یفرض علی بنی اسرائیل خمسون صلوۃ قط ولا خمس صلوات ولم تجتمع الخمس الا لھذہ الامۃ وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط کما فی الحدیث [3] اھ وقام شیخ الاسلام

یہ لوگوں کی زبانوں پر دائر ہے، اور تفسیر میں واقع ہے، بعض نے اس کو بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا ہے جیسے بیضاوی۔ اور بعض نے یہود کو معین کیا ہے جیسے متاخرین۔ لیکن ان سب کا رد امام سیوطی نے یہ کہہ کر کیا کہ بنی اسرائیل پر کبھی پچاس نمازیں فرض نہیں ہوئیں اور نہ ہی اس امت کے علاوہ کسی پر پانچ نمازیں مجتمع ہوئیں۔ بنی اسرائیل پر فقط دو نمازیں فرض ہوئیں تھیں جیسا کہ حدیث میں ہے شیخ السلام ان پر غالب آنے کیلئے اٹھ کھڑے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] کنز العمال حدیث ۳۱۸۱۰ ۳۱۹۸۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۳۷۸ ۴۲۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب الاجارہ الی نصف النہار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲، صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب الاجارہ الی صلوۃ العصر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲

3

میں پوری پچاس۔ زکوۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصہ رہا اور کتاب فضل میں وہی ربع کا ربع، وعلی ھذا القیاس، والحمد للہ رب العلمین۔ یہ بھی حضور کے اختصار کلام سے ہے کہ ایک لفظ کے اتنے کثیر معنی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد ہیجدہم [۱۸]: امام احمد وابن ماجہ [عــــہ] وابوداؤد وطیالسی وابویعلی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ لم یکن نبی الالہ دعوۃ قد تخیر ھا فی الدنیا وانی قد اختبات دعوتی شفاعۃ لامتی وانا سید ولد ادم یوم القیامۃ ولا فخر، وان اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر، وبیدی لواء الحمد ولا فخر، ادم فمن دونہ تحت لوائی ولافخر	یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دعا تھی کہ وہ دنیا میں کر چکا اور میں نے اپنی دعا روز قیامت کے لئے چھپا رکھی ہے، وہ شفاعت ہے میری امت کے لئے۔ اور میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں۔ اور اول میں مرقد اطہر سے اٹھوں گا، اور کچھ فخر منظور نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب

ینتصر لھم بما ردہ علیہ الشمس الزرقانی وقد اخرج النسائی عن یزید ابن مالك عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حدیث المعراج قول موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ تعالٰی فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموبھما [1] واللہ تعالٰی اعلم

ہوئے اس کے سبب جو ان پر شمس الزرقانی نے رد کیا ہے، اور تحقیق نسائی نے یزید بن ابی مالک سے انھوں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث معراج میں موسی علیہ السلام کا یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں تو وہ ان دو پر قائم نہ رہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے)

عــــہ: ھو عند ابن ماجۃ مختصرا ۱۲ منہ

وہ ابن ماجہ کے نزدیک مختصر ہے ۱۲ (ت)

[1] سنن النسائی کتاب الصلوۃ فرض الصلوۃ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ۱/ ۷۸

(ثم ساق حدیث الشفاعة الی ان قال)فاذا اراد الله ان یصدع بین خلقه نادی مناد این احمد وامته فنحن الاخرون الاولون نحن اخر الامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرا محجلین من اثر الطهور فیقول الامم کادت هذه الامة ان تکون انبیاء کلها[1] الحدیث۔	میرے زیر نشان ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالٰی خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا: کہاں ہیں احمد اور ان کی امت؟ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول ہیں، ہم سب امتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام امتیں ہمارے لئے راستہ دیں گی۔ ہم چلیں گے اثر وضو سے رخشندہ رخ وتابندہ اعضاء، سب امتیں کہیں گی: قریب تھا کہ یہ امت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے الحدیث

؎ جمال پرتوش در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[2]

(اس کے پرتو نے مجھ میں اثر کیا ہے ورنہ میں خاک ہوں جو کہ ہوں۔ت)

ارشاد نوزدہم۱۹: مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی[3]۔	میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں پر اٹھائیں جائیں گے۔

یعنی روز محشر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آگے ہوں گے اور تمام اولین وآخرین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبد الله بن عباس رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۸۱ ۲۸۲، مسند ابی یعلی عن عبدالله ابن عباس رضی الله تعالٰی عنه حدیث ۲۳۲۴ مؤسسة علوم القران بیروت ۳ /۵تا۷

[2] گلستان سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ اویسیہ بہاول پور ص ۳

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۲۷، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائه صلی الله علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۶۱، سنن الترمذی ابواب الادب باب جاء فی اسماء النبی صلی الله علیه وسلم حدیث ۲۸۴۹ دار الفکر بیروت ۴ /۳۸۲ ۳۸۳

ارشادِ بستم (۲۰): ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تبعث ناقة ثمود لصالح فیرکبها من عند قبره حتی توافی به المحشر قال معاذ اذن ترکب العضباء یا رسول الله ! قال لا ترکبها ابنتی وانا علی البراق اختصصت به من دون الانبیاء یومئذ ویبعث بلال علی ناقة من نوق الجنة ینادی علی ظهرها بالاذان فاذا سمعت الانبیاء واممها اشهد ان لااله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله قالوا ونحن نشهد علی ذٰلک[1]۔	یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صالح علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدان محشر میں آئیں گے (فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالیٰ لہ عشاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل باعزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں فورًا ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اس کے لیے کیا ہے۔) اسی بناء پر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اور یارسول اللہ! حضور اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔ فرمایا: نہ، اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اس روز سب انبیاء سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا، اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حشر ہوگا کہ عرصاتِ محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا۔ جب انبیاء اور ان کی امتیں اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔

سبحان اللہ! جب تمام مخلوق الٰہی اولین وآخرین یک جا ہوں گے اس وقت بھی ہمارے آقائے نامدار والا سرکار کے نام پاک کی دُہائی پھرے گی۔ الحمدللہ! اس دن کھل جائے گا کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ المنۃ للہ تعالیٰ، اس دن موافق ومخالف پر روشن ہو جائے گا کہ مالک یوم الدین ایک اللہ ہے اور اس کی نیابت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ارشاد بست ویکم ۲۱: ترمذی بافادۂ تحسین وتصحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ ترجمہ بلال بن رباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۲

انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی حلة من حلل الجنة اقوم عن یمین العرش لیس احدمن الخلائق یقوم ذٰلك المقام غیری[1]۔	میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا، پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوقِ الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔

ارشاد بست ودوم ۲۲: احمد، دارمی، ابونعیم واللفظ لہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول من یکسی ابراھیم ثم یقعد مستقبل العرش ثم اوتی بکسوتی فالبسها فاقوم عن یمینه مقامًا لا یقوم احد غیری یغبطنی فیه الاولون والاٰخرون[2]۔	سب سے پہلے ابراہیم (علیہ الصلٰوۃ والسلام) کو جوڑا پہنایا جائے گا، وہ عرش کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔ پھر میری پوشاک حاضر کی جائے گی میں پہن کر عرش کی دائیں طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائیں گے۔

ارشاد بست وسوم ۲۳: بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُکسٰی حلة من الجنة لایقوم لها البشر[3]۔	مجھے وہ بہشتی لباس پہنایا جائے گا کہ تمام بشر جس کی قدر و عظمت کے لائق نہ ہوں گے۔

ارشاد بست وچہارم ۲۴: طبری تفسیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا واللفظ لہ اور مثل احمد کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی:

یرقی هو صلی اللّٰه تعالٰی علیه	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۱ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۹۸و۳۹۹، الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۱۷

[3] الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ۲/ ۱۳۸

وسلم وامته، علی کوم فوق الناس[1]۔	کی امت روز قیامت بُلندی پر تشریف رکھیں گے سب سے اونچے۔

ارشاد بست وپنجم۲۵: ابن جریر وابن مردویہ جابر عـــہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

عـــہ: **تنبیہ**: اصل الحدیث عند مسلم فی باب اثبات الشفاعۃ من کتاب الایمان موقوفا علی جابر لکنہ وقع فیہ من الناسخین خبط وغلط فی جمیع الاصول حتی خرج اللفظ عن حد المعقول ولفظہ ھکذا قال نحن نجیئ یوم القیٰمۃ عن کذا کذا انظر ای ذٰلك فوق الناس[2] الحدیث، وانما صوابہ کما افاد الامام القاضی عیاض واتبعتہ جماعۃ من العلماء واقر النووی فی المنھاج نجیئ یوم القیٰمۃ علی کوم[3]، والراوی اظلم علیہ ھذا الحرف فعبر عنہ بکذا وکذا وفسرہ بقولہ ای فوق الناس وکتب علیہ انظر تنبیہا فجمیع النقلۃ

تنبیہ: اصل حدیث امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ میں ہے۔ لیکن اس میں کاتبوں سے بے احتیاطی واقع ہوئی، یہاں تک کہ لفظ حدیث حد معقول سے خارج ہوگئے، اس کے لفظ یوں ہیں کہ ہم قیامت کے دن ایسے ایسے آئیں گے یعنی تمام لوگوں سے بُلندی پر ہوں گے الحدیث۔ درست حدیث یوں ہے جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی پیری کی اور منہاج میں امام نووی نے اس کو برقرار رکھا کہ ''ہم قیامت کے دن بُلندیوں پر تشریف فرماہوں گے۔'' راوی پر یہ حرف ''کوم'' مخفی ہوگیا تو اس نے اس کو کذا کذا کے ساتھ تعبیر کردیا پھر اپنے قول ''فوق الناس'' کے ساتھ اس کی تفسیر کردی اور

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۷۹/۱۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۶۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۶

[3] شرح صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۶

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا وامتی یوم القیامة علی کوم مشرفین علی الخلائق ما من الناس احد الا ودّ انه منا [1]۔	میں اور میری امت روز قیامت بُلندیوں پر ہونگے سب سے اونچے، کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

ارشاد بست و ششم ۲۶: صحیح مسلم شریف میں ابن بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال دئے، میں نے دوبار عرض کی: **اللھم اغفر لامتی، اللھم اغفر لامتی**۔ الٰہی! میری امت بخش دے، الٰہی! میری امت بخش دے۔ **واخرت الثالث لیوم یرغب الیّ فیه الخلق کلھم حتی ابراھیم** [2] اور تیسرا اس دن کے لیے اٹھا رکھا ہے جس میں تمام خلق میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اتفقوا ونسقوه علی انه من متن الحدیث ثم استوضح ذٰلك القاضی لحدیث ابن عمر وحدیث کعب المذکورین **قلت** والعجب انه ذهل عن حدیث جابر نفسه وقد کان ایضا عند الطبری کما رأیت ۱۲منه۔	بطور تنبیہ اس پر "انظر" لکھ دیا پھر تمام ناقلین اس پر مجتمع ہوگئے اور انہوں نے اس کو اس طور پر بیان کیا کہ گویا یہ متن حدیث سے ہے۔ پھر قاضی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابن عمر اور ابن کعب کی حدیث سے اس میں کمی کرنا چاہی۔ **میں کہتا ہوں** حیرت ہے قاضی علیہ الرحمۃ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اپنی حدیث کو بھول گئے حالانکہ طبری کے نزدیک وہ بھی ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ۱۲منہ (ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیة ۲ /۱۴۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۱۳، الدالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم و ابن مردویہ تحت الآیة ۲ /۱۴۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۳۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

فائدہ: حدیث **ان لکل نبی دعوۃ الحدیث**[1] کہ مسند احمد و صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، امام حکیم ترمذی نے بھی روایت کی، اوراس کے اخیر میں یہ زیادت فرمائی:

وان ابراھیم لیرغب فی دعائی ذٰلك الیوم[2]۔	یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام بھی میری دعا کے خواہش مند ہوں گے۔

احادیث الشفاعة

شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ہیں اور یہ بھی ہر مسلمان صحیح الایمان کو معلوم کہ یہ قبائے کرامت اس مبارک اقامت شیان امامت سزاوارِ زعامت کے سوا کسی قدو بالاپر راست نہ آئی، نہ کسی نے بارگاہ الٰہی میں ان کے سوا یہ وجاہت عظمٰی و محبوبیت کبرٰی و اذن سفارش واختیار گزارش کی دولت پائی۔ تو وہ سب حدیثیں تفضیل جمیل محبوب جلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر دلیل۔ مگر میں صرف وہ چند احادیث نقل کرتا ہوں جن میں تصریحاً سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عـــہ کا عجز اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدرت بیان فرمائی:

عـــہ: شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث اولین شفاعت فرماتے ہیں:

صواب است کہ ہمہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین از در آمدن دریں مقام و	درست بات یہ ہے تمام نبی اور رسول صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۳۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ ۱ /۱۱۳، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۲۹۲

[2] نوادر الاصول الاصل الثالث والسبعون ص ۱۰۱ والاصل الثانی عشر والمائۃ ص ۱۴۸

ارشاد بست وہفتم ۲۷: حدیث موقف مفصل مطوّل احمد وبخاری ومسلم وترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [1] اور بخاری ومسلم وابن ماجہ نے انس [2] اور ترمذی وابن خزیمہ نے ابو سعید خدری [3] اور احمد وبزار وابن حبان وابو یعلی نے صدیق اکبر [4] (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور احمد و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقدام بریں کار عاجز وقاصر اندیجز سید المرسلین وامام النبیین کہ بنہایت قرب وعزت ومکانت مخصوص است ومحمود ومحبوب حضرت اوست [5]۔

جلوہ افروز ہو کر اقدام شفاعت سے عاجز وقاصر ہیں سوائے رسولوں کے سردار اور نبیوں کے امام کے جو کہ انتہائی قرب، عزت اور رفعتِ مکانی کے ساتھ مختص ہیں اور بارگاہ الٰہی میں محبوب ومحمود ہیں ۱۲منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب التفسیر سورہ بنی اسرائیل باب قولہ تعالٰی ذریۃ من حملنا ۲ /۶۸۴و۶۸۵، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۴۳۵و ۴۳۶، سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دارالفکر بیروت ۴ /۱۹۶و۱۹۷، المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۴۴۶تا۴۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی لما خلقت بیدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۱۰۱و۱۱۰۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۰۸تا۱۱۰، سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹

[3] سنن الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دارالفکر بیروت ۹۹/۵ ۱۰۰، سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۵ دارالفکر بیروت ۵ /۱۵۴، الخصائص الکبری باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقمام المحمود مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲ /۲۱۸تا۲۲۴

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق رضیا للہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۵، موارد الظمآن باب ماجاء فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۸۹ المطبعۃ السلفیۃ ص۶۴۲و۶۴۳، مسند ابی یعلی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱ /۵۹، کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۳۹۷۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴ /۶۲۸و۶۲۹

[5] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب الحوض والشفاعۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴ /۳۸۶

ابو یعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1] سے مرفوعًا الی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عبداللہ بن مبارک وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم وطبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [2] سے موقوفًا روایت کی۔ان سب عـــہ۱ کے الفاظ جدا جدا نقل کرنے میں طول کثیر ہے۔لہٰذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منتظم سلسلہ میں یکجا کرکے اس جانفزا قصہ کی تلخیص کرتا ہوں، وباللہ التوفیق،ارشاد ہوتا ہے روز قیامت عـــہ۲ ا اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک میدان وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں اور پکارنے والے کی آواز سنیں۔ ہ دن طویل ہوگا۔ و اور آفتاب کو اس روز دس ۱۰ برس کی گرمی دیں گے۔پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کرینگے یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا، پسینے آنے شروع ہوں گے۔قدآدم پسینہ تو زمین جذب ہو جائے گا پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے اور

عـــہ۱: ہر چند یہ صحابہ سے چھ حدیثیں ہیں مگر صرف دو ہی شمار میں آئیں کہ حدیث ابوہریرہ اسی کا تتمہ ہے جو ارشاد اول میں گزری، اور حدیث ابوسعید اگرچہ ترمذی نے اسی قدر مختصرا روایت کی جتنی ارشاد سوم میں گزری، مگر تفسیر میں بعین سند مطولا لائے جس کی وجہ سے یہ حدیث اس کا تتمہ ہے،اور حدیث صدیق اکبر بعینہٖ حدیث ارشاد ھفتم ہے،اور حدیث ابن عباس حدیث ارشاد ھیجد ہم۔ لہٰذا ان چار کا مکرر شمار نہ ہوا۔اور صرف حدیث انس وحدیث سلمان تعداد میں آئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عـــہ۲: یہ حروف بحساب ابجد الف سے واو تک انھیں چھ حدیثوں کی طرف اشارہ ہیں کہ میں نے احدیث اول کو کہ میرے مطلب میں زیادہ مفصل ہے،اصل کیا،اور باقی پانچ میں جو زیادتیاں ہیں باشارہ حروف انھیں متمیز کردیا ۱۲منہ۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۱و۲۸۲، مسند ابی یعلیٰ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حدیث ۲۳۲۴ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۵تا۷

[2] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۴۸، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث ۸۳۴ دار ابن حزم بیروت ص۱۹۰تا۱۹۲، المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۳۱۶۷۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۱۲

غڑپ غڑپ کرینگے جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ا قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ طاقت طاق کو گی تاب تحمل نہ رہے گی۔ج رہ رہ کر تین گھبرائیں لوگوں کو اٹھیں گی۔اآپس میں کہیں گے دیکھتے نہیں تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے، کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ا پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ الصلواۃ والسلام ہمارے باپ ہیں، ان کے پاس چلا جائے، پس آدم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس جائینگے۔د اور پسینے کی وہی حالت ہے کہ منہ میں لگام کی طرح ہوا چاہتا ہے۔ا عرض کریں گے و اے باپ ہمارے ا اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالٰی نے آپ کو دست قدرت سے بنایا اور اپنی روح آپ میں ڈالی اور اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا ب اور سب چیزوں کے نام سکھائے د اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے اآپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں اور کس حال کو پہنچے۔آدم علیہ الصلواۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھنا کم ہ انہ لم یھمنی الیوم الا ا ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے، مجھے اپنی جان کا خوف ہے، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ و عرض کریں گے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔فرمائیں گے۔د اپنے پدر ثانی انوح کے پاس جاؤ ب کہ وہ پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے زمین پر بھیجا و وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ا لوگ نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے نوح و اے نبی اللہ ا آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا، د اور آپ کو برگزیدہ کیا اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ا آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ہ کہ ہمارا فیصلہ کردے۔ا نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھنا کم د لیس ذا کم عندی ہ انہ لا یھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا، آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب

فرمایا جو نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ب خلیل الرحمٰن ا ابراہیم کے پاس جاؤ د کہ اللہ نے انہیں اپنا دوست کیا ہے۔ا لوگ ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے عرض کرینگے واے خلیل الرحمٰن، اے ابراہیم ! آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے ہ کہ ہمارا کردے۔ا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے۔ ابراہیم علیہ الصلٰوۃ و السلام فرمائیں گے ب لست ھنا کم د لیس ذا کم عندی ہ لایھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی قد غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبلہ مثلہ و لن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں، یہ کام میرے کرنے کا نہیں، آج مجھے اپنی جان کا تردّد ہے تم کسی اور کے پاس جاء و۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائینگے اتم موسٰی کے پاس جاؤب وہ بندہ جسے خدا نے توریت دی اور اس سے کلام فرمایا، اور اپنا راز دار بنا کر قرب بخشا ہ اور اپنی رسالت دے کر برگزیدہ کیا۔ا لوگ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے موسٰی ! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے لوگوں پر فضیلت بخشی، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے، آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس صدمہ میں ہیں۔ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھا نکم د لیس ذا کم عندی ہ انہ لایھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی قد غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبلہ مثلہ۔ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس لائق نہیں یہ کام مجھ سے نہی ہوگا، مجھے آج اپنے سوا دوسرے کی فکر نہیں، میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی کیا تھا اور نہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا خیال ہے، مجھے اپنا جان کا خطرہ ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کریں گے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ا تم عیسٰی کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ اور اس کی روح د کہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مُردے جِلاتے تھے۔ا لوگ مسیح علیہ الصلوۃ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے عیسٰی ! آپ اللہ کے رسول

اور اس کے وہ کلمہ ہیں کہ اس نے مریم کی طرف القاء فرمایا، اور اس کی طرف کی روح ہیں، آپ نے گہوارے میں کلام کیا، اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس اندوہ میں ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچے۔ مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام فرمائینگے **بلست هاکم دلیس ذا کم عندی ہانہ لایھمنی الیوم الانفسی ان ربی قد غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبلہ مثلہ۔ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری** میں اس لائق نہیں یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کا غم نہیں، میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے نہ کبھی ایسا کیا نہ کرے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے، مجھے اپنی جان کا سوچ ہے، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ **و** عرض کریں گے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے **ایتوا عبدا فتح اللہ علی یدیہ ویجیئ فی ھذا الیوم اٰمنا دا نطلقوا الی سید ولد آدم فانہ اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ بایتوا محمدا ہ ان کل متاع فی وعاء مختوم علیہ اکان یقدر علی مافی جوفہ حتی یفض الخاتم** تم اس بندے کے پاس جاؤ جس کے ہاتھ پر اللہ نے فتح رکھی ہے، اور آج کے دن بے خوف ومطمئن ہے، اس کی طرف چلو جو تمام بنی آدم کا سردار اور سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لانے والا ہے، تم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ بھلا کسی سربمہر ظرف میں کوئی متاع ہو، اس کے اندر کی چیز بے مہر اٹھائے مل سکتی ہے، لوگ عرض کرینگے، نہ۔ فرمائیں گے: **ان محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین وقد حضر الیوم ا اذھبوا الی محمد د فلیشفع لکم الی ربك** یعنی اسی طرح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انبیاء کے خاتم ہیں (تو جب تک وہ باب فتح نہ فرمائیں کوئی نبی کچھ نہیں کرسکتا۔) اور آج وہ یہاں تشریف فرما ہیں تم انہیں کے پاس جاؤ، چاہئے کہ وہ تمہارے رب کے حضور تمہاری شفاعت کریں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورہ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب [عہ] باوجاہت، مطلوب بُلند عزت،

عـــہ: یہ لفظ اس سفیہ کے ردّ میں ہیں جو شفاعت بالوجاہت وشفاعت بالمحبۃ کو (باقی برصفحہ آئندہ)

ملجاء عاجزان، ماوٰی بیکساں، مولائے دوجہان، حضور پر نور محمد رسول اللہ شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ واکمل تسلیمات اللہ واز کی تحیات واللہ وانمی برکات اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہٖ وعیالہ میں حاضر آئی، اور بہزاراں ہزار نالہائے زار ودل بیقرار وچشم اشکبار یوں عرض کرتے ہیں یا محمد ویانبی اللہ انت الذی فتح اللہ بك وجئت فی هذا الیوم اٰمنًا انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء اشفع لنا الٰی ربك ہ فلیقض بیننا الا تری الی مانحن فیه الا تری ما قد بلغنا اے محمد، اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ سے فتح باب کیا، اور آج آپ آمن ومطمئن تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں، اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرمادے، حضور نگاہ تو کریں ہم کس درد میں ہیں، حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس حال کو پہنچے ہیں۔ ب حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے انا لها وان اصاحبکم میں شفاعت کے لے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک وشرف ومجد وکرم (اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام، برکت وکرم وشرف اور بزرگی نازل فرمائے۔ ت) اس کے بعد حضور نے اپنی شفاعت کی کیفیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہیں مانتا، حالانکہ حقیقۃً اسباب شفاعت یہی ہیں، اوران کے جو معنی اس نے تراشے وہ اس کی نری زبان درازیاں ہیں، پھر شفاعت بالاذن کا جو مطلب گھڑا محض باطل۔ اور اللہ تعالٰی کی جانب میں بے ادبی پر مشتمل۔ جیسا کہ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے تزکیۃ الایقان اور دیگر علمائے اہل سنت نے اپنی تصانیف میں تحقیق فرمایا۔ پھر احادیث کثیرہ گواہ ہیں کہ اس کے گھڑے ہوئے معنی ہرگز واقع نہ ہوں گے، تو اس نے اس پردے میں اصل شفاعت سے انکار کیا کہ جو مانتا ہے وہ ہوگی نہیں، اور جو ہوگی اسے مانتا نہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ میں وجودِ انسان کا منکر نہیں، مگر لوگ جسے انسان کہتے ہیں وہ معدوم ہے۔ موجود یہ ہے کہ اس کے پانچ ہاتھ ہوں اور بائیس کان ہوں، اور ستائیس ناکیں، اور سینتالیس منہ، اور پہاڑ پر چڑھ کر پیڑ پر بسیرا لیتا ہو۔ ہر عاقل جانے گا کہ یہ احمق سرے سے انسان ہی کا منکر ہے اگرچہ براہ عیاری لفظ انسان کا مقرّ ہے ۱۲ منہ)

ارشاد فرمائی۔ یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بنگاہ ایمان دیکھے۔ اور اولاً حق جل وعلا کی یہ حکمتِ جلیلہ خیال کرے کہ کیونکر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا۔ اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقینا شفیع مشفّع ہیں۔ ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے۔ مگر اولین وآخرین وموافقین ومخالفین خلق اللہ اجمعین پر کیونکر کھلتا کہ یہ منصب افخم اسی سید اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامن رفیع جلیل ومنیع تمام انبیاء ومرسلین کے دست ہمت سے بُلند وبالا ہے۔ پھر خیال کیجئے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں کان اس حدیث سے آشنا اور بے شمار بندے اس حال کے شناسا عرصات محشر میں صحابہ و تابعین وائمۂ محدثین واولیائے کاملین وعلمائے عاملین سبھی موجود ہوں گے۔ پھر کیونکر یہ جانی پہچانی بات دلوں سے ایسی بھلادی جائے گی کہ اتنی کثیر جماعتوں میں ان طویل مدتوں تک کسی کو اصلاً یاد نہ آئے گی۔ پھر نوبت بنوبت حضرات انبیاء سے جواب سنتے جائیں گے۔ جب مطلق دھیان نہ آئے گا کہ یہ وہی واقعہ ہے جو سچے مخبر نے پہلے ہی بتایا ہے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء کو دیکھئے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے انبیائے مابعد کے پاس بھیجتے جائیں گے۔ یہ کوئی نہ فرمائے گا کہ کیوں بیکار ہلاک ہوتے ہو۔ تمہارا مطلوب اس پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہے۔ یہ سارے سامان اسی اظہار عظمت واشتہار وجاہتِ محبوب باشوکت کی خاطر ہیں۔ لیقضی اللہ امرًا کان مفعولًا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے، اور درود وسلام نازل فرمائے اپنے محبوب پر۔ت)۔

ثانیًا: سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا، دیکھئے یہیں مقام محمود کا مزہ آتا۔ اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت ومصابیح نبوت میں افضل واعلٰی واجلی واعظم واولٰی وبُلند وبالا ہوی عرب کا سورج حرم کا چاند ہے جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك وشرف ومجد وکرم (اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام وبرکت وکرم وشروف وبزرگی نازل فرمائے۔ت) اور انبیائے خمسہ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اوّل انبیاء وپدرِ انبیاء ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوالعزم مرسل اور وسب انبیائے سابقین سے اعلٰی وافضل، تو ان پر تفضیل والحمدللہ الملك الجلیل۔

ارشاد بست وہشتم۲۸: احمد وترمذی بافادہ تحسین وتصحیح اور ابن ماجہ واحاکم وابن ابی شیبہ بسند صحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام البنیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[1]۔	جب قیام کا دن ہوگا تمام انبیاء کا امام اوران کا خطیب اوران کا شفاعت والا ہوں گااور کچھ فخر نہیں(صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم)

ارشاد بست ونہم۲۹: امام احمد بسند صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی لقائم انتظر امتی تعبر الصراط اذا جاء عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام فقال ھٰذہ الانبیاء قدجاء تك یامحمد یسألون اوقال یجتمعون الیك یدعوا اللہ ان یفرق بین جمیع الامم الی حیث یشاء اللہ لعظم ما ھم فیہ فالخلق ملجمون فی العرق فاما المؤمن فھو علیہ کالزکمۃ واما الکافر فیتغشاہ الموت قال قال یا عیسٰی انتظر حتی	میں کھڑا ہوا اپنی امت کا انتظار کرتا ہوں گا کہ صراط پر گزر جائے، اتنے میں عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام آکر عرض کرینگے کہ اے محمد! یہ انبیاء اللہ حضور کے پاس التماس لے کر آئے ہیں کہ حضور اللہ تعالٰی سے عرض کردیں وہ امتوں کی اس جماعت کو جہاں چاہے تفریق کردے کہ لوگ بڑی سختی میں ہیں، پسینہ لگا کی مانند ہوگیا ہے(حدیث میں فرمایا) مسلمان پر تو مثل زکام کے ہوگا، اور کافروں کو اس سے موت گھیر لے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۳۷، سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۳ ۵/ ۳۵۳، سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۳۳۰، المستدرك للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/ ۷۱، المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۷

ارجع الیك قال فذھب نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام تحت العرش فلقی مالم یلق ملك مصطفی ولانبی مرسل[1] الحدیث۔	علیہ وسلم فرمائیں گے: اے عیسٰی! آپ انتظار کریں یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ پھر حضور زیر عرش جا کر کھڑے ہوں گے وہاں وہ پائیں گے جو نہ کسی مقرب فرشتہ کو ملا نہ کسی نبی مرسل نے پایا۔ الحدیث۔

ارشاد سیم ۳۰: مسند احمد و صحیح مسلم میں انہیں سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول محمد، فیقول بك امرت ان لا افتح لاحد من قبلک[2]۔	میں روز قیامت درجنت پر تشریف لاکر کھلواؤں گا، داروغہ عرض کرے گا: کون ہے؟ میں فرماؤں گا: محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ عرض کرے گا: مجھے حضور ہی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔

طبرانی کی روایت میں ہے داروغہ قیام کرکے عرض کرے گا:

لاافتح لاحد قبلك ولا اقوم لاحدٍ بعدک[3]۔	نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لیے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لیے قیام کروں۔

اور یہ دوسری خصوصیت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے۔

ارشاد سی ویکم ۳۱: ابو نعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول من یدخل الجنة	میں سب سے پہلے جنت میں رونق افروز

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۸، الترغیب والترہیب بحوالہ احمد فصل فی الشفاعة وغیرھا مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۶

[3] انسان العیون المعروف بالسیرة حلبیة باب حین المبعث الخ المکتبہ الاسلامیة بیروت ۱/ ۲۳۱

ولا فخر [1]۔	ہوں گا۔ اور کچھ فخر نہیں۔

ارشاد سی ودوم ۳۲: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اکثر الانبیاء تبعا وانا اول من یقرع باب الجنۃ [2]۔	روز قیامت میں سب انبیاء سے کثرت امت میں زائد ہوں گا، سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

مسلم کی دوسری روایت یوں ہے:

انا اول الناس یشفع فی الجنۃ وانا اکثر الانبیاء تبعا [3]۔	میں جنت میں سب سے پہلا شفیع ہوں، اور میرے پیرو سب انبیاء کی امتوں سے افزوں۔

ابن النجار نے ان لفظوں سے روایت کی:

انا اول من یدق باب الجنۃ فلم تسمع الاٰذان احسن من طنین الحلق علی تلك المصاریع [4]۔	میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کوٹوں گا زنجیروں کی جھنکار جو ان کواڑوں پر ہوگی اس سے بہتر آواز کسی کان نے نہ سنی۔

ارشاد سی وسوم ۳۳: صحیح ابن حبان میں انھیں سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لکل نبی یوم القیامۃ منبر من نور وانی لعلی اطولھا وانورھا فیجیئ منا ینادی این النبی الامی؟ قال فیقول الانبیاء کلنا	قیامت میں ہر نبی کے لئے ایک منبر نور کا ہوگا، اور میں سب سے زیادہ بُلند ونورانی منبر پر ہوں گا، منادی آکر ندا کرے گا کہاں ہیں نبی امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ انبیاء کہیں گے ہم

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجز الاول ص ۱۳
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲
[4] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۳۱۸۸۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۰۴

نبی امی فأی اینا ارسل فیرجع الثانیة فیقول این النبی الامی العربی قال فینزل محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم حتی یأتی باب الجنة فیقرعه(و ساق الحدیث الی ان قال)فیفتح له فیدخل فیتجلی له الرب تبارك وتعالٰی ولا یتجلی لشیئ قبله فیخرله ساجدا[1] الحدیث	سب نبی امی ہیں کسے یاد فرمایا ہے، منادی واپس جائے گا، دوبارہ آکر یوں ندا کرے گا: کہاں ہیں نبی امی عربی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے منبر اطہر سے اتر کر جنت کو تشریف لے جائیں گے، دروازہ کھلوا کر اندر جائیں گے، رب عزجلالہ ان کے لئے تجلی فرمائے گا اور ان سے پہلے کسی پر تجلی نہ کرے گا۔ حضور اپنے رب کے لئے سجدہ میں گریں گے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد سی وچہارم ۳۴: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یضرب الصراط بین ظهر انی جهنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامته[2]۔	جب پشت جہنم پر صراط رکھیں گے میں سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کو لے کر گزر فرماؤں گا۔

ارشاد سی وپنجم ۳۵: صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تصانیف طبرانی وابن ابی حاتم وابن مردویہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقوم المؤمنون حتی تزلف لهم الجنة فیأتون اٰدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا	یعنی جب مسلمانوں کا حساب کتاب اوران کا فیصلہ ہوچکے گا، جنت ان سے نزدیک کی جائیگی۔ مسلمان آدم علیہ الصلٰوۃ و السلام کے پاس

[1] موارد الظمآن باب جامع فی البعث والشفاعة حدیث ۲۵۹۱ المطبعة السلفیه ص ۶۴۳و۶۴۴، الرغیب والترهیب بحواله صحیح ابن حبان فصل فی الشفاعة وغیرها مصطفی البابی مصر ۴ /۴۴۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل السجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات رؤیة المومنین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۰۰

الجنة فیقول وھل اخرجکم من الجنة الا خطیئة ابیکم لست بصاحب ذٰلك ولٰکن اذھبوا الی بنی ابراھیم خلیل اللہ قال فیقول ابراھیم لست بصاحب ذٰلك انما کنت خلیلا من وراء وراء اعمدوا الی موسٰی الذی کلمہ اللہ تکلیما قال فیأتون موسٰی فیقول لست بصاحب ذٰلك اذھبوا الی عیسی کلمة اللہ و روحه فیقول عیسٰی لست بصاحب ذٰلك فیأتون محمدا فیقوم فیؤذن له الحدیث، ھذا حدیث مسلم [1] و عند الباقین اذا جمع اللہ الاولین والاٰخرین و قضٰی بینھم وفرغ من القضاء یقول المؤمنون قد قضٰی بیننا ربنا وفرغ من القضاء یقول المومنون فمن یشفع لنا الٰی ربنا فیقولون قد قجی ربنا وفرغ من القضاء قم انت فاشفع لنا الٰی ربنا ائتوا نوحا(وساق الحدیث الی ان قال)فیاعیسٰی فیقول ادلکم علی العربی الامّی فیأتونی فیأذن اللہ لی ان اقوم الیه فیثور	حاضر ہوں گے کہ ہمارا حساب ہوچکا آپ حق سبحانہ، سے عرض کرکے ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوادیجئے۔آدم علیہ السلام عذر کرینگے اور فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم نوح کے پاس جاؤ۔وہ بھی انکار کرکے ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس بھیجیں گے۔وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم موسٰی کلیم اللہ کے پاس جاؤ۔وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تم عیسٰی روح اللہ وکلمۃ اللہ کے پاس جاؤ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تمہیں عرب والے نبی امّی کی طرف راہ بتاتاہوں۔لوگ میری خدمت میں حاضر آئیں گے،اللہ تعالٰی مجھے اذن دے گا، میرے کھڑے ہوتے ہی وہ خوشبو مہکے گی جو آج تک کسی دماغ نے نہ سونگھی ہوگی، یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گا،وہ میری شفاعت قبول فرمائے گااور میرے سرکے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک نور کردے گا۔

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲

مجلسی من اطیب ریح شمّھا احد قط حتی اُتی ربی فیشفنی ویجعل لی نور امن شعرر أسی الی ظفر قدمی [1]۔	

ارشاد سی وششم (۳۶) : طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن اور دارقطنی وابن النجار امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنة حرِّمَت علی الانبیاء حتی ادخلھا وحرمت علی الامم حتی تدخلھا امتی [2]۔	جنت پیغمبروں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں، اور امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت نہ داخل ہو۔

اسی طرح طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔

ارشاد سی وہفتم ۳۷: اسحٰق بن راہو یہ اپنی مسند اور ابن ابی شیبۃ مصنف میں امام مکحول تابعی سے راوی، امیر المومنین عمر کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا اس سے فرمایا: قسم اس کی جس نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام بشر پر فضیلت بخشی، میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے قسم کھا کر حضور کی افضیلت مطلقہ کا انکار کیا۔ امیر المومنین نے اس کے طپانچہ مارا۔ یہودی نے بارگاہ رسالت میں نالشی آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین کو تو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے راضی کرلو، اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

---

[1] الخصائص الکبری باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲ /۲۲۲، الدرالمنثور بحوالہ الطبرانی و ابن ابی حاتم وابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۴/ ۲۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷، کنزالعمال بحوالہ الطبرانی وابن ابی حاتم وابن مردویہ حدیث ۲۹۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲ /۲۶ و ۲۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۹۴۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۱ /۵۱۳ و ۵۱۲

بل یا یھودی اٰدم مصفی اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ وموسٰی نجی اللّٰہ وعیسٰی روح اللّٰہ وانا حبیب اللّٰہ بل یا یھودی تسمّی اللّٰہ باسمین سمی بھا امتی ھو السلام وسمی بھا امتی المسلمین وھو المؤمن وسمی بھا امتی المؤمنین بل یا یھودی ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی ادخلھا وھی محرمۃ علی الامم حتی تدخلھا امتی [1]۔	بلکہ او یہودی ! آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسٰی نجی اللہ اور عیسٰی روح اللہ ہیں، اور میں حبیب اللہ ہوں۔ بلکہ او یہودی ! اللہ تعالٰی نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے۔ اللہ تعالٰی سلام ہے اور میری امت کا نام مسلمین رکھا، اللہ تعالٰی مومن ہے اور میری امت کا نام مومنین رکھا۔ بلکہ او یہودی ! بہشت سب نبیوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میں سب نبیوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میں تشریف لے جاؤں۔ اور سب امتوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میری امت داخل ہو۔

ارشاد سی و ہشتم ۳۸: احمد، مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

سلوا اللّٰہ تعالٰی لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لاتبع الا لعبدمن عباداللّٰہ وارجوا ان اکون انا ھو، فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ [2]۔	اللہ تعالٰی سے میرے لئے وسیلہ مانگو، وہ جنت کی ایک منزل ہے کہ ایک بندے کے سوا کسی کے شایانِ شان نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے گا اس پر میری شفاعت اترے گی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مختصر میں ہے۔ صحابہ نے عرض کی : یارسول اللہ ! وسیلہ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۷۹۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶ /۳۳۱و۳۳۲

[2] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۶۶، سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۴ دار الفکر بیروت ۵ /۳۵۳و۳۵۴، سنن ابی داود کتاب الصلٰوۃ باب ما یقول اذا سمع المؤذن آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۷۷، سنن النسائی کتاب الاذان باب الصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ /۱۱۰، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن عاص المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۱۶۸

کیاہے؟فرمایا:

اعلٰی درجۃ فی الجنۃ لاینالھا الا واحد ارجوا ان اکون ھو[1]۔	بُلند ترین درجات جنت ہے جسے نہ پائے گامگر ایک مرد۔امید کرتاہوں کہ وہ مرد میں ہوں۔

علماء فرماتے ہیں خدااور رسول جس بات کو بکلمہ امید وترجّی بیان فرمائیں وہ یقینی الوقع ہے۔بَلکہ بعض علماء نے فرمایا: کلامِ اولیاء میں بھی رجاء تحقیق ہی کے لیے ہے۔

ذکرہ الزرقانی[2] عن صاحب النور بعض شیوخہ فی اقسام شفاعۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	زرقانی نے صاحب نور سے انہوں نے اپنے بعض شیوخ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام کے بارے میں ذکر کیا۔(ت)

ارشاد سی ونہم ۳۹: عثمان بن سعید دارمی کتاب الرد علی الجہمیۃ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ رفعنی یوم القیامۃ فی اعلٰی غرفۃ من جنات النعیم لیس فوقی الاحملۃ العرش[3]۔	اللہ تعالٰی نے مجھے روز قیامت جنۃ النعیم کے سب غرفوں سے اعلٰی غرفوں میں بُلند فرمائے گاکہ مجھ سے اوپر بس خداکا عرش ہوگا۔والحمدللہ رب العالمین۔

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام وملائکہ کرام علٰی سید ہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام

ارشاد چہلم ۴۰: ابن جریر، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، بزار، ابویعلٰی، بیہقی بطریق ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معراج کی حدیث طویل میں راوی، انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اوراپنے فضائل جلیلہ کے خطبے پڑھے۔ سب کے بعد حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۲ دارالفکر بیروت ۵ /۳۵۳

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفاعۃ الخ دارالمعرفہ بیروت ۸ /۳۸۰

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ کتاب الرد علی الجھمیۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکوثر الخ مرکز اہلسنت ۲ /۲۲۶

کلھم اثنی علی ربه وانی مثن علی ربی الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعالمین وکافة للناس بشیرا و نذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان لکل شیئ وجعل امتی خیر امة اخرجت للناس وجعل امتی امة وسطا وجعل امتی ھم الاولون والاخرون وشرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔	تم سب نے اپنے رب کی ثناء کی اوراب میں اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں۔ حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجااور کافہ ناس کا رسول بنایا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، اور مجھ پر قرآن اتارااور اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور میری امت سب امتوں سے بہتر اور امت عادل،اور زمانہ میں مؤخر اور مرتبہ میں مقدم کی۔اور میرے لئے میرا سینہ کھول دیا۔اور مجھ سے میرا بوجھ اتار لیا۔اور میرے لئے میرا ذکر بُلند فرمایا۔اور مجھے فاتح باب رسالت وخاتم دور نبوت کیا۔

جب حضور اقدس خطبہ جلیلہ سے فارغ ہوئے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرات انبیاء سے فرمایا: **بھٰذا افضلکم محمدا** اسی لئے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے (پھر جب حضور اپنے رب سے ملے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا: سل مانگ کیا مانگتا ہے؟) حضور نے انبیاء کے فضائل عرض کئے کہ تو نے انہیں یہ کرامتیں دیں، حق جل وعلا نے حضور کے فضائل اعلٰی واشرف ارشاد فرمائے کہ تمہیں یہ کچھ بخشا۔ حضور نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا: **فضلنی ربی**[1] مجھے میرے رب نے افضل کیا۔اور اپنے فضائل وخصائص عظیمہ بیان فرمائے۔ یہ حدیث دوورق طویل میں ہے۔

ارشاد چہل ویکم[۴۱]: حاکم کتاب الکنی اور طبرانی اوسط اور بیہقی وابو نعیم دلائل النبوۃ میں،اور ابن عساکر ودیلمی وابن بلال ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] جامع البیان(تفسیر ابن جریر)تحت الآیة ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۳تا۱۵،دلائل النبوۃ للبیھقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم عرج به الی السماء الخ دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۴۰۰تا۴۰۳،الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویه وابن ابی حاتم وغیرہما تحت الآیة ۱۷ /۱ داراحیاء التراث العربی بیروت۵/ ۱۷۶تا۱۷۹،الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریروابن ابی حاتم وابن مردویه وابو یعلٰی والبیھقی باب خصوصیته باسراء الخ ۱/ ۱۷۳تا۱۷۵

قال لی جبریل قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی هاشم [1]۔	جبریل نے مجھ سے عرض کی: میں نے پورب پچھم ساری زمین الٹ پُلٹ کر دیکھی کوئی شخص محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر نظر آیا۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صحت کے انوار اس متن کے گوشوں پر جھلک رہے ہیں، **نقله فی المواهب** [2]۔ (اس کو مواہب میں نقل کیا ہے۔ت)

ارشاد چہل ودوم ۴۲: ابو نعیم کتاب المعرفہ میں، اور ابن عساکر عبداللہ بن غنم سے راوی، ہم خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے، ناگاہ ایک ابر آیا، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلّم علی ملك ثم قال لی، لم ازل استأذن ربی فی لقائك حتی کان هٰذا او ان اذن لی وانی ابشرك انه لیس احد اکرم علی اللہ منک [3]۔	مجھ سے ایک فرشتہ نے سلام کے بعد عرض کی: مدت سے میں اپنے رب سے قدمبوسی حضور کی اجازت مانگتا تھا یہاں تک کہ اب اس نے اذن دیا، میں حضور کو مژدہ دیتاہوں کہ اللہ تعالٰی کو حضور سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔

ارشاد چہل وسوم ۴۳: امام ابوزکریا یحیٰی بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قصہ ولادت اقدس میں فرماتی ہیں: مجھے تین شخص نظر آئے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۲۷۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۷ /۱۵۵، المواهب اللدنية بحواله ابی نعیم طهارة نسبه من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۸۷و۸۸، دلائل النبوة باب ذکر شرف رسول الله صلی الله علیه وسلم ونسبه دارالکتب العلمیة بیروت ۱ /۱۷۶، الخصائص الکبری بحواله البیهقی والطبرانی وابن عساکر باب اختصاصه صلی الله علیه وسلم بطهارة نسبه الخ مرکز اہلسنت ۲ /۳۸، الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۴۵۱۶ دارالکتب العلمیة بیروت ۳ /۱۸۷، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۴۰۷۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۴ /۶۵۴و۶۵۵

[2] المواهب اللدنیة طهارة نسبه من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۸۸

[3] الجامع الصغیر بحواله ابن عساکر حدیث ۴۶۹۸ دارالکتب العلمیة بیروت ۲ /۲۸۹

گویا آفتاب ان کے چہروں سے طلوع کرتا ہے، ان میں ایک نے حضور کو اٹھا کر ایک ساعت تک اپنے پروں میں چھپایا اور گوش اقدس میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا اتنی بات میں نے بھی سنی کہ عرض کرتا ہے:

ابشر یا محمد ! فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیته فانت اکثرهم علما واشجعهم قلبًا معك مفاتیح النصرة قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرك الا وجل فؤاده وخاف قلبه وان لم یرك یا خلیفة الله۔	اے محمد ! مژدہ ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو، تو حضور ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں جو نصرت کی کنجیاں حضور کے ساتھ ہیں، حضور کو رعب دبدبہ کا جامہ پہنایا ہے، جو حضور کا نام پاک سنے گا اس کا جی ڈر جائے گا اور دل سہم جائے گا اگرچہ حضور کو دیکھا نہ ہو اے اللہ کے نائب !۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

کان ذٰلك رضوان خازن الجنان[1]۔	یہ رضوان داروغہ جنت تھے، علیہ الصلٰوۃ والسلام۔

ارشاد چہل وچہارم ۴۴: احمد، ترمذی، عبد بن حمید، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بزار حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بصورت موقوف اور ابن سعد عبداللہ بن عباس وام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ وام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہن سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوعًا راوی شب اسرٰی جب حضو اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے براق پر سوار ہونا چاہا وہ چمکا، جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا: أبمحمد تفعل هذا[2] (وفی المرفوع)

---

[1] الخصائص الکبری بحوالہ ابی زکریا یحیی بن عائذ باب ما ظهر فی لیلة مولده صلی الله تعالٰی علیه وسلم من المعجزات والخصائص مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۴۹

[2] سنن الترمذی ابواب التفسیر باب سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۴۲ دار الفکر بیروت ۵/ ۹۰، الدر المنثور بحوالہ احمد وعبدبن حمید والترمذی وابن مردویه وابی نعیم والبیهقی تحت الآیة ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۴، الخصائص الکبری باب خصوصیته صلی الله علیه وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۵۶

الا تستحیین یا براق[1]، (وعند البزار) اسکنی[2] (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ لانس) فواللہ مارکبك خلق قط اکرم علی اللہ منه۔ کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ گستاخی، اے براق! تجھے شرم نہیں آتی۔ ٹھہر کہ خدا کی قسم تجھ پر کبھی کوئی ایسا شخص نہ سوار ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والا ہو۔ فارفض عرقا اس کہنے سے براق کو پسینہ چھوٹ پڑا۔ یہ روایت بطریق قتادہ عن انس تھی۔ اور بیہقی وابن جریر وابن مردویہ نے بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ عن یونس یوں روایت کی کہ روح القدس علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: مه یا براق فواللہ مارکب مثله[3] ہیں اے براق! اللہ کی قسم! تجھ پر کوئی ان کا ہمرتبہ سوار نہ ہوا۔ اور یہی تینوں محدث ابن ابی حاتم وابن عساکر ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کانت الانبیاء ترکبها قبلی[4] مجھ سے پہلے انبیاء اس پر سوار ہوا کرتے تھے۔

ارشاد چہل وپنجم ۴۵: آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا قول وحی اول میں گزرا کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام مخلوقات سے زیادہ اللہ کو پیارے اور اس کی درگاہ میں سب سے قدرت وعزت میں بلند ہیں[5]۔

ارشاد چہل وششم ۴۶: مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کا قول ارشاد ہفتم میں گزرا کہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن سعد وام سلمہ وام ھانی وعائشہ وابن عباس تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ بیروت ۵/ ۱۸۳، الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۹

[2] الدرالمنثور بحوالہ البزار عن علی تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۲، البحر الزخار (البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۲/ ۱۴۶

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریر وابن مردویہ والبیہقی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء ۱/ ۱۵۵، الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶۴

[4] الدرالمنثور عن ابی سعید الخدری تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۰، الخصائص الکبرٰی بحوالہ عن ابی سعید الخدری باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/ ۱۶۷

[5] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحت رسول اللہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۸۹، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۸

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سردار جملہ بنی آدم ہیں[1]۔

احادیث امامۃ الانبیاء

ان حدیثوں کو میں نے یہاں تک تاخیر کردی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج اپنا امام الانبیاء ہونا خود بیان فرمایا، اور جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضور کو امام کیا، اور جمیع انبیاء ومرسلین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم نے اسے پسند رکھا، تو ان حدیثوں کو ارشاد حضور والا وارشاد ملائکہ وارشاد انبیاء سب سے نسبت ہے۔ لہٰذا سب جلووں کے بعد ان کی تجلی مناسب ہوئی۔

ارشاد چہل وہفتم ۴۷: شب اسرٰی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انبیائے کرام علیہ الصلٰوۃ والسلام کی امامت فرمانا، حدیث ابوہریرہ وحدیث انس وحدیث ابن عباس وحدیث ابن مسعود وحدیث ابی لیلٰی وحدیث ابوسعید وحدیث ام ہانی وحدیث ام المومنین صدیقہ وحدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم واثر کعب احبار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہوا۔ (ابوہریرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح مسلم میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء میں دیکھا، موسٰی وعیسٰی وابراہیم علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کو نماز پڑھتے پایا **فحانت** ^عـــہ^ **الصلوۃ فامتھم**[2] پھر نماز کا وقت آیا میں نے امامت فرمائی۔ (انس) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نسائی کی روایت میں ہے:

عـــہ: عز ھذا المتن فی المواھب تصحیح مسلم من روایۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ولم ارہ فیہ عنہ انما ھو عندہ من ابی ھریرۃ وعجب ان الزرقانی ایضًا اقرہ فاللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ۔

اس متن کو مواہب میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ میں نے اس کو مسلم بروایت ابن مسعود نہیں دیکھا مسلم کے نزدیک تو یہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے حیرت ہے کہ زرقانی نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے ۱۲منہ (ت)۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق ۱/ ۵ و مسند ابی یعلٰی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۱/ ۵۹، موارد الظمآن حدیث ۲۵۸۹ ص ۶۴۲ و ۶۴۳ و کنز العمال حدیث ۳۹۷۵۰ ۱۴/ ۶۲۸ و ۶۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۶

جمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حین امتهم[1]۔	میرے لئے انبیاء جمع کئے گئے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے امامت فرمائی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے:

فلم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیرثم اذن مؤذن واقیمت الصلٰوۃ فقمناصفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ بیدی جبریل فقدمنی فصلیت بهم فلما انصرفت قال جبریل یا محمد ! اتدری من صلی خلفك؟ قلت لا ،قال صلّٰی خلفك کل نبی بعثه الله[2]۔	مجھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بہت لوگ جمع ہوگئے، موذن نے اذان کہی اور نماز برپا ہوئی، ہم سب صف باندھے منتظر تھے کہ کون امام ہوتا ہے۔جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کرآگے کیا، میں نے نماز پڑھائی، سلام پھیرا، تو جبریل نے عرض کی: حضور نے جانا یہ کس کس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی؟ فرمایا: نہ۔ عرض کی: ہر نبی کہ خدانے بھیجا حضور کے پیچھے نماز میں تھا۔

طبرانی وبیہقی وابن جریر وابن مردویہ کی روایت موقوفہ میں ہے:

ثم بعث له اٰدم فمن دونه من الانبیاء فامهم رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[3]۔	حضور کے لیے آدم اوران کے بعد جتنے نبی ہوئے سب اٹھائے گئے، حضور نے ان کی امامت فرمائی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

(ابن عباس) رضی اللہ تعالٰی عنہما سے احمد وابونعیم وابن مردویہ بسند صحیح راوی، جب حضور مسجد اقصٰی میں تشریف لائے نماز کو کھڑے ہوئے فاذا النبیون اجمعون یصلون معه[4] کیا دیکھتے ہیں کہ سارے انبیاء حضور کے ساتھ نماز میں ہیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلٰوۃ فرض الصلوۃ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷۸

[2] الدر المنثور بحواله ابن ابی حاتم تحت الآیة ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶۳، الخصائص الکبری باب خصوصیته صلی الله علیه وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۵۴

[3] الخصائص الکبری باب خصوصیته صلی الله علیه وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۵۶، الدر المنثور بحواله ابن جریر وابن مردویه والبیهقی تحت الآیة ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶۵

[4] الدر المنثور بحواله احمد وابی نعیم وابن مردویه تحت الآیة ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۸، الخصائص الکبرٰی احمد و ابی نعیم وابن مردویه باب خصوصیته صلی الله علیه وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/ ۱۵۹

(ابن مسعود) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن عرفہ ابو نعیم وابن عساکر نے روایت کی: میں مسجد میں تشریف لے گیا، انبیاء کو پہچانا، کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں، کوئی سجود میں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فامتھم [1] پھر نماز برپا ہوئی میں ان سب کا امام ہوا۔

(ابو لیلٰی) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی وابن مردویہ راوی، حضور پر نور وجبریل امین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم بیت المقدس پہنچے، وہاں کچھ لوگ بیٹھے دیکھے، انہوں نے کہا: مرحبا بالنبی الامی (نبی امی کو خوش آمدید۔ت)

اوران میں ایک پیر تشریف فرما تھے، حضور نے پوچھا: جبریل! یہ کون ہیں؟ عرض کی: یہ حضور کے باپ ابراہیم اور یہ موسٰی و عیسٰی ہیں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فتدافعوا حتی قدموا محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2] پھر نماز قائم ہوئی، امامت ایک نے دوسرے پر ڈالی، یہاں تک کہ سب نے مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امام کیا۔

(ابو سعید) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن اسحاق راوی، ملاقات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ذکر کرکے کہتے ہیں: فصلی بھم ثم اتی باناء فیہ لبن حضور نے انہیں نماز پڑھائی، پھر ایک برتن میں دودھ حاضر کیا گیا، الحدیث [3]۔

(ام ہانی) رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابو یعلٰی وابن عساکر راوی، نشر لی رھط من الانبیاء فیھم ابراہیم وموسٰی وعیسٰی فصلیت بھم [4]۔ ایک جماعت انبیاء جس میں ابراہیم وموسٰی وعیسٰی تھے میرے لئے اٹھائی گئی، میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عرفہ وابی نعیم وابن مردویہ وابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ بیروت ۵/ ۱۸۰، الخصائص الکبری بحوالہ ابن عرفہ وابی نعیم باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۶۲

[2] الخصائص الکبری بحوالہ الطبرانی وابن مردویہ باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۱، الدر المنثور الطبرانی وابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۹

[3] السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ذکر الاسراء والمعراج دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۸۷

[4] الدرالمنثور بحوالہ ابی یعلٰی وابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۲، الخصائص الکبری بحوالہ ابی یعلٰی و ابن عساکر باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۸

امہات المومنین عـــہ۱ وام اہانی وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ابن سعد نے عـــہ۲ نے

عـــہ۱: یہ حدیث وہی ہے کہ زیر ارشاد چہل وچہارم گزری۔

عـــہ۲: وقع فی الدرالمنثور للامام الجلیل الجلال السیوطی مانصه اخرج ابن سعد وابن عساکر عن عبد الله بن عمر وام سلمة وعائشه وام ھانی وابن عباس رضی الله تعالٰی عنھم [1] الخ

امام جلال الدین سیوطی کی در منثور میں واقع ہے جس کی نص یہ ہے کہ اس کو روایت کیاہے ابن سعداورابن عساکر نے عبداللہ بن عمر، ام سلمہ، عائشہ، ام ہانی اورابن عباس سے رضی اللہ تعالٰی عنہم الخ۔

اقول: نقل ابن عمر من خطأ النساخ وصوابه ابن عمرو فان الامام قال فی الخصائص الکبرٰی قال ابن سعد انا الواقدی حدثنی اسامة بن زید اللیثی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن ام سلمة الخ وقال فی اٰخرہ اخرجه ابن عساکر [2] اھ ظهرت معه فائدة اخرٰی وھو ان ابن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما انمایرویه عن ام المؤمنین ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها فلایعد مفرزًا عنها و فائدة اخرٰی عن ابن عساکر

میں کہتاہوں کہ ابن عمر کو نقل کرناکاتبوں کی غلطی ہے، درست یہ ہے کہ وہ ابن عمرو ہیں کیونکہ امام نے خصائص کبرٰی میں فرمایا ابن سعد نے کہا ہمیں واقدی نے خبر دی ہے مجھے حدیث بیان کی اسامہ بن زید لیثی نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے ام سلمہ سے الخ اس کے آخر میں کہاکہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی اھ۔اس سے ایک اور فائدہ ظاہر ہوا، وہ یہ کہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہمانے اس کو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہاسے روایت کرتے ہیں لہٰذااس کو ام سلمہ سے الگ حدیث شمار نہیں کیا جائے گا۔ایک اور فائدہ یہ کہ ابن عساکر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المنثور تحت الآیة ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۱۸۳

[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیته صلی الله علیه وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱ /۱۷۹

روایت کی:

رأیت الانبیاء جمعوا لی فرأیت ابراہیم وموسٰی و عیسٰی فظننت انہ لابدلھم ان یکون لھم امام فقدمنی جبریل حتی صلیت بین ایدیھم [1]۔	میں نے ملاحظہ فرمایا کہ انبیاء میرے لئے جمع کئے گئے، میں نے ان میں خلیل وکلیم ومسیح کو بھی دیکھا، میں سمجھا اس جماعت کا کوئی امام ضرور چاہیے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ان کی امامت فرمائی۔

(کعب احبار) رحمۃاللہ علیہ سے امام واسطی راوی:

فاذن جبریل ونزلت الملئکۃ من السماء وحشر اللہ لہ المرسلین فصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالملئکۃ والمرسلین [2]۔	جبریل نے اذان کہی، اور آسمان سے فرشتے اترے اور اللہ تعالٰی نے حضور کے لیے مرسلین جمع فرما کر بھیجے۔ حضور نے ملائکہ ومرسلین کی امامت فرمائی۔

فائدہ: امامت ملائکہ کی دوسری حدیث ان شاء اللہ تعالٰی تابش چہارم میں آئے گی۔ اور حدیث طویل ابی ہریرہ مذکورہ ارشاد چہلم میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) انما اخرجہ بسندہ عن ابن سعد فلا ظھر ان یقال اخرج ابن سعد من طریقہ ابن عساکر۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔	نے اپنی سند کے ساتھ ابن سعد سے اس کی تخریج کی۔ چنانچہ زیادہ ظاہر یوں کہنا ہے کہ اس کی تخریج کی ابن سعد نے، ان کے طریق سے ابن عساکر نے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

[1] الدرالمنثوربحوالہ ابن سعد تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۳، الخصائص الکبری بحوالہ ابن سعد باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۹

[2] الدرالمنثور بحوالہ الواسطی تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۹

دخل فصلی مع الملئکة [1]۔	داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔(ت)
اور ابن مردویہ راوی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء اذن جبریل فظننت الملئکة انہ یصلی بھم فقدمنی فصلیت بالملئکة [2]۔	ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج جب میں آسمان پر تشریف لے گیا، جبریل نے اذان دی، ملائکہ سمجھے ہمیں جبریل نماز پڑھائیں گے۔ جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ملائکہ کی امامت فرمائی۔

تذییل

ارشاد چہل و ہشتم ۴۸: اسی میں منقول شفا شریف میں حدیث نقل فرمائی:

اطمع ان اکون اعظم الانبیاء اجرًا یوم القیامة [3]۔	میں طمع کرتا ہوں کہ قیامت میں میرا ثواب سب انبیاء سے زیادہ ہو۔

ارشاد چہل و نہم ۴۹: اسی میں منقول:

اما ترضون ان یکون ابراھیم وعیسٰی کلمة اللہ فیکم یوم القیامة ثم قال انھما فی امتی یوم القیٰمة [4]۔	کیا تم راضی نہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ وعیسٰی کلمۃ اللہ روز قیامت تم میں شمار کئے جائیں۔ پھر فرمایا: وہ دونوں روز قیامت میری امت ہوں گے۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عن ابی ھریرۃ تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۵، الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۲

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن مردویہ باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۱۷۶، الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۳

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القیٰمۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۶۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القیٰمۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۶۹

ارشاد پنجاہم ۵۰: افضل القرٰی میں فتاوٰی امام شیخ الاسلام سراج بلقینی سے ہے جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضور سے عرض کی:

ابشر فانك خير خلقه وصفوته من البشر حباك الله بما لم يحب به احد من خلقه لاملكا مقربا ولانبيا مرسلا الحديث [1]۔	مژدہ ہو کہ حضور بہترین خلق خدا ہیں، اس نے تمام آدمیوں میں سے حضور کو چن لیا، اور وہ دیا کہ سارے جہان میں سے کسی کو نہ دیا، نہ کسی مقرب فرشتہ کو، نہ کسی مرسل نبی کو۔

ارشاد پنجاہ ویکم ۵۱: علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے فرمایا:

يا ابا الحسن ان محمدًا رسول رب العٰلمين وخاتم النبيين وقائد الغر المحجلين سيد جميع الانبياء والمرسلين الذی تنبأ واٰدم بين الماء والطين رؤف بالمؤمنين شفيع المذنبين ارسله الله الی كافّة الخلق اجمعين [2]۔	اے ابوالحسن! بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رب العالمین کے رسول ہیں، اور پیغمبروں کے خاتم، اور روشن رو، اور روشن دست و پاوالوں کے پیشوا، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہوئے جبکہ آدم (علیہ الصلٰوۃ والسلام) آب و گِل میں تھے۔ مسلمانوں پر نہایت مہربان، گنہگاروں کے شفیع، اللہ تعالٰی نے انہیں تمام عالم کی طرف بھیجا۔

ارشاد پنجاہ و دوم ۵۲: بعض احادیث میں مذکور ہے:

لی مع الله وقت لايسعنی فيه ملك ولا نبی مرسل۔ ذكره الشيخ فی مدارج النبوة [3]۔	میرے لئے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے یا مرسل نبی کی گنجائش نہیں (اس کو شیخ نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت الشعر ا المجمع الثقافی ابو ظبہی ۱/ ۱۲۱

[2] بیان المیلاد النبوی (اردو) ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ص ۱۰ و ۱۱

[3] الاسرار الموضوعۃ حدیث ۷۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۹۷، کشف الخفاء حدیث ۲۱۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۵۶

ارشاد پنجاہ وسوم [۵۳]: مولانا فاضل علی قاری شرح شفامیں علامہ تلمسانی سے ناقل، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے آکر مجھے یوں سلام کیا:

السلام علیك یا اول، السلام علیك یاآخر، السلام علیك یاظاھر، السلام علیك یاباطن۔	اے اول آپ پر سلام، اے آخر آپ پر سلام، اے ظاہر آپ پر سلام، اے باطن آپ پر سلام۔ (ت)

میں نے کہا: اے جبریل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں؟ عرض کی: میں نے خداکے حکم سے حضور کو کیوں سلام کیا ہے اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء ومرسلین پر خصوصیت بخشی ہے، اپنے نام وصفت سے حضورکے لئے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور **اول** نام رکھاہے کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں۔ اور **آخر** اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر۔ اور آخر امم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں اور **باطن** اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کے باپ آدم (علیہ الصلوۃ والسلام) کی پیدائش سے دوہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا یہاں تک کہ حق جل وعلانے حضور کو مبعوث کیا۔ خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتے اور چراغ تاباں۔ اور **ظاہر** اس لئے حضور کا نام رکھاکہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیااور حضور کا شرف وفضل سب آسمان وزمین پر آشکارا کیا، توان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا، اللہ تعالٰی حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول وآخر وظاہر وباطن ہے اور حضور اول وآخر وظاہر وباطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سن کر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمدللہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی [1] ھکذانقل وقال روی التلمسانی عن ابن عباس وظاہرہ انہ	حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام اور صفت ہیں۔ یوں ہی نقل کیا ہے اور کہا کہ تلمسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے اور اس کا

[1] شرح الشفاء للملاعلی القاری فصل فی تشریف اللہ تعالٰی بما سماہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۱۵

خرجه بسنده الی ابن عباس فان ذٰلك هو الذی یدل علیه روی کما فی الزرقانی، والله سبحانه تعالٰی اعلم۔	ظاہر یہ ہے کہ تلمسانی نے ابن عباس تک اپنی سند کے ساتھ اس کی تخریج کی کیونکہ اس پر لفظ ''روی'' دلالت کرتا ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے، اور اللہ سبحانہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

تابش سوم طرق وروایات وحدیث خصائص

حدیث خصائص وہ حدیث ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ اور انکی وجہ سے اپنا تمام انبیاء اللہ پر تفضیل فرمانا ذکر فرمایا۔ یہ روایت متواتر المعنٰی ہے۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں اسے پانچ صحابہ کی روایت سے آنا بیان فرمایا: ابوذر، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ پھر حدیث کے چار پانچ متفرق جملے نقل کئے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں فتح الباری شرح صحیح بخاری امام علامہ ابن حجر عسقلانی سے اخذ کرکے اس پر کلام لکھا جس میں احادیث حذیفہ وعلی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف بھی اشارہ واقع ہوا، مگر سوا حدیث جابر وابوہریرہ کے کہ صحیحین میں وارد ہے کوئی روایت پوری نقل نہ کی۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے کتب کثیرہ کے مواضع متفرقہ قریبہ وبعیدہ سے اس کے طرق وروایات وشواہد ومتابعات کو جمع کیا۔ تو اس وقت کی نظر میں اسے چودہ [۱۴] صحابی کی روایت سے پایا: ابوہریرہ، حذیفہ، ابو درداء، ابوامامہ، سائب بن یزید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو، ابوذر، ابن عباس، ابو موسٰی اشعری، ابو سعید خدری، مولا علی، عوف بن مالک، عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ان میں ہر ایک کی حدیث اس وقت کاملاً میرے پیش نظر ہے۔ امام خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے چھ طرق مختلفہ کی تطبیق سے ان خصائص ونفائس کا عدد جو ان حدیثوں میں متفرقاً وارد ہوئے سولہ عــــہ سترہ تک

عــــہ: وجه التردد ان الامام نص علی انه ینتظم بها ای بهٰذه الاحادیث سبع عشرة	تردد کی وجہ یہ ہے کہ امام قسطلانی نے نص فرمائی ہے کہ ان احادیث سے سترہ خصلتیں حاصل ہوتی ہیں۔ الخ لیکن ان کی حدیث بزار (باقی برصفحہ آئندہ)

پہنچایا۔ فقیر غفر اللہ لہ نے ان کے کلام پر اطلاع سے پہلے مبلغ شمار تیس ۳۰ تک پایا والحمدللہ ربّ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خصلة[1] اھ لكن فيها حديث البزار عن ابن عباس فضلت على الانبياء بخصلتين كان شيطانى كافرا فعاننى الله عليه فاسلم وقال ونسيت الاخرى[2] وقد كان العدد قبل ذلك خمسة عشر فالحافظ ضم الخصلتين وجعلها سبع عشرة وعندى فى عد المنسية خصلة بحيالها تامل ظاهر لجواز ان تكون بعض ماعدت وقول الزرقانى هى مبنية فى رواية البيهقى فى الدلائل عن ابن عمر ومرفوعًا فضلت على اٰدم بخصلتين كان شيطانى كافرا فاعاننى الله عليه حتى اسلم وكان ازواجى عونًا لى كان شيطان

بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے کہ مجھے انبیاء پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی۔ میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالٰی نے اس پر میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا، اور کہا کہ دوسری کو میں بھول گیا ہوں۔ اس سے پہلے تعداد پندرہ تھی پھر حافظ نے دو خصلتیں انکے ساتھ ملا کر انہیں سترہ بنادیا۔ میرے نزدیک بھولی ہوئی خصلت کو الگ خصلت شمار کرنے میں تامل ظاہر ہے، اس لئے کہ ممکن ہے وہ انہی خصلتوں میں سے ایک ہو جن کا پہلے شمار کیا جاچکا ہے۔ اور زرقانی کا قول کہ وہ خصلتیں دلائل النبوۃ میں بیہقی کی اس روایت میں بیان ہوئی ہیں جو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعًا مروی ہے کہ مجھے آدم پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی۔ میرا شیطان کافر تھا تو اللہ تعالٰی نے میری اس پر مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری بیویاں (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواهب اللدنية المقصد الرابع الفصل الثانى المكتب الاسلامى بيروت ۲/ ۵۹۶

[2] المواهب اللدنية المقصد الرابع الفصل الثانى المكتب الاسلامى بيروت ۲/ ۵۹۶

العٰلمین۔ یہ بھی انہی دو اماموں کے اس فرمانے کی تصدیق ہے کہ بغور کامل تتبع احادیث کرے۔ ممکن ہے کہ اس سے زائد پائے۔ حالانکہ فقیر کو نہ اس وقت کمال تفحص کی فرصت، نہ مجھ جیسے کوتاہ دست قاصر النظر کی ناقص تلاش میں داخل۔ اگر کوئی عالم وسیع الاطلاع استقرار پر آئے تو عجب نہیں کہ عدد طرق و شمار خصائص اس سے بھی بڑھ جائے۔ قصد کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس رسالہ اور اس کے بعد ان مسائل کثیرہ [عـــہ۱] کے جواب سے جو حیدر آباد [عـــہ۲] و بنگلور [عـــہ۳] و

(بقیہ صفحہ حاشیہ گزشتہ)

اٰدم کافرًا وکانت زوجته عونًا علیه[1]۔

میری معاون ہیں جبکہ آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کے مخالف تھی۔

اقول: لایعری عن بحث لان الکلام ھٰھنا فی التفضیل علی اٰدم وثم فی التفضیل علی الانبیاء طرًا واختصاصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم باعانة الازواج من بین الانبیاء قاطبةً یحتاج الی ثبوت، وبالجملة لایلزم من ھذا ان نکون المنسیة ھو ھذه واذا لم یتبین الامر جاز ان تکون احدی مامرت فلا یحسن عدھا مفرزة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ بحث سے خالی نہیں کہ یہاں کلام آدم علیہ السلام پر افضیلت کے بارے میں ہے جبکہ وہاں تمام انبیاء پر افضیلت کے بارے میں۔ اور نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعانت ازواج کے ساتھ تمام انبیاء کے درمیان اختصاص محتاج ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بھول جانے والی خصلت یہی ہے۔ اور جب معاملہ ظاہر نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ خصلت گزشتہ خصلتوں میں سے ہی ایک ہو، چنانچہ اس کو الگ خصلت شمار کرنا مستحسن نہیں ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ۱۲منہ (ت)

عـــہ۱: یعنی بست و ہفتم مسئلہ چاردہ از حیدر آباد وچار از خیر آباد وپنج ازیں شہر ویک از بدایوں و باقی از باقی ۱۲منہ۔

یعنی ستائیس مسئلے چودہ حیدر آباد، چار خیر آباد، پانچ اسی شہر اور ایک بدایوں سے جبکہ باقی باقی شہروں سے ۱۲منہ (ت)

عـــہ۲: مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب قادری از پربھلے ضلع حیدر آباد۔

عـــہ۳: مرسلہ مولوی سید فخر الدین صاحب واعظ صوفی از ڈاکمنڈ نیلگری ۱۲منہ۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الرابع الفصل الثانی دار المعرفة بیروت ۵/ ۲۰۶

پنجاب وسلطان پور وخیر آباد وغیرہا بلاد اور خاص شہر کے آئے ہوئے ہیں، اور اس مسئلہ مونگیری کیوجہ سے برعایت الاقدام فالاقدام ان کے جواب تعویق میں پڑے ہیں بحول اللہ تعالٰی فراغ پاکر اس حدیث کے جمع طُرق میں ایک رسالہ بنام البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص لکھوں، اور اس میں ہر طریق وروایت کو مفصل جداگانہ نقل کرکے خصائص حاصلہ پر قدرے کلام کروں، وباللہ التوفیق لارب غیرہ (اور اللہ کی توفیق ہے اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ت)۔

یہاں بخوف تطویل صرف صدر احادیث کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن میں ارشاد ہوا کہ مجھے سب انبیاء پر ان وجوہ پر تفضیل ملی، مجھے وہ خوبیاں عطا ہوئیں جو کسی نے نہ پائیں۔ کہ اس رسالہ کا مقصود اتنے ہی پارہ سے حاصل۔ وللہ الحمد۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسلم اور اس کے قریب بزار نے بسند جید، اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبزار وابویعلٰی وبیہقی نے حدیث معراج میں روایت کی، طریق اول میں ہے: فضلت علی الانبیاء بست [1]۔ میں چھ وجہ سے سب انبیاء پر تفضیل دیا گیا۔

دوم میں اس قدر اور زائد: لم یعطھا کان قبلی [2]۔ مجھ سے پہلے وہ فضائل کسی کو نہ ملے۔

سوم میں ہے: فضلنی ربی بستٍ [3]۔ مجھے میرے رب نے چھ ۶ باتوں سے تفضیل دی۔

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے احمد، مسلم، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، بیہقی، ابونعیم راوی: فضلنا علی الناس بثلث [4]۔ ہمیں تین ۳ وجہ سے تمام لوگوں پر فضیلت ہوئی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹، الخصائص الکبرٰی بحوالہ البزار عن ابی ہریرۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/ ۱۹۶

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البزار عن ابی ہریرۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/ ۱۹۶

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البزار عن ابی ہریرۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/ ۱۹۶

[4] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹، کنزالعمال بحوالہ ط وحم ون وابن خزیمۃ حدیث ۳۱۹۱۲ و ۳۲۰۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و۴۴۱، المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۸، صحیح ابن خزیمۃ جماع ابواب التیمم حدیث ۲۶۴ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعمۃ ربہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۷۵

ابو درداء سے طبرانی کبیر میں راوی: **فضلت باربع** [1] میں نے چار وجہ سے فضیلت پائی۔ ابو امامہ کی حدیث بھی انہیں لفظوں سے شروع ہے: **اخرجه احمد والبیهقی** [2] احمد و بیہقی نے اس کی تخریج کی ہے۔ت) سائب بن یزید:

فضلت علی الانبیاء بخمس۔ رواہ الطبرانی [3]۔	میں پانچ وجہ سے انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ت)

جابر بن عبداللہ:

اعطیت خمسًا لم یعطهن احد قبلی۔ رواہ البخاری و مسلم والنسائی [4]۔	میں پانچ چیزیں دیا گیا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (اس کو بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ت)

عبداللہ بن عمرو بن العاص:

عند احمد والبزار والبیهقی باسناد صحیح۔	احمد، بزار اور بیہقی کے نزدیک صحیح اسناد کے ساتھ۔ (ت)

ابو ذر، احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ، ابویعلٰی، ابونعیم، بیہقی، بزار باسناد جید، ابن عباس **احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والثلثة الاخری فی حدیث بسند حسن** (احمد اور بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی اور تین دوسرے ایک حدیث میں سند حسن کے ساتھ۔ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۱۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ الباھلی المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۲۵۶، کنزالعمال بحوالہ ھق عن ابی امامۃ الباھلی حدیث ۳۱۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۱۳

[3] المعجم الکبیر عن سائب بن یزید عن ابی امامۃ الباھلی حدیث ۶۶۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ /۱۵۵

[4] صحیح البخاری کتاب التیمم وقولہ تعالٰی فلم تجد واماء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۸، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۹۹، سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ /۷۳

ابو موسٰی احمد وابن ابی شیبة والطبرانی باسناد حسن (احمد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی سند حسن کے ساتھ۔ت)

ابو سعید الطبرانی فی الاوسط بسند حسن (طبرانی اوسط میں سند حسن کے ساتھ۔ت)

مولٰی علی عند البزار وابی نعیم (بزار اور ابو نعیم کے نزدیک۔ت) ان چھ۶ روایات میں بھی پانچ ہی چیزیں ذکر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔اول [1] وثانی [2] میں احد قبلی ہے۔ثالث [3] میں الانبیاء۔اور زائد باقیوں میں نبی قبلی ہے۔اور حاصل سب عبارتوں کا واحد۔اور مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے **طریق** دوم میں بے تعین عدد ہے:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء	مجھے وہ ملا جو کسی نبی نے نہ پایا۔

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۱۶۱،الترغیب والترهیب فصل فی الشفاعة وغیرہا مصطفی البابی مصر ۴ /۴۳۳،کنز العمال بحوالہ الدارمی وغیرہ حدیث ۳۲۰۶۱ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۱ /۴۳۸،اتحاف السادة المتقین بحوالہ ابی یعلی وغیرہ صفة الشفاعة دار الفکر بیروت ۱۰ /۴۸۸،المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۶ /۳۰۸

[3] التاریخ الکبیر ترجمہ ۲۱۵۲ سالم ابو حماد دار البازمکہ المکرمہ ۴ /۱۱۴،الخصائص الکبری عن ابی ذر باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت ہند ۲ /۲۲۳

اخرجه ابن ابی شیبة[1]۔	(ابن ابی شیبہ نے اس کی تخریج کی۔ت)۔

طریق سوم میں ہے:

اعطیت اربعا لم یعطهن احد من انبیاء الله تعالٰی قبلی اخرجه احمد[2] والبیهقی بسند حسن۔	مجھے چار چیزیں عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی اللہ کو نہ ملیں۔(احمد و بیہقی نے سند حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طریق دوم میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔اخرجه البزار[3]۔	میں دو باتوں سے تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔(بزار نے اس کی تخریج کی ہے۔ت)

عوف بن مالک کی حدیث میں بھی پانچ ہیں۔مگریوں کہ:

اعطینا اربعالم یعطهن احدکان قبلنا وسألت ربی الخامسة فاعطانیها[4] (وهی ماهی)۔	ہمیں چار فضیلتیں ملیں کہ ہم سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔اور میں نے اپنے رب سے پانچویں مانگی اس نے وہ بھی مجھے عطافرمائی،اور وہ تو وہی ہے،یعنی اس پانچویں خوبی کا کہنا ہی کیا ہے۔

پھر چار بیان فرما کر وہ نفیس پانچویں یوں ارشاد فرمائی:

سألت ربی ان لایلقاه عبدمن امتی یوحده الا ادخله الجنة۔اخرجه ابو یعلٰی[5]۔	میں نے اپنے رب سے مانگا میری امت کا کوئی بندہ اس کی توحید کرتا ہوا اس سے نہ ملے مگر یہ کہ اس کو داخل بہشت فرمائے ابو یعلی نے اس کی تخریج کی ہے۔ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبة کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۶ /۳۰۸

[2] مسند احمد حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۵۸

[3] المواہب اللدنیة بحوالہ البزار عن ابن عباس المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۹۶

[4] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عوف بن مالك حدیث ۶۳۶۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۹ /۱۰۴

[5] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عوف بن مالك بحوالہ ابی یعلی حدیث ۶۳۶۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۹ /۱۰۴

عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج فقال ان جبریل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمۃ اللہ التی انعم بھا علیك فبشرنی بعشرلم یؤتھا نبی قبلی۔ اخرجہ ابن ابی حاتم [1] وعثمان بن سعید الدارمی فی کتاب الرد علی الجھمیۃ وابو نعیم۔	جبریل نے میرے پاس حاضر ہو کر عرض کی: باہر جلوہ فرما کر اللہ تعالٰی کے وہ احسان جو حضور پر کئے ہیں بیان فرمائیے۔ پھر مجھے دس فضیلتوں کا مژدہ دیا کہ مجھ سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔ (ابن ابی حاتم اور عثمان بن سعید دارمی نے کتاب الرد علی الجھمیہ میں اور ابو نعیم نے اس کی تخریج کی ہے۔ت)

ان روایات ہی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اعداد مذکورہ میں حصر مراد نہیں، کہیں دو فرماتے ہیں، کہیں تین، کہیں چار، کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس عـــہ۱، اور حقیقۃً سو اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ عـــہ۲ نے خصائص کبرٰی میں اڑھائی سو کے قریب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص جمع کئے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا، ان سے زیادہ علم والے زیادہ جانتے تھے۔ اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم عالم اعظم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل وخصائص جانتے ہیں دوسرا کیا جانے گا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا، "اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾" [2] (بیشک تمہارے رب ہی کی طرف منتہی ہے۔ت)

عـــہ۱: عجائب لطائف سے ہے کہ فقیر کے پاس ان احادیث سے تیس ۳۰ خاصے جمع ہوئے کما مر (جیسا کہ گزرا۔ت) اور دو سے دس تک جو اعداد حدیثوں میں آئے انہیں جمع کئے تو تیس ۳۰ ہی آتے ہیں ۱۲ منہ۔

عـــہ۲: حضرت والا قدس سرہ الماجد نے بھی النقاوۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ میں ایک جملہ صالحہ ذکر فرمایا۔ جزا اللہ علماء الامۃ خیر جزاء اٰمین ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی علمائے امت کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔ت)

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۸۸

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲

جس نے انہیں ہزاروں فضائل عالیہ وجلائل غالیہ دیئے،اور بے حد وبے شمار ابدالآباد کے لیے رکھے، "وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ"[1] (اور بیشک پچھلی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ت)۔اسی لئے حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

یا ابابکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی۔ذکرہ العلامۃ الفاسی فی مطالع المسرات[2]۔	اے ابوبکر! مجھے ٹھیک ٹھاک جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا(اس کو علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

تراچناں کہ توئی دیدہ کجا بیند ؎ بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

(تجھے جیسا کہ تو ہے کوئی آنکھ کیسے دیکھ سکتی ہے، ہر کوئی اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے۔ت)

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك واصحابك اجمعین۔

تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعوداتِ خطبہ

روایت اولٰی۱: بیہقی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الخلق علی اللہ یوم القیامۃ[3]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالٰی کے حضور تمام مخلوق الٰہی سے عزت وکرامت میں زائد ہیں۔

روایت دوم۲: احمد،بزار،طبرانی بسند ثقات اسی جناب سے راوی:

ان اللہ تعالٰی نظر الی قلوب العباد فاختار منھا قلب محمد صلی اللہ	اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی،تو ان میں سے محمد صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

[2] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص۱۲۹

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/ ۱۹۸

تعالٰی علیه وسلم فاصطفاه لنفسه[1]۔	علیہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا، اسے اپنی ذات کریم کے لیے چن لیا۔

روایت سوم [۳]: دارمی و بیہقی عبداللہ بن سلام عــہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان اکرم خلیقة الله علی الله ابو القاسم صلی الله تعالٰی علیه وسلم[2]۔	بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مرتبہ و وجاہت والے ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

روایت چہارم [۴]: ابن سعد بطریق مجالد شعبی عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے راوی، زید بن عمرو بن نفیل کہتے تھے: میں شام میں تھا، ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سب سے نفرت ہے۔ کہا: تو تم دین ابراہیم چاہتے ہو، اے اہل مکہ کے بھائی! ءتم وہ دین مانگتے ہو جو آج کہیں نہیں ملے گا، اپنے شہر کو چلے جاؤ،

فان نبیا یبعث من قومك فی بلدك یأتی بدین ابراهیم بالحنیفة وهو اکرم الخلق علی الله[3]۔	کہ تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دین حنیف لائے گا، وہ تمام جہان سے زیادہ اللہ تعالٰی کو عزیز ہے۔

یہ زید بن عمرو موحدان جاہلیت سے ہیں، اور ان کے صاحبزادے سعید بن زید اجلہ صحابہ و عشرہ مبشرہ سے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

روایت پنجم [۵]: ابن ابی شیبہ و ترمذی بافادہ تحسین اور حاکم بہ تصریح تصحیح اور ابونعیم

عــــہ: حجة ابن حجر فی شرح الهمزیة۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۷۹، البحر الزخار (مسند البزار) مسند عبداللہ بن مسعود حدیث ۱۷۰۲ مکتبة العلوم والحکم مدینة المنورة ۵/ ۱۱۹، المعجم الکبیر حدیث ۸۵۹۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۹/ ۱۲۱

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصه صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۱۹۸

[3] الطبقات الکبرٰی ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۱۶۲

وخرائطی ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ابوطالب چند سردارانِ قریش کے ساتھ ملک شام کو گئے، حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمراہ تشریف فرما تھے، جب صومعہ راہب یعنی بجیرا کے پاس اترے، راہب صومعہ سے نکل کران کے پاس آیا، اوراس سے پہلے جو قافلہ جاتا تھا راہب نہ آتا، نہ اصلا ملتفت ہوتا، اب کی بار خود آیا اور لوگوں کے بیچ گزرتا ہوا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچا۔ حضور اقدس کا دست مبارک تھام کر بولا: **ھذا سید العلمین ھذا رسول رب العلمین یبعثه الله رحمة للعلمین** یہ تمام جہان کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی انہیں تمام عالم کے لئے رحمت بھیجے گا۔ سرداران قریش نے کہا: تجھے کیا معلوم ہے؟ کہا: جب تم اس گھاٹی سے بڑھے کوئی درخت وسنگ نہ تھا جو سجدے میں نہ گرے، اور وہ نبی کے سوا دوسروں کو سجدہ نہیں کرتے، اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں، ان کے استخوانِ شانہ کے نیچے سیب کے مانند ہے۔ پھر راہب واپس گیا اور قافلہ کے لیے کھانا لایا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، آدمی طلب کو گیا، تشریف لائے، ابر سر پر سایہ گستر تھا۔ راہب بولا: **انظروا الیه غمامة تظله**، وہ دیکھو ابران پر سایہ کئے ہے۔ قوم نے پہلے سے درخت کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جگہ نہ پائی دھوپ میں تشریف فرما ہوئے، فورًا پیڑ کا سایہ حضور پر جھک آیا۔ راہب نے کہا: **انظروا الٰی فیئ الشجرة مال الیه**[1]۔ وہ دیکھو پیڑ کا سایہ انکی طرف جھکتا ہے۔

شیخ محقق نے لمعات[2] میں فرمایا: امام ابن حجر عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں: رجال ثقات اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

روایت ششم[۶]: ابو نعیم حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، یہ ایک شب

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱/ ۸۳، سنن جامع الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۶۴۰ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۵۶و۳۵۷، المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۵۳۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۳۲۸، المستدرك علی الصحیحین کتاب التاریخ استغناء آدم علیہ السلام دارالفکر بیروت ۲/ ۶۱۵، دلائل النبوۃ(لابی نعیم)ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام عالم الکتب بیروت ۱/ ۵۳

[2] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب الی الشام مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۸۴

صحرائے شام میں تھے، ہاتف جن نے انہیں بعثت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر دی۔ صبح راہب کے پاس جا کر قصہ بیان کیا، کہا:

قد صدقوك يخرج من الحرم ومهاجره الحرم وهو خير الانبياء [1]۔	جِنوں نے تجھ سے سچ کہا، حرم سے ظاہر ہونگے اور حرم کو ہجرت فرمائیں گے، اور وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں۔

روایت ہفتم: ابن عساکر ابو نعیم خرائطی بعض صحابہ خثعمیین سے راوی: ہم ایک شب اپنے بت کے پاس تھے اور اسے ایک مقدمہ میں پنچ کیا تھا ناگاہ ہاتف نے پکارا:ـ

يا ايها الناس ذووا الاجسام — ما انتم وطائش الاحكام

ومسند الحكم الى الاصنام — هذا نبى سيد الانام

اعدل ذى حكم من الاحكام — يصدع بالنور وبالاسلام

ويزجر الناس عن الاٰثام — مستعلن فى البلد الحرام [2]

(اے بت پرست لوگو! تم احکام کو بیان کرنے والے نہیں ہو، اپنا مقدمہ بتوں کے پاس لے جانے والے ہو۔ یہ نبی ہے جو کائنات کا سردار ہے، احکام کے فیصلے کرنے میں سب سے بڑا عادل ہے، نور اسلام کو کھول کر بیان کرتا ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے، بلد حرام (مکہ مکرمہ) میں ظاہر ہونے والا ہے۔ت)

ہم سب ڈر کر بت کو چھوڑ گئے اور اس شعر کے چرچے رہے یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں ظہور فرما کر مدینہ تشریف لائے، میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

روایت ہشتم[۸]: خرائطی وابن عساکر مرداس بن قیس دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، میں خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوا حضور

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابو نعیم باب ماسمع من الکھان الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰۷

[2] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاحبار بنبوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر ما سمع من الجن الخ عالم الکتب بیروت ۱/ ۳۳ و ۳۴، الخصائص الکبرٰی باب ماسمع من الکھان والاصوات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰۷

کے پاس کہانت کا ذکر تھا کہ بعثت اقدس سے کیونکر متغیر ہوگئی۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے یہاں اس کا ایک واقعہ گزراہے میں حضور میں عرض کروں۔ہماری ایک کنیز تھی خاصہ نام، کہ ہمارے علم میں ہر طرح نیک تھی، ایک دن آکر بولی: ایک گروہ دوس! تم مجھ میں کوئی بدی جانتے ہو؟ ہم نے کہا: بات کیا ہے؟ کہا: میں بکریاں چراتی تھی، دفعۃً ایک اندھیرے نے مجھے گھیرا اور وہ حالت پائی جو عورت مرد سے پاتی ہے مجھے حمل کا گمان ہے، جب ولادت کے دن قریب آئے ایک عجیب الخلق لڑکا جنی جس کے کتے کے سے کان تھے وہ ہمیں غیب کی خبریں دیتا اور جو کچھ کہتا اس میں فرق نہ آتا، ایک دن لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے کودنے لگا اور تہبند پھینک دیا اور بُلند آواز سے چلّایا! اے خرابی! خدا کی قسم اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑے ہیں ان میں خوبصورت خوبصورت نو عمر۔یہ سن کر ہم سوار ہوئے، ویسا ہی پایا۔سواروں کو بھگایا، غنیمت لوٹی۔جب حضور کی بعثت ہوئی اس دن سے جو خبریں دیتا جھوٹ ہوتیں۔ہم نے کہا تیرا برا ہو یہ کیا حال ہے؟ بولا مجھے خبر نہیں کہ جو مجھ سے سچ کہتا تھا اب کیوں جھوٹ بولتا ہے، مجھے اس گھر میں تین دن بند کردو۔ہم نے ایسا ہی کیا، تین دن پیچھے کھولا، دیکھیں تو وہ ایک آگ کی چنگاری ہو رہا ہے۔بولا: اے قوم دوس! **حرست السماء وخرج خیرا لانبیاء** آسمان پر پہرہ مقرر ہوا اور بہترین انبیاء نے ظہور فرمایا۔ ہم نے کہا: کہاں؟ کہا: مکہ میں، اور میں مرنے کو ہوں، مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کردینا، مجھ میں آگ بھڑک اٹھے گی، جب ایسا دیکھو **باسمك اللھم**[1] (تیرے نام سے اے اللہ!) کہہ کر مجھے تین پتھر مارنا میں بجھ جاؤں گا۔ہم نے ایسا ہی کیا۔چند روز بعد حاجی لوگ آئے اور ظہور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی خبر لائے۔

اگرچہ یہ قول اس جنی اور حقیقۃً اس جن کا تھا جس نے اسے خبر دی، مگر ممکن تھا کہ اسے احادیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں گنا جاتا، کہ حضور نے سنا اور انکار نہ فرمایا۔صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

روایت نہم۹: ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حدیث طویل میلاد جمیل میں راوی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: جب حمل اقدس میں چھ مہینے گزرے ایک

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاخبار بنبوته الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۱۵۶، الخصائص الکبری بحوالہ الخرائطی وابن عساکر باب حراسة السماء الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱ /۱۱۱ و ۱۱۲

شخص نے سوتے میں مجھے ٹھوکر ماری اور کہا:

یا امنۃ انك قد حملت بخیر العالمین طرا فاذا ولدتہ فسمیہ محمدا[1]۔	اے آمنہ! تمھارے حمل میں وہ ہے جو تمام جہان سے بہتر ہے۔ جب وہ پیدا ہوں ان کا نام محمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم۔

روایت دہم ۱۰: ابو نعیم حضرت بریدہ وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایام حمل مقدس میں خواب دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے:

انك قد حملت بخیر البریۃ وسید العالمین فاذا ولدتہ فسمیہ احمدا ومحمدا[2]	تمھارے حمل میں بہترین عالم وسردار عالمیاں ہیں، جب پیدا ہوں ان کا نام احمد و محمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم۔

روایت یازدہم ۱۱: ابن سعد وحسن بن جراح زید بن اسلم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جناب حلیمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہا سے فرمایا: مجھ سے خواب میں کہا گیا:

انك ستلدین غلامافسمیہ احمدا وھو سید العالمین[3]۔	عنقریب تمھارے لڑکا ہوگا ان کا نام احمد رکھنا، وہ تمام عالم کے سردار ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم۔

روایت دوازدہم ۱۲: بزار عــــہ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

لما اراد اللہ ان یعلم رسولہ	جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان

عــــہ: یہ حدیث اس حدیث مرتضوی کا تتمہ جو زیر ارشاد چہل وچہارم گزری لہٰذا جدا شمار نہ ہوئی ۱۲منہ۔

---

[1] الخصائص الکبری بحوالہ ابی نعیم باب ماظھر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۸

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت ۱/ ۴۰

[3] الطبقات الکبری ذکر علامات النبوۃ الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۵۱

الاذان اتاہ جبریل بدابة یقال له البراق(او ذکر جماحھا وتسکین جبریل ایاھا)قال فرکبھا حتی انتھی الی الحجاب الذی یلی الرحمان وساق الحدیث فیه ذکر تاذین الملك وتصدیق اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فقدمه قام اھل السموات فیھم ادم ونوح عـــه۱ فیومئذ اکمل اللّٰہ لمحمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم الشرف علی اھل السموات والارض [1]۔	سکھانی چاہی۔ جبریل براق لے کر حاضر ہوئے حضور سوار ہو کر اس حجاب عـــه۲ عظمت تک پہنچے جو رحمٰن عـــه۳ جل مجدہ کے نزدیک ہے پردے سے ایک فرشتہ نکلا اور اذان کہی، حق اللہ عزوجلالہ نے ہر کلمہ پر موذن کی تصدیق فرمائی، پھر فرشتے نے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے تمام اہل سموات کی امامت فرمائی جن میں آدم ونوح علیہما الصلوۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک وتعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شرف عام اہل آسمان وزمین پر کامل کردیا۔

عـــه۱: انت تعلم ان ھذا من تمام حدیث علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه کما تری وھو کذلك عند ابی نعیم فی طریق اتی فلا ادری کیف جعله الامام القاضی فی الشفاء من قول راوی الحدیث سیدنا جعفر الصادق رضی اللّٰہ تعالٰی عنه و اقرہ علیه الشھاب فی النسیم۔	تو جانتا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تتمہ جیسا کہ دیکھ رہا ہے اور وہ ابو نعیم کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے اس طریق میں جس کو وہ لائے میں نہیں جانتا کہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کو راوی حدیث سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول کیسے قرار دیا اور شہاب نے بھی نسیم میں اس کو برقرار رکھا۔ ۱۲منہ)

عـــه۲: حجاب مخلوق پر ہے، خالق جل وعلا حجاب سے پاک ہے وہ اپنی غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے تبارک وتعالٰی ۱۲منہ

عـــه۳: شاید یہ معنی ہیں کہ عرش رحمٰن سے قریب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ۔

---

[1] البحر الزخار(مسند البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبة العلوم والحکم مدینة المنورة ۲/ ۷-۱۴۶ ،کشف الاستار عن زوائد الطزار بدء الاذان حدیث ۵۲ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/ ۷۸-۱۷۹، الخصائص الکبری باب ذکرہ فی الاذان فی عہد آدم مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۶۴

اسی کی مثل ابونعیم نے بطریق امام محمد ابن حنفیّہ ابن علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی۔اس کے اخیر میں ہے:

ثم قیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقدم فام اهل السماء فتم له الشرف علی سائر الخلق[1]	پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا گیا آگے بڑھئے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی اور جمیع مخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔

والحمدللہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا۔ت)

نور الختام

رزقنا اللہ تعالٰی حسنه (اللہ تعالٰی ہمیں حسن خاتمہ عطافرمائے۔ت)

الحمدللہ کہ کلام اپنے منتہی کو پہنچا، اور دس آیتوں سو حدیثوں کا وعدہ بہ نہایت آسانی بہت زیادہ ہو کر پورا ہوا۔اس رسالہ میں قصداً استیعاب نہ ہونے پر خود یہی رسالہ گواہی دے گا کہ تیس سے زائد حدیثیں مفید مقصد ایسی ملیں گی جن کا شمار ان سو میں نہ کیا۔ زتعلیقات تو اصلاً تعداد میں نہ آئیں۔اور ہیکل اول میں بھی زیر آیات بہت حدیثیں مثبت مراد گزریں، انہیں بھی حساب سے زیادہ رکھا، خصوصاً حدیث ۱ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ یہ امت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے (زیر آیت خامسہ) حدیث ۲ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ حضور کی امت سب امتوں سے بہتر اور حضور کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر، اور حضور کے صحابہ سب اصحاب سے بہتر، اور حضور کا شہر سب شہروں سے بہتر، وانما شرف المکان بالمکین (مکان کا شرف تو مکین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) (زیر آیت اُولی) حدیث ۳ علی مرتضٰی، حدیث ۴ حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صفی سے مسیح تک تمام انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے حضور کے بارے میں عہد لیا گیا (ہر دو زیر آیت نخستین) حدیث ۵ سلطان المفسرین رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن محمد بن الحنفیة باب خصوصیته صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/ ۱۶۴، الدرالمنثور تحت الآیة ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۳

عنہ نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ قدر وعزت والا کسی کو نہ بنایا۔ (زیر آیت سابعہ) حدیث ۶ عالم القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء وملائکہ سے افضل کیا۔ (زیر آیت ثالثہ) کہ چھ حدیثیں تو نصوص جلیلہ اور قابل ادخال جلوہ اول تابش دوم تھیں۔ ان چھ کے یاد دلانے میں میری ایک غرض یہ بھی ہے کہ تابش چہارم میں روایت ہفتم سے روایت یازدہم تک جو چھ حدیثیں قول ہاتف وکاہن ومنامات صادقہ کی گزریں۔ اگر بعض حضرات ان پر راضی نہ ہوں توان چھ تصریحات جلیلہ کو ان چھ کا نعم البدل سمجھیں۔ اور سواحادیث مسندہ معتمدہ کا عدد ہر طرح کامل جانیں۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس عجالہ میں کہ نہایت جاوزت پر مبنی تھا۔ اکثر حدیثوں کی نقل میں اختصار بلکہ بہت جگہ صرف محل استدلال پر اقتصار کیا۔ مواقع کثیرہ میں موضع احتجاج کے سوا باقی حدیث کا فقط ترجمہ لایا۔ طرق ومتابعات بلکہ کبھی شواہد مقاربۃ المعنٰی میں بھی ایک کا متن لکھا، بقیہ کا محض حوالہ دیا، اگرچہ وہ سب متون جداجدا بالاستیعاب بحمد اللہ میرے پیش نظر ہوئے جہاں اتفاق سے کلمات علماء کی حاجت دیکھی وہاں تو غالبًا مجرد اشارہ یا نقل بالمعنی یا التقاط ہی پر قناعت کی، ہاں تخریج احادیث میں اکثر استکثار پر نظر رکھی۔ ناظر متفحص بہت حدیثوں میں دیکھے گا کہ کتب علماء میں انہیں صرف ایک یا دو مخرجین کی طرف نسبت فرمایا۔ اور فقیر نے چھ چھ سات سات نام جمع کئے۔ متون اسانید کی تصحیح وتحسین کی طرف جو تلویح ہے اس کا ماخذ بھی ائمہ شان کی تنصیص وتصریح ہے۔ لہٰذا مناسب کہ طالب سند وجویائے تفصیل کے لئے ان بحار اسفار مواج زخّار کے اسماء شمار ہوں جو ہنگام تحریری رسالہ میرے پیش نظر موجزن رہے، اور اپنے صدف خیز قعروں گہر ریز لہروں سے ان فرائد آبدار ولآلی شاہوار کے ماخذ ہوئے۔ الصحاح الستۃ لاسیما الصحیحین وجامع الترمذی وموطا مالك وسنن الدارمی ومشکوٰۃ المصابیح، الترغیب والترهیب للامام الحافظ عبدالعظیم زکی الدین المنذری، الخصائص الکبرٰی لخاتم الحفاظ ابی الفضل السیوطی وھو کتاب لم یصنف فی بابه مثله واکثر التقطت سنه مع زیادات فی التخاریج وغیرها من تلقاء نظری او کتب اخری فاللہ یجزیه الجزاء الاوفی، کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للامام الفهام شیخ الاسلام عیاض الیحصبی، نسیم الریاض للعلامۃ الشهاب الخفاجی، الجامع الصغیر للامام السیوطی، التیسیر جامع الصغیر للعلامۃ الرؤف المناوی، المواهب اللدنیه والمنح المحمدیه للامام العلامۃ احمد بن محمد المصری القسطلانی، شرح المواهب للعلامۃ الشمس محمد بن الباقی الزرقانی، افضل القری لقراء ام القرٰے

المعروف بشرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی،مفاتیح الغیب للامام الفخر محمدالرازی تکملتھا لتلمیذہ الفاضل عـــہ۱ العلامۃ الخوبی،معالم التنزیل للامام محی السنۃ البغوی،مدارك التنزیل للامام العلامۃ النسفی و ربما اخذت شیئًا اواشیاء عن المنہاج للامام العلام ابی زکریا النووی وارشاد الساری للامام احمد القسطلانی والبیضاوی والجلالین والاحیاء والمدخل لمحمد العبدری والمدارج واشعۃ اللمعات للمولی الدہلوی ومطالع المسرات للعلامۃ الفاسی وشفاء السقام للامام المحقق الاجل السبکی والعلل المتناہیۃ للعلامۃ الشمس ابی الفرج ابن الجوزی ولم آخذ عنہا الا تخریجًا واحدا لحدیث ورسالۃ المولدلہ والحلیۃ شرح المنیۃ للامام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی وشرح الشفاء للفاضل علی القاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین الی غیر ذالك مما منح المولی سبحٰنہ وتعالٰی۔

پھر ان کتابوں سے بھی بعض باتیں ان کے غیر مظنّہ سے اخذ کیں کہ اگر ناظر مجرد واستقرائے مظان پر قناعت کرے ہر گز نہ پائے، لہٰذا متجسس کو تثبت وامعان درکار واللہ العزیز الغفار۔

یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم۔اورآج پنجم ذی القعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمدللہ رب العالمین۔ان اوراق میں پہلی حدیث حضرت امیر المومنین مولی المسلمین مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی سے ماثور،اورسب میں پچھلی حدیث بھی اسی جناب ولایت مآب سے مذکور۔امید ہے کہ اس خاتم خلافت نبوت فاتح سلاسل ولایت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صدقہ میں حضور پر نور، عفو غفور، عـــہ۲ جواد،

عـــہ۱: علی مافی النسیم والکشف ولی فیہ تامل ۱۲منہ۔ | اس بنیاد پر جو نسیم وکشف میں ہے اور مجھے اس میں تامل ہے۔ ۱۲منہ۔(ت)

عـــہ۲: عفو وغفور حضور کے اسماء طیبہ سے ہیں، کما فی المواھب[1] واستشھد لہ الزرقانی[2] مافی التوراۃ ولکن یعفو ویغفر، رواہ البخاری ۱۲منہ غفرلہ عفی عنہ (جیسا کہ مواہب میں ہے اس کے لیے زرقانی نے تورات کی اس عبارت سے استشہاد کیا'' لیکن وہ معاف فرماتا اور درگزر فرماتا ہے۔''اس کو بخاری نے روایت کیا۔ت)

---

[1] المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۹

[2] المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۳۹

کریم، رؤف، رحیم، صفوح زلّات، مقیل عثرات، مصحح حسنات، عظیم الهبات، سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین محمد رسول رب العالمین صلوات اللّٰه وسلامه علیه وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین کی بارگاہ بیکس پناہ میں شرف قبول پائے۔اور حق تبارک وتعالٰی کاتب و سائل وواسطہ سوال وعامہ مومنین کو دارین میں اس سے اور فقیر کی تصانیف سے نفع پہنچائے۔

انه ولی ذٰلك والقدیر علیه والخیر کله له وبیدیه و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین، والصلٰوة و السلام علٰی سید المرسلین محمد واٰله واصحابه اجمعین، سبحٰنك اللهم وبحمدك اشهد ان لااله الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد للّٰه رب العٰلمین۔	بے شک وہ اس کا مالک اور اس پر قادر، بھلائی سب اس کے لئے ہے اور اس کے دست قدرت میں ہے،اور ہماری دعا کا اختتام اس پر ہے کہ سب تعریفیں اللّٰه تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔درودوسلام نازل ہو رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر،آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر۔تجھے پاکی ہے اے اللّٰه ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور سب تعریفیں اللّٰه تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔(ت)

رسالہ

تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین

ختم ہوا

الحمد للہ

بشارت جلیلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لم یبق من النبوة الا مبشرات الرؤیا الصالحة۔رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرة و زاد مالك یراھا الرجل الصالح اوتری له[2] والاحمد وابن ماجة وابن خزیمة و ابن حبان وصححاہ عن ام کرز ذھبت النبوة و بقیت المبشرات[3] وللطبرانی فی الکبیر عن حذیفة بسند صحیح ذھبت النبوة فلانبوة بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحة یراھا الرجل اوتری له[4]۔	یعنی "نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں، ہاں بشارتیں باقی ہیں، اچھے خواب"۔اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور مالک نے زیادہ کیا کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ام کرز سے کہ نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔اور طبرانی نے کبیر میں حذیفہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں باقی ہیں اچھا خواب کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کیلئے دیکھا جائے۔(ت)

الحمدللہ اس رسالہ کے زمانہ تصنیف میں مصنف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ سلم کی فضیلت مطلقہ میں بحث

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب مبشرات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۰۳۵

[2] مؤطا لامام مالك ماجاء فی الرؤیا میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۴

[3] سنن ابن ماجه ابواب التعبیر الرؤیا باب الرؤیا الصالحة یراھا المسلم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۸۶، مسند احمد بن حنبل حدیث ام کرز رضی اللہ عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۳۸۱

[4] معجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۳ /۱۷۹

کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے انہیں ساکت کردیا کہ خائب وخاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا (یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے، دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ ان سے اتر کر سڑک ملتی ہے، اس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کے مندر اور ان کا کنواں ہے) مصنف ابھی اس زینہ سے نہ اترا تھا کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے ایک مادہ خُوک (خنزیر) اور اس کے ساتھ اس کا بچہ سڑک پر آتے دیکھا، جب زینہ مذکورہ کے قریب آئے اس بچہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا، اس کی ماں نے اسے دوڑ کر روکا، اور غالبًا اس کے منہ پر تپانچہ مارا۔ بہرحال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا۔ اوران وہابیہ کی طرف اشارہ کرکے بولی: دیکھتا نہیں کہ یہ تیرے بڑے تو اس شخص سے جیتے نہیں تو اس پر کیا حملہ کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ سوئر یا اس کا بچہ دونوں اس ہندو کنویں کی طرف بھاگتے چلے گئے **والحمدللہ رب العٰلمین**۔ اس خواب سے مصنف نے بعونہٖ تعالٰی قبول رسالہ پر استدلال کیا، **والحمدللہ**۔

الحمدللہ

بشارتِ عظمٰی

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں، اور بہت دبیر بِلور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں، دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں، اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، واللہ العظیم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہوگئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ حضور پر نور ملجائے بیکساں مولائے دل وجاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس سگ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو، اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار، اللہ روشن کردے گا۔ مصنف نے پھونکا، وہ نور عظیم پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ **والحمدللہ رب العالمین**۔

رسالہ

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ۱۳۱۵ھ

(رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباؤاجداد کرام کا مسلمان ہونا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۳۴: از معسکر بنگلور، مسجد جامع مدرسہ جامع العلوم مرسلہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری نسبًا و طریقۃً، اعلٰی مدرس مدرسہ مذکور ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ سرور کائنات فخر موجودات رسول خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ آدم علٰی نبینا وعلیہ السلام تک مومن تھے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔** عـــہ (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللھم لك الحمد الدائم الباطن الظاھر	اے اللہ! تیرے لئے ظاہری و باطنی طور پر دائمی

عـــہ: اس سوال کے جواب میں "ھدایۃ الغوی فی اسلام آباء النبی" مصنفہ مولوی صاحب موصوف تھا، یہ اسی کی تصدیق میں لکھا گیا۔

صل وسلم علی المصطفی الکریم نورك الطیب الطاھر الزاھر الذی نزھتہ من کل رجس اودعتہ فی کل مستودع طاھر ونقلتہ من طیبٍ الی طیبٍ فلہ الطیب الاول و الاٰخر و علی اٰلہ و صحبہ الا طائب الا طاھر اٰمین۔	حمد ہے۔درود وسلام نازل فرما مصطفٰی کریم پر جو تیرا طیب و طاہر اور روشن نور ہیں جن کو تو نے ہر نجاست سے منزہ کیا ہے اور پاک محل میں ودیعت فرمایا ہے۔اور ستھرے سے ستھرے کی طرف منتقل فرمایا ہے۔اول وآخر اس کے لئے پاکیزگی ہے،اوران کی طیب،طاہر آل اور اصحاب پر۔آمین!(ت)

اولاً(پہلی دلیل): اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ" [1]۔	بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بعثت من خیر قرون بنی اٰدم قرنًا فقرنًا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔رواہ البخاری [2] فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجاگیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہواجس میں پیدا ہوا۔(اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے۔

لم یزل علی وجہ الدھر(الارض)سبعۃ مسلمون فصاعدًا فلولا ذٰلك ھلکت الارض ومن علیھا۔اخرجہ عبد الرزاق [3] وابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین۔	روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں،ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔(اس کو عبدالرزاق اورابن المنذر نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

حضرت عالم القرآن حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق وابن المنذر المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴

حدیث میں ہے:

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة يرفع الله بهم عن اهل الارض [1]۔	نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن و طبقے میں روئے زمین پر لااقل سات مسلمان بندگان مقبول ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں، ہر قرن میں خیار قرن سے، اور آیت قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالانسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو واجب ہوا کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و امہات ہر قرن اور طبقہ میں انہیں بندگان صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذاللہ صحیح بخاری میں ارشاد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قرآن عظیم میں ارشاد حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول: والمعنى ان الكافر لا يستاهل شرعًا ان يطلق عليه انه من خيار القرن لاسيما وهناك مسلمون صالحون وان لم يرد الخيرية الا بحسب النسب، **فافهم۔**	**اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعًا اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو خیر القرن کہا جاسکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تو سمجھ ۱۲۔ (ت)

یہ دلیل امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی **فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل** (اللہ تعالٰی ان کو اجر جمیل عطا فرمائے۔ت)

ثانیًا: قال الله عزوجل "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" [2]۔	**دوسری دلیل:** اللہ تعالٰی نے فرمایا، کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (ت)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ احمد فی الزہد الخ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴، الحاوی للفتاوٰی بحوالہ احمد فی الزہد والخلال فی کرامات الاولیاء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۲

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۷

لم یزل اللّٰه عزوجل ینقلنی من اصلاب الطیبة الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لاتنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ[1] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔	ہمیشہ اللہ تعالٰی مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

اورایک حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات[2]۔	میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم یزل اللّٰه ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمرو العدنی[3] فی مسندہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔	ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ت)

توضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافرو کافرہ کے لیے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الورٰی فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفاء وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی

---

[1] الحاوی للفتاوی بحوالہ ابی نعیم مسالك الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیة بیروت ۲ /۲۱۱، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص۱۱و۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول دارالمعرفة بیروت ۱ /۶۷، الحاوی للفتاوی مسالك الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیة بیروت ۲ /۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما شرف نسبه المطبعة الشرکة الصحافیة فی البلاد العثمانیه ۱ /۶۳، نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ ابن ابی عمرو العدنی مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱ /۴۳۵

شارح مواہب وغیر ہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

ثالثًا: قال الله تبارك وتعالٰی: "وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾"[1]۔	**تیسری دلیل:** اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنیوالوں میں۔

امام رازی فرماتے ہیں: معنی آیت یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا[2] تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔ امام سیوطی وامام ابن حجر وعلامہ زرقانی[3] وغیر ہم اکابر نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتشیید فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کے موید روایت ابو نعیم کے یہاں آئی:[4]

وقد صرحوا ان القرآن محتج به على جميع وجوهه ولا ينفي تاويل تاويلا ويشهد له عمل العلماء في الاحتجاج بالايات على احد التاويلات قديما وحديثا۔ **رابعًا:** قال المولٰى سبحنه وتعالٰى "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾"[5]	علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لیے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پرانے اور نئے زمانے میں آیات مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت) **چوتھی دلیل:** اللہ تعالٰی نے فرمایا: البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اللہ اکبر! بارگاہ عزت میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت ووجاہت ومحبوبیت کہ امت کے حق میں تو رب العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۱۷ تا ۲۱۹

[2] مفاتیح الغیب تحت آیۃ ۲۶ / ۲۱۹۔ ۲۴/ ۱۴۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفہ بیروت ۱ /۱۷۴

[4] شرح الزرقانی بحوالہ ابی نعیم المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفہ بیروت ۱ /۱۷۴، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص۱۱و۱۲

[5] القرآن الکریم ۹۳/۵

سنرضیك فی امتك ولا نسؤك رواہ مسلم[1] فی صحیحہ۔	قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کردینگے اور تیرا دل برانہ کریں گے۔(اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ت)

مگر اس عطاورضا کامرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح رواہ البخاری ومسلم عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما[2]۔	میں نے اسے سراپاآگ میں ڈوبا ہوا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کردیا(اس کو امام بخاری وامام مسلم نے ابن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔رواہ ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہ[3].	اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا(اس کو بخاری نے انہی سے روایت کیا ہے)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح البخاری کتاب الادب کنیۃ المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷، صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷

اھون اھل النار عذابا۔رواہ[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے(امام بخاری ومسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ت)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے،ابو طالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانہ اسلام پایا،تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابو طالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے۔یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں،وللہ الحمد،اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ(جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی)نے اشارہ فرمایا:

اقول: وباللہ التوفیق(میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تبارک تعالٰی کی طرف سے ہے۔ت)تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاری وغمخواری وپاسداری وخدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی،حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عم الرجل صِنوُ اَبِیہِ رواہ الترمذی[2] بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم)	آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے اس کو امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

شق اول باطل ہے،قال اللہ عزوجل(اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا):

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۵

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۷،المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۳۵۳

"وَ قَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ہَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ﴿۲۳﴾ "[1]۔	اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔(ت)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں، لاجرم شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا"[2]۔

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہت واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہر گز اتنا گراں نہیں ہو سکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا کاملہ، نہ ان سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ ان کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز واکرام جو حضرت والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذاً باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت وعنایت کے زیادہ مستحق تھے، وبوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حق پرورش وخدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے، کون سی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق، حق والدین کے برابر ہو سکتا ہے جسے رب العزت نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا:

"اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ ؕ "[3]۔	حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی، چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، ہر چند حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا، بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلہ بڑھا ہوا ہے، تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہل نار ہی سے نہ ہوں۔ **وھو المقصود والحمد للہ العلی الودود** اور وہی مقصود ہے، (اور تمام تعریفیں بُلندی ومحبت

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب انصار قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷و۲۱۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

والے اللہ کے لئے ہیں۔ت)

خامسًا: اقول: قال المولٰی عزوعلا: "لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۝۲۰" [1]۔	**پانچویں دلیل: اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) مولٰی عزوجل نے فرمایا: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اولادِ امجادِ حضرت عبدالمطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا:

ما اخرجك من بيتك؟	اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟

عرض کی:

آتيت اهل هذا الميت فترحمت اليهم وعزيتهم بميتهم۔	یہ جو ایک میت ہو گئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا:

لعلك بلغت معهم الكدٰى۔	شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی:

معاذالله ان اكون بلغتها وقد سمعتك تذكر في ذٰلك ما تذكر۔	خدا کی پناہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سن چکی تھی جو کچھ اس بات میں ارشاد کیا۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتها معهم ما رايت الجنة حتى يراها جد ابيك۔ رواه ابو داؤد [2] والنسائی۔ واللفظ له عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما، اما ابو داؤد	اگر تو ان کے ساتھ وہاں جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب نہ دیکھیں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، امام ابوداؤد

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۰

[2] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۶۵و۲۶۶ وسنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۹

فتادب وکنّٰی وقال فذکر تشدیدافی ذٰلك واما ابو عبدالرحمن فادّٰی لتبلیغ العلم واداء الحدیث علٰی وجھہٖ لکل وجھۃ ھو مولیھا۔	نے ازراہ ادب بطور کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابوعبدالرحمٰن نے کھل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حق ادا کیا۔ ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے۔(ت)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے نگاہ انصاف درکار، عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے، اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کر سکتی، اہلسنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذاللہ مواخذے کے بعد، اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوع بشر میں خاصہ حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوع گناہ ممکن و متصور۔ یہ چاروں باتیں عقائد اہل سنت میں ثابت و مقرر، اب اگر بحکم مقدمہ رابعہ مقابر تک بُلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمہ ثالثہ جزاء کا ترتب واجب، اور اس تقدیر پر کہ حضرت عبدالمطلب کو معاذاللہ غیر مسلم کہئے بحکم مقدمتین اولین و نیز بحکم آیت کریمہ محال و باطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان و اہل جنت ہوں اگرچہ مثل صدیق و فاروق و عثمان و علی و زہرا و صدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب معنی حدیث بلاتکلف اور بے حاجت تاویل و تصرف عقائد اہلسنت سے مطابق ہے یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت)

سادسًا، اقول: قال ربنا الاعز الاعلٰی عزوعلا: "وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۠ﮒ"[1]۔ **وقال تعالٰی:** "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا	**چھٹی دلیل: اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) ہمارے پروردگار اعز و اعلٰی عزوعلا نے فرمایا، عزت تو اللہ و رسول اور مسلمان ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے لوگو!

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ "[1]۔	ہم نے بنایا تمہیں ایک نرومادہ سے اور کیا تمہیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے نزدیک تمہارا زیاد عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیات کریمہ میں رب العزت جل وعلانے عزت وکرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو، لئیم وذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم وذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز وکریم کے لیے باعث مدح نہیں ولہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من انتسب الی تسعۃ اٰباء کفار یرید بھم عزّا وکرمًا کان عاشرھم فی النار۔رواہ احمد [2] عن ابی ریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	جو شخص عزت وکرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔(اس کو امام احمد نے ابو ریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ت)

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز ومدح میں بارہا اپنے آبائے کرام وامہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادہ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسول غالب پر شان جلال طاری تھی:

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب۔رواہ احمد والبخاری ومسلم [3] والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔(اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰۱، صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ حنین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰

حضور قصد فرمارہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔حضرت عباس بن عبدالمطلب وحضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرمارہے ہیں:

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب رواہ ابوبکر بن ابی شیبة [1] (وابونعیم عنه رضی الله تعالٰی عنه)	میں سچا نبی ہوں،اللہ کا پیارا،عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا،صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (اس کو ابو بکر بن ابی شیبہ اورابو نعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

امیر المومنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دُمچی تھامے،اور حضور فرمارہے ہیں،

قدما ها،انا النبی لاکذب،انا ابن عبدالمطلب،رواہ ابن عساکر [2] عن مصعب بن شیبة عن ابیه رضی الله تعالٰی عنه۔	اسے بڑھنے دو،میں ہوں نبی صریح حق پر،میں ہوں عبد المطلب کا پسر،صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔(اس کو ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب کافر نہایت قریب آگئے،بغلہ طیبہ نے نزول اجلال فرمایا،اس وقت بھی یہی فرماتے تھے،

انا النبی لاکذب،انا ابن عبدالمطلب،اللهم انزل نصرك۔رواہ ابن ابی شیبة [3] وابن ابی جریر عن البراء رضی الله تعالٰی عنه۔	میں ہوں نبی برحق سچا،میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا،الٰہی! اپنی مدد نازل فرما۔(اس کو ابن ابی شیبہ اورابن جریر نے سیدنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبه کتاب السیر حدیث ۳۳۵۷۳ دارالعلمیة بیروت ۶ /۵۳۵،کنزالعمال بحواله ش وابی نعیم حدیث ۳۰۲۰۷ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۰ /۵۴۰

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبة بن عثمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵ /۱۷۲

[3] کنزالعمال بحواله ش وابن جریر حدیث ۳۰۲۰۶ مؤسسة الرساله بیروت ۱۰ /۵۴۱

پھر ایک مشت خاک دستِ پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

شاھت الوجوہ[1]۔ چہرے بگڑ گئے۔

وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کردی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی،

وصلی اللہ تعالٰی علی الحق المبین سید المنصورین واٰلہٖ وبارك وسلم۔	اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے حق مبین پر جو مدد کئے ہوؤں کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر۔(ت)

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:

انا ابن العواتك من بنی سلیم۔ رواہ سعید بن منصور[2] فی سننہٖ والطبرانی فی الکبیر عن سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔(اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی معجم کبیر میں سبابہ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا:

انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب، انا ابن العواتك۔ رواہ ابن عساکر[3] عن قتادہ۔	میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا(اس کو ابن عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

---

[1] کنزالعمال حدیث ۳۰۲۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۴۱، جامع البیان(تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[2] کنزالعمال بحوالہ ص وطب حدیث ۳۱۸۷۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۰۲، المعجم الکبیر بحوالہ ص و طب حدیث ۶۷۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۱۶۹

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰

علامہ مناوی صاحب تیسیر وامام مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس وجوہری صاحب صحاح وصنعانی وغیرہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا[1]۔ابن بری نے کہا: وہ بارہ بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین ۳ سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو ۲ قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ، ذکرہ فی تاج العروس[2] (اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ت)

ابو عبداللہ عدوسی نے کہا: وہ بیبیاں چودہ ۱۴ تھیں، تین قرشیات، چار سلمیات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔رواہ الامام الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ت) اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح وبیان فضائل کریمہ میں اکیس ۲۱ پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کرکے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات ہوں۔وللہ الحمد (اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ت)

سابعًا: قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی: " اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭ "[3]۔	**ساتویں دلیل:** اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو ناراستی کے کام والا ہے۔(ت)

آیہ کریمہ نے مسلم وکافر کا نسب قطع فرمادیا ولہٰذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانۃ لاننتفی من ابینا۔رواہ	ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے (اسکو

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتك مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۷۵، الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عاتکہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۱۱

[2] تاج العروس باب الکاف فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

ابوداؤد الطیالسی وابن سعد والامام احمد [1] وابن ماجة والحارث والماوردی سمویه وابن قانع والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارة عن الاشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ابو داؤد طیالسی، ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، ماوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابو نعیم اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذاللہ جدا نہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔

ثامنًا وتاسعًا، اقول: قال العلی الاعلی تبارك وتعالٰی "اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ۶ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ۷ " [2]۔	**آٹھویں اورنویں دلیل:** میں کہتا ہوں علی اعلی تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غفر اللہ عزوجل لزید بن عمرو و رحمه فانه مات علی دین ابراهیم۔	اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوۃ و

[1] کنزالعمال بحواله الحارث والباوردی وسمویه وغیره حدیث ۳۵۵۱۳ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲ /۴۴۲، سنن ابن ماجة ابواب الحدود باب من نفی رجلا من قبیلة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۹۱، مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۲۱۱، ۲۱۲، المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰ و ۲۱۹۱ المکتب الفیصلیة بیروت ۲ /۲۸۶، مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۰۴۹ دارالمعرفة بیروت الجز الرابع ص۱۴۱، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتھٰی الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم دارصادر بیروت ۱۰ /۲۳، دلائل النبوة للبیهقی باب ذکر شرف اصل رسول الله صلی الله علیه وسلم دارالکتب العلمیه بیروت ۱ /۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۹۸ /۶، ۷

رواہ البزار والطبرانی [1] عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	السلام پر تھے۔(اس کو بزار اور طبرانی نے سیدنا سعید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکی نسبت فرمایا:

رأیتہ فی الجنۃ یسحب ذیولا۔رواہ ابن سعد [2] و الفاکھی عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا(اس کو ابن سعد اور فاکہی نے حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور بیہقی وابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں وھذہ روایۃ البیھقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے۔):

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ماافترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیر ھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا [3] وفی لفظ فانا خیرکم	میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالٰی نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ سعید بن زید دارصادر بیروت ۳ /۳۸۱

[2] فتح الباری بحوالہ ابن سعد والفاکھی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل مصطفی البابی مصر ۸ /۱۴۷

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیہ بیروت ۱ /۱۷۴ تا ۱۷۹، تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۹و۳۸

نسبًاوخیر کم ابًا[1]۔	

اس حدیث میں **اول** تو نفی عام فرمائی کہ عہد جاہلیت کی کسی بات نے نسب اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی، یہ خود دلیل کافی ہے اورامر جاہلیت کو خصوص زنا پر حمل کرنا ایک تو تخصیص بلا مخصص، دوسرے لغو کہ نفی زنا صراحۃً اس کے متصل مذکور۔

ثانیًا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی قطعًا داخل تو لازم کہ حضرت والد ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکم آیت بے اسلام ناممکن۔

عاشرًا، اقول: قال اللہ عزوجل: "اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ"[2]۔	**دسویں دلیل: میں کہتا ہوں**، اللہ عزوجل نے فرمایا: خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

آیہ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزّوعلاسب سے زیادہ معزز و محترم موضع، وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے ولہٰذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کیا شے ہوگی ؟وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا ورحمت درکار۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا، گریہ وزاری فرمارہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یاام المومنین ! کیاآپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلانے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا:

فرّجت عنی فرّج اللہ عنك[3]۔	تم نے میرا غم دور کیااللہ تعالٰی تمہارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ /۳۰

[2] القرآن الکریم ۶ /۱۲۴

3

ان الله ابٰی لی ان اتزوج أوازوج الا اهل الجنة۔رواه ابن عساکر [1] عن هند بن ابی هالة رضی الله تعالٰی عنه۔	بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔(اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک معاذاللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذًا باللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بحمداللہ دس ۱۰ دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشاد ائمہ کبار اور چھ اخیر فیض قدیر حصہ فقیر، تلك عشرة كاملة، والحمدلله فی الاولٰی والاٰخرة (یہ دس کامل ہوئیں، اور پہلی اور پچھلی میں سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت)

تنبیہات باہرہ: حدیث ان ابی وابا ك [2]۔ (بے شک میرا اور تیرا باپ۔ت) میں باپ سے ابوطالب مراد لینا طریق واضح ہے۔

قال تعالٰی:

"قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ" [3]۔	بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابرایم واسمٰعیل واسحٰق کا۔(ت)

علماء نے اسی پر لابیہ اٰزر کو حمل فرمایا۔اہل تواریخ واہل کتابین (یہود ونصارٰی) کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سید خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا۔استغفار سے نہی معاذ اللہ عدم توحید پر دال نہیں، صدر اسلام میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدیون (مقروض) کے جنازے پر نماز نہ پڑھتے جس کا حاصل اس کے لیے استغفار ہی ہے۔

اقول: حدیث میں ہے: جب حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر رملة بنت ابی سفیان صخر بن حرب الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷۳ /۱۱۰

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۴

[3] القرآن الکریم ۲ /۱۳۳

شفاعت فرمائیں گے اور اہل ایمان کو اپنے کرم سے داخل جناں فرماتے جائیں گے، اخیر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی حسنہ نہیں۔ شفیع مشفع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پھر سجدے میں گریں گے، حکم ہوگا:

یامحمد ارفع راسك وقل یسمع لك وسل تعط واشفع تشفع۔	اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ (ت)

سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کریں گے:

یارب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ۔	اے میرے رب! مجھے ان کی بھی پروانگی دے دے جنہوں نے صرف لاالٰہ الا اللہ کہا ہے۔

رب العزت عزّجلالہ ارشاد فرمائے گا:

لیس ذاك الیك لکن وعزتی وکبریائی وعظمتی و جبریائی لاخرجن منھا من قال لاالٰہ الا اللہ۔ رواہ الشیخان [1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والحمدللہ وصلی اللہ تعالٰی علی الشفیع الرفیع واٰلہ وبارك وسلم۔	یہ تمہارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت وجلال وکبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو نار سے نکال لوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے سچے رسول ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے بُلند شان والے شفیع پر اور ان کی آل پر۔ (ت)

حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک صرف اہل توحید واہل لا الٰہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیلِ لیس ذٰلك لك ہے۔ بعدہ رب العزت

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیٰمۃ مع الانبیاء وغیرھم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۱۱۸و۱۱۱۹، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۱۰

جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر تمام نعمت کے لئے اصحاب کہف رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرح انہیں زندہ کیاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر، شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا لہٰذا حکمت الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پورا اترلیا اور "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ"[1] (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ت) نے نزول فرماکر دین الٰہی کو تام وکامل کردیا تاکہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیث احیاء کی غایت ضعف ہے کما حققه خاتم الحفاظ الجلال السیوطی ولاعطر بعد العروس (جیساکہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی تحقیق فرمادی ہے اور عروس کے بعد کوئی عطر نہیں۔ت) اور حدیث ضعیف دربارہ فضائل مقبول کما حققناہ بما لا مزید علیه فی رسالتنا الهاد الکاف فی حکم الضعاف (جیساکہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ الھاد الکاف فی حکم الضعاف میں کردی ہے۔ت بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح کی۔ افضل القری لقراء ام القری میں فرماتے ہیں:

ان اباء النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم غیر الانبیاء وامهاته الی ادم وحواء لیس فیهم کافر لان الکافر لا یقال فی حقه انه مختار ولا کریم، ولا طاهر، بل نجس، وقد صرحت الاحادیث بانهم مختارون وان الاباء کرام، والامهات طاهرات، وایضا قال تعالٰی وتقلبك فی السجدین علی احد التفاسیر فیه	یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں، ان کے سوا حضور کے جس قدر اباء وامہات آدم وحواء علیہما الصلوۃ و السلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں، آباء سب کرام، مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیہ کریمہ تقلبك فی السجدین (اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳

ان المراد تنقل نوره من ساجد الی ساجد وحینئذ فهٰذه صریح فی ان ابوی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اٰمنة وعبد الله من اهل الجنة لانهما اقرب المختارین له صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهذاهو الحق، بل فی حدیث صححه غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا لمن طعن فیه۔ان الله تعالٰی احیاهما فامنابه الخ مختصرا وفیه طول۔[1]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور کے والدین حضرت آمنہ وحضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہل جنت ہیں کہ وہ تو ان بندوں میں جنھیں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چنا تھا سب سے قریب تر ہیں، یہی قول حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے متعدد حافظان حدیث نے صحیح کہا اور اس میں طعن کرنے والے کی بات کو قابل التفات نہ جانا، تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ حضور پر ایمان لائے، مختصر حالانکہ اس حدیث میں طول ہے، ھکذا قال واللہ تعالٰی اعلم
اقول: وبماء قرأت امر الاحیاء اندفع مازعم الحافظ ابن دحیه من مخالفة الایات عدم انتفاع الکافر بعد موته کیف وانا لانقول ان الاحیاء لاحداث ایمان بعد کفره بل لاعطاء الایمان بمحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم وتفاصیل دینه الاکرام بعد المضی علی محض التوحید	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ زندہ کرنے کا معاملہ جو تو نے پڑھا ہے اس سے حافظ ابن دحیہ کا وہ قول مندفع ہوگیا کہ والدین کریمین کا ایمان ماننے سے ان آیات کریمہ کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں کافر کے مرنے کے بعد عدم انتفاع کا ذکر ہے، یہ مخالفت کیسے لازم آسکتی ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ والدین کریمین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفر کے بعد ایمان دینے کیلئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے

[1] افضل القری لقراء ام القری شعر ۶ المجمع الثقافی ابو ظھبی ۱/ ۱۵۱

وحینئذ لاحاجة بناالی ادعاء التخصیص فی الایات کمافعل العلماء المجیبون۔	دین کریم کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا،اس صورت میں ہمیں آیات کریمہ تخصیص کادعوی کرنے کی ضرورت نہیں جیساکہ جواب دینے والے علماء نے کیاہے۔(ت)

اپنامسلک اس باب میں یہ ہے:ع

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا وللناس فیما یعشقون مذاھب

(میرامذہب توشہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرناہےاور لوگوں کے لئے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں۔ت)

جسے یہ پسند ہو فبہا،ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے،دل صاف رکھے،"اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ"[1] (بیشک یہ بات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کواذیت پہنچاتی ہے۔ت) سے ڈرے۔امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں:

مااحسن قول بعض المتوقفین فی ھٰذہ المسئلة الحذر الحذر من ذکر ھما بنقص فان ذٰلك قد یؤذیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لخبر الطبرانی لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات[2]۔	یعنی کیاخوب فرمایا بعض علماء نے جنہیں اس مسئلے میں توقف تھاکہ دیکھ بچ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اس سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کوایذاء ہونے کااندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کوبرا کہہ کرزندوں کوایذاء نہ دو۔(ت)

یعنی حضور توزندہ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایاہے:

"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝۶۱"[3]۔	جولوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۳

[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی شعر۶ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۵۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے ع

ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

(ہوش کر کہ لوگوں پر چڑھائی کرنا قدم کے لیے تلوار ہے۔ت)

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر ادھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟آدمی اگر جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذاللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے، جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان الامام ان یخطیئ فی العفو خیر له من ان یخطیئ فی العقوبة، رواه ابن ابی شیبة[1] والترمذی والحاکم وصححه والبیهقی عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها۔	جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو کہ بیشک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔(اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا، اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ت)

حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:"کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو"[2]۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف معاذاللہ اولاد چنین وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر وقطع نسبت کردیا جائے، یقین برہانی کا انتفا حکم وجدانی کا نافی نہیں ہوتا، کیا تمہارا وجدان ایمان گوارا کرتا ہے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سرکار نوربار کے ادنٰی ادنٰی غلاموں کے سگان بارگاہ جنّات النعیم میں "سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾"[3] (بُلند تختوں) پر تکیے لگائے چین کریں اور جن کی نعلین پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں بھریں، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب الحدود دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴، جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۱، السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دارصادر بیروت ۸/ ۲۳۸، المصنف لابن ابی شیبة کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۵/ ۵۰۸

[2] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفة مطبعة المشهد الحسینی القاهرة ۳/ ۱۲۵

[3] القرآن الکریم ۸۸/ ۱۳

عزّجلالہ پر حکم نہیں کرسکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی؟ ادھر کونسی دلیل قاطع پائی؟حاش اللہ !ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں،جو صریح ہے ہر گز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہر گز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کردئے تواقل درجہ وہی سکوت وحفظ ادب رہا،آئندہ اختیارات بدست مختار۔

نکتہ الٰہیہ اول: ظاہر عنوان باطن ہے اوراسم آئینہ مسمّٰی الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ت) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا بعثتم الی رجلا فابعثوہ حسن الوجہ حسن الاسم۔رواہ البزارفی مسندہ والطبرانی[1] فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الاصح۔	جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو(اس کو بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے قول اصح کے مطابق سند حسن کے ساتھ روایت کیاہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعتبروا الارض باسمائھا۔رواہ ابن عدی[2] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو حسن لشواھدہ۔	زمین کواس کے نام پر قیاس کرو۔(اس کو ابن عدی نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ شواہد کے لیے حسن ہے۔ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتفاءل ولا یتطیر وکان یعجبہ الاسم الحسن۔رواہ الامام احمد[3] و	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیک فال لیتے،بدشگونی نہ مانتے اوراچھے نام کو دوست رکھتے۔(اس کو امام احمد،طبرانی اوربغوی نے شرح السنۃ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۴۳ مکتبہ المعارف ریاض ۸ /۳۶۵،کنزالعمال بحوالہ البزار وطس عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۴۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۴۵

[2] الجامع الصغیر بحوالہ عدی عن ابن مسعود حدیث ۱۱۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱ /۷۴

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۲۵۷ و ۳۰۴۳۱۹،شرح السنۃ للبغوی حدیث ۳۲۵۴ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲ /۱۷۵،مجمع الزوائد بحوالہ احمد وطبرانی کتاب الادب باب ماجاء فی الاسماء الحسنۃ دارالکتاب بیروت ۸ /۴۷

الطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ۔	میں روایت کیا ہے۔ت)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغیرالاسم القبیح۔رواہ الترمذی[1]۔	مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برے نام کو بدل دیتے تھے (اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ت)

وفی اخرٰی عنہا (اورام المومنین سے ہی دوسری روایت میں ہے۔ت):

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمع بالاسم القبیح حوّلہ الٰی ماھو احسن منہ۔رواہ الطبرانی[2] بسندہ وھو عند ابن سعد عن عروۃ مرسلا۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی کا برا نام سنتے تو اس سے بہتر بدل دیتے (اس کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا ہے اور وہ ابن سعد کے نزدیک عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ت)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایتطیر من شیئ وکان اذا بعث عاملا سأل عن اسمہ فاذا اعجبہ اسمہ فرح بہ ورؤی بشر ذٰلك فی وجھہ وان کرہ اسمہ رؤی کراھیۃ ذٰلك فی وجھہ واذا دخل قریۃ سأل عن اسمھا فاذا اعجبہ اسمھا فرح بھا ورؤی بشر ذٰلك فی وجھہ وان کرہ اسمھا رؤی کراھۃ ذٰلك فی وجھہ۔رواہ ابو داؤد[3]۔	مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اس کا نام پوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرہ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرہ اقدس پر ظاہر ہوتا، اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے، اگر خوش آتا مسرور ہو جاتے اور اس کا سرور روئے پُرنُور میں دکھائی دیتا، اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا۔(رواہ ابو داؤد)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغیرالاسماء امین کمپنی دہلی ۲ /۱۰۷

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد عن عروۃ مرسلاً حدیث ۱۸۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷ /۱۵۷

[3] سنن ابو داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر باب فی الطیرۃ والخط آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۱۹۱

اب ذرا چشمِ حق بین سے حبیب صلی اللہ تعالٰی کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خَفِیَّہ دیکھئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے امت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب اسمائك الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن۔ رواہ مسلم [1] وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالٰی کو عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں (اس کو امام مسلم، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نام آمنہ کہ امن وامان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔ جد امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب واطہر مشتق محمد واحمد وحامد ومحمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔ جدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ، اس نام پاک کی خوبی اظہر من الشّمس ہے۔ حدیث میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنھا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالٰی فطمها ومحبیها من النار، رواہ الخطیب [2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو ناز دوزخ سے آزاد فرمایا۔ (اس کو خطیب نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

حضور کے جدِّ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنٰی عطا و بخشش، ان کا قبیلہ بنی زہراء جس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۰، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ما یستحب من الاسماء امین کمپنی دہلی ۲ /۱۰۶، سنن ابن ماجه ابواب الادب باب ماجاء ما یستحب من الاسماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳

[2] تاریخ بغداد بحوالہ خط عن ابن عباس ترجمہ ۶۷۷۲ عالم بن حمید الشمیری دارالکتاب العربی بیروت ۱۲ /۳۳۱، کنز العمال حدیث ۳۴۲۲۶ و ۳۴۲۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۰۹

حاصل چمک وتابش۔جدہ مادری یعنی نانی صاحبہ بّرہ یعنی نیکوکار، کما ذکرہ ابن هشام فی سیرته[1] (جیسا کہ ابن ہشام نے اس کو اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔ت)

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں، دودھ پلانے والیوں کو دیکھئے، پہلی مرضِعِ ثُوَیبَہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق، اور اس فضل الٰہی سے پوری طرح بہرور حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

ان فیك خصلتین یحبهما الله الحلم والاناة[2]۔	تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو پیاری درنگ اور بُردباری۔

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت ونیک طالعی ہے، شرف اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں،

کما بینه الامام مغلطائی فی جزء حافل سماہ التحفة الجسمیة فی اثبات اسلام حلیمة[3]۔	جیسا کہ امام مغلطائی نے اسکو ایک بڑی جُزء میں بیان فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے "التحفة الجسمیة فی اثبات اسلام حلیمة" رکھا ہے۔(ت)

جب روز حنین حاضر بارگاہ ہوئیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا کما فی الاستیعاب[4] عن عطاء بن یسار (جیسا کہ استیعاب میں عطا بن یسار سے مروی ہے۔ت) ان کے شوہر جن کا شیر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوش فرمایا حارث سعدی، یہ بھی شرف اسلام وصحبت سے مشرف ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے، راہ میں قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی سنو، وہ کہتے ہیں مردے جئیں گے، اور اللہ نے دو گھر جنت ونار بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شاکی ہے۔ فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روز قیامت۔

---

[1] السیرة النبویة لابن ہشام زواج عبداللہ من آمنه بنت وهب دار ابن کثیر بیروت ۱/ ۱۵۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ولرسوله صلی اللہ علیه وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵

[3] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفه بیروت ۳/ ۲۹۴

[4] الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ترجمہ ۳۳۳۶ حلیمة السعدیة دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۳۷۴

حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کرکے کہا کرتے: اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔ رواہ یونس بن بکیر[1]۔ (اس کو یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے۔ ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصدقھا حارث وھمام۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[2] وابوداؤد والنسائی عن ابی الھیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ	سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں۔ (اس کو امام بخاری نے ادب مفرد میں اور ابوداؤد ونسائی نے ابو الہیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے، جن کے لیے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پستان چپ چھوڑ دیتے تھے عبداللہ سعدی، یہ بھی مشرف بہ اسلام وصحبت ہوئے کما عند ابن سعد[3] فی مرسل صحیح الاسناد (جیسا کہ ابن سعد کے نزدیک صحیح الاسناد مرسل میں ہے۔ ت)

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹاکر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اس لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہا[4]۔

---

[1] الروض الانف بحوالہ یونس بن بکیر ابوہ من الرضاعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۱۰۰، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ یونس بن بکیر المقصد الاول ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۳، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ یونس بن بکیر المقصد الثانی الفصل الرابع ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳ / ۲۹۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۲۰، الادب المفرد باب ۳۵۶ حدیث ۸۱۴ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۲۱۱

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ارضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱ /۱۱۳، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱ /۱۴۲ و ۱۴۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۵، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱ /۱۴۶

حضرت حلیمہ حضور پُر نُور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھائی صورت دیکھی جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں، تینوں کے دودھ اترآیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنٰی زن شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطر آلود، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے، ذکرہ ابن عبدالبر [1] (اس کو ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے۔ت)

بعض علماء نے حدیث "انا ابن العواتك من سلیم" (میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہوں۔ت) کو اسی معنٰی پر محمول کیا۔ نقله السهیلی [2] (اس کو سُہیلی نے نقل کیا ہے۔ت)

اقول: الحق کسی نبی نے کوئی آیت و کرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو اس کی مثل اور اس سے امثل عطانہ ہوئی، یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا حبیب اشرف بریۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرمادیا
ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(جو کمالات سب رکھتے ہیں تُو تنہار کھتا ہے۔ت)

وصلی اللہ تعالٰی علیك وعلیهم وبارك وسلم۔	اللہ تعالٰی آپ پر اور ان (انبیاء سابقہ) پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

لم ترضعه مرضعة الا اسلمت۔ ذکرہ فی کتابه سراج المریدین [3]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ (اس کو امام ابو بکر ابن العربی نے اپنی کتاب سراج المریدین میں ذکر کیا ہے۔ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله الاستیعاب المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۳۷

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله الاستیعاب المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۳۷

3

بھلا یہ تو دودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے، مرضعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام برکت اور ام ایمن کنیت کہ یہ بھی یُمن وبرکت و راستی وقوت، یہ اجلہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہن، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں فرماتے: **انت امی بعد امی**[1] ۔تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ **رواہ ابن سعد**[2] **عن عثمان بن ابی القاسم** (اس کو ابن سعد نے عثمان بن ابو القاسم سے روایت کیا ہے۔ت)

پیدا ہوتے وقت جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام تو دیکھئے شفاء، **رواہ ابو نعیم عنہا**[3]۔ (اس کو ابو نعیم نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت) یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ وصحابیہ جلیلہ ہیں۔ اور ایک بی بی کہ وقت ولادت اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اے چشم انصاف! کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطور جزاف تھا؟ کلا واللہ بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔ پھر محل غور ہے جو اس نور پاک کو برے نام والوں سے بچائے وہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا، اور بُرا کام بھی کون سا، معاذاللہ شرک وکفر، حاشا ثم حاشا، اللہ اللہ! دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذاللہ چنین وچناں حاش للہ کیونکر گوارا ہو ع

خدا دیکھا نہیں قدرت سے جانا

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل البعثۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۴، المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ام ایمن واسمہابرکۃ دارصادر بیروت ۸/ ۲۲۴، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المصدالثانی الفصل الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۵

[3] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص۴۰

ع مابندہ عشقیم ودِ گر ہیچ ندانیم

(ہم عشق کے بندے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ت)

فائدہ ظاہرہ: دربارہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما یہی طریقہ انیقہ اعنی نجات نجات نجات کہ ہم نے بتوفیقہٖ تعالٰی اختیار کیا، تنوع مسالک پر مختارِ اجلہ ائمہ کبار اعاظم علمائے نامدار ہے، ازاں جملہ:

(۱) امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں، از انجملہ تفسیر ایک ہزار جزء میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جزء میں۔

(۲) شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی۔

(۳) حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر۔

(۴) امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض۔

(۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں، بعد امام نووی کے ان کا مثل علم حدیث میں کوئی نہ ہوا۔

(۶) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷) امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحب عیون الاثر۔

(۸) علامہ صلاح الدین صفدی۔

(۹) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی۔

(۱۰) شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی۔

(۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

(۱۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔

(۱۳) امام ابوعبداللہ محمد بن خلف شارح صحیح مسلم۔

(۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی صاحب تذکرہ۔

(۱۵) امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

(۱۶) امام علامہ زین الدین مناوی۔

(۱۷) خاتم الحفاظ مجدد القران امام العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔

(۱۸) امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القرٰی وغیرہ۔

(۱۹) شیخ نور الدین علی الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بفضل اللہ تعالٰی فی الدارین من الناجین۔

(۲۰) علامہ ابو عبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف۔

(۲۱) علامہ محقق سنوسی۔

(۲۲) امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔

(۲۳) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔

(۲۴) خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب۔

(۲۵) امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب۔

(۲۶) زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر۔

(۲۷) علامہ سید احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر۔

(۲۸) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۲۹) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض۔

(۳۰) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۳۱) شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔

(۳۲) علامہ۔۔۔۔۔۔صاحب کنز الفوائد۔

(۳۳) مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت۔

(۳۴) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی در مختار۔

(۳۵) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب ردالمحتار **وغیرہم من العلماء الکبار والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک العزیز الغفار** (ان کے علاوہ دیگر علماء کبار اور پسندیدہ محققین ان پر عزت والے، بخشنے والے بادشاہ کی رحمت ہو۔ت)

ان سب حضرات کے اقوال طیبہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں مگر فقیر نے یہ سطور نہ مجرد نقل اقوال کے لئے لکھیں نہ مباحث طے کردہ علماء عظام خصوصًا امام جلیل جلال سیوطی کے ایراد بلکہ مقصود اس مسئلہ جلیلہ پر چند دلائل جمیلہ کا سنانا اور بہ تصدق کفش برداری علماء جو فیض تازہ قلب فقیر پر فائض ہوئے، انتفاع برادران دینی کے لئے ان کا ضبط تحریر میں لانا کہ شائد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ تمام جہاں سے اکرم وارحم وابرّ واوفٰی ہیں، محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں اور نہ کسی

صلے میں بلکہ اپنے خاص فضل کے صدقے میں اس عاجز بے چارہ، بیکس، بے یار کا ایمان حفظ فرما کر دارین میں عذاب وعقاب سے بچائیں۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

(کریموں پر بڑے بڑے کام دشوار نہیں ہوتے۔ت)

پھر یہ بھی ان اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات، خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود، ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی وامام الحرمین وامام ابن السمعانی وامام کیا ہراسی وامام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتی کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا کالشّمس والامس روشن وثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے کمالایخفٰی علی من له اجالة نظر فی علمی الاصولین۔ (جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جس کی اصولی علموں پر نظر ہے۔ت) امام سیوطی سُبُل النجاۃ میں فرماتے ہیں:

مال الٰی ان الله تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا به طائفة من الائمة وحفاظ الحدیث [1]۔	ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابوین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔(ت)

کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ سے نقل کرتے ہیں:

ذھب جمع کثیر من الائمة الاعلام الٰی ان ابوی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ناجیان محکوم لھما بالنجاة فی الاخرة وھم اعلم الناس باقوال من خالفھم وقال بغیر ذٰلك و	(خلاصہ یہ کہ) یہ جمع کثیر اکابر ائمہ واجلہ حفاظ حدیث، جامعان انواع علوم وناقدان روایات ومفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے ان اعاظم ائمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیه بحواله سبل النجاۃ المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۶۸

لایقصرون عنہم فی الدرجة ومن احفظ الناس للاحادیث والاٰثار وانقد الناس بالادلہ التی استدل بہا اولئك فانہم جامعون لانواع العلوم ومتضلوعون من الفنون خصوصاًن الاربعة التی استمدمنہا فی ھٰذہ المسألة فلایظن بہم انہم لم یقفوا علی الاحادیث التی استدل بہا اولئك معاذ اللہ بل وقفوا علیہا وخاضوا غمرتہا واجابوا عنہا بالاجوبة المرضیة التی لایردہا منصف واقاموا لما ذھبوا الیہ ادلة قاطعة کالجبال الرواسی[1] اھ مختصرًا۔	مسئلے میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے، معاذاللہ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور اس پر واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور ان سے وہ پسندیدہ جواب دئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہ کرے گا اور نجات والدین شریفین پر دلائل قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے نہیں ہل سکتے۔

بلکہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں ائمہ قائلین نجات کے اقوال وکلمات ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ھذا ماوقفنا علیہ من نصوص علمائنا ولم نر لغیرھم مایخالفہ الا مایشم من نفس ابن دحیة وقد تکفل بردّہ القرطبیُّ[2]۔	یہ ہمارے علماء کے وہ نصوص ہیں جن پر میں واقف ہوا اور ان کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ایک بوئے خلاف کے جو ابن دحیہ کے کلام سے پائی گئی اور امام قرطبیّ نے بروجہ کافی اس کا رد کردیا۔

تاہم بات وہی ہے جو امام سیوطی نے فرمائی:

ثم انی لم ادّع ان المسألة اجماعیة بل ھی مسألة ذات خلافٍ	پھر میں نے یہ دعوی نہیں کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے (اور اس کا حکم

[1] کتاب الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسة شعبان بیروت ۱/ ۲۳۰

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة باب وفاة امہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۸۶

فحکمها کحکم سائر المسائل المختلف فیها غیر انی اخترت له اقوال القائلین بالنجاۃ لانه انسب بهذا المقام اھ [1] وقال فی الدرج بعد مادرج فی الدرج الفریقان ائمة اکابر اجلاء [2]۔	بھی اختلافی مسائل جیسا ہوگا) مگر میں نے نجات کے قائلین کے اقوال کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی اس مقام کے زیادہ لائق ہے۔اھ اور درج المنیفہ میں اس بحث کو درج کرنے کے بعد کہادونوں فریق جلیل القدر اکابر ائمہ ہیں۔(ت)

اقول: تحقیق یہ کہ طالب تحقیقی مرہون دست دلیل ہے، ابتداءً ظواہر بعض آثار سے جو ظاہر بعض انظار ہوا ظاہر تھا کہ ان جوابات شافیہ اوراس پر دلائل وافیہ قائم ومستقیم چارہ کار قبول وتسلیم بالا قل سکوت وتعظیم، اللہ الهادی الی صراط مستقیم۔

عائدہ زاہرہ: امام ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بطریق محمد بن شہاب الزہری ام سماعہ اسماء بنت ابی رھم، وہ اپنی والدہ سے راوی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے انتقال کے وقت حاضر تھی، محمد صلی اللہ تعالٰی کم سن بچے کوئی پانچ برس کی عمر شریف، ان کے سرہانے تشریف فرماتھے۔حضرت خاتون نے اپنے ابن کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نظر کی، پھر کہا:

بارك فیك الله من غلام　　یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام　　فودی غداۃ الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام　　ان صحّ ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام　　من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام　　تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیك البرّ ابراهام　　فالله انهاك عن الاصنام
ان لاتوالیها مع الاقوام [3]

''اے ستھرے لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔اے بیٹے ان کے جنھوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بُلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، اگر وہ ٹھیک

[1] الدرج المنیفة فی الاباء الشریفة
[2] کتاب الخمیس بحواله الدرجة المنیفة القسم الثانی النوع الرابع مؤسسة شعبان ۱/ ۲۳۰
[3] المواهب اللدنیة بحواله دلائل النبوة المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۶۹

اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تُو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔''

حضرت خاتون آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اس پاک وصیت میں جو فراقِ دنیا کے وقت اپنے ابن کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کو کی بحمد اللہ توحید ورد شرک تو آفتاب کی طرح روشن ہے اور اس کے ساتھ دین اسلام ملت پاک ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کا بھی پورا اقرار، اور ایمان کامل کسے کہتے ہیں، پھر اس سے بالاتر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وہ بھی بیان بعث عامہ کے ساتھ، وللہ الحمد۔

اقول: وكلمة ان ان كانت للشك فهو غاية المنتهٰى اذ ذاك ولا تكليف فوقه والا فقد علم مجيئها ايضا للتحقيق ليكون كالدليل على ثبوت الجزاء وتحققه كقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لام المؤمنين رضى الله تعالٰى عنها رأيتك فى المنام ثلث ليال يجئ بك الملك فى سرقة من حريرى فقال لى هذه امرأتك فكشفت عن وجهك الثوب فاذا هى انت فقلت ان يكن هذا من عندالله يمضه۔ رواه الشيخان[1] عنها رضى الله تعالٰى عنها۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) کلمہ ان اگر شک کے لئے ہے تو وہ غایت منتہی ہے اور اس سے اوپر کوئی تکلیف نہیں، ورنہ اس کا تحقیق کیلئے آنا بھی معلوم ہے تاکہ یہ جزاء کے ثبوت و تحقیق پر دلیل کی طرح ہو جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمانا کہ میں نے تجھے تین راتیں دیکھا فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) تجھے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تو تھی۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے تو وہ ضرور اس کو جاری فرمائے گا۔ اس کو شیخین نے ام المومنین سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس کے بعد فرمایا:

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۶۸، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۸۵

کل حی میت وکل جدید بال وکل کبیر یفنی وانا میتة وذکری باق وقد ترکت خیرا وولدت طهرًا [1]۔	ہر زندے کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا، اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیر عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ کہا اور انتقال فرمایا، رضی اللہ تعالٰی عنہا وصلی اللہ تعالٰی علی ابنہا الکریم وذویہ وبارك وسلم (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہوا اور درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ان کے کریم بیٹے اور اس کے پیروکاروں پر۔ ت)

اور ان کی یہ فراست ایمان اور پیشن گوئی نورانی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب وعجم کی ہزاروں شاہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکر خیر سے مشارق مغارب ارض میں محافل مجالس انس وقدس میں زمین وآسمان گونج رہے ہیں اور ابدالآباد تک گونجیں گے وللہ الحمد۔

عبرت قاہرہ: سید احمد مصری حواشی در میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیق اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انہوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے:

اٰمنت ان ابا النبی وامّه	احیاهما الحی القدیر الباری
حتی لقد شهدا له برسالة	صدق فتلك کرامة المختار
وبه الحدیث ومن یقول بضعفه	فهو الضعیف عن الحقیقة عاری [2]

"یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادر مطلق خالق عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے

[1] المواهب اللدنیة المقصد الاول ذکر وفاة آمنة رضی اللہ عنها المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۶۷۔۱۶۹

[2] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبة العربیه کوئٹہ ۲/ ۸۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔''

یہ اشعار سنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انہیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلادے، ہاں جہاں جارہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔

ان کے اس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے: یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربانی ہادی، غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے، لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔[1] انتہٰی۔

اے شخص! یہ عالم بہ برکت علم، نظر عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تو اس ورطہ میں پڑ کر معاذاللہ کہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باعث ایذاء نہ ہو جس کا نتیجہ معاذاللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت سچا ادب روزی فرمائے اور اسباب مقت (ناراضگی) و حجاب و بیزاری و عتاب سے بچائے آمین آمین آمین!

یا ارحم الراحمین ارحم فاقتنا یا ارحم الراحمین ارحم ضعفنا تبرأنا من حولنا الباطل وقوتنا العاطلة والتجانا الی حولك العظیم وطولك القدیم وشهدنا بان لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم واٰخر دعوٰنا ان الحمدلله رب العٰلمین وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد	اے بہترین رحم فرمانے والے! ہمارے فاقہ اور ضعف پر رحم فرما، ہم اپنی باطل طاقت اور بیکاری قوت سے براءت کرتے ہیں اور تیری عظیم طاقت اور قدیم قوت کی پناہ چاہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عزت و عظمت والے خدا کے سوا نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی، اور ہماری گفتگو کا خاتمہ اس پر ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/ ۸۱

واٰلہٖ وصحبہٖ وذریتہٖ اجمعین اٰمین۔	و مولٰی محمد مصطفٰی پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام صحابہ پر اور آپ کی تمام اولاد پر۔ آمین۔ (ت)

الحمدللہ یہ موجز رسالہ اواخر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" عـــہ نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام

ختم ہوا۔

عـــہ: وبضم الکاف بمعنی الریم صفۃ الرسول اوبکسرھا جمع الکرام نعت الاصول ۱۲

رسالہ
تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد واٰلہٖ واصحٰبہٖ اجمعین الٰی یوم الدین بالتبجیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔	تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور عظمت کے ساتھ تاقیامت درود وسلام ہو سید المرسلین وخاتم النبیین پر اورآپ کی آل اور تمام اصحاب پر۔ ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے۔ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض

پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالٰی آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز، کثیر السیئات کو دین حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت، دل میں عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ اٰمین یا ارحم الراحمین۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا" [1]۔	اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے، کا مقصود ہی تمہارا مولٰی تبارک وتعالٰی تین باتیں بتاتا ہے:

اول یہ کہ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوئم یہ کہ رسول اللہ کی تعظیم کریں۔

سوئم یہ کہ اللہ تبارک وتعالٰی کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو ذکر فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان، تعظیم بکار آمد نہیں۔ بہتیرے نصارٰی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لئیم میں تصنیفیں کرچکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے، کچھ مفید نہیں کہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے۔ پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادت الٰہی میں گزرے، سب بے کار و مردود ہے۔ بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کرکے، اپنے طور پر ذکر عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں، زکہ لاالٰہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از آنجا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ؟ اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

"وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا" [2]۔	جو کچھ اعمال انہوں نے کئے تھے، ہم نے سب برباد کر دیئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸و۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

"عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ "[1]۔	عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا؟ یہ کہ بھڑکتی آگ میں پیٹھیں گے۔والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم، مدار ایمان و مدار نجات ومدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں ؟۔ کہو ہوئے اور ضرور ہوئے! تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ "[2]	اے نبی تم فرمادو، کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمھیں اندیشہ ہے اور تمھارے پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اسکی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے، تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز کوئی مال، کوئی چیز، اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو، وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہے، اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا، اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے والعیاذ باللہ تعالٰی۔
تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین"[3]۔	تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں''۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۳و۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹

یہ حدیث بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔اس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہر گز مسلمان نہیں۔

مسلمانو کہو! محمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام جہانوں سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے۔ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے، مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾"[1]۔	کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں، کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا۔ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤگے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہروگے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی و واقعی ہونے کو درکار ہیں، وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرماچکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم

(۲) اور محمد رسول اللہ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو۔ جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے

---
[1] القرآن الکریم ۲۹/۱و۲

الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں لاؤ آخر یہ جو کچھ تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے، نہیں پہنتے؟ کیا عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی، تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنے دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو وقعت کرسکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اسکا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، للہ اپنے حال پر رحم کرو اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، دیکھو رب عزوجل فرماتا ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ	تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ان کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ سنتا ہے

اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "[1]۔	اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول اللہ کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعًا عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا، یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہوگے۔ مولٰی سبحانہ و تعالٰی کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالٰی تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا جس میں ان شاء اللہ تعالٰی حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالٰی روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے ''میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی'' بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو واللہ مفت پائیں، پھر زید و عمرو سے علاقہ تعظیم و محبت، یک لخت قطع کردینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللہ تعالٰی ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرمارہا ہے اور اس کا وعدہ یقینًا سچا ہے۔ قرآن کریم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کی لالچ میں نہ آئیں،

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲

سزاؤں کے ڈر سے، راہ پائیں۔ وہ عذاب بھی سن لیجئے:

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳" [1]۔	اے ایمان والو! اپنے باپ، اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے رفاقت پسند کرے وہی لوگ ستمگار ہیں۔

اور فرماتا ہے کہ:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﳓ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۝۱ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚۛ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝۳" [2]۔	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے۔ قیامت کے دن۔ اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دیگا کہ تم میں ایک، دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۝۵۱" [3]۔	تم میں جو ان سے دوستی کریگا تو بے شک وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

پہلی دو آیتوں میں تو ان سے دوستی کرنے والوں کو ظالم و گمراہ ہی فرمایا تھا، اس آیت کریمہ نے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۶۰ /۱تا۳

[3] القرآن الکریم ۵ /۵۱

بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جوان سے دوستی رکھے وہ بھی ان میں سے ہے،ان ہی کی طرح کافر ہے،ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گااور وہ کوڑا بھی یاد رکھیے کہ ''تم چھپ چھپ کران سے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہوں''۔اب وہ رسی بھی سن لیجئے جس میں رسول اللہ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۶۱﴾ " [1]۔	جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

" اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾ " [2]۔	بے شک جو اللہ ورسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں،اور اللہ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عزوجل ایذاء سے پاک ہے اسے کون ایذاء دے سکتا ہے۔مگر حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذاء فرمایا۔ان آیتوں سے اس شخص پر جو رسول اللہ کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے،سات کوڑے ثابت ہوئے۔:

(۱) وہ ظالم ہے۔

(۲) گمراہ ہے۔

(۳) کافر ہے۔

(۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۵) وہ آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔

(۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذاء دی۔

(۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹ /۶۱

[2] القرآن الکریم ۳۳ /۵۷

اے مسلمان ! اے مسلمان ! اے امتی سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! خدارا، ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کردینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو، تو خدا سے راضی ہو یا یہ سات بھلے ہیں جو ان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیھات، ہیھات کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جان برادر ! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا، وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے الم احسب الناس، کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤگے امتحان نہ ہوگا۔ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے ! دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو ! وہ فرمارہا ہے کہ تمہارے رشتے، علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے، مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو ! وہ فرمارہا ہے کہ میں غافل نہیں، میں بے خبر نہیں، تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں، دیکھو ! بے پروائی نہ کرو، پرائے پیچھے، اپنی عاقبت نہ بگاڑو، اللہ ورسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو، دیکھو وہ تمہیں اپنے سخت عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں، دیکھو ! وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں دیکھو اور گناہ، تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو، مگر ایمان نہیں جاتا، عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت، حبیب کی شفاعت سے، بے عذاب ہی چھٹکارا ہوجائے گا یا ہوسکتا ہے۔ مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے انکی عظمت، ان کی محبت، مدار ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا، پھر اصلاً، ابداً آباد تک کبھی، کسی طرح ہرگز، اصلاً، عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی۔ گستاخی کرنے والے، جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو، وہاں اپنی بھگت رہے ہونگے تمہیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں تو کیا کرسکتے ہیں ؟ پھر ایسوں کا لحاظ کرکے، اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضب جبار و عذاب نار میں پھنسادینا، کیا عقل کی بات ہے ؟۔ للہ للہ ذرا دیر کو اللہ ورسول کے سوا سب ایں وآں سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بُلند عزت، رفیع وجاہت، جو ان کے رب نے انہیں بخشی اور ان کی تعظیم، ان کی توقیر پر ایمان واسلام کی بناء رکھی اسے دل میں جما کر

انصاف وایمان سے کہو، کیاجس نے کہاکہ شیطان کو یہ وسعت، نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے[1]۔اس نے محمد رسول اللہ کی شان میں گستاخی نہ کی؟کیااس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس پر نہ بڑھایا؟کیاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعت علم پر ایمان نہ لایا؟

مسلمانو! خود اس بد گو سے اتنا ہی کہہ دیکھو کہ او علم میں شیطان کے ہمسر دیکھو! تو وہ برامانتا ہے یا نہیں حالانکہ اسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہا بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا، پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہوگی؟ اور اگر وہ اپنی بات پالنے کواس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں قطعًا ناگوار مانے گا، تواسے چھوڑیئے اور کسی معظم سے کہہ دیجئے اور پورا ہی امتحان مقصود ہو تو کیا کچہری میں جاکرآپ کسی حاکم کو ان ہی لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں؟دیکھئے! ابھی ابھی کھلا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بے شک ہوئی پھر کیارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں؟ضرور ہے اور بالیقین ہے۔کیاجس نے شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس کے لئے وسعت علم ماننے والے کو کہا" تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے"[2]۔اور کہا" شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے"[3]۔اس نے ابلیس لعین کو خداکا شریک مانا یا نہیں؟ضرور مانا، کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی، وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے، قطعًا شرک ہی رہے گی کہ خداکا شریک کوئی نہیں ہوسکتا،جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ وسعت علم ماننی شرک ٹھہرائی،جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں توضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا کافر مشرک ہوااوراس نے وہی وسعت،وہی صفت خوداپنے منہ،ابلیس کے لئے ثابت مانی توصاف صاف شیطان کو خداکا شریک ٹھہرایا۔

مسلمانو! کیا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی؟ضرور ہوئی،اللہ کی توہین توظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا اور وہ بھی کسے؟ابلیس لعین کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یوں، کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھادیا، کہ وہ توخدا کی خاص صفت

---

[1] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھور ص۵۱
[2] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھور ص۵۱
[3] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھور ص۵۱

میں حصہ دار ہے، اور یہ اس سے ایسے محروم، کہ ان کے لئے ثابت مانو، تو مشرک ہو جاؤ۔ مسلمانو ! کیا خدا اور رسول اللہ کی توہین کرنے والا کافر نہیں ؟ ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ ''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے''[1]۔ کیا اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا، جتنا ہر پاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے؟

مسلمان ! مسلمان ! اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ! تجھے اپنے دین وایمان کا واسطہ، کیا اس ناپاک وملعون گالی کے صریح ہونے میں تجھے کچھ شبہ گزر سکتا ہے؟ معاذ اللہ ! کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے، تو خود ان ہی بدگویوں سے پوچھ دیکھ، کہ آیا تمہیں اور تمہارے استادوں، پیرجیون کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں ! تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سور کو ہے تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا کتے کو ہے تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جیسا گدھے کو ہے، یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں الو، گدھے، کتے، سور کے ہمسرو ! دیکھو تو وہ اس میں اپنی اور اپنے استاد، پیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ قطعًا سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سر ہو جائیں، پھر کیا سبب کہ جو کلمہ ان کے حق میں توہین وکسرشان ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین نہ ہو، کیا معاذ اللہ ان کی عظمت ان سے بھی گئی گزری ہے، کیا اسی کا نام ایمان ہے؟ حاش للہ حاش للہ ! کیا جس نے کہا کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے، پھر اگر زید اسکا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے؟ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی وغیر نبی، میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے[2]، انتھٰی۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جانوروں، پاگلوں میں فرق

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص۸، حفظ الایمان مع تغییر العنوان جواب سوال سوم محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص۷و۱۷

[2] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص۸، حفظ الایمان مع تغییر العنوان جواب سوال سوم محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص۷و۱۷

نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا؟ کیا اس نے اللہ کے کلام کا صراحۃً رد وابطال نہ کردیا۔ دیکھو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ "[1]۔	اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کمالات ومدائح میں شمار فرمایا۔ اور فرماتا ہے:

"وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ" [2]۔	اور بے شک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ " [3]۔	ملائکہ نے ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بشارت دی۔

اور فرماتا ہے:

"وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ " [4]۔	اور ہم نے خضر کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔

وغیرہا آیات، جن میں اللہ تعالٰی نے علم کو کمالات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام والثناء میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا نام پاک لیجئے اور علم غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تقریر کس طرح کلام اللہ عزوجل کا رد کررہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلٰوۃ السلام) کی ذات مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۸

[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵

امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علوم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء علیہم اسلام کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم کہا جائے، پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے [1]۔ انتہی۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اسکی دلیل سے باطل ہیں۔

مسلمانو دیکھو! کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب (جل وعلا) کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کردیا۔

مسلمانو! جس کی جرات یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان و اسلام و انسانیت سے آنکھیں بند کرکے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے، اس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کرے باطل بتائے پس پشت ڈالے زیر پا ملے بلکہ جو یہ سب کچھ کلام اللہ کے ساتھ کرچکا وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرات کرسکے گا مگر ہاں اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہے تو کیا جواب ہے؟ ہاں ان بدگویوں سے کہو! کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں جاری کی، خود اپنے آپ سے اسے دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم، فاضل، مولوی، ملا، چنیں، چناں فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کتے سور کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ ان مناصب کے باعث آپ کے اتباع واذناب آپ کی تعظیم، تکریم، توقیر کیوں کرتے، دست و پا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً الو، گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتتا اس کی وجہ کیا ہے؟ کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو بھی نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص؟ ایسا علم تو الو، گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہے تو چاہیے کہ ان سب کو عالم و فاضل وچنیں وچناں کہا جائے پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص۸، فظ الایمان مع تغییر العنوان محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص۷ و ۱۷

علماء کہیں گے تو۔۔۔۔۔۔ پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو، گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا؟ اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کتے، سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ فقط۔

مسلمانو! یوں دریافت کرتے ہی بعونہ تعالٰی صاف کھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور ان کے ربّ عزوجل کے قرآن مجید کو جابجا کیسا رد و باطل کردیا۔ مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو، ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴿۱۷۹﴾"[1]۔	اور بے شک ضرور ہم نے جہنم کیلئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوجھتے اور وہ کان جن سے حق بات نہیں سنتے۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بہکے ہوئے۔ وہی گمراہ وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴿۴۴﴾"[2]۔	بھلا دیکھ تو، جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا، یا تجھے گمان ہے ان میں بہت کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں سو وہ نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۷۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۳و۴۴

ان بد گویوں نے چوپایوں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے برابر مانا۔اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والثناء کے برابر ہے، ظاہراً اسکا دعوٰی نہ کریں گے اور اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپایوں سے برابری کردی، آپ تو دوپائے ہیں برابری مانتے کیا مشکل ہے؟ تو یوں پوچھئے تمہارے استادوں، پیروں، ملاؤں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہو۔آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو ان کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپایوں کے برابر ہوئے اور یہ ان سے علم میں کم ہیں، جب تو انکی شاگردی کی، اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہوگا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رو سے چوپایوں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے۔

"كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۟ ؑ"[1]۔	مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

مسلمانو! یہ حالتیں تو ان کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام و حضور پر نور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے پھر ان عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالۃً بالقصد رب العزت عزجلالہ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔خدارا انصاف! کیا جس نے کہا "میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں[2]، یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا، جھوٹ بولتا ہے۔اس کی نسبت یہ فتوٰی دینے والا کہ "اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی خیال کہنا نہیں چاہئے، جس نے کہا کہ "اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے[3]" جس نے کہا کہ "اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے۔حنفی، شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کرسکتا"[4]۔یعنی خدا کو معاذاللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا۔یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے۔کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے، کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھوٹا، لہٰذا "ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے"[5]۔یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی؟ گنہگار نہ کہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸ /۳۳

2

3

4

5

کیا جس نے یہ سب تو اس مکذب خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنٰی اقرار کہ "قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے"[1]۔ صاف صریح کہہ دیا کہ وقوع کذب کے معنٰی درست ہوگئے[2]۔ یعنی یہ بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا، کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے؟

مسلمانو ! خدارا انصاف، ایمان نام کاہے کا تھا تصدیق الٰہی کا، تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے، تکذیب، تکذیب کے کیا معنی ہیں کسی کی طرف کذب منسوب کرنا۔ جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے؟ خدا جانے مجوس و ہنود و نصارٰی و یہود کیوں کافر ہوئے ؟ ان میں تو کوئی صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا۔ ہاں معبود بر حق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انہیں اسکی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے۔ ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ نکلے کہ خدا کو خدا مانتا، اسکے کلام کو اسکا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا، اس سے وقوع کذب کی معنی درست ہوگئے۔ غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے منہ بھر کر اللہ ورسول کو گالیاں دی ہیں، اب یہی وقت امتحان الٰہی ہے، واحد قہار جبار عزجلالہ سے ڈرو اور وہ آیتیں کہ اوپر گزریں، پیش نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمہارا ایمان تمہارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا۔ ہرگز اللہ ورسول اللہ جل وعلا کے مقابل تمہیں انکی حمایت نہ کرنے دے گا۔ تم کو ان سے گھن آئے گی نہ کہ ان کی پچ کرو، اللہ ورسول کے مقابل انکی گالیوں میں مہمل و بیہودہ تاویل گھڑو۔

للہ انصاف ! اگر کوئی شخص تمہارے ماں، باپ، استاد، پیر کو گالیاں دے اور نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے، شائع کرے۔ کیا تم اس کا ساتھ دوگے یا اس کی بات بنانے کو تاویلیں گھڑوگے یا اس کے بکنے سے بے پرواہی کرکے اس سے بدستور صاف رہوگے ؟ نہیں نہیں ! اگر تم میں انسانی غیرت، انسانی حمیت، ماں باپ کی عزت حرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی لگا رہ گیا ہے تو اس بدگو دشنامی کی صورت سے نفرت کروگے، اسکے سائے سے دور بھاگوگے، اس کا نام سن کر غیظ لاؤگے جو اس کے لئے بناوٹیں گڑھے، اسکے بھی دشمن ہو جاؤگے، پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلہ میں رکھو

1

2 امطار الحق رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ وقوع کذب باری تعالٰی مطبع دت پرشاد بمبئی انڈیا ص ۳۱

اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر ایمان کو دوسرے پلے میں، اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانوگے، ماں باپ کی محبت وحمایت کو اللہ و رسول کی محبت وخدمت کے آگے ناچیز جانوگے۔ تو واجب واجب واجب، لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان بدگو سے وہ نفرت و دوری و غیظ وجدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کیلئے ان سات نعمتوں کی بشارت ہے۔ مسلمانو! تمہارا یہ ذلیل خیر خواہ امید کرتا ہے۔ کہ اللہ واحد قہار کی ان آیات اور اس بیان شافی واضح البینات کے بعد اس بارے میں آپ سے زیادہ عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگویوں سے وہی پاک مبارک الفاظ بول اٹھیں گے جو تمہارے رب نے قرآن عظیم میں تمہارے سکھانے کو قوم ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم سے نقل فرمائے۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ٘ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ (الٰی قولہ تعالٰی) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۠ "[1]۔	بے شک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وہ اپنی قوم سے بولے بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہوگئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔ بے شک ضرور ان میں تمہارے لیے عمدہ ریس تھی۔ اس کیلئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

یعنی وہ جو تم سے یہ فرمارہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور ان کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہوگئے اور تنکا توڑ کر ان سے جدائی کرلی اور کہہ دیا کہ ہم سے تمہارا کچھ علاقہ نہیں، ہم تم سے قطعی بیزار ہیں، تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرمارہا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۶۰ /۴تا۶

مانو تو تمہاری خیر ہے نہ مانو تو اللہ کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں جہاں وہ میرے دشمن ہوئے انکے ساتھ تم بھی سہی، میں تمام جہان سے غنی ہوں اور تمام خوبیوں سے موصوف، جل وعلاو تبارک وتعالیٰ۔ یہ قرآن حکیم کے احکام تھے اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا مگر یہاں دو فرقے ہیں جن کو ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں:

فرقہ اول: بے علم نادان، ان کے عذر دو قسم کے ہیں۔

عذر اول: فلاں تو ہمارا استاد یا بزرگ یا دوست ہے، اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتا کر صراحۃً فرمادیا کہ غضب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم: صاحب یہ بد گو لوگ بھی تو مولوی ہیں، بھلا مولویوں کو کیوں کر کافر یا برا مانیں، اس کا جواب تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ "[1]۔	بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پٹی چڑھادی تو کون اسے راہ پر لائے اللہ کے بعد تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے:

"مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵﴾ "[2]۔	وہ جن پر توریت کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا ان کا حال اس گدھے کا سا ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، کیا بری مثال ہے ان کی جنہوں نے خدا کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا''۔

اور فرماتا ہے:

---
[1] القرآن الکریم ۴۵ /۲۳

[2] القرآن الکریم ۶۲ /۵

"وَاتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْہَا فَاَتْبَعَہُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ بِہَا وَ لٰکِنَّہٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ہَوٰىہُ ۚ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْہَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْہَثْ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَہُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَہُوَ الْمُہْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ "[1]۔	انہیں پڑھ کر سنا اس کی خبر جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا کہ گمراہ ہو گیا اور ہم چاہتے تو اس علم کے باعث اسے گرے سے اٹھالیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر بوجھ لادے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ انکا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔ تو ہمارا یہ ارشاد بیان کرو شاید یہ لوگ سوچیں۔ کیا برا حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے۔ جسے خدا ہدایت کرے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں۔

یعنی ہدایت کچھ علم پر نہیں، خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں انکا شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے۔ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے انہیں پکڑیں گے، یہ کہیں گے کیا ہمیں بت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب ملے گا **لیس من یعلم کمن لا یعلم**[2]۔ جاننے[عـــہ] والے اور انجان برابر نہیں۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے، نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو

عـــہ: یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر اور ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۱۲منہ

---

[1] القرآن الکریم ۷ / ۱۷۵ تا ۱۷۸

[2] شعب الایمان حدیث ۱۹۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۳۰۹

اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا؟ اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی۔ اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم، کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء پھر اس کو کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں۔ ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا؟ اسے تو معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا۔ جب سے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا۔ حضور [عہ] کا نور کہ پیشانی آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام میں رکھا گیا، اسے سجدہ نہ کیا، اس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اس کے شاگردان رشید اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں، ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہر رمضان میں مہینہ بھر اسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں، قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہوگیا اور استاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ افسوس ہے اس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو، اللہ ورسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست، یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی رحمت کا، آمین۔

فرقہ دوم: معاندین و دشمنان دین کہ خود انکار ضروریات دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کرکے اپنے اوپر سے نام کفر کو مٹانے کو اسلام وقرآن وخدا اور رسول وایمان کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اور براہ اغواء وتلبیس و

عہ: تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۲ ص ۴۵۵ پر زیر قولہ تعالٰی تلك الرسل فضلنا: ان الملئکۃ امروا بالسجود لاٰدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جبھۃ اٰدم[1]۔

تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۷: سجود الملئکۃ لاٰدم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الذی کان فی جبھتہ[2]۔

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا۔ ۱۲منہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۹

[2] غرائب القرآن ورغائب الفرقان تحت الایۃ ۲/ ۲۵۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۷

شیوہ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریات دین ماننے کی قید اٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے، بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے، چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے، اسلام کسی طرح نہ جائے۔

"بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝" [1]۔	بلکہ اللہ نے ان پر لعنت فرمادی انکے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ (ت)

یہ مسلمانوں کے دشمن، اسلام کے عدو، عوام کو چھلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں۔

مکر اول: اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا:

من قال لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ [2]۔	جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے؟۔ مسلمانو ! ذرا ہوشیار خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لاالٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا، یونہی جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے، چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے، اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔ اس مکر کا جواب اسی آیت کریمہ "الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ" [3] میں گزرا، کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا۔ اسلام عـــہ اگر فقط

عـــہ: حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں:

مجرد تفوہ بکلمہ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ماعلم بالضرورۃ مجیئہ من الدین باید و تبری از کفر و کافر نیز باید تا اسلام صورت بندد [4] ۱۲	محض زبانی کلمہ شہادت کہنا اسلام میں کافی نہیں بلکہ ان تمام امور کی تصدیق ضروری ہے جن کا ضروریات دین سے ہونا بداہتًا معلوم ہے۔ کفر اور کافر سے براءت بھی لازمی ہے تاکہ اسلام کی صحیح صورت تشکیل پائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ /۴۸ والمستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴ /۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۲۹ /۱و۲

[4] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب دوصد وشصت وششم نولکشور لکھنؤ ۱ /۳۲۳

کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بے شک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآن عظیم رد فرما رہا ہے، نیز تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ" [1]۔	یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ تم فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع الاسلام ہوئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے:

"اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ" [2]۔	منافقین جب تمہارے حضور ہوتے ہیں، کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکد، کیسی کیسی قسموں سے مؤید ہرگز موجب اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو **من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ** کا یہ مطلب گڑھنا صراحۃً قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل منافی اسلام صادر نہ ہو، بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" [3]۔	خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ، بے شک وہ یہ کفر کا بول، بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوگئے۔

ابن جریر و طبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

[3] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا "تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟" وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور، یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہوگئے[1]۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ، کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔

"وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ"[2]۔	اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ وابن ابی جریر وابن المنذر وابن حاتم الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالٰی "وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ" قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا ومایدریہ	یعنی کسی کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا "محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر والطبرانی وابن مردویہ تحت آیۃ ۹/۷۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵و۶۶

بالغیب۔	جانیں،

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے۔

(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر در منثور[1] امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں، کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالٰی (عزوجل) نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ، تم اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں۔

دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالٰی نے اللہ وقرآن ورسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا اور کیوں نہ ہو، غیب کی بات جاننی شان نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی واحمد قسطلانی ومولانا علی قاری وعلامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہٖ تعالٰی بروجہ اعلٰی مذکور ہوئی پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی، خدا کے بتائے سے بھی، نبی کو معلوم عـــہ۱ ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے، اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے، اللہ تعالٰی شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے۔ آمین۔ ہاں بے خدا کے بتائے، کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا، ضرور کفر ہے اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء عـــہ۲ کے خلاف ہے، لیکن روز اول سے روز آخر تک کا ماکان وما یکون، اللہ تعالٰی کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھویں، کروڑویں حصے برابر، تری کو، کروڑہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، ان تمام امور کی تفصیل "الدولۃ المکیہ" وغیرہا میں ہے۔ خیر تو یہ جملہ معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا، اب بحث سابق

عـــہ۱: اس نئے شاخسانے کے رد میں بفضلہٖ تعالٰی چار رسالے ہیں: **اراحۃ جوانح الغیب، الجلاء الکامل، ابرار المجنون، میل الهداۃ**، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہٖ تعالٰی اس کے بعد، وباللہ التوفیق ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

عـــہ۲: اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ "**الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ**" میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن منذر وابن ابی حاتم وابی الشیخ عن مجاہد تحت آیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۰، جامع البیان (تفسیر ابن جریر تحت آیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

کی طرف عود کیجئے۔

اس فرقہ باطلہ کا مکر دوم یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے کہ **لا نکفر احدًا من اھل القبلۃ**[1]۔ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

اور حدیث میں ہے: ''جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان[2] ہے۔''

مسلمانو! اس مکر خبیث میں ان لوگوں نے نری کلمہ گوئی سے عدول کرکے صرف قبلہ روئی کا نام ایمان رکھ دیا یعنی جو قبلہ رو ہو کر نماز پڑھ لے، مسلمان ہے اگرچہ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دے، کسی صورت کسی طرح ایمان نہیں ٹلتا ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(بی بی تمیز کے مضبوط وضو کی طرح۔ت)

اولاً: اس مکر کا جواب:

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ"[3]۔	اصل نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا پچھاں کو کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

دیکھو صاف فرمادیا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی چیز نہیں،

اور فرماتا ہے:

"وَ مَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ	اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر عدم جواز تکفیر اھل القبلۃ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۴۲۹

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۶، کنز العمال حدیث ۳۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۹۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۷

"اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۝۵۴ "[1]۔	مگر اس لئے کہ انہوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر برے دل سے۔

دیکھو ان کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انہیں کافر فرمایا، کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے؟ فقط قبلہ کیسا، قبلہ دل وجاں، کعبہ دین وایمان، سرور عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے جانب قبلہ نماز پڑھتے تھے۔اور فرماتا ہے:

"فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝۱۱ وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىٕمَّةَ الْكُفْرِۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ۝۱۲ "[2]۔	پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کیلئے اور اگر قول وقرار کرکے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز، زکوٰۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انہیں کفر کا پیشوا، کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا اور رسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں، اس کا بیان بھی سنئے: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا وَ اسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ	کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین میں طعنہ کرنے کو اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سنئے اور مہلت دیجئے تو انکے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن ان کے کفر کے سبب

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱ ،۱۲

بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۴۶﴾ "[1]۔	اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔

کچھ یہودی جب دربار نبوت میں حاضر آتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے سنئے، آپ سنائے نہ جائیں، جس سے ظاہر تو دعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سنائے اور دل میں بددعا کا ارادہ کرتے کہ سنائی نہ دے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو راعنا کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہر یہ کہ ہماری رعایت فرمائیں اور مراد خفی رکھتے، یعنی رعونت والا، اور بعض زبان دبا کر راعینا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلودار بات دین میں طعنہ ہوئی، تو صریح وصاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی ان کلمات کی شناعت کو نہ پہنچتا۔ بہرا ہونے کی دعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپایوں سے علم میں ہمسر اور خدا کی نسبت وہ کہ جھوٹا ہے، جھوٹ بولتا ہے جو اسے جھوٹا بتائے مسلمان سنی صالح ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیًا: اس وہم شنیع کو مذہب سیدنا امام رضی اللہ تعالٰی عنہ بتانا حضرت امام پر سخت افترا واتہام جبکہ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاته تعالٰی فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة او محدثة او وقف فیها او شك فیها فهو کافر باللّٰه تعالٰی[2]۔	اللہ تعالٰی کی صفتیں قدیم ہیں نہ نوپیدا ہیں نہ کسی کی بنائی ہوئی تو جو انہیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

نیز امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

من قال بان کلام اللّٰه تعالٰی مخلوق فهو کافر باللّٰه العظیم[3]۔	جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۶

[2] الفقہ الاکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۵

[3] کتاب الوصیۃ (وصیت نامہ) فصل تقربان اللہ تعالٰی علی العرش استوی الخ کشمیری بازار لاہور ص ۲۸

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال فخر الاسلام قدصح عن ابی یوسف انه قال ناظرت ابا حنیفة فی مسئلة خلق القرٰان فاتفق رأیي ورأیه علٰی ان من قال بخلق القرٰان فهو کافر وصح هٰذا القول ایضًا عن محمد رحمه الله تعالٰی [1]۔	امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں امام یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا، میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا۔

یعنی ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ کیا معتزلہ و کرامیہ و روافض کہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اس قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے، نفس مسئلہ کا جزئیہ لیجئے۔ امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ "کتاب الخراج" میں فرماتے ہیں:

ایمارجل مسلم سب رسول الله اوکذبه اوعابه او تنقصه فقد کفر بالله تعالٰی و بانت منه زوجته [2]۔	جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقینا کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اسکی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا یا اہل کلمہ نہیں ہوتا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول نہ کلمہ مقبول، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثًا: اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو،

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص۹۵

[2] کتاب الخراج للامام ابی یوسف فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام دار المعرفۃ بیروت ص۱۸۲

ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو توقطعًا یقینًا اجماعًا کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفاء شریف وبزازیہ ودررو غرر وفتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافر ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]۔	تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانھر ودر مختار میں ہے:

واللفظ لہ الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقًا ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[2]۔	جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اسکے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

الحمدللہ! یہ نفیس مسئلہ کاوہ گراں بہاجزئیہ ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر پر اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المواقف لا یکفر اھل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ اوالمجمع علیہ کاستحلال المحرمات اھ ولا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام غلط فی	یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جاوے گا مگر جب ضروریات دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر روا نہیں اس سے نرا قبلہ کو منہ کرنا مراد نہیں کہ غالی رافضی جو بکتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو وحی میں دھوکا ہوا۔ اللہ تعالٰی نے انہیں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی طرف بھیجا تھا

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۰۸، الفتاوٰی الخیریۃ باب المرتدین دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۳

[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶، مجمع الانھر کتاب فصل فی احکام الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

الوحی فان اللہ تعالٰی ارسلہ الٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ و بعضھم قالوا انہ الہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین وھٰذا ھو المراد بقولہٖ من صلی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک مسلم [1] اھ مختصرًا۔	اور بعض تو مولٰی علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں، مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

یعنی جب کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات منافی ایمان نہ کرے۔ اسی میں ہے:

اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علٰی ماھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذٰلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہٖ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر اونفی علمہٖ سبحٰنہ بالجزئیات لایکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لایکفر مالم یوجد شیئ من امارات الکفر وعلاماتہٖ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہٖ [2]۔	یعنی جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین میں موافق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا، اجسام کا حشر ہونا، اللہ تعالٰی کا علم تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہونا اور جو مہم مسئلے ان کی مانند ہیں، توجو تمام عمر طاعتوں اور عبادتوں میں رہے اسکے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا یا اللہ تعالٰی جزئیات کو نہیں جانتا وہ اہل قبلہ سے نہیں اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت و نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو۔

امام اجل سیدی عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تحقیق شرح

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب فی ایراد الالفاظ المکفرۃ الخ دار البشائر اسلامیہ بیروت ص ۴۴۶۔ ۴۴۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ دار البشائر اسلامیہ بیروت ص ۴۲۹

اصول حسامی میں فرماتے ہیں:

ان غلافیه (ای فی هواه) حتّٰی وجب اکفارہ بہٖ لا یعتبر خلافه ووفاقه ایضًا لعدم دخوله فی مسمّٰی الامة المشهود لها بالعصمة وان صلّٰی الی القبلة واعتقد نفسه مسلمًا لان الامة لیست عبارةً من المصلین الی القبلة بل عن المؤمنین وهو کافر وان کان لا یدری انه کافر[1]۔	یعنی بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت، موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی شہادت تو امت کے لئے آئی ہے اور وہ امت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لئے کہ امت قبلہ کیطرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔

ردالمحتار میں ہے:

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمرہٖ علی الطاعات کما فی شرح التحریر[2]۔	یعنی ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر میں امام ابن الہمام نے فرمایا۔

کتب عقائد و فقہ و اصول ان تصریحات سے مالامال ہیں۔

رابعًا: خود مسئلہ بدیہی ہے کیا جو شخص پانچ وقت قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور ایک وقت مہادیو کو سجدہ کرلیتا ہو، کسی عاقل کے نزدیک مسلمان ہو سکتا ہے حالانکہ اللّٰہ کو جھوٹا کہنا یا محمد رسول اللّٰہ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، مہادیو کے سجدے سے کہیں بدتر ہے اگرچہ کفر ہونے میں برابر ہے وذٰلك ان الکفر بعضه اخبث من بعضٍ (اور یہ اس لئے کہ بعض کفر بعض سے خبیث تر ہے) وجہ یہ کہ بت کو سجدہ علامت تکذیب خدا ہے اور علامت تکذیب میں تکذیب کے برابر نہیں ہو سکتی اور سجدہ میں یہ احتمال بھی نکل سکتا ہے کہ محض تحیت و مجرا مقصود ہو نہ عبادت۔

---

[1] التحقیق شرح السامی باب الاجماع نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۷

اور محض (عہ) تحیت فی نفسہٖ کفر نہیں ولہذا اگر مثلاً کسی عالم یا عارف کو تحیۃً سجدہ کرے، گنہگار ہوگا، کافر نہ ہوگا امثال بت میں شرع نے مطلقاً حکم کفر بربنائے شعار خاص کفر رکھا ہے بخلاف بدگوئی حضور پر نور سید عالم، کہ فی نفسہٖ کفر ہے جس میں کوئی احتمال اسلام نہیں۔

اور میں یہاں اس فرق پر بناء نہیں رکھتا کہ ساجد صنم کی توبہ باجماع امت مقبول ہے مگر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں اور اسی کو ہمارے علماء حنفیہ سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولٰی خسرو صاحب درروغرر و علامہ زین بن نجیم صاحب بحر الرائق و اشباہ والنظائر و علامہ عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق و علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی صاحب تنویر الابصار و علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوٰی خیریہ و علامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانھر و علامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحب

عــــہ: شرح مواقف میں ہے:

سجودہ لھا یدل بظاھرہ انہ لیس بمصدق ونحن نحکم بالظاھر فلذا حکمنا بعدم ایمانہ لالان عدم السجود لغیر اللہ دخل فی حقیقۃ الایمان حتی لو علم انہ لم یسجد لھا علی سبیل التعظیم واعتقاد الالٰھیۃ بل سجد لھا وقلبہ مطمئن بالتصدیق لم یحکم بکفرہ فیمابینہ وبین اللہ وان اجری علیہ حکم الکفر فی الظاھر[1] ۱۲ منہ۔

اس کا سورج کو سجدہ کرنا بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق نہیں کرتا ہے اور ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کے عدم ایمان کا حکم لگایا ہے۔ یہ حکم اس وجہ سے نہیں لگایا کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنا ایمان کی حقیقت میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر معلوم ہوجائے کہ اس نے سورج کو سجدہ بطور تعظیم اور اس کو معبود سمجھ کر نہیں کیا بلکہ اس کو سجدہ کیا درآنحالیکہ اس کا دل تصدیق وایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو عنداللہ اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگرچہ بظاہر اس پر کفر کا حکم جاری کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۲۹

در مختار وغیرھم عمائد کبار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا: بید ان تحقیق المسئلۃ فی الفتاوٰی الرضویۃ (علاوہ ازیں مسئلہ کی تحقیق فتاوٰی رضویہ میں ہے۔ت) اس لئے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے، کہیں یہ بدگو، اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنالیں کہ آخر توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں، نہیں نہیں توبہ سے کفر مٹ جائے گا، مسلمان ہو جاؤ گے، جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے، اس قدر پر اجماع ہے۔ کمافی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

اس فرقہ بے دین کا **مکر سوم** یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اس کو کافر نہ کہنا چاہیے۔

اولاً: یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر وضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے ۹۹ بار بت پوجے، سنکھ پھونکے، گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے۔ یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیاً: اس کی رو سے سوا دہریے کے کہ سرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو، تمام کافر، مشرک مجوس، ہنود و نصارٰی یہود وغیرہم دنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہر جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجود خدا کے تو قائل ہیں۔ ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصًا کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم کہ بزعم خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود و نصارٰی تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالٰی کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر وحساب وثواب وعذاب وجنت ونار وغیرہ بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔

ثالثاً: اس کے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گزریں کافی وافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمادیا کہیں ارشاد ہوا:

"کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ"[1]۔	وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہوگئے۔

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

کہیں فرمایا:

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ"[1]۔	بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بناء پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جاتیں، صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا۔ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا، کلمہ گویوں، اہل قبلہ کو دھکے دے دے کر، صرف ایک ایک لفظ پر، اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لاتعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس کہ خدا نے پیر نیچر یا ندویہ لکچریا ان کے ہم خیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۟ۙ"[2]۔ (ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ت)

رابعًا: اس مکر کا جواب: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۟ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۟ع"[3]۔	تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصے سے منکر ہو تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اسکا بدلہ نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے غافل نہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے عقبٰی بیچ کر دنیا خریدی تو ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ انکو مدد پہنچے۔

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے۔اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرمارہا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابدالآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنی؟ ایک آن

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۵و۸۶

کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا نہ کہ ۹۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادت قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

خامسًا: اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام پر ان لوگوں نے جتنا افتراء اٹھایا، انہوں نے ہر گز کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ انہوں نے بہ خصلت یہود "**یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ**"[1] یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے پھیرتے ہیں۔ تحریف تبدیل کرکے کچھ کا کچھ بنالیا، فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے۔ حاشاللہ! بلکہ امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقینًا قطعًا کافر ہے۔ ۹۹ قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے، سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈال دو، سب طیب و طاہر ہو جائے گا۔ حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنٰی تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ ''جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں، ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو'' اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ ''اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔'' اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے '' عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے''۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔

"قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ"[2]۔	تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)

(۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جو علم غیب رکھتے ہیں۔ ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی ہو جاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

"تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۱۴﴾"[3]۔	جنوں کی حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

[3] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۴

(۳) عمرو نجومی ہے۔

(۴) رمال ہے۔

(۵) سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے۔

(۶) کوے وغیرہ کی آواز۔

(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے۔

(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے،

(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔

(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔

(۱۱) فال دیکھتا ہے۔

(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بناکر اس سے احوال پوچھتا ہے۔

(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔

(۱۴) جادو کی میز،

(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔

(۱۶) قیافہ دان ہے۔

(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اسے غیب کا علم یقینی قطعی ملتا ہے، یہ سب بھی کفر ہیں عـــہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتٰی عرافًا او کاھنًا فصدقه بمایقول فقد کفر بما انزل علٰی محمد صلی اللہ علیه وسلم رواہ۔ احمد[1] و الحاکم بسندٍ صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه	جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ امام احمد وحاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عـــہ: یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] المستدرك علی الصحیحین کتاب الایمان التشدید فی اتیان الکاھن مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱/ ۸، مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۹

ولاحمد وابی داؤد عنه رضی اللہ تعالٰی عنه فقد برئ مما نزل علٰی محمد صلی اللہ علیه وسلم[1]۔	امام احمد وابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: تو وہ قرآن اور دین اسلام سے الگ ہوگیا۔ (ت)

(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۠" [2]۔	ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہوگیا۔ یہ یوں کفر ہے اس نے عمرو کو علم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔

"قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ" [3]۔ من قال فلان اعلم منه فقد عابه فحکمه حکم الساب نسیم الریاض[4]۔	تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (ت) جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے، اس نے آپ پر عیب لگایا، لہٰذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔ نسیم الریاض (ت)

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے ان میں ظاہرًا باطنًا کسی طرح کسی رسول انس وملک کی وساطت وتبعیت نہیں اللہ تعالٰی نے بلاواسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ	اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا

[1] سنن ابی داود کتاب الکھانت والتطیر باب النھی عن اتیان الکھان آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۳۳ /۴۰

[3] القرآن الکریم ۳۹ /۹

[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الاول مرکز اہلسنت گجرات الہند ۴ /۳۳۵

اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ "[1]۔ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ"[2]۔	علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔(ت) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعًا یا عینًا یا الہامًا بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے، یہ احتمال خالص اسلام ہے تو محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا، نہ کہ ایک ملعون کلام، تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہ و علیہم الصلٰوۃ والثناء میں صاف، صریح، ناقابل تاویل و توجیہ ہو، اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو، اب تو اسے کفر نہ کہنا، کفر کو اسلام ماننا ہوگا، اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ اسی شفاء و بزازیہ درر و بحر و نہر و فتاوٰی خیریہ و مجمع الانہر و در مختار و در مختار وغیرہ کتب معتمدہ سے سن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے، کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مگر یہود منش لوگ فقہائے کرام پر افترائے سخیف اور ان کے کلام میں تبدیل و تحریف کرتے ہیں۔

"وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ"[3]۔	اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد ذکروا ان المسالة المتعلقة بالکفر اذاکان لها تسع و تسعون احتمالًا للکفر و احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی	تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولٰی یہ ہے مفتی اور قاضی اس کو نفی کفر کے احتمال

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[2] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۵ ۲۶

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

ان یعمل بالاحتمال النافی [1]۔	پر محمول کرے۔(ت)

فتاوٰی خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاوٰی عالمگیر وغیرہا میں ہے:

اذا کانت فی المسالۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الٰی ذٰلك الوجہ ولا یفتی بکفرہ تحسینًا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان لم یکن لاینفعہ حمل المفتی کلامہ علٰی وجہٍ لایوجب التکفیر [2]۔	اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی وقاضی پر لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کفر کا فتوٰی نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی وقاضی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجب تکفیر نہیں ہے، قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔(ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ وبحر الرائق ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:

تاتارخانیہ وبحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:

---

[1] منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ دارالبشائر الاسلامیہ ص ۴۴۵

[2] خلاصۃ الفتاوی کتاب الالفاظ الکفر الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴ /۳۸۲، جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۹۸، المحیط البرھانی فصل فی مسائل المرتدین واحکامھم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۵۵۰، الفتاوی الھندیۃ کتاب السیر الباب التاسع دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۳۰۱، ردالمحتار کتاب الجھاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۵، الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلامًا اوکفرًا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۳۲۱، بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵ /۱۲۵، مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب السیر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ /۶۸۸، الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ /۳۰۲، الفتاوی التاتارخانیہ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵ /۴۵۸

لایکفر بالمحتمل لان الکفر نھایة فی العقوبة فیستدعی نھایةً فی الجنایة ومع الاحتمال لانھایة[1]۔	احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا مقتضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔(ت)

بحرالرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے:

والذی تحرر انه لایفتٰی بکفر مسلمٍ امکن حمل کلامه علٰی محملٍ حسنٍ[2] الخ۔	جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوٰی دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے، اس نے اچھا کہا۔(ت)

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں، مگر یہودی بات کو تحریف کردیتے ہیں۔

فائدہ جلیلہ: اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہوگیا کہ بعض فتاوے مثل فتاوٰی قاضی خان وغیرہ میں جو اس شخص پر کہ اللہ ورسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواح مشائخ حاضر وواقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے، حکم کفر دیا، اس سے مراد وہی صورت کفریہ مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ ہے۔ ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں علم غیب قطعی، یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا اطلاق ظن پر شائع وذائع ہے تو علم ظنی کی شق بھی پیدا ہوکر اکیس ۲۱ کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے

---

[1] الفتاوی التاتارخانیہ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵ /۴۵۹، سل الحسام الھندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲ /۳۱۶، تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ /۳۴۲، بحر الرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵ /۱۲۵

[2] الدر المختار تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۳۵۶، بحر الرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵ /۱۲۵، تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ /۳۴۲، سل الحسام الھندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲ /۳۱۶، الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ /۳۰۲

اور ان میں بہت سے کفر سے جدا ہوں گے کہ غیب کے علم ظنی کا ادعاء کفر نہیں۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

علم من مسائلهم هنا ان من استحل ما حرمه الله تعالٰی علٰی وجه الظن لا یکفر و انما یکفر اذا اعتقد الحرام حلالًا و نظیره ما ذکره القرطبی فی شرح مسلمٍ ان ظن الغیب جائز کظن المنجم و الرمال بوقوع شیءٍ فی المستقبل بتجربة امرٍ عادی فهو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغیب والظاهر ان ادعاء ظن الغیب حرام لا کفر بخلاف ادعاء العلم [1] اھ۔ زاد فی البحر الا ترٰی انهم قالوا فی نکاح المحرم لو ظن الحل لا یحد بالاجماع و یعزر کما فی الظهیریة و غیرها و لم یقل احد انه یکفر و کذا فی نظائره [2] اھ	ان مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جس نے اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال گمان کیا وہ کافر نہ ہوگا کافر تو حرام کو حلال اعتقاد کرنے سے ہوگا۔ اس کی نظیر وہ ہے جو قرطبّی نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ ظن غیب جائز ہے جیسا نجومی اور رملی کا کسی امر عادی کے تجربہ کی بنیاد پر مستقبل میں کسی امر کے واقع ہونے کا ظن۔ یہ ظن صادق ہے۔ اور جو ممنوع ہے وہ علم غیب کا ادعاء ہے، اور ظاہر ہے کہ ظن غیب کا ادعاء حرام ہے کفر نہیں بخلاف علم غیب کے ادعاء کے اھ۔ بحر میں زائد ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نکاح محرم کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے کہ اگر اس کو حلال کا ظن تھا تو بالاجماع حد نہیں لگائی جائیگی بلکہ تعزیر لگائی جائے گی، جیسا کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے۔ اس کی تکفیر کا قول کسی نے نہیں کیا، یونہی اس کی نظائر میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر ممکن ہے کہ علماء باوصف ان تصریحات کے کہ ایک احتمال اسلام بھی نافی کفر ہے جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود ہیں۔ حکم کفر لگائیں لاجرم اس سے مراد ہی خاص احتمال کفر ہے مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی تحقیقات عالیہ کے مخالف ہو کر خود ذاہب وزائل ہوں گے، اس کی تحقیق جامع الفصولین وردالمحتار و حاشیہ علامہ نوح وملتقط وفتاوٰی حجۃ وتاتارخانیہ مجمع الانھر وحدیقہ ندیہ وسل الحسام وغیرہا کتب میں ہے۔ نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل اللولؤ المکنون

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحدود الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۱۵۴

[2] البحر الرائق کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحدود الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶

وغیرہا میں ملاحظہ ہوں، وباللہ التوفیق، یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریفہ بس ہیں:

جمیع ما وقع فی کتب الفتاوٰی من کلماتٍ الکفر التی صرح المصنفون فیھا بالجزم بالکفر یکون الکفر فیھا محمولًا علٰی ارادۃ قائلھا معنًی عللوا بہ الکفر و اذا لم تکن ارادۃ قائلھا ذٰلك فلا کفر [1] اھ مختصرًا۔	یعنی کتب فتاوٰی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔

ضروری تنبیہ: احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں، اس میں یہ تأویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضاء دو ہیں، مبرم و معلق۔ جیسے قرآن عظیم میں فرمایا:

"اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیَهُمُ اللّٰهُ" [2] ای امر اللّٰہ۔	مگر یہ کہ انکے پاس آئے اللہ تعالٰی یعنی اللہ تعالٰی کا امر۔ (ت)

عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں، اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی، ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں۔ شفاء شریف میں ہے:

ادعاؤہ التاویل فی لفظٍ صراحٍ لایقبل [3]۔	صریح لفظ میں تاویل کا دعوی نہیں سنا جاتا۔

شرح شفاء قاری میں ہے:

ھو مردود عند القواعد الشرعیۃ [4]۔	ایسا دعوی شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے:

لایلتفت لمثلہ ویعد ھذیانًا [5]۔	ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور ہذیان سمجھی جائے گی۔

فتاوٰی خلاصہ و فصول عمادیہ جامع الفصولین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۲ /۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲ /۲۰۹و۲۱۰

[4] شرح الشفاء لملا علی القاری القسم الرابع الباب الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۳۹۶

[5] نسیم الریاض القسم الرابع الباب الاول مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴ /۳۴۳

واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر [1]۔	عمادی کے الفاظ ہیں کوئی شخص کہے "میں اللہ کا رسول ہوں" یا فارسی میں کہے "میں پیغمبر ہوں" اور مراد یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (ت)

یہ تاویل نہ سنی جائے گی **فاحفظ** (تو اسے حفظ کرلیجئے۔)

مکر چہارم: انکار، یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے اور جو ان کی چھپی ہوئی کتابیں، تحریریں دکھادیتا ہے۔ اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چل دئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بے حیائی صاف کہہ دیا کہ آپ معقول بھی کر دیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا اور بیچارہ بے علم ہوا تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں اور آخر میں ہے کیا یہ در بطن قائل اس کے جواب کو وہی آیت کریمہ کافی ہے کہ:

"یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوۡا ؕ وَ لَقَدۡ قَالُوۡا کَلِمَۃَ الۡکُفۡرِ وَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِہِمۡ" [2]۔	خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا حالانکہ بے شک ضرور وہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوئے پیچھے، کافر ہوگئے۔

ع ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

ان لوگوں کی وہ کتابیں عـــہ۱ جن میں کلمات کفریہ ہیں مدتوں سے انہوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض دو دو بار عـــہ۲ چھپیں مدتہا مدت سے علمائے اہلسنت نے ان کے رد چھاپے، مواخذے کئے وہ فتوے عـــہ۳ جس میں اللہ تعالٰی کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری و دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لئے گئے جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے

عـــہ۱: یعنی براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وکتب قادیانی وغیرہ ۱۲ کاتب عفی عنہ

عـــہ۲: جیسے براہین قاطعہ وحفظ الایمان ۱۲ کاتب عفی عنہ

عـــہ۳: یعنی فتوائے گنگوہی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

---

[1] الفتاوی الهندیۃ بحوالۃ الفصول العمادیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲ /۲۶۳

[2] القرآن الکریم ۹ /۷۴

حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔ یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوی اٹھارہ برس ہوئے ربیع الاخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیان الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہوچکا پھر ۱۳۱۸ھ مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھپا، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیّہ میں اس کا اور قاہر رد چھپا اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا، اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتوی میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتوی کا انکار کردینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتارہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، نہ کفر صریح کی نسبت، کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک مہری فتوی اس کی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعًا یقینا صریح کفر ہو اور سالہاسال اس کی اشاعت ہوتی رہے، لوگ اس کا رد، چھاپا کریں، زید کو اس کی بناء پر کافر بتایا کریں، زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوی کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلًا شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے، کیا کوئی عاقل گمان کرسکتا ہے کہ اس نسبت سے اسے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا اور ان میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں، نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہوسکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گھڑ سکتے ہیں۔ ۱۳۲۰ھ میں ان کے تمام کفریات کا مجموع یکجائی رد شائع ہوا۔ پھر ان دشنامیوں کے متعلق، کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں [عہ] کے سرغنہ کے پاس لے گئے، سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بے حد پیدا ہوئی، دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھیئے مگر اس وقت بھی نہ ان تحریرات سے انکار ہوسکا نہ کوئی مطلب گڑھنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہ "میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں، میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کردیجئے میں تو وہی کہے جاؤں گا۔" وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵ جمادی الآخرۃ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دے دیا گیا، اسے بھی چوتھا سال ہے صدائے برنخاست۔ ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ سرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے، یہ سب بناوٹ ہے۔ اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے، اللہ تعالٰی حیا دے۔

مکر پنجم: جب حضرات کو کچھ بن نہیں پڑتی، کسی طرف مفر نظر نہیں آتی اور یہ توفیق اللہ واحد قہار

عہ: یعنی تھانوی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ تعالٰی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکیں، جو گالیاں دیں، ان سے باز آئیں جیسے گالیاں چھاپیں ان سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃً فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر و العلانیۃ بالعلانیۃ۔رواہ الامام احمد فی الزھد[1] و الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن جید۔	جب تو بدی کرے تو فوراً توبہ کر، خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ (اس کو امام احمد نے زہد میں، طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن جید روایت کیا۔ت)

اور بفحوائے کریمہ "یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ۚ"[2] (اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس سے کجی چاہتے ہیں۔ت) راہ خدا سے روکنا ضرور۔ ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرہ ذرہ سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا، مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا، پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچا گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذًا باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑدی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالٰی جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیت کریمہ

---

[1] الزھد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دار الکتب العربی بیروت ص ۴۹، المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۵

"اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا"[1] ۔(اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔ت) پر عمل فرمایا۔خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا غرض ہمیشہ ایسے ہی افتراء اٹھایا کرتے ہیں جس کا جواب وہ ہے جو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ"[2] ۔	جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے:

"فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۶۱﴾ "[3] ۔	ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مسلمانو! اس مکر سخیف وکید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں،ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہہ دیا کہہ دیا فرماتے ہو،کچھ ثبوت بھی رکھتے ہو،کہاں کہہ دیا؟ کس کتاب، کس رسالے، کس فتوے، کس پرچے میں کہہ دیا؟ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے دکھاؤ اور نہیں دکھا سکتے اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے تو دیکھو قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ مسلمانو! تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّہَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾ "[4] ۔	جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

مسلمانو! آزمائے کو کیا آزمانا، بارہا ہوچکا ان حضرات نے بڑے زور وشور سے یہ دعوے کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا، فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر منہ نہ دکھاسکے مگر حیا اتنی ہے کہ وہ رٹ، جو منہ کو لگ گئی ہے، نہیں چھوڑتے،اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا،اب خدا اور رسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہل سنت یونہی بلاوجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں ایسا ہی ان دشنامیوں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔ مسلمانو! ان مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا؟ کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔ "وَ اَنَّ اللّٰہَ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳

لَا یَهۡدِیۡ كَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۲﴾ "[1] اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔(ت) ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہو گیا۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

" قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ "[2]۔	(فرماؤ) لاؤ اپنی برھان اگر سچے ہو۔

اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہٖ تعالٰی ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر ان کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے۔ ثبوت بھی بحمدہ تعالٰی تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا، بلکہ سالہا سال کا، جن جن کی تکفیر کا اتہام علمائے اہل سنت پر رکھا ان میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلمات کفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے بایں ہمہ اوّلًا سبحان السبوح عن عیب کذبٍ مقبوحٍ (۱۳۰۷ھ) دیکھئے کہ بار اول (۱۳۰۹ھ) میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پچھتّر "۷۵" وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہٖ یفتٰی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد[3]۔ یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوٰی ہوا اور اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی اور اسی میں استقامت۔

ثانیًا: "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ (۱۳۱۲ھ)" دیکھئے جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیّہ میں چھپا۔ جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ وتصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستر "۷۰" وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا (ص ۶۲) ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومناسب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامعہ گنج بخش داتادربار لاہور ص ۱۰۳

[4] الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا ص ۶۲

ثالثًا"سل السیوف الھندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ(۱۳۱۱ھ)" دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ کو عظیم آباد میں چھپا،اس میں اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۲،۲۱ پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بہ کلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں،بے حد برکتیں،ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے۔اس طائفہ کے پیر سے ناروا بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں،بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے،نہ قوت انتقام حرکت میں آتی،وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات،اور قائل کو کافر مان لینا اور بات،ہم احتیاط برتیں گے،سکوت کریں گے،جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے[1]،اھ مختصرا۔

رابعًا:ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار [۱۳۱۶ھ] دیکھئے کہ بار اول ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا،اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے[2]۔

خامسًا: اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے،یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتوٰی دیا ہے جب تک ان کی صریح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی،مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھتر [۷۸] وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے" سبحان السبوح" میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ حاشاللہ حاشاللہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا،ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید [عہ] کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلًا کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔فان الاسلام یعلو ولا یعلٰی علیہ[3]۔
(اس لئے کہ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔ت)

عہ: گنگوہی وانبھٹی اور انکے اذناب دیوبندی ۱۲ کاتب عفی عنہ

---

[1] سل السیوف الھندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ رضا اکیڈمی انڈیا ص ۲۱و۲۲

[2] ازالۃ العار بحجر الکرائم من کلاب النار رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا ص ۱۸

[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامعہ گنج بخش لاہور ص ۹۰و۹۱

مسلمانو! تمہیں اپنا دین وایمان اور روز قیامت و حضور بارگاہ رحمٰن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندہ خدا کی در بارہ تکفیر یہ شدید احتیاط یہ جلیل تصریحات اس پر تکفیر تکفیر کا افتراء کتنی بے حیائی، کیسا ظلم، کتنی گھنونی، ناپاک بات، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعًا حق فرماتے ہیں **اذا لم تستحی فاصنع ما شئت**[1]۔جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر:

ع بے حیا باش وآنچہ خواہی کن

(بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ت)

مسلمانو یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس ۱۰ دس ۱۰ اور بعض کو سترہ ۱۷ اور تصنیف کو انیس ۱۹ سال ہوئے (اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے (جب سے المعتمد المستند چھپی) ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افتراء ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحةً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہر گز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلًا، اصلًا، ہر گز، ہر گز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو انکے اکابر پر ستر ۷۰، ستر ۷۰ وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلًا کوئی ضعیف سا ضعیف محمل باقی نہ رہے[2]۔یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر ۷۸ وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہر گز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا[3]،جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہو گئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاشاللہ مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

[2] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامعہ گنج بخش لاہور ص ۹۱

[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامعہ گنج بخش لاہور ص ۹۰و۹۱

صرف محبت وعداوت خدا ورسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر عـــہ۱ نہ ہوئی یااللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام عـــہ۲ نہ دیکھی سنی تھی، اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطًا ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العلمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ **من شك فی عذابه وكفره فقد كفر**[1]۔ جو ایسے کے

عـــہ۱: جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی اس سے پہلے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک وقیام میں شریک اہل اسلام ہوتے ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

عـــہ۲: جیسے گنگوہی صاحب وانبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتوی کہ خدا جھوٹا ہے جو اسے جھوٹا کہے مسلمان سنی صالح ہے۔ جب چھپا ہوا نظر سے گزرا کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بناپر تکفیر ہو جب وہ اصلی فتوی گنگوہی صاحب کا مہری دستخطی خود آنکھ سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اس کی تکفیر پر جزم نہ کیا جب تک صرف مہدی یا مثیل مسیح بننے کی خبر سنی تھی جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے، پھر جب امرتسر سے ایک فتوی اس کی تکفیر کا آیا جس میں اس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں اس پر بھی اتنا لکھا کہ "اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقینا کافر۔" دیکھو رسالہ **السوء والعقاب علی المسیح الکذاب**" صفحہ ۱۸، ہاں اب جب اس کی کتابیں بچشم خود دیکھیں اس کے کافر مرتد ہونے کا قطعی حکم دیا ۱۲ کاتب عفی عنہ

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

معذب وکافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔اپنااور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھالاجرم حکم کفر دیااور شائع کیاوذٰلك جزاء الظلمین۔ تمہارارب عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ "[1]۔	کہدو کہ آیا حق اور مٹا باطل، بے شک باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔

اور فرماتا ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ "[2]۔	دین میں کچھ جبر نہیں، حق راہ صاف جدا ہو گئ ہے گمراہی سے۔

یہاں چار ۴ مرحلے تھے:

(۱) جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا، چھاپا ضرور وہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ودشنام تھا۔

(۲) اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

(۳) جو انہیں کافر نہ کہے، جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان کی استادی یار شتے یادوستی کا خیال کرے وہ بھی ان میں سے ہے، ان ہی کی طرح کافر ہے، قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

(۴) جو عذر ومکر، جہال وضلال یہاں بیان کرتے ہیں سب باطل و ناروااور پادر ہوا ہیں۔

یہ چاروں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ اعلٰی واضح روشن ہوگئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دیئے۔اب ایک پہلو پر جنت وسعادت سرمدی، دوسری طرف شقاوت وجہنم ابدی ہے، جسے جو پسند آئے اختیار کرے مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ کا دامن چھوڑ کر زید وعمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا، باقی ہدایت رب العزت کے اختیار میں ہے۔

بات بحمد اللہ تعالٰی ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلٰی بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶

بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہوں گی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کے علمائے کرام ومفتیان عظام کے حضور فتوٰی پیش ہوا جس خوبی وخوش اسلوبی وجوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں بحمداللہ تعالٰی کتاب مستطاب "**حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین** ۱۳۲۴ھ" میں گرامی بھائیوں کے پیش نظر اور ہر صفحہ کے مقابل سلیس اردو میں اس کا ترجمہ "**مبین احکام وتصدیقات اعلام** (۱۳۲۵ھ)" جلوہ گر۔

الٰہی! اسلامی بھائیوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرما اور ضد ونفسانیت یا تیرے اور تیرے حبیب کے مقابل، زید وعمرو کی حمایت سے بچا صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کا، آمین، آمین، آمین۔

والحمدللہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین

رسالہ

تمہید ایمان باٰیاتِ قرآن

ختم ہوا

رسالہ
الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

کلمہ دافع البلاکے ساتھ مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت بیان کرنے والوں کے لئے بلاؤں سے امن اور انکے مرتبے کی بُلندی ہے

مسمّٰی بہ نام تاریخی

اکمال الطامۃ علی شرک سُوی بالامُور العامۃ ۱۳۱۱ھ

پوری قیامت ڈھانا (وہابیوں کے اس) شرک پر جو امور عامہ کی طرح (موجود کی ہر قسم پر صادق) ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۳۵: از دہلی باڑہ ہندو رائے مرسلہ مولوی محمد کرامت اللہ خان صاحب عـــہ ۲۱ جمادی الاآخرۃ ۱۳۱۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید کہتا ہے کہ پڑھنا درود تاج اور دلائل الخیرات کا

عـــہ: مولانا کرامت اللہ خاں صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما

شرک محض اور بدعت سیئہ ہے اور تعلیم اس کی سم قاتل شرک اس لئے کہ درود تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں مذکور ہے، اور بدعت سیئہ اس لئے کہ یہ درود بعد صدہا سال کے تصنیف ہوئے ہیں۔ عمرو جواب میں کہتا کہ ورد اس درود مقبول کا موجب خیر وبرکت اور باعث ازدیاد محبت ہے۔ زید عربیت سے جاہل ہے وہ نہیں سمجھتا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبب ہیں دفع بلا کے، اگرچہ دافع البلاء حقیقتًا خدائے تعالٰی ہے۔ مختصر المعانی میں انبت الربیع البقل[1]۔ (بہار نے سبزہ اگایا۔ت) کہ بقول مومن مجاز اور بقول کافر حقیقت فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ"[2] (اللہ تعالٰی ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تو ان میں تشریف فرما ہے۔ت) اور "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝"[3] (ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ت) ہمارے دعوے پر دو بزرگ گواہ ہیں، اور کیا سال ولادت حضرت رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قحط عام کی وبا دفع نہیں ہوئی، اس کے سوا جبرائیل خلیل کا مقولہ قرآن کریم میں اس طرح درج ہے: "لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝"[4] (میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔ت) یہاں بقول زید حضرت جبرائیل بھی معاذ اللہ مشرک ہوگئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو وہاب فرمارہے ہیں۔ پس جو جواب زید کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے۔ پھر چونکہ یہ درود معمول بہ اکثر علماء ومشائخ عظام ہے پس وہ سب بھی زید کے نزدیک مشرک ہوئے اور طرہ یہ کہ خود زید بھی اس خواہ مخواہ کے شرک سے بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ بھی سم[عہ] کو قاتل اور ادویہ کو دافع درد رافع عشیاں کہتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قصیدہ اطیب النغم میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع فرمارہے ہیں۔ سندیں تو اور بھی ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ رہا صدہا سال کے بعد تصنیف ہونے سے بدعت سیئہ ہونا، یہ بھی زید کی حماقت پر دال ہے۔ خود زید جو

عہ: سم یعنی زہر

---

[1] مختصر المعانی، احوال اسناد الخبر، المکتبہ الفاروقیہ ملتان، ص ۸۵

[2] القرآن الکریم ۸ /۳۳

[3] القرآن الکریم ۲۱ /۱۰۷

[4] القرآن الکریم ۱۹ /۱۹

مولوی اسمٰعیل صاحب کے خطبے جمعہ میں بر سر منبر پڑھتا ہے اس کے لئے اس کے پاس کوئی حدیث ہے یا وہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ سلم کی تصنیف ہیں۔سبحان اللہ ان خطبوں کاپڑھنا (جو صدہا سال بعد کی تصنیف ہیں) توزید کے لئے سنت ہو او رخاصان حق کی تصنیف درود کاپڑھنا بدعت سیئہ ٹھہرے،ہاں جو صیغے درود کے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کاپڑھنا ہمارے نزدیک بھی افضل و بہتر ہے مگر علمائے راسخین و فقرائے کاملین نے حالت ذوق و شوق میں جو درود شریف بالفاظ بدیعہ تصنیف فرمائے ہیں جن میں جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی بھی شامل ہیں اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں درج فرمائے ہیں،اور خود حضرت شیخ نے ایک مستقل رسالہ اس بارہ میں تالیف فرمایا ہے،اور جتنے درود مشائخ عظام نے تصنیف فرمائے ہیں سب اس میں درج ہیں،اور شرح سفر السعادۃ میں ۳۶ صیغے رسول خدا سے منقول ہیں باقی صحابہ و تابعین نے زیادہ کئے ہیں۔زید جاہل نے ان سب حضرات کو معاذ اللہ مشرک بنایا ہے۔اب علمائے اعلام سے استفسار ہے کہ قول زید کا صحیح اور موافق عقائد سلف صالح کے ہے یا عمرو کا؟ یہ تشریح و تفصیل ارشاد ہو،اللہ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ علی ما علم وھدانا للذی اقوم وسلك بنا السبیل الاسلم وصلی ربنا وبارك وسلم علی دافع البلاء والقحط والمرض والالم سیدنا ومولنا ومالکنا وماونا محمد مالك الارض ورقاب الامم و علی اله و صحبه اولی الفضل والفیض والعطاء والجود والکرم امین قال الفقیر المستدفع البلاء من	سلامتی والے راستے پر چلایا۔ہمارا پروردگار درود وسلام اور برکت نازل فرمائے بلا،وبا،قحط،بیماری اور دکھوں کو دور کرنیوالے ہمارے آقا و مولی و مالک وماوی محمد پر،جو زمین اور امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں،اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو فضل،فیض،عطا اور جود و کرم والے ہیں،آمین۔ کہتا ہے فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا سنی حنفی قادری

فضل نبیه العلی الاعلی صلی علیه الله تعالٰی عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی دفع نبیه عنه البلاء ومنح قلبه النور والجلاء۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا اور سب سے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی اور ہمیں برکاتی بریلوی جو نبی اعلی کے بُلند فضل کے بطفیل مصیبت سے بچنے کا طلب گار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اس مصیبت کو دور فرمائیں اور اس کے دل کو روشنی اور چمک عطا فرمائیں (ت)

یہ مختصر جواب موضع صواب متضمن مقدمہ ودو باب وخاتمہ۔

مقدمہ اتمام الزام وتمہید مرام میں عائدہ قاہرہ وفائدہ زاہرہ پر مشتمل۔

عائدہ قاہرہ

ایها المسلمون دفع نبیکم عنکم بلاء المجنون وفتنة المفتون۔ اے مسلمانو تمہارے نبی نے تم سے مجنون کی بلاء اور فتنہ انگیز کا فتنہ دور کردیا ہے۔ت) زید بیقید کے ایسے کلمات کچھ محل تعجب نہیں مذہب وہابیہ کی بناہی حتی الامکان حضور سید الانس والجان علیہ وعلی الہ افضل الصلوۃ والسلام کے ذکر شریف مٹانے اور محبوبان خدا جل وعلا وعلیہم الصلوۃ والثناء کی تعظیم قلوب مسلمین سے گھٹانے پر ہے "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) مگر تعجب ان مسلمانان اہلسنت سے کہ ایسے ناپاک اقوال پر کان دھریں، بہت کان کھانے والے دنیا میں ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مسلمان صحیح العقیدہ ان کی طرف التفات ہی کیوں کریں، ایسوں کا علاج حضور میں خاموشی اور غیبت میں فراموشی، اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حال اپنے محبوب بے مثال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر پاک کی زیادہ گرمجوشی کہ مخالف خود ہی اپنی آگ میں جل بجھیں گے "قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" [2] (تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ت) اس تالفہ کے رد میں اقوال ائمہ وعلماء پیش کرنے کا کوئی محل ہی نہیں کہ یہ تم اپنے اعتقاد سے ائمہ وعلماء کہتے ہو ان کے

[1] القران الکریم ۲۶ /۲۲۷

[2] القران الکریم ۳ /۱۱۹

نزدیک وہ بھی تمھاری طرح معاذ اللہ مشرک بدعتی تھے، درود محمود میں کتب وصیغ کثیرہ کی تصنیف واشاعت انھیں نے کی تمھارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا خلیفہ اکبر ومدد بخش ہر خشک وتر وواسطہ ایصال ہر خیر وبرکت ووسیلہ فیضان ہر جود ورحمت وشافی وکافی وقاسم نعمت وکاشف کرب ودافع زحمت وہی لکھ گئے جس کی تصریحات قاہرہ سے ان کی تصنیفات باہرہ کے آسمان گونج رہے ہیں۔ فقیر غفر اللہ لہ نے کتاب مستطاب **سلطنة المصطفی فی ملکوت کل الوری** ۱۲۹۷ھ میں بکثرت ارشادات جلیلہ ونصوص جزیلہ جمع کئے جن کے دیکھنے سے بحمد اللہ ایمان تازہ ہو اور روئے ایقان پر احسان کا غازہ تو ان کے نزدیک حقیقۃً یہ شرک وبدعت تمھیں وہی سکھاگئے آخر ان کا بانی مذہب شیخ نجدی علیہ ما علیہ ڈنکے کی چوٹ کہتا تھا کہ ۶۰۰ برس سے جتنے علماء گزرے سب کافر تھے **کما ذکرہ المحدث العلامة الفقیه الفھامه شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ الملکی فی الدرر السنیة**[1]۔ (جیسا کہ حضرت محدث العلامہ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ الملکی نے اس کو الدرر السنیۃ میں ذکر کیا۔ ت) احادیث دکھانے کا کیا موقع کہ آخر سب کتب حدیث صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وغیرہ حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کے بعد تصنیف ہوئیں تو ان کے طور پر معاذ اللہ وہ سب بدعت اور مصنف بدعتی۔ رہی آیت کہ رب العزۃ جل وعلا نے بلا تخصیص لفظ وصیغہ ووقت وعدد مطلقاً اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام کی طرف بلاتا ہے

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾"[2]۔ **اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین کلما ولع بذکرہ الفائزون ومنع من اکثارہ الھالکون۔**	اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، جب بھی آپ کے ذکر پر شیفتہ ہوں کامیاب ہونیوالے اور اس کی کثرت سے انکار کریں ہلاک ہونیوالے (ت)

[1] الدرر السنیة فی الرد علی الوہابیہ مکتبہ حقیقۃ دار الشفعۃ استانبول ترکی۔ ص ۵۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

تو دلائل الخیرات ودرود تاج وغیر ہا سب اس حکم جانفزا کے دائرہ میں داخل، یہ بھی انہیں مقبول ہوتی نظر نہیں آتی کہ ان کتب وصیغ میں حضور والا دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ جلیلہ ونعوت کثیرہ جزیلہ ہیں۔

اور انکے امام الطائفہ کا حکم ہے کہ ''جو بشر کی سی تعریف ہو اس میں بھی اختصار کرو"[1]۔

علاوہ ازیں وظیفہ درود میں صدہا بار نام اقدس لینا ہوگا اور ان کا امام لکھ چکا کہ نام جپنا شرک ہے۔اب وہ اپنے امام کی تصریح مانیں یا تمہارے خدا کا اطلاق۔ہاں اگر انہیں کے امام الطائفہ اور اس کے آباؤاجداد واکابر کی تصانیف دکھاؤ تو شاید کچھ کام چلے کہ امام الطائفہ کو کچھ کہیں تو ایمان کی گت بری بنے اور اس کے اکابر سے مکابر رہیں تو اس سے کیونکر گاڑھی چھنے،ایسی ہی جگہ پر بدلگامی کا قافیہ تنگ ہوتا ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا،نہ چلنے کی تاب۔ت) مثلاً:

اولاً: یوں پوچھئے کہ حیادارو! صرف اس جرم پر کہ حضرات علمائے دین مصنفین کتب رحمہم اللہ تعالٰی زمانہ اقدس حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھے انہیں کی کتابیں بدعت اور وہ معاذاللہ اہل بدعت قرار پائیں گے یا یہ حکم امام الطائفہ اور اس کے عم نسب وپدر شریعت جد طریقت جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اس کے جد نسب وجد شریعت وفرجد طریقت شاہ ولی اللہ صاحب اور فرجد نسب وتلمذ وجد الجد بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم اکابر وعمائد خاندان دہلی کو بھی شامل ہوگا۔ کیا یہ حضرات زمانہ اقدس میں تھے،کیا ان کی کتابیں جبھی تصنیف ہوئی تھیں،کیا انہوں نے اپنی تصانیف کے خطبوں میں بیسیوں مختلف صیغوں سے جو درود لکھے ہیں سب بعینہٖ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں،اگر ہیں تو بتادو اور نہیں تو کیا ہٹ دھرمی سینہ زوری ہے کہ انکی تصانیف بدعت اور یہ بدعتی نہ ٹھہریں،کیا وحی باطنی اسمٰعیلی ہمیں یہ حکم تشریعی بھی آچکا ہے کہ **یجوز لاٰبائك مالا یجوز لغیرھم** (تیرے آباء کے لیے جائز ہے جو ان کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ت) ان کا امام صاف صاف لکھ چکا کہ بعض غیر انبیاء پر بھی (جن میں اس نے اپنے پیر اور پر دادا کو بھی داخل کیا ہے۔) بے وساطت انبیاء وحی باطنی آتی ہے جس میں احکام تشریعی اترتے ہیں وہ ایک جہت سے انبیاء کے پیرو اور ایک جہت سے خود محقق

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ردالاشراك الخ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۴

ہوتے وہ شاگرد انبیاء بھی ہیں اور ہم استاد انبیاء بھی، وہ مثل انبیاء معصوم ہیں[1]۔ (دیکھو صراط المستقیم مطبع ضیاء میرٹھ ص ۳۸ دو سطر اخیر تا ص ۳۹ سطر ۱۱، ۱۰ دو سطر اخیر ص ۴۱ سطر ۶، ۵ تا ص ۴۲ سطر ۲ و ۴، ۳) گمراہی بد دینی کا منہ کالا، پھر نبوت کیا کسی پیڑ کا نام ہے، اللہ کی شان یہ کھلم کھلا اپنے استادوں پیروں کو نبی بنانے والے تو امام اور ائمہ شریعت، اور علمائے سنت اس جرم پر کہ صیغہائے درود مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیوں کثرت کی معاذاللہ بدعتی بدنام۔

ثانیاً: یہ قہرمانی حکم صرف حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود میں ہے یا خاندان امام الطائفہ کے ایجادات میں بھی کہ شاہ صاحب کی قول الجمیل جن کے لیے ضامن وکفیل۔ اسی قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران ومشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھا کہ ہماری صحبت وسلوک آمیزی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے۔ **وان لم یثبت تعین الاٰداب ولا تلك الاشغال**[2] اگرچہ نہ ان خاص آداب کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے نہ ان اشغال کا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے"[3]۔

مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین نے اسکے ترجمہ شفاء العلیل میں شاہ صاحب کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے: "یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں"[4]۔

اور سنئے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ قدست اسرارہم تصور شیخ کی ترکیب لکھی ہے کہ:

---

[1] صراط مستقیم حب ایمانی کا دوسرا ثمرہ کلام کمپنی تیرتھ داس روڈ کراچی ص ۶۵، صراط مستقیم (فارسی) حب ایمان کا دوسرا ثمرہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور ص ۳۴

[2] القول الجمیل گیارہویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[3] شفاء العلیل مع القول الجمیل چوتھی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۱

[4] شفاء العلیل مع القول الجمیل چوتھی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

اذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورته ماتفید صحبته[1]۔	شیخ غائب ہوتو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل کیا: ''حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ ترقریب ہے"[2]۔

مکتوبات مرزا صاحب جانجاناں میں ہے (جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں نفس ذکیہ قیم طریقہ احمدیہ داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں):

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند[3]۔	دعائے حزب البحر صبح وشام کا وظیفہ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم شریف مشکلات کے حل کے لیے ہر روز پڑھنا چاہیے۔(ت)

ذرا اس صبح وشام وہر روز کے الفاظ پر بھی نظر رہے کہ وہی التزام ومداومت ہے جسے ارباب طائفہ وجہ ممانعت قرار دیتے ہیں یہ ان داعی سنت نے بدعت اور بدعت کا حکم دیا بلکہ اس ختم اور ختم مجددی کی نسبت انہیں مکتوبات میں ہے:

بعد حلقہ صبح لازم گیرد[4]۔	اس کے بعد صبح کے حلقے کو لازم قرار دے لیں۔(ت)

انہیں میں ہے:

بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند[5]۔	اس کے بعد صبح کے حلقے کی پابندی کرنی چاہیے۔(ت)

سب جانے دو خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے:

اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد ولہذا محققان	ہر وقت کے مناسب اعمال اور ہر زمانے کے مطابق ریاضتیں مختلف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ

---

[1] القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۸۲و۸۱

[2] شفاء العلیل مع قول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۸۰

[3] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷

[4] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جانان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲

[5] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جانان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲

ہر وقت ازاکابر ہر طریق در تجدید اشغال کو ششہا کردہ اند بناء علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضاء کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کرد شود[1] الخ۔	اکابر میں سے ہر طریقے کے محققین نے اشغال واعمال میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی بایں وجہ جو مصلحت دیکھی یا حالات کا تقاضا ہوا اسی لئے اس کتاب کا ایک باب ایسے جدید اشغال کے لیے جو اپنے اپنے وقت کی مناسبت سے شروع کئے گئے متعین کیا گیا ہے۔(ت)

للہ انصاف! یہ لوگ کیوں نہ بدعتی ہوئے۔اور ذرا تصور شیخ کی تو خبریں کہئے جسے جناب شاہ صاحب مرحوم سب راہوں سے قریب تر راہ بتارہے ہیں، یہ ایمان تقویۃ الایمان پر ٹھیٹ بت پرستی تو نہیں یا یہ حضرات شریعت باطنہ اسمٰعیلی سے مستثنٰی ہیں۔

ثالثًا: بھلا حضور اقدس دافع البلاء مانع العطا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا تو معاذاللہ شرک ہوا اب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی خبر لیجئے وہ اپنے قصیدہ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں کیا بول بول رہے ہیں:

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست اندوہگین است در ہر شدتے[2]۔	ہمیں نظر نہیں آتا مگر آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔(ت)

پھر کہا:

جائے پناہ گرفتن بندگان وگریزگاہ ایشاں دروقت خوف روز قیامت[3]۔	حضور قیامت کے دن خوفزدوں اور خوف سے بھاگنے والوں کی جائے پناہ ہیں۔(ت)

پھر کہا:

نافع تیرن ایشانست مردماں را زنزدیک ہجوم حوادث زماں[4]۔	زمانہ کے ہجوم کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں۔(ت)

[1] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیہ لاہور ص۸،۷

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول تحت شعر معتصم المکروب فی کل غمرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴

[3] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل دوم تحت شعر ملاذعباداللہ ملجاء خوفھم مطبع مجتبائی دہلی ص ۴

[4] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل چہارم تحت شعر واحسن خلق اللہ خلقًا وخلقہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶

پھر کہا:

اے بہترین خلق خدا وا ے بہترین عطا کنندہ وا ے بہترین کسیکہ امید او داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے [1]۔	اے خلق خدا میں بہترین ! اے بہترین عطا والے اور اے بہترین شخصیت، اور مصیبت کے وقت امیدوار کی مصیبت کو ٹالنے والے۔ (ت)

پھر کہا:

تو پناہ دہندہ از ہجوم کردن مصیبتے [2]۔	آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔ (ت)

اپنے دوسرے قصیدہ نعتیہ ہمزیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آخر حالت مادح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راو قتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا آنست کہ ندا کند خوار وزار شدہ باخلاص در مناجات وبہ پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا عطائے ترا میخواہم روز حشر (الی قولہ) توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رو آوردن من وبہ تست پناہ گرفتن من ودر تست امید داشتن من [3] اھ ملحضًا۔	حضور کی تعریف کرنے والا جب اپنی نارسائی کا احساس کرے تو حضور کو نہایت عاجزی اور اخلاص سے پکارے اور فریاد کرے اور حضور کی پناہ اس طرح چاہے کہ اے خدا کے رسول قیامت کے دن تیری عطا چاہتا ہوں تو ہی میری ہر بلا کی پناہ ہے۔ جبھی تو میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور تجھ سے پناہ کا طلب گار ہوں اور میری امیدیں تجھ سے ہی وابستہ ہیں اھ ملحضًا۔ (ت)

یہی شاہ صاحب ہمعات میں زیر بیان نسبت اویسیہ لکھتے ہیں:

از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت ست در منام وفائدہا ایشاں یافتن ودر مہالک ومضائق سورت آں جماعت پدید آمدن و	اس نسبت کے ثمرات یہ ہیں کہ اس جماعت (اویسیہ) کی زیارت خواب میں ہو جاتی ہے اور ہلاکت و تنگی کے اوقات میں وہ جماعت

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم تحت شعر وصلی علیك اللہ یا خیر خلقہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲
[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم تحت شعر وانت مجیری من ھجوم ملمۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲
[3] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل ششم تحت اشعار وآخر ما لمادحہ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳ و ۳۴

حل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن[1]۔	ظاہر ہو کر مشکلیں حل فرماتی ہے۔(ت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ان کے شاگرد رشید اور مرزا صاحب موصوف کے مرید تذکرۃ الموتی میں ارواح اولیائے کرام قدس اسرارہم کی نسبت لکھتے ہیں:

ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند ومیروند و دوستاں ومعتقداں را دردنیا وآخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں راہلاک می سازند[2]۔	ان کی ارواح زمین وآسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔(ت)

اور دافع البلاء کس چیز کا نام ہے۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبت ماجناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ میر سند وفقیر رانیاز خاص بآنجناب ثابت ست دروقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفامیگردد[3]۔	امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میری نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور جس وقت کوئی عارضہ بیماری جسمانی پیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہو جاتی ہے۔(ت)

ذرا اس "نیاز خاص" پر بھی نظر رہے۔ یہی داعی سنت نبویہ فرماتے ہیں:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک بآنحضرت بحالش مبذول نیست[4]۔	حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں کوئی ان کا مرید ایسا نہیں کہ اس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو۔(ت)

ذرا اس عبارت کے تیور دیکھئے اور لفظ مبارک "غوث الثقلین" بھی ملحوظ خاطر رہے

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد پاکستان ص ۵۹

[2] تذکرۃ الموتی مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱

[3] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[4] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

اس کے یہی معنی ہے ناکہ انس وجن سب کی فریاد کو پہنچنے والے۔

اور سنئے یہی نفس ذکیہ فرماتے ہیں:

ہمچنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلاں درصحرا یاوقت خواب اسباب واسپان خودبحمایت حضرت خواجہ می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود[1]۔	ایسا ہی حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدین کے حالات میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں چرواہے اور مسافر جنگل میں یا نیند کے وقت اپنے اسباب اور چوپائے گھوڑے وغیرہ حضور خواجہ نقشبند کے سپرد کر دیتے غیبی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ت)

اب تو شرک کا پانی سر سے اوپر ہوگیا، ایمان سے کہیو تمہارے ایمان پر کتنا بڑا بھاری شرک ہے جس پر مدد غیبی نازل ہوتی اور یہ بات حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے مدائح میں گنی جاتی ہے، خدا کرے اس وقت کہیں تمہیں حدیث **اعوذ بعظیم ھٰذا الوادی**[2]۔ (میں اس وادی کے حکمران کی پناہ چاہتاہوں۔ت) یا آیہ کریمہ "**کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ**"[3]۔ (آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے۔ت) یاد آجائے، پھر جناب مرزا صاحب اور ان کے مداح جناب شاہ صاحب کامزہ دیکھئے، آخر تمہارا امام بھوت پریت جن پری اور اولیاء شہداء سب کو ایک ہی درجہ میں مان رہاہے، مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں:

دریں حالت ہم تصرف دردنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہامی نمایند وارباب	اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کے رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے

[1] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۱۶۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴ /۲۲۱، المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر تحریم بن فائك دار الفکر بیروت ۳ /۶۲۱

[3] القرآن الکریم ۷۲ /۶

حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند ومی یابند[1]۔	ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔(ت)

ذرا یہ "دنیا میں اولیاء کا تصرف بعد انتقال" ملحوظ رہے اور حل مشکل ودفع بلا میں کتنا فرق ہے۔(یا علی مشکل کشا مشکلکشا)

اور تحفہ اثناعشریہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر جان نجدیت پر قیامت توڑ گئے، فرماتے ہیں:

حضرت امیر وذریۃ طاہرہ او در تمام امت برمثال پیران ومرشد ان می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2]۔ (تحفہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ آخر ص۳۹۶ واول ۳۹۷)	حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افراد امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ اور درود وصدقات اور نذور نیاز انکے نام ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔(ت)

کیوں صاحبو! یہ کتنے بڑے شرکہائے اکبر واعظم ہیں کہ شاہ صاحب جن پر اجماع امت بتارہے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح امت مرحومہ کو معاذاللہ امت ملعونہ لقب دیجئے بھلا دفع بلا بھی امور تکوینیہ میں ہے یا نہیں جو دامن پاک حضرت مولی علی واہلبیت کرام سے وابستہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ سیدھم ومولاھم وعلیھم وبارك وسلم۔

طرفہ تر سنئے، شاہ ولی اللہ صاحب کے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اور انکے بارہ[۱۲] اساتذہ علم حدیث ومشائخ طریقت جن میں مولانا ابوطاہر مدنی اوان کے والد واستاذ پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاد مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاد مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذالاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہیں علماء سے ہیں جواہر خمسہ حضرت شاہ محمد غوث

[1] تفسیر فتح العزیز تحت آیۃ ۱۸/۸۴ مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پارہ عم ص۲۰۶

[2] تحفہ اثناء عشریہ باب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص۲۱۴

گوالیاری علیہ الرحمۃ الباری وخاص دعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین ومعتقدین کو اجازت دیتے۔اعمال جواہر خمسہ ودعائے سیفی کا زمانہ اقدس حضور دافع البلاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تصنیف ہونے سے بدعت،اور اس وجہ سے ان صاحبوں کا بدعتی ومروج بدعت قرار پانا درکنار،اسی جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جوہر دار سیف خونخوار،جسے دیکھ کر وہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار،وہ کیاکہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرک جلی۔جواہر خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا:

نادعلی ہفت بار یاسہ بار یایک بار بخواند وآن ایں ست ناد علیًامظھر العجائب،تجدہ عونًا لك فی النوائب،کل ھم وغم سینجلی بولایتك یاعلی یاعلی یاعلی[1]۔	ناد علی سات بار یا تین بار یاایک بار پڑھنا چاہئے،اوروہ یہ ہے:علی(رضی اللہ عنہ)کو پکار جن کی ذات پاک مظہر عجائب ہے،جب تو انہیں پکارے گا انہیں مصائب وافکار میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی وغم فوراً دور ہوجاتاہے آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔(ت)

یعنی پکار علی مرتضٰی(کرم اللہ وجہہ)کو کہ مظہر عجائب ہیں تو انہیں اپنا مددگار پائے گا۔مصیبتوں میں،سب پریشانی وغم اب دور ہوتے جاتے ہیں حضور کی ولایت سے یاعلی یاعلی یاعلی۔

ذرااب شرک طائفہ کا مول تول کہئے،اس نفیس سند کی قدرے تفصیل درکار ہو تو فقیر کے رسائل"انھار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار" ف۱ و"حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" ف۲ و"انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ" ف۳ ملاحظہ ہوں۔ہے یہ کہ ان خاندانی اماموں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہےوللہ الحمد۔

ف۱:رسالہ انھار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار فتاوی رضویہ مطبوعہ رضافاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور جلد ہفتم میں ص۵۶۹پر موجود ہے۔

ف۲:رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور،جلد نہم میں ص ۶۷۵پر موجود ہے۔

ف۳:رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد۲۹میں ص ۵۴۹ پر موجود ہے۔

---

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو مرزامحمد بیگ نقشبندی دارالاشاعت کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

کیوں صاحبو! یہ سب حضرات بھی ایمان طائفہ پر مشرک، بے ایمان، واجب العذاب، مستحیل الغفران تھے یا تقویۃ الایمان کی آیتیں حدیثیں امام الطائفہ کا کنبہ چھوڑ کر باقی علمائے اہلسنت ہی کو مشرک بدعت بنانے کے لئے اتری ہیں۔ اللہ ایمان وحیا بخشے۔ آمین۔ غرض ان حضرات کے مقابل شاید ایسے ہی گرم دودھوں سے کچھ کام چلے جنہیں نہ نگلتے بنے نہ اگلتے۔ وللّٰہ الحجۃ الساطعۃ۔

فائدہ زاہرہ

خیر، یہ تو اجمالاً ان حضرات کی خدمت گزاری تھی، اور بدعت کی بحث تو علمائے سنت بہت کتب میں غایت قصوٰی تک پہنچا چکے و من احسن من فصله وحققه خاتم المحققين سيدنا الوالد رضى الله عنه المولى الماجد فى كتابه الجليل المفاد "اصول الرشاد لقمع مبانى الفساد" (خاتم المحققین سیدنا والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنی جلیل ومفید کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحسین وتفصیل وتحقیق کی ہے۔ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے بھی اپنے رسالہ ''اقامة القيامه على طاعن القيام لنبى تهامه'' وغیرہا رسائل میں بقدر کافی نکات چیدہ گزارش کئے اور اپنے رسالہ ''منير العين فى حكم تقبيل الابهامين '' ف وغیرہا میں خاندان مذکور کے بکثرت ایجادو احداث لکھے کہ اس نو تصنیفی کی صفرا شکنی کو بس ہیں اور حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وبا وبلا وقحط ومرض والم کو دفع فرمانے کے جزئیات ووقائع جو احادیث میں مروی ان کے جمع کرنے کی ضرورت نہ حصر کی قدرت، ان میں سے بہت سے بحمداللہ تعالٰی کتب وخطب علماء میں مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ چکے اور اب جو چاہے کتب سیر وخصائص ومعجزات مطالعہ کرے۔

نکتہ جلیلہ کُلیہ

مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ ایک نکتہ جلیلہ کلیہ بغایت مفید القا کرے کہ ان شاء اللہ تعالٰی تمام شرکیات وہابیہ کی بیخ کنی میں کافی و وافی کام دے، مسلمانو! کچھ خبر بھی ہے ان حضرات کا لفظ دافع البلاء اور اس کے مثال کو شرک

ف: رسالہ "منير العين فى حكم تقبيل الابهامين" فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۲۹ پر موجود ہے۔ رسالہ "اقامة القيامة" جلد ۲۶ ص ۴۹۵ پر موجود ہے۔

بتانے بلکہ یہ بات بات پر شرک پھیلانے سے اصل مدعا کیا ہے وہ ایک دائے باطنی ومرض خفی ہے کہ اکثر عوام بیچاروں کی نگاہ سے مخفی ہے ان نئے فلسفوں پرانے فیلسوفوں کے نزدیک شرک امور عامہ سے ہے کہ عالم میں کوئی موجود اس سے خالی نہیں یہاں تک کہ معاذاللہ حضرات علیہ انبیائے کرام وملٰئکہ عظام علیہم الصلٰوۃ والسلام تاآنکہ عیاذًا باللہ خود حضرت رب العزۃ و حضور پر نور سلطان رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ، ولہٰذا امام الطائفہ نے جابجا و بیجا مسائل جی سے گھڑے کہ یہ ناپاک چھینٹا وہاں تک بڑھے، جس کی بعض مثالیں مجموعہ فتاوٰی فقیر "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کی جلد ششم "البارقۃ الشارقہ علی مارقۃ المشارقہ" میں ملیں گی، ان کی تفصیل سے تطویل کی حاجت نہیں، یہ حضرات کہ اس امام کے مقلد ہیں "اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ﴿۲۳﴾"[1] (ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ت) پڑھتے ہوئے اسی ڈگر ہوئے، یہ حکم شرک بھی اسی دبی آگ کا دھواں دے رہا ہے، اجمال سے نہ سمجھو تو مجھ سے مفصل سنو۔

اقول: وباللہ التوفیق، نسبت واسناد دو قسم ہے: حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت سے متصف ہو۔

اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں جیسے نہر کو جاری یا حابس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً آب و کشتی جاری متحرک ہیں۔

پھر حقیقی بھی دو۲ قسم ہے: ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقۃً متصف کردیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں، یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ ان سب صورتوں کی اسنادیں تمام محاورات عقلائے جہاں واہل ہر مذہب وملت وخود قرآن وحدیث میں شائع وذائع، مثلاً انسان عالم کو عالم کہتے ہیں، قرآن مجید میں جابجا اولوا العلم وعلمؤا بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی نسبت لفظ علیم وارد، یہ حقیقت عطائیہ ہے یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقۃً متصف بعلم ہیں، اور مولٰی عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنی ذات سے عالم ہے۔ سخت احمق وہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت وامداد و علم غیب و

---

[1] القرآن الکریم ۴۳ / ۲۳

تصرفات وندا وسماع فریاد وغیرہا ایسے فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس بحث شریف میں ایک نفیس رسالہ کی طرح ڈالی ہے اس میں متعلق نزاعات وہابیہ صدہا اطلاقات کو آیات واحادیث سے ثابت اوراحکام اسنادات کو مفصل بیان کرنے کا قصد ہے ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی حضور پر نور، معطی البہار والسرور، دافع البلاء والشرور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے مخالف متعسف کو یوں توفیق تصدیق نہ ہو تو فقیر کا رسالہ ''سلطنة المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی'' مطالعہ کرے کہ بعونہ تعالٰی تحقیق وتوثیق کے باغ لہکتے نظر آئیں اورایمان وایقان کے پھول مہکتے، خیر یہاں اس بحث کی تکمیل کا وقت نہیں تنزیلًا یہی سہی کہ احد الامرین سے خالی نہیں نسبت حقیقی عطائی ہے یا ازانجا کہ حضور سبب ووسیلہ وواسطہ دفع البلاء ہیں لہٰذا نسبت مجازی، رہی حقیقی ذاتی حاشا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اس کا خطرہ گزرے۔

امام علامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی (جن کی امامت وجلالت محل خلاف وشبہت نہیں، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مہری مصدق فتوٰی میں انہیں بالاتفاق امام مجتہد مانتے ہیں) کتاب مستطاب شفاء السقام شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام المؤحدین [1]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا، تواس معنی پر کلام کو ڈھالنااور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یاسیدی جزاك اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرًا، اٰمین (اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا، اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر عطافرمائے۔ت)

فقیر کہتا ہے ایک دفع بلاء وامداد وعطا ہی پر کیا موقوف مخلوق کی طرف اصل وجود ہی کی اسناد

[1] شفاء السقام الباب الثامن فی التوسل والاستغاثہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص۱۷۵

بمعنی حقیقی ذاتی نہیں پھر عالم کو موجود کہنے میں وہابیہ بھی ہمارے شریک ہیں کیا ان کے نزدیک عالم بذاتہ موجود ہے یا جو فسطائیہ کی طرح عقیدہ **حقائق الاشیاء ثابتة** (اشیاء کی حقیقت ثابت ہے۔ت) سے منکر ہیں اور جب کچھ نہیں تو کیا ظلم ہے کہ جو محاورے صبح وشام خود بولتے رہیں مسلمانوں کے مشرک بنانے کو ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، کیا مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی نہیں، کیا اس کی مذمت پر آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ ناطق نہیں بلکہ انصاف کی آنکھ کھلی ہو تو اس ادعائے خبیث کا درجہ تو بدگمان سے بھی گزرا ہوا ہے، سوئے ظن کے لئے اس گمان کی گنجائش تو چاہیے، مسلمان کے بارہ میں ایسے خیال کا احتمال ہی کیا ہے اس کا موحد ہونا ہی اس کی مراد پر گواہ کافی ہے **کما لایخفی عند کل من له عقل ودین** (جیسا کہ کسی صاحب عقل ودین پر پوشیدہ نہیں۔ت) فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان میں ہے:

سئل فی رجل حلف انه لایدخل هذه الدار الا ان یحکم علیه الدهر فدخل هل یحنث اجاب لاوهذا مجاز لصدوره من الموحد واذا دخل فقد حکم ای قضٰی علیه رب الدهر بدخولها وهو مستثنی فلا حنث اھ بتلخیص۔[1]	ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مجھے دہر حکم نہیں دے گا میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اور وہ داخل ہوگیا، کیا وہ قسم توڑنے والا ہے یا نہیں، اس کا جواب یہ تحریر ہے کہ حانث نہیں ہوا، یہ کلمہ مجازی ہے، موحد جو خدا کو ایک مانتا ہے اس سے شرک کا صدور ناممکن ہے۔ جب داخل ہوا تو رب الدہر یعنی خدا کے حکم سے داخل ہوا، اس لئے وہ حانث نہیں ہوا اھ ملخصًا (ت)

تو ایسا ناپاک ادعا بدگمانی نہیں صریح افترا ہے، وہ بھی مسلمان پر وہ بھی کفر کا، مگر قیامت تو نہ آئیگی، حساب تو نہ ہوگا، ان خبائث کے دعووں سے سوال تو نہ کیا جائے گا، مسلمان کی طرف سے لاالٰه الا الله جھگڑتا ہوا نہ آئے گا۔ ستمگر! جواب تیار رکھ اس سختی کے دن کا، "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۠ ﴿۲۲۷﴾"[2]۔ (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

[1] الفتاوی الخیریة کتاب الایمان دار المعرفة بیروت ۱/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بالجملہ اس احتمال کو یہاں راہ ہی نہیں بلکہ انہیں دو سے ایک مراد بالیقین یعنی اسناد غیر ذاتی کسی قسم کی ہواب جواسے شرک کہا جاتاہے تواس کی دو ہی صورتیں متصور بنظر مصداق عـــہ نسبت یا بنفس حکایت۔

اول یہ کہ غیر خدا کے لیے ایسا اتصاف ماننا ہی مطلقاً شرک اگرچہ مجازی ہو، جس کا حاصل اس مسئلہ میں یہ کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفع بلا کے سبب ووسیلہ وواسطہ بھی نہیں کہ مصداق نسبت کسی طرح متحقق جو غیر خدا کو ایسے امور میں سبب ہی مانے وہ بھی مشرک۔

دوم یہ کہ ایسی نسبت وحکایت خاص بذاتہ حدیت جل وعلا ہے غیر کے لئے مطلقاً شرک اگرچہ اسناد غیر ذاتی مانے، آدمی اگر عقل وہوش سے کچھ بہرار کھتا ہو تو غیر ذاتی کالفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہوگیا کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنی بر خلاف اس طاغی سرکش کے جو عقل کی آنکھ پر مکابرہ کی پٹی باندھ کر صاف کہتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[1]۔ کسی سفیہ مجنوں سے

عـــہ: فرق یہ کہ اول میں حکم منع حکایت بنظر بطلان وعدم مطابقت ہوگا یعنی واقعہ میں موضوع ایسے صفت سے متصف ہی نہیں جو اس حکایت کا مصحح ہو، اور دوم میں حکایت خود ہی محذور ہوگی اگر صادق ہو کہ صدق وصحت اطلاق الزام نہیں،

الاترٰی انا نؤمن بان محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعز عزیز واجل جلیل من خلق اللہ عزوجل ولکن لایقال محمد عزوجل بل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخلوق الٰہی میں ہر عزیز سے بڑھ کر عزیز اور ہر جلالت والے سے بڑھ کر جلیل ہیں مگر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا بلکہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔(ت)

تو درجہ اول میں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ اسناد غیر ذاتی کا مطلقاً متحقق، اور دوم میں یہ کہ یہ اطلاق یقینا جائز۔ پر ظاہر کہ دلائل وجہ دوم سب دلائل وجہ اول بھی ہیں کہ حکایات الٰہیہ ونبویہ قطعاً صادق۔ لہٰذا ہم انہیں جانب کثرت بقلت توجہ کریں گے نصوص وجہ ثانی بکثرت لائیں گے وباللہ التوفیق ۱۲منہ دامت فیوضہ۔

---

[1] تقویۃ الایمان، پہلا باب، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

کیا کہا جائے گا کہ صفت الٰہی بعطائے الٰہی نہیں تو جو بعطائے الٰہی ہے صفت الٰہی نہیں، تو اس کا اثبات اصلاً کسی صفت الٰہی کا اثبات بھی نہ ہوا نہ کہ خاص صفت ملزومہ الوہیت کا کہ شرک ثابت ہو بلکہ یہ تو بالبداہۃ صفت ملزومہ عبدیت ہوئی کہ بعطائے غیر کسی صفت کا حصول تو بندہ ہی کے لئے معقول تو اس کا اثبات صراحتاً عبدیت کا اثبات ہوا نہ کہ معاذ اللہ الوہیت کا، ایک یہی حرف تمام شرکیات وہابیہ کو کیفر چشانی کے لئے بس ہے، مگر مجھے تو یہاں وہ بات ثابت کرنی ہے جس پر میں نے یہ تمہید اٹھائی ہے یعنی ان صاحبوں کا حکم شرک اللہ ورسول تک متعدی ہونا، ہاں اس کا ثبوت لیجئے ابھی بیان کرچکا ہوں کہ اس حکم ناپاک کے لئے دو ہی وجہیں متصور، ان میں سے جو وجہ لیجئے ہر طرح یہ حکم معاذ اللہ ورسول تک منجر جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

باب اوّل:

وجہ اول پر نصوص سنئے اس میں چھ ۶ آیتیں اور ساٹھ حدیثیں، جملہ چھیاسٹھ نص ہیں۔

فصل اوّل آیات کریمہ میں

آیت۱: قال اللہ عزوجل

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ "[1]۔	اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفع بلاء ہیں کہ مسلمانوں پر تو خاص رؤف ورحیم ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت۲:

"وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ "[2]۔	ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

پر ظاہر کہ رحمت سبب دفع بلاوزحمت (جو خوب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت وزحمت کی دوری کا۔ت)

آیت۳:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ "[3]۔	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیۃ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پر نور عفو غفور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القران الکریم ۸/ ۳۳

[2] القران الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[3] القران الکریم ۴/ ۶۴

بارگاہ میں حاضری سبب قبول توبہ ودفع بلائے عذاب ہے، بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا وعذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴:

"وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ" [1]۔	اگر اللہ تعالٰی آدمیوں کو آدمیوں سے دفع نہ فرمائے تو ہر ملت ومذہب کی عبادت گاہ ڈھادی جائے۔

معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ وواسطہ دفعِ بلا ہیں۔

آیت ۵:

"وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾" [2]۔	اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عزوجل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہوجاتی زمین مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی مسلمان کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع کرتا ہے۔

آیت ۶:

"وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾" [3]۔	اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو ان سے تمہیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے وہ اگر الگ ہوجاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۵

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا شہر میں نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر کی نظر میں اسلام کے لیے ایک دبتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے "اِنَّافَتَحۡنَالَکَ فَتۡحًامُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾"[1]۔ (بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔ ت) فرمایا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں مکہ معظّمہ میں بہت مردوعورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ وبند کے روندنے میں آجاتے اوران کے سوا بھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالٰی انہیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا ان کا قتل منظور نہیں ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل وقہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہوجاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلادفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فصل دوم احادیث عظیمہ میں

حدیث ۱: کہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فیّ والمستغفرین بالاسحار صرفت عنھم۔ البیھقی فی الشعب عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال ان اللہ تعالٰی یقول الحدیث[2]۔	میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتاہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتاہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتاہوں۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ فرمایا اللہ تعالٰی یہ حدیث بیان فرماتا ہے۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱

[2] شعب الایمان حدیث ۹۰۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۵۰۰، کنزالعمال حدیث ۲۰۳۴۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۵۷۹

حدیث ۲: کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولاعباد للہ رکع وصبیة رضع وبهائم رتع تصب علیکم العذاب صبا ثم رض رضّا۔ الطبرانی[1] فی الکبیر والبیهقی فی السنن عن مسافع ن الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اگر نہ ہوتے اللہ تعالٰی کے نمازی بندے اور دودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر بسختی ڈالا جاتا پھر مضبوط ومحکم کردیا جاتا (طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بیت من جیرانه البلاء۔	بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھروں سے بلادفع فرماتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ حدیث روایت فرما کر آیہ کریمہ **ولو لا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض** تلاوت کی۔

رواہ عنه الطبرانی فی الکبیر[2] وعبداللہ بن احمد ثم البغوی فی المعالم۔	طبرانی نے کبیر میں ابن عمر سے اور عبداللہ بن احمد پھر بغوی نے معالم میں اس کو روایت کیا۔ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کل یوم سبعًا و عشرین مرة کان من الذین یستجاب	جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جن کی دعا قبول ہوتی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیهقی کتاب صلٰوۃ الاستسقاء باب استحباب الخروج الخ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیه دکن ۳/ ۳۴۵، المعجم الکبیر حدیث ۷۸۵ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۲/ ۳۰۹

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۲/ ۲۵۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۷۷، الترغیب والترهیب بحواله الطبرانی الترهیب من اذی الجار حدیث ۹ مصطفی البابی المصر ۳/ ۳۶۳، الدر المنثور تحت الآیة ۲/ ۲۵۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۲۶

لھم ویرزق بھم اھل الارض۔الطبرانی فی الکبیر [1] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔	اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے(طبرانی نے کبیر میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند جید کے ساتھ روایت کیا۔ت)

حدیث۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم۔البخاری [2] عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیا تمہیں مدد ورزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوائے اپنے ضعیفوں کے۔(بخاری نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ ینصر القوم باضعفھم۔الحارث فی مسندہ [3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بیشک اللہ تعالٰی قوم کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر کے سبب۔حارث نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث۷: زمانہ اقدس میں دو بھائی تھے ایک کسب کرتے،دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے۔کمانے والے ان کے شاکی ہوئے،فرمایا:

لعلك ترزق بہ۔الترمذی [4] وصححہ والحاکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔(اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی،اور حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۷۶/۴

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من استعان بالضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ ۱/۴۰۵

[3] کنز العمال حدیث ۱۰۸۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۵۷،الجامع الصغیر حدیث ۵۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷

[4] سنن الترمذی کتاب الزھد حدیث ۲۳۵۲ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۴،المستدرك للحاکم کتاب العلم خطبۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حجۃ الوداع دار الفکر بیروت ۱/ ۹۴

حدیث۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ الطبرانی[1] فی الکبیر عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیحٍ۔	ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

حدیث۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔

یسقٰی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ احمد[2] عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ بسند حسن۔	انہی کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ (امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بسند حسن روایت کیا۔ت)

دوسری روایت یوں ہے:

یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق۔ ابن عساکر[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	انہیں کے سبب اہل زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے۔ (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۰: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] کنزالعمال بحوالہ عبادۃ ابن الصامت حدیث ۳۴۵۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۸۶، مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الابدال الخ دارالکتب بیروت ۱۰ /۶۳، الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۰۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۱۸۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۱۲

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الابدال داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ /۲۱۳

ابدال شام میں ہیں،

بهم ينصرون وبهم يرزقون۔الطبرانی فی الکبیر عن عوف بن مالك[1] وفی الاوسط عن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کلاهما بسند حسن۔	وہ انہیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انہیں کی وسیلہ سے رزق۔(طبرانی نے کبیر میں عوف بن مالک سے اور اوسط میں علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دونوں میں بسند حسن روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن تخلو الارض من اربعين رجلا مثل ابراهيم خليل الرحمن فيهم تسقون وبهم تنصرون۔ الطبرانی فی الاوسط[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	زمین ہر گز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے،انہیں کے سبب تمہیں مینہ ملے گا اور انہیں کے سبب مدد پاؤ گے(طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن يخلو الارض من ثلثين مثل ابراهيم بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون۔ابن حبان فی تاریخه[3] عن ابی هریرہ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے خُوبُو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے،انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انہیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انہیں کی برکت سے مینہ دئے جاؤ گے(ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

[1] المعجم الکبیر عن عوف بن مالك حدیث ۱۲۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸ /۶۵
[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۵ /۶۵، کنز العمال حدیث ۳۴۶۰۳ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲ /۱۸۸
[3] کنز العمال بحواله حب فی تاریخه عن ابی هریرة حدیث ۳۴۶۰۲ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲ /۱۸۷

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلاً من امتی قلوبھم علی قلب ابراھیم یدفع اللہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال۔ ابو نعیم فی الحلیۃ[1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالٰی ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا۔ (ابو نعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ اٰخر وھم فی الارض کلھا۔ الخلّال[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالٰی زمین کی حفاظت لے گا جب ان میں کا ایک انتقال کرے گا اللہ تعالٰی اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا، اور وہ ساری زمین میں ہیں۔ (خلّال نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: بیشک اللہ تعالٰی کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلب موسٰی اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبریل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی ایک اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے،

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ زید بن وھب ۲۶۳ دارالکتاب العربی بیروت ۴ /۱۷۳، کنزالعمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۳۴۶۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۹۰

[2] کنزالعمال بحوالہ الخلال عن ابن عمر حدیث ۳۴۶۱۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۹۱

فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء۔ ابو نعیم فی الحلیۃ[1] وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔(ابو نعیم نے حلیہ میں اورابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قرء القراٰن ثلثۃ(فذکر الحدیث الی ان قال)ورجل قرأالقراٰن فوضع دواء القراٰن علی داء قلبہ فاسھر بہ لیلہ واظمأبہ نھارہ وقاموا فی مساجدھم واحبوابہ تحت برانسھم فھٰؤلاء یدفع اللہ بھم البلاء و یزیل من الاعداء وینزل غیث السماء فواللہ ھؤلاء من قراء القراٰن اعز من الکبریت الاحمر۔ابن حبان[2] فی الضعفاء وابو نصر السجزی فی الابانۃ و الدیلمی عن بریدہ رضی اللہ	تین قسم کے آدمیوں نے قرآن پڑھا(دو قسمیں دنیا طلب و قاری بے عمل بیان کرکے فرمایا)ایک وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھااور دواکو اپنے دل کی بیماری کاعلاج بنایاتو اس نے اپنی رات جاگ کر اوراپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیااور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالٰی بلا کو دفع فرماتا اور دشمنوں سے مال ودولت وغنیمت دلاتا اورآسمان سے مینہ برساتا ہے خدا کی قسم قاریان قرآن میں ایسے لوگ گوگرد سرخ سے بھی کمیاب تر ہیں۔(ابن حبان نے الضعفاء میں اور ابو نصر سجزی نے ابانۃ میں اور دیلمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ

[1] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ الکتاب دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۹،تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الخ داراحیاء التراث العربی بیروت۱/ ۲۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۲۶۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۳۱و ۵۳۲،کنز العمال بحوالہ حب فی الضعفاء وابی نصر السجزی الخ حدیث ۲۸۸۲مؤسسۃ الرسالہ بیروت۱/ ۶۲۳

تعالٰی عنه و رواہ البیہقی فی الشعب عن الحسن البصری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	تعالٰی عنہ سے اور بیہقی نے شعب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد، وانا امنة لاصحابی فاذا ذهبت اتی اصحابی ما یوعدون، واصحابی امنة لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی مایوعدون۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔ احمد ومسلم[1] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ستارے امان ہیں آسمان کے لئے، جب ستارے جاتے رہیں گے آسمان پر وہ آئے گا جس کا اس سے وعدہ ہے یعنی شق ہونا فنا ہو جانا۔ اور میں امان ہوں اپنے اصحاب کے لئے جب میں تشریف لے جاؤں گا میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہے یعنی مشاجرات۔ اور میرے صحابہ امان ہیں میری امت کے لیے، جب میرے صحابہ نہ رہیں گے میری امت پر وہ آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہے یعنی ظہور کذب ومذاہب فاسدہ و تسلط کفار۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔(ت) امام احمد ومسلم نے حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۱۹،۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النجوم امان لاهل السماء واهل بیتی امان لامتی[2]۔	ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے پناہ۔

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم امان لاصحابه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸، مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

[2] الصواعق المحرقة باب الامان ببقائهم دار الکتب العلمیة بیروت ص ۳۵۱

اقول: اگر اہلبیت میں تعمیم ہو جیسا کہ ظاہر حدیث ہے تو غالبًا یہاں ہلاک مطلق وارتفاع قرآن عظیم وہدم کعبہ معظّمہ وویرانی مدینہ طیبہ سے پناہ مراد ہو کہ جب تک اہل بیت اطہار رہیں گے یہ جانگزا بلائیں پیش نہ آئیں گی۔ واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور بر تقدیر خصوص ظہور طوائف ضالہ مراد ہو،

کما فی روایۃ ابی یعلی فی مسندہ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن والحاکم فی المستدرك وصحح وتعقب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظہ النجوم امان لاھل الارض من الغرق واھل بیتی امان لامتی من الاختلاف[1] الحدیث۔	جیسا کہ مسند ابو یعلٰی کی روایت میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن ہے۔ اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی پیروی کی، ان کے الفاظ یہ ہیں: ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں، الحدیث۔ (ت)

حدیث۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اھل بیتی امان لامتی فاذا ذھب اھل ابیتی اتاھم ما یوعدون۔ الحاکم[2] وتعقب عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	میرے اہلبیت میری امت کے لے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آئیگا جو ان سے وعدہ ہے (حاکم نے روایت کی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کی۔ ت)

حدیث۲۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ انہوں نے فرمایا:

کان من دلالات حمل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کل دابۃ کانت لقریش نطقت تلك	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حمل مبارک کی نشانیوں سے تھا کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اس رات کلام کیا اور کہا رب کعبہ کی

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اھل بیتی امان لامتی دار الفکر بیروت ۳ /۱۴۹

[2] المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اھل بیتی امان لامتی دار الفکر بیروت ۳ /۱۴۹

اللیلة وقالت حمل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورب الکعبة وھو امان الدنیا وسراج اھلھا[1]۔	قسم ! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حمل میں تشریف فرما ہوئے وہ تمام دنیا کی پناہ اور اہل عالم کے سورج ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲و۲۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی ترزقوا وفی لفظ اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی وفی لفظ اطلبوا الفضل من الرحماء وفی روایة اخرٰی اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم۔ العقیلی[2] والطبرانی فی الاوسط باللفظ الاول وابن حبان والخرائطی والقضاعی وابوالحسن الموصلی والحاکم فی التاریخ[3] بالثانی والعقیلی بالثالث کلھم عن سعید الخدری والاخری للحاکم فی المستدرک[4] عن علیؓ المرتضی رضی اللہ	میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤگے اور ایک روایت میں ہے ان سے فضل طلب کرو ان کے دامن میں آرام سے رہوگے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے میری رحمدل امتیوں سے بھلائی چاہو ان کی پناہ میں چین سے رہوگے۔ عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں بلفظ اول اور ابن حبان، خرائطی، قضاعی، ابوالحسن موصلی اور حاکم نے تاریخ میں بلفظ دوم جبکہ عقیلی نے بلفظ سوم روایت کیا ہے۔ ان سب نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک حاکم میں دوسری روایت میں بروایت علی رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس باب مظھر فی لیلة مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱ /۴۷

[2] کنزالعمال بحوالہ عق، طس عن ابی سعید حدیث ۱۶۸۰۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶ /۵۱۸، الجامع الصغیر بحوالہ عق، طس عن ابی سعید حدیث ۱۱۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۲

[3] الجامع الصغیر بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق حدیث ۱۱۱۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۱ /۷۲، کنزالعمال بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق حدیث ۱۶۸۰۹ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶ /۵۱۹

[4] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق اھل المعروف فی الدنیا الخ دارالفکر بیروت ۴ /۳۲۱، کنزالعمال حدیث ۱۶۸۰۷ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۹

تعالٰی عنه۔	عنہ ہے۔(ت)

حدیث ۲۴تا۳۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوه[1]۔	بھلائی اور اپنی حاجتیں خُوشرُویوں سے مانگو۔

ع کہ معنی بود وصورت خوب را

کہ یہ خوش رو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حسن ازلی جن سے محبت فرماتا ہے۔

من کثرت صلٰوته باللیل حسن وجهه بالنهار[2]۔	(جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو دن کی روشنی جیسا حسن عطا کردیتا ہے۔ت)

اور جود کامل وسخائے شامل بھی انہیں کا حصہ کہ وقت عطا شگفتہ روئی جس کا ادنٰی ثمرہ۔

الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس بھٰذا اللفظ و العقیلی والخطیب وتمام الرازی فی فوائدہ والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی شعب الایمان عنه وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدارقطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالك عن ابی هریرۃ،وابن عساکر والخطیب فی تاریخهما عن انس بن مالک،والطبرانی فی الاوسط و العقیلی والخرائطی فی اعتلال القلوب و تمّام وابو سهل وعبدالصمد بن	طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان ہی لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عقیلی، خطیب، تمام رازی اپنی فوائد میں، طبرانی کبیر میں اور بیہقی شعب الایمان میں ان ہی سے راوی ہیں۔ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، عقیلی ودار قطنی نے افراد میں، طبرانی نے اوسط میں، تمام اور خطیب نے بواسطہ مالک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ابن عساکر اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے اوسط میں، عقیلی وخرائطی نے اعتلال القلوب میں، تمام وابوسہل اور عبدالصمد بن

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۱ /۸۱

[2] کنزالعمال حدیث ۲۱۳۹۴ مؤسسة الرساله بیروت ۷ /۷۸۳

عبد الرحمن البزار فی جزئه وصاحب المهر انیات فیها عن جابر بن عبدالله ،وعبدبن حمید فی مسنده وابن حبان فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل والسلفی فی الطیوریات عن ابن عمر ،وابن النجار فی تاریخه عن امیرالمومنین علی،والطبرانی فی الکبیر عن ابی خصیفة وتمام عن ابی بکرة،والبخاری فی التاریخ وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج،وابو یعلٰی فی مسنده،والطبرانی فی الکبیر والعقیلی والبیهقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقة کلهم بلفظ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه[1]،کما	عبدالرحمٰن بزار نے اس کو اپنی جزء میں اور صاحب مہرانیات نے مہرانیات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ جبکہ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں،ابن حبان نے ضعفاء میں،ابن عدی نے کامل میں اور سلفی نے طیوریات میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں ابو خصیفہ سے اور تمام نے ابو بکرہ سے روایت کیا۔ بخاری نے تاریخ میں،ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں،ابو یعلٰی نے اپنے مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی و بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ان سب نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے کہ ''خوشرویوں سے بھلائی طلب کرو'' جیسا کہ

[1] اتحاف السادة المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقة النعمة واقسامها دارالفکر بیروت ۹ /۹۱،کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۱ /۱۲۲و۱۲۳،تاریخ بغداد ذکر مثانی الاسماء دارالکتاب بیروت ۴ /۱۸۵،تاریخ بغداد ترجمه ایوب بن الولید ۳۴۸۳ دارالکتاب بیروت ۷ /۱۱،تاریخ بغداد ترجمہ عبدالصمد بن احمد ۵۷۲۲ دارلکتاب بیروت ۱۱ /۴۳،تاریخ بغداد عصمۃ بن محمد الانصاری ۱۴۱۷ دار الکتاب بیروت ۱۳ /۱۵۸،الضعفاء الکبیر حدیث ۱۳۶۶دارالکتب العلمیة بیروت ۳ /۳۴۰،شعب الایمان تحت الحدیث ۳۵۴۳دارالکتب العلمیة بیروت ۳/۲۷۹،

(باقی برصفحہ آئندہ)

عند الاکثر اوالتمسوا[1] کما التمام عن ابن عباس و الخطیب عن انس۔والطبرانی عن ابی خصیفۃ۔او ابتغوا[2] کما للدارقطنی عن ابی ھریرۃ ولفظہ عند ابن عدی عن ام المؤمنین اطلبوا الحاجات وھو فی کاملہ[3] والبیھقی فی شعب	اکثر کے نزدیک ہے۔یا اطلبوا کی جگہ التمسوا ہے جیسا کہ تمام نے ابن عباس،خطیب نے حضرت انس اور طبرانی نے ابو خصیفہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔یا لفظ ابتغوا ہے جیسا کہ دارقطنی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ابن عدی کی کامل میں بروایت ام المومنین حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ "اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۳ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۲ /۵۱،کنزالعمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۵۱۶،الجامع الصغیر بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۴۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۹،الجامع الصغیر بحوالہ تخ حدیث ۱۱۰۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۷۲،المعجم الاوسط عن ابی ھریرۃ حدیث ۳۷۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴ /۲۷۴،کنز العمال حدیث ۱۶۷۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۵۱۶،المعجم الاوسط عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷ /۱۷،مجمع الزوائد باب مایفعل طالب الحاجۃ وممن یطلبھا دارالکتاب بیروت ۸ /۱۹۴و۱۹۵،الکامل لابن عدی ترجمہ سلیم بن مسلم ،دارالفکر بیروت ۳ /۱۱۶۷،المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۱۵۷ عالم الکتب بیروت ص ۲۴۳،اعتلال القلوب للخرائطی حدیث ۳۴۲و۳۴۳ مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۱ /۱۶۶و۱۶۷،موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۲و۵۱ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ص ۵۰ و۵۱،الضعفاء الکبیر ترجمہ سلیمان بن راقم ۵۹۹ ۲ /۱۲۱ وترجمہ سلیمان بن کراز ۶۲۸ ۲ /۱۳۹،شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و۳۵۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳ /۲۷۸

[1] المعجم الکبیر عن ابی خصیفۃ حدیث ۹۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲ /۳۹۶،تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ۱۲۸۷ دارالکتاب العربی بیروت ۳ /۲۲۶

[2] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۵۱۶

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ الحکم بن عبداللہ دارالفکر بیروت ۲ /۶۲۲

عن عبدالله بن جراد بلفظ اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ [1] واحمد بن منیع فی مسندہ عن یزید القسملی بلفظ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا [2] وابن ابی شیبة فی مصنفه عن ابن مصعب الانصاری وعن عطاء وعن ابن شھاب الثلثة مراسیل رضی الله تعالٰی عنھم اجمعین۔	حاجات طلب کرو''۔ بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالله بن جراد سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ ''جب بھلائی طلب کرو تو خوشرویوں کے پاس طلب کرو۔''احمد بن منیع نے اپنی مسند میں یزید القسملی سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ''جب حاجات طلب کرو تو خوشرویوں کے ہاں طلب کرو۔''ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن مصعب انصاری، عطاء اور ابن شہاب سے روایت کیا، یہ تینوں حدیثیں مرسل ہیں، رضی الله تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

حدیث ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی الله تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الایادی عند فقراء المسلمین فان لھم دولة یوم القیٰمة [3]۔ابو نعیم فی الحلیة عن ابی الربیع السائح معضل۔	نعمتیں مسلمان فقیروں کے پاس طلب کرو کہ روز قیامت ان کی دولت ہے۔(ابو نعیم نے حلیہ میں ابو الربیع السائح سے معضل (سخت مشکل) روایت کی۔ت)

حدیث ۳۹: کہ فرماتے ہیں صلی الله تعالٰی علیہ وسلم:

ان الله تعالٰی عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولٰئك الاٰمنون من عذاب الله۔الطبرانی	الله تعالٰی کے کچھ بندے ہیں کہ الله تعالٰی نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں اپنے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی سے امان

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۷۶ دار الکتب العلمیة بیروت ۷/ ۴۳۵

[2] اتحاف السادة المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقة النعمة واقسامھا دار الفکر بیروت ۹/ ۹۱، کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۲۳، المصنف لابن ابی شیبة حدیث ۲۶۲۶۹، ۲۶۲۶۸، ۲۶۲۶۷ دار الکتب العلمیة بیروت ۵/ ۴۳۵

[3] حلیة الاولیاء ترجمه ابی الربیع السائح ۴۱۸ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۹۷

فی الکبیر [1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔	میں ہیں۔(طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علی قضاء حوائج الناس۔البیھقی فی الشعب [2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے(بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرًا صیر حوائج الناس الیہ۔ مسند الفردوس [3] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ تعالٰی جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے(مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا۔ت)

حدیث ۴۲و۴۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میری تمہاری کہاوت ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی، پنکھیاں اور جھینگر اس میں گرنا شروع ہوئے وہ انہیں آگ سے ہٹا رہا ہے،

وانا اٰخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔احمد ومسلم عن جابر واحمد [4]	اور میں تمہاری کمریں پکڑے تمہیں آگ سے بچارہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنا چاہتے ہو۔(احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے اور احمد نے

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۱۶۰۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵۰

[2] شعب الایمان حدیث ۷۶۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شفقتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اُمتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸، مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۹۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	حضرت ابوہریرۃ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ت)

حدیث ۴۴: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس منکم رجل الا انا ممسك بحجزتہ ان یقع فی النار۔الطبرانی فی الکبیر [1] عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	تم میں ایسا کوئی نہیں کہ میں اس کا کمر بند پکڑے روک نہ رہا ہوں کہ کہیں آگ میں نہ گر پڑے۔(طبرانی نے کبیر میں سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: اللہ عزوجل نے جو حرمت حرام کی اس کے ساتھ یہ بھی جانا کہ تم میں کوئی جھانکنے والا اسے ضرور جھانکے گا۔

الاو انی ممسك بحجز کم ان تھافتوا فی النار کما تھافت الفراش والذباب۔احمد والطبرانی [2] فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	سن لو اور میں تمہارے کمر بند پکڑے ہوں کہ کہیں پے در پے آگ میں پھاند نہ پڑو جیسے پروانے اور مکھیاں۔(احمد اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اللہ اکبر! اس سے زیادہ اور کیا دفع بلا ہوگا، ولکن الوھابیۃ لایعلمون (لیکن وہابی نہیں جانتے۔ت)

تنبیہ: بائیس ۲۲ سے چوالیس ۴۴ تک چوبیس حدیثیں قابل اندراج وجہ دو تھیں کہ قطعًا للشغف یہیں درج ہوئیں۔

حدیث ۴۶ تا ۵۲: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی:

---

[1] المعجم الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۷۱۰۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ /۲۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۴۲۴، المعجم الکبیر عن ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰ /۲۶۵

اللھم اعز الاسلام باحب ھٰذین الرجلین الیك بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام [1]۔احمد وعبد بن حمید والترمذی وحسنہ وصححہ وابن سعد وابو یعلٰی والحسن	الٰہی ! اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اس کے ذریعہ سے یا تو عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام۔(روایت کیا اس کو احمد وعبد بن حمید وترمذی نے اور اسے حسن

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۹۵،المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۷۵۹ عالم الکتب بیروت ص ۲۴۵،سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر بن خطاب حدیث ۳۷۰۱ دارالفکر بیروت ۵ /۳۸۳،سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر بن خطاب حدیث ۳۷۰۳ دارالفکر بیروت ۵ /۳۸۴،کنزالعمال بحوالہ البغوی عن ربیع السعدی حدیث ۳۲۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱ /۵۸۳،کنزالعمال حدیث ۳۲۷۷۱۔۷۴، ۷۳، ۷۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۸۲، کنز العمال بحوالہ خیثمۃ فی فضائل الصحابۃ حدیث ۳۵۸۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۶۰۲،کنزالعمال بحوالہ یعقوب بن سفیان حدیث ۳۵۸۴۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۵۹۲،تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷ /۵۰تا۶۸،کشف الخفاء تحت حدیث ۵۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۱۶۶،دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسلام عمر بن الخطاب دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۶و۲۲۰،الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ارقم بن ابی الارقم دارصادر بیروت ۳/ ۲۴۲ و ۲۶۷ و ۲۶۹، المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارصادر بیروت ۳/ ۸۳و۵۰۲،السنن الکبرٰی کتاب قسم الفئی والغنیمۃ دارصادر بیروت ۶ /۳۷۰،المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲ /۹۷،المعجم الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث ۱۰۳۱۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰ /۱۹۷،تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن بشر ۱۶۶۱ دارالکتاب العربی بیروت ۴ /۵۴،المعجم الاوسط حدیث ۹۴۷۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵ /۳۷۸،المعجم الاوسط حدیث ۱۸۸۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۲ /۵۱۲

بن سفٰین فی فوائدہٖ والبزار وابن مردویۃ وخیثمۃ بن سلیمان فی فضائل الصحابۃ وابو نعیم والبیھقی فی دلائلھما وابن عساکر کلھم عن امیر المومنین عمر۔والترمذی عن انس والنسائی عن ابن عمر واحمد وابن حمید وابن عساکر عن خباب بن الارت والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن عبداللہ ابن مسعود والترمذی والطبرانی وابن عساکر عن ابن عباس والبغوی فی الجعدیات عن ربیعۃ السعدی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین،ورواہ ابن عساکر عن ابن عمر بلفظ اللھم اشدد[1] وکابن النجار عنہ بلفظ الحدیث الثانی وابو داؤد الطیالسی والشاشی فی فوائدہ والخطیب عن ابن مسعود بلفظ الصدیق الآتی۔	اور صحیح کہا۔اورابن سعد وابویعلٰی وحسن بن سفیان نے اپنی فوائد میں۔اور بزار،ابن مردویہ،خیثمہ بن سلیمان فضائل صحابہ میں،ابو نعیم وبیہقی دلائل النبوۃ میں اورابن عساکر،یہ تمام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں۔ ترمذی نے اس سے،نسائی نے ابن عمر سے،احمد بن حمید وابن عساکر نے خباب بن الارت سے،طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے عبداللہ بن مسعود سے۔ترمذی،طبرانی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے اوربغوی نے جعدیات میں ربیعہ بن سعدی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور ابن عساکر نے اس کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "اللھم اشدد"کے لفظ سے روایت کیا اورابن نجار کی طرح اس کو بلفظ حدیث دوم روایت کیا۔ابو داود طیالسی اور شاشی نے اپنی فوائد میں اورخطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بلفظ صدیق روایت کیا جو آگے آرہاہے،رضی اللہ تعالٰی عنہم۔(ت)

حدیث ۵۳تا۸۷: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعافرمائی:

اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب	الٰہی! خاص عمر بن الخطاب کے ذریعے سے

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷ /۵۱

خاصة[1]۔ابن ماجة وابن عدی والحاکم والبیہقی عن ام المومنین الصدیقة وبلالفظ خاصة ابو القاسم الطبرانی عن ثوبان والحاکم عن الزبیر و ابن سعد من طریق الحسن المجتبٰی وخیثمة بن سلیمان فی الصحابة واللالکائی فی السنة وابو طالب ن العشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر جمیعًا من طریق النزال بن سبرة عن امیر المومنین علی و ابن عساکر عنهما اعنی الزبیر والامیر معًا کالطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر ن الصدیق بلفظ اید الاسلام رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین۔	اسلام کو عزت دے۔(ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے اس کو ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا اور لفظ خاصّۃ کے بغیر اس کو ابوالقاسم طبرانی نے ثوبان سے، حاکم نے زبیر سے، ابن سعد نے بطریق حسن مجتبٰی وخیثمہ بن سلیمان نے صحابہ میں اور لالکائی نے سنّہ میں اور ابو طالب عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے، ان سب نے بطریق نزال بن سبرہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی سے اور ابن عساکر نے حضرت زبیر اور حضرت علی دونوں سے، جیسا کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو بکر صدیق سے "اید الاسلام" کے لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو عزتیں اسلام کو ملیں جو بلائیں اسلام و مسلمین پر سے دفع ہوئیں مخالف و موافق سب پر روشن و مبین۔ ولہذا عبد اللہ

[1] سنن ابن ماجة فضل عمر رضی اللہ عنه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۷، الکامل لابن عدی ترجمہ مسلم بن خالد دارالفکر بیروت ۶/۲۳۱۰، المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة دارالفکر بیروت ۳/۸۳، السنن الکبرٰی کتاب قسم الفئی والغنیمة دارصادر بیروت ۶/۳۷۰، المعجم الکبیر عن ثوبان حدیث ۱۴۲۸ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲/۹۷، تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/۵۲، کنزالعمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۳/۲۳۲، المعجم الاوسط حدیث ۸۲۴۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۱۱۹و۱۲۰

بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

مازلنا اعزة منذ اسلم عمر [1]۔البخاری فی صحیحہ و ابو حاتم الرازی فی مسندہ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔(امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی بخاری میں اورابو حاتم رازی نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان اسلام عمر فتحا وھجرتہ نصرًا وامارتہ رحمۃ لقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی بالبیت حتی اسلم عمر [2]۔رواہ ابو ظاھر السلفی واٰخرہ لابن اسحٰق فی سیرتہ بمعناہ۔	عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا اسلام فتح تھا اوران کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت، بیشک میں نے اپنے گروہ صحابہ کو دیکھا کہ جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہمیں کعبہ معظّمہ میں نماز پر قدرت نہ ملی۔(اس کو روایت کیا ابوطاہر سلفی نے اور اس کے بعد سیرۃ ابن اسحٰق میں انہیں معنوں میں۔ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

ماصلینا ظاھرین حتی اسلم عمر	جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہم نے آشکار نماز

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰،المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۸۴،الطبقات الکبری لابن سعد اسلام عمر رضی اللہ عنہ دارصادر بیروت ۳/ ۲۷۰،صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ھشام اسلام ابن عمر رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزئین الاولین ص ۳۴۲،اسدالغابۃ ترجمہ ۳۸۲۴عمر بن الخطاب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۴۸،لریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب عمر بن الخطاب حدیث ۵۸۶ دارالمعرفۃ بیروت الجزء الثانی ص ۲۴۴

ظهر الاسلام ودعا الی الله علانیةً۔اخرجه الدولابی فی الفضائل [1]۔	نہ پڑھی جس دن سے وہ اسلام لائے دین نے غلبہ پایا اور انہوں نے علانیہ اللہ عزوجل کی طرف بلایا(دولابی نے فضائل میں اسے بیان کیا۔ت)

صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لما اسلم عمر جلسنا حول البیت حلقًا وطفنابه و انتصفنا ممن غلظ علینا۔خرجه ابوالفرج فی صفة الصفوة [2]۔	جب عمر مسلمان ہوئے ہم گردخانہ کعبہ حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور طواف کیا اور ہم پر جو سختی کرتے تھے ان سے اپنا انصاف لیا۔(ابوالفرج نے اسے صفۃ الصفوۃ میں بیان کیا۔ت)

حدیث ۵۸: عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لاتے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انی لاجد صفتك فی کتاب الله یا یها النبی انا ارسلنٰك شاهداً ومبشرًا ونذیرًا الی قوله لن یقبضه الله حتی یقیم به الملة العوجاء حتی یقولوا لا اله الا الله و یفتح به اعینا عمیًا واٰذانًا صمًا وقلوبًا غلفًا [3]۔	زید بن اسلم عن عبداللہ بن سلام،والدارمی والبیہقی من طریق عطاء بن یسار عنہ نحوہ ولہ طریق ثانی فی الباب الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی۔بیشک میں حضور(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی صفت تورات میں پاتا ہوں،اے نبی!یقینا ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور اپنی امت کے تمام احوال و افعال پر مطلع اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔اللہ عزوجل اس نبی کو نہ اٹھائے گا یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہہ دیں اور اس نبی کے ذریعے

---

[1] الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث ۵۸۶ دار المعرفۃ بیروت،الجزء الثانی ص ۲۴۴

[2] صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۸۶،سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ لقاہرۃ ۱/ ۱۴،الخصائص الکبری بحوالہ ابن عساکر والدارمی والبیہقی باب ذکرہ فی التوراۃ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰،الطبقات الکبرٰی ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/ ۳۶۰،تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء فی الکتب من نعتہ وصفاتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۱۸و۲۱۹

الطبرانی و ابو نعیم فی الدلائل وابن عساکر عن محمد بن حمزۃ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہٖ وابن عساکر ایضًا من طریق زید بن اسلم عن عبداللہ بن سلام، والدارمی والبیہقی من طریق عطاء بن یسار عنہ نحوہ ولہ طریق ثانی فی الباب الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی۔	سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھل جائیں گے۔ (روایت کیا طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں، اور ابن عساکر محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے، نیز ابن عساکر نے بطریق زید بن اسلم عبداللہ بن سلام سے، اور دارمی اور بیہقی نے بطریق عطاء بن یسار انہیں سے ایسے ہی اور طریق دیگر آئندہ باب میں آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ت)

حدیث ۵۹: کہ اللہ عزوجل نے شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی:

انی باعث نبیا امیًّا افتح بہ اٰذانًا صمًّا وقلوبًا غلفًا واعینًا عمیًا الی ان قال اھدی بہ من بعد الضلالۃ و اعلم بہ بعد الجھالۃ وارفع بہ بعد الخمالۃ واسمی بہ بعد النکرۃ واکثر بہ بعد القلۃ واغنی بہ بعد العیلۃ واجمع بہ بعد الفرقۃ واؤلف بہ بین قلوب و اھواء متشتتۃ وامم مختلفۃ ابن ابی حاتم عن وھب بن منبّہ[1]۔	بیشک میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا اور اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بُلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کردوں گا، اس کے وسیلے سے پھوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں میل کردوں گا۔ (ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا۔ت)

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن ابی حاتم عن وھب بن منبہ مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/ ۱۳

للہ انصاف! یہ کس قدر بلاؤں کا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے وسیلے سے دفع ہونا ہے وللہ الحمد۔

حدیث۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لما خلق الله العرش کتب علیه بقلم من نورٍ، طول القلم مابین المشرق والمغرب لاالٰه الا الله محمد رسول الله، به اٰخذوبه اعطی وامته افضل الامم و افضلها ابوبکرن الصدیق۔الرافعی[1] عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جب اللہ تعالٰی نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا لکھا اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں، میں انہیں کے واسطے سے لُوں گا اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا، ان کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور ان کی امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) (رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

بحمد اللہ تعالٰی اسی حدیث جلیل جامع پر ختم کیجئے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اخذ وعطاسب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں ان کے واسطے سے ان کے وسیلے سے ہے، اسی کو خلافت عظمٰی کہتے ہیں۔**وللہ الحمد حمدًا کثیرًا۔**

دیکھو! بشادت خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسنا، بلادور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، یہاں تک کہ زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، دین کی عزت، امت کی پناہ، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت اولیاء کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفع بلا کا واسطہ مانا اور شرک پسندوں نے مشرک جانا، **انا للہ وانا الیه راجعون**، اور بحمد اللہ تعالٰی تین حدیث اخیر نے روشن ومستنیر کردیا کہ جو نعمت ملی جو بلا ٹلی سب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باعث حاصل وزائل ہوئی، بارگاہ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ہے ہاں ہاں **لا واللہ**

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الرافعی عن سلمان حدیث ۳۲۵۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۹ و ۵۵۰

ثم باﷲ ایک دفع بلاو حصول عطا کیا تمام جہان اوراس کا قیام سب انہیں کے دم قدم سے ہے عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں ان کا محتاج تھا کہ لولاك لما خلقت الدنیا [1] (اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ت)

یونہی بقامیں بھی ان کا محتاج ہے،آج اگر ان کا قدم درمیان سے نکال لیں ابھی ابھی فنائے مطلق ہو جائے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہاں ہے [2]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجه الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ /۲۹۷

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱/۷۹

باب دوم:

وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالٰی کیسے نصوص نجدیت شکن، جان وہابیت پر برق افگن، اس میں چوالیس ۴۴ آیتیں اور دو سو چالیس ۲۴۰ حدیثیں ہیں۔

فصل اوّل آیات شریفہ میں

آیت ۷: قال ربنا تبارک وتعالٰی:

"وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ"[1]۔	اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولتمند کردیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین ودنیا کا دولتمند فرما اور اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[2]

آیت ۸:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۟۵۹ ع"[3]۔	اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف راغبت والے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۲/ ۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۵۹

یہاں رب العزت جل وعلانے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت۹:

"اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ"[1]۔	اللہ نے اسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تو نے اسے نعمت دی۔

آیت۱۰:

"لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ"[2]۔	آدمی کے لیے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، وللہ الحمد۔

آیت۱۱:

"وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ"[3]۔	اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔

ان آیات میں مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فرشتوں کو ہمارا حافظ ونگہبان فرماتا ہے۔

آیت۱۲:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٦٤﴾ ع"[4]۔	اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

یہاں رب تبارک وتعالٰی نے اپنے نام پاک کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔

فی الجلالین حسبك الله وحسبك	جلالین میں ہے کافی ہے تجھے اللہ اور

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱
[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۸/ ۶۴

من اتبعك[1]۔	کافی ہے تجھے وہ جس نے تیری پیروی کی۔(ت)

ترجمہ شاہ ولی اللہ میں ہے:

اے پیغامبر کفایت ست ترا خدا وآنا کہ پیروی تو کردہ انداز مسلمانان[2]۔	اے پیغمبر !کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنہوں نے تیری پیروی کی۔(ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا:

"اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ"[3]۔ فی الجلالین انہ ای الذی اشترانی ربی سیدی[4]۔	بیشک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ تفسیر جلالین میں ہے بیشک وہ جس نے مجھے خریدا وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔(ت)

آیت ۱۴:

"اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ"[5]۔	اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

آیت ۱۵:

"وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘"[6]۔	اور یوسف نے کہا اس سے جسے ان دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس میرا چرچا کیجیو۔یعنی بادشاہ مصر کے سامنے۔

آیت ۱۶: اس پر مولٰی تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۸ /۶۴ اصح المطابع دہلی ص ۱۵۳

[2] فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ) مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۱۲ /۲۳

[4] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۲۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۱

[5] القرآن الکریم ۱۲ /۴۱

[6] القرآن الکریم ۱۲ /۴۲

"فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ"[1]، فی الجلالین ای الساقی الشیطن ذکر یوسف عند ربه[2]۔	تو اسے بھلادیا شیطان نے اپنے رب بادشاہ مصر کے آگے یوسف کاذکر کرنا۔ جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکراس کے رب کے آگے کرنا بھلادیا۔(ت)

آیت ۱۷:

"قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ"[3]۔	یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کارب، تیرارب، میرارب کہنا صحیح ہو، اللہ فرمائے اللہ کارسول فرمائے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل وعلا اپنے مبارک بندے عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

"وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ"[4]۔	اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی پرند میری پروانگی سے، اور تو اچھا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفعِ بلائے مرض وابرائے اکمہ وابرص میں کتنا فرق ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۲

[2] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰

[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلٰوۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

"اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ (الی قولہ) وَ لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ"[1]۔	میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اسمیں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام جو فرمارہے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مردے جِلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!

آیت ۲۰:

"وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ"[2]۔	نکاح کردو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرمارہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اس کا بندہ، اس کا بندہ اللہ فرمائے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حکم شرک جڑا، شائد ان کے نزدیک زید وعمرو خدا کے شریک ہوسکتے ہوں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت ۲۱:

"اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ	وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت وانجیل میں، وہ انہیں حکم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹و۵۰

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ "[1]۔	دے گا بھلائی کااور روکے گا برائی سے، اور حلال کرے گا ان کے لیے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں، اور اتارے گا ان پر سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو ان پر تھے۔ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

جان جہان وجہان جان اس جان جان وجان ایمان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس نے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار لئے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دئے۔ للہ انصاف! اور دافع بلا کسے کہتے ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

" رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۲۹﴾ "[2]۔	اے رب ہمارے! اور ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور وہ پیمبر انہیں گناہوں سے پاک کردے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے کہ:

انا دعوۃ ابی ابراھیم[3]۔	میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں (صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم)

آیت ۲۳: خود رب العزۃ جل وعلاء فرماتا ہے:

" کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمْ	جس طرح بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمہیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمہیں پاکیزہ بناتا اور تمہیں قرآن وعلم سکھاتا اور ان باتوں کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر مولاد المصطفٰی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۱، الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۳ و ۳۰۴

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ "[1]۔	تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت ۲۴:

" لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ "[2]۔	بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھلی گمراہی میں۔

آیت ۲۵:

" هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ "[3]۔	اللہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے یہ ان پر آیات الٰہیہ پڑھتا اور انہیں ستھرا کرتا اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا ان کی جنس کے لوگوں کو جواب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمدللہ ! اس آیہ کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک تمام امت مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ رہے۔ والحمد

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۱۵۱

[2] القرآن الکریم ۳ /۱۶۴

[3] القرآن الکریم ۶۲ / ۲تا۴

للہ رب العٰلمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

ھم الذین جاءوا بعد الصحابۃ الی یوم الدین [1]۔	یعنی یہ دوسرے جنہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

قال ابن زید ھم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (الی یوم القیٰمۃ) وھی روایۃ ابن ابی نجیحٍ عن مجاھد [2]۔	ابن زید نے فرمایا: یہ دوسرے لوگ تمام اہل اسلام ہیں کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمد للہ! قرآن عظیم میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے دو جگہ سورہ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورہ جمعہ، اور اسکے آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرادی۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۲۶: جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوہ تبوک میں ہمراہ رکاب سعادت حاضر نہ ہوئے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، آیت اُتری:

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا	اے نبی! لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کروانہیں اور تم ستھرا کردو

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۶۲/ ۳ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۴۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶۲/ ۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۱۱

وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ؕ "[1]۔	انہیں گناہوں سے اس صدقے کے سبب، اور دعائے رحمت کرو ان کے حق میں کہ تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ ان کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دعا ان کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دفع الم ہے صلی اللہ تعالٰی علی دافع البلاء والالم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

آیت ۲۷:

"لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا ﴿ۘ۸۷﴾ "[2]۔	اللہ عزوجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنہوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸:

"وَلَا یَمۡلِکُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنۡ شَہِدَ بِالۡحَقِّ وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ "[3]۔	جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسٰی وعزیز وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام)

ان آیات میں مولٰی تعالٰی اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بتاتا ہے اور عہد و پیمان مقرر ہو جانے سے تقویۃ الایمان کی اس بدلگامی کا منہ بھی سی دیا کہ شفاعت میں کسی کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کر دے گا۔

آیت ۲۹:

"وَلَا تُؤۡتُوا السُّفَہَآءَ اَمۡوَالَکُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ قِیٰمًا وَّارۡزُقُوۡہُمۡ فِیۡہَا وَ	نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمہاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انہیں ان میں سے رزق

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۱۹/۸۷

[3] القرآن الکریم ۴۳/۸۶

اکْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۵ "[1]۔	دو اور کپڑے پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

آیت ۳۰:

"وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۸ "[2]۔	جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انہیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ ان آیات میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

آیت ۳۱:

"اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "[3]۔	جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم ثابت قدمی دو ایمان والوں کو۔

آیت ۳۲:

"فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۵ "[4]؛	قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔

یہ صفت بھی بالذات ذات الٰہی جل وعلا کی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ "[5] کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ (ت)

خازن ومعالم التنزیل میں ہے:

قال ابن عباس هم الملئكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالٰی العمل بها قال عبدالرحمن	یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸

[3] القرآن الکریم ۸/ ۱۲

[4] القرآن الکریم ۷۹/ ۵

[5] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

بن سابط یدبر الامر فی الدنیا اربعة جبریل و میکائیل وملك الموت واسرافیل علیهم السلام ، اما جبریل فمؤکل بالریاح والجنود واما میکائیل فمؤکل بالقطر والنبات واما ملك الموت فمؤکل بقبض الانفس واما اسرافیل فهو ینزل علیهم بالامر [1]۔	نے انہیں تعلیم فرمائی، عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کا تعلق ہے) اور میکائیل باراں و روئیدگی پر مقرر ہیں۔ (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت تر آفت ڈالتا ہے۔ حدیث میں فرمایا:

القرآن ذووجوہ۔ رواہ ابو نعیم [2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	قرآن متعدد معانی رکھتا ہے۔ (اس کو ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنی پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمة یحتجون به علی وجوهه وذٰلك من اعظم وجوه اعجازه وقد فصلنا هذا المرام فی رسالتنا	ائمہ کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معنی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے وجوہ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "الزلال الانقٰی

[1] لباب التأویل (تفسیر الخازن) تحت الآیة ۷۹/ ۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۳۹۱، معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۷۹/ ۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۱۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس حدیث ۲۴۶۹ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/ ۵۵۱

الزلال الانقٰی من بحر سبقة الاتقٰی۔	من بحر سبقة الاتقٰی "میں بیان کردی ہے۔(ت)

اب آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے، تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

اوصفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقا ای نزعاشدیدامن اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیه فتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات[1]۔	یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیر ہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

اب توبحمداللہ تعالٰی اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں فللّٰه الحجة البالغة۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں:

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انه لیس بحدیث کما توهّم ولذا اتفق الناس علی زیارة مشاهد السلف والتوسل بهم الی الله وان انکره بعض الملاحدة فی عصرنا و المشتکٰی الیه هو الله[2]۔ لاحول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظیم۔	یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو۔مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

[1] انوار التنزیل(تفسیر البیضاوی)تحت الآیة ۷۹ /۵ دارالفکر بیروت ۵ /۴۴۵

[2] عنایة القاضی وکفایة الراضی(حاشیة الشهاب علی البیضاوی)تحت الآیة ۷۹ /۵ دارالکتب العلمیة بیروت ۹ /۳۹۹

ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

" قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝۳۱ "[1]۔	اے نبی! ان کافروں سے فرماوہ کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے، اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کیلئے ثابت فرماتا ہے کہ: قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔'' ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی و عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد واستعانت ودافع البلاء وحاجت روا ومشکلکشا وعلم غیب وندا وغیرہا سب کافور ہوجائیں گے اور اللہ تعالٰی کے مبارک منصور (نصرت دئے گئے، مدد دئے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

" اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۲۲ "[2]۔	تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (ت)

آیت ۳۳:

" قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ "[3]۔	تو فرما تمہیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[3] القرآن الکریم ۳۲/ ۱۱

آیت ۳۴:

"تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا" [1]۔	موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

حالانکہ خود فرماتا ہے:

"اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ" [2]۔	اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

آیت ۳۵:

"لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾" [3]۔	(جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا، صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔

اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں۔ بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے یہاں قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتارہا ہے۔ وللہ الحجۃ السامیۃ۔ **آیت ۳۶:**

"فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ﴿۴﴾" [4]۔	بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

صالح المومنین ابوبکر وعمر رواہ الطبرانی فی الکبیر [5] و ابن مردویہ والخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۴۲

[3] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۹

[4] القرآن الکریم ۶۶/ ۴

[5] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ المکتب الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۵۳، الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ وابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/ ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت میں یوں ہی تھا:

وصالح المومنین ابوبکر وعمر والملائکۃ بعد ذلك ظهير [1]۔	نیک مسلمان ابوبکر وعمر اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ (ت)

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبرائیل اور ابوبکر وعمر مددگار ہیں

آیت ۳۷:

"اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ لَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۳﴾" [2]۔	ہدہد نے ملک سبا سے آکر سیدنا سلیمن علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی میں نے ایک عورت پائی کہ وہ ان کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد وغلام سب اس کے مملوک ہوئے مگر کوئی اگر محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو ان کا بندہ مملوک کہے وہابیہ کے دین میں شرک ٹھہرے۔

آیت ۳۸:

"وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ" [3]۔	جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے گویا سب آدمیوں کو جلالیا۔

یہ آیت اس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتل ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑ دیا اسے فرماتا ہے کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جلالیا۔ معالم شریف میں ہے:

ومن احیاھا وتورع عن قتلھا [4]۔	اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اور اس کے قتل سے اجتناب کیا۔ (ت)

1

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۳

[3] القرآن االکریم ۵ /۳۲

[4] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الایۃ ۵/۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲ /۲۵

اس میں ہے:

ومن احیاھا ای عفا عمن وجب علیه القصاص له فلم یقتله[1]۔	اور جس نے اسے زندہ کیا یعنی جو قصاص اس پر واجب ہو چکا تھا وہ معاف کر دیا اور قصاص میں اس نے قتل نہیں کیا۔ت)

وہابی صاحب بتائیں کہ دفع بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا، جلا لینا، حیات دینا۔

آیت ۳۹:

"اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾"[2]۔	یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں کہ جو میرے سایہ رحمت میں اترتا ہے اسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔

یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے تو یہ فرمایا، اور رب عزوجل نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے فرماتا ہے:

"وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾"[3]۔	اے نوح جب تو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب نبی صدیق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت ونعمت بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہوئے **کما لا یخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

آیت ۴۰:

"اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ	یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۹

[3] القرآن الکریم ۲۳/ ۲۹

اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ "[1]	اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول: (میں کہتاہوں۔ت) یہاں اللہ ورسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوااور لوگ قادر نہیں عام مددگاری کاعلاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالٰی:

"وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ "[2]۔	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتاہے:

"مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ "[3]۔	اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم میں ہے:

(مالھم)ای ما لاھل السمٰوٰت والارض(من دونہ)ای من دون اللہ(من ولیٍّ)ناصر[4]۔	نہیں ہے ان کے لیے یعنی آسمان اور زمین والوں کیلئے اس کے، یعنی سوااللہ تعالٰی کے کوئی ولی یعنی مددگار۔(ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذاللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول وصلحاء کے لیے ثابت کیا جسے قرآن ہی جابجافرماچکا تھا کہ یہ اللہ کے سوادوسرے کی صفت نہیں، مگر بحمداللہ اہل سنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی اور عطائی کافرق سمجھتے ہیں،اللہ تعالٰی بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں،اور رسول واولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں، وللہ الحمد،اب اتنا اور سمجھ لیجئے مددکاہے کے لیے ہوتی ہے؟ دفع بلاء کے واسطے۔تو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعًا دافع البلاء بھی ہیں،اور فرق وہی ہے کہ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۱

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶

[4] معالم التنزیل(تفسیر البغوی)تحت الآیۃ ۱۸/ ۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۲

سبحانہ بالذات دافع البلاء ہے اور انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء بعطائے خدا۔ والحمدللہ العلی الاعلی۔

پنج آیت از تورات وانجیل وزبور مقدسہ

آیت ۴۱، تورات شریف: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارمی وطبرانی ویعقوب بن سفین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ تورات مقدس میں حضور پرنور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت یوں ہے:

یٰایھاالنبی انا ارسلنٰك شاھدًاومبشرًا ونذیرا حرزًا للامیین(الٰی قولہٖ تعالٰی)یعفوویغفر۔[1]	اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لیے پناہ(الی قولہ تعالٰی) معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حرز بھی رب العزت جل وعلا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے:

یاحرز الضعفاء یا کنزالفقراء[2]۔	اے ضعیفوں کی پناہ! اے غریبوں کے خزانے!

علامہ زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

جعلہ نفسہ حرزًامبالغۃ لحفظہ لھم فی الدارین[3]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک وتعالٰی نے حضور کو بطور مبالغہ

---

[1] سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دارالمحاسن للطباعۃ قاھرۃ ۱/۱۴، دلائل النبوۃ للبیھقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۷۶، صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۲۸۵ و کتاب التفسیر سورۃ الفتح ۲/۷۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی، الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۰، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/۳۶۰و۳۶۲

[2]

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ

خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا علم کو علم کہتے اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا وآخرت میں اپنی امت کے محافظ ونگہبان ہیں۔والحمدللہ رب العٰلمین۔

آیت ۴۲، از تورات: ہاں ہاں خبردار وہوشیار، اے نجدیان نابکار، ذرا کم سن نو پیدا عیارہ خام پارہ وہابیت نکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا تورات وزبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گے نو خیز وہابیت کی نادان جان پر قہر الٰہی کی بجلیاں گرائیں گے افسوس تمہیں تورات وزبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سنو اللہ کا کذب تم ممکن گنو مگر جان کی آفت گلے کی غل تو یہ ہے کہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں کلام الٰہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، طریق کے دادا۔اب انہیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الٰہی پر ایمان لانے کو روٹھی وہابیت ملتی ہے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا، نہ چلنے کی تاب۔ت) ؎

دو گونہ رنج وعذاب است جان لیلٰی را بلائے صحبت مجنوں وفرقت مجنوں [1]

(لیلٰی کی جان کو دو قسم کا دکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔ت)

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے لجائی انکھڑیاں اوپر اٹھایئے اور بحمد اللہ وہ سنئے کہ ایمان نصیب ہو تو سنی ہو جایئے، جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں تورات کے سفر چہارم میں ہے:

قال اللہ تعالٰی لابراھیم ان ھاجرۃ تلد ویکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع [2]۔	اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑ گڑانے میں۔

وہ کون؟ محمد رسول اللہ سید الکون معطی العون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔قربان تیرے اے بُلند ہاتھ والے، اے دوجہان کے اجالے۔حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و

1

2 تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان انبیاء علیہم الصلٰوت والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

محتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدرت سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف ورحیم کے سامنے پھیلائے، والحمدللہ رب العٰلمین۔

اسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا [1]

آیت ۴۳، از زبور مقدس: نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول:

یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیك من اجل ذٰلك ابارك علیك فتقلد السیف فان بهائك وحمدك الغالب (الٰی قوله) والامم یخرون تحتك كتاب حق جاء الله به من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلاءت الارض من تحمید احمد وتقدیسه وملك الارض و رقاب الامم [2]۔	اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، میں اس لئے تجھے برکت دیتاہوں، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مملو کو خوشی وشادمانی ہے، تمہارے لئے تمہارا مالک پیارا سراپا کرم سراپا رحمت ہے، والحمدللہ رب العالمین۔

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدائے　　ماہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند [3]

(ہمارا عہد وپیمان اللہ تعالٰی نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ت)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب　　یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا [4]۔

ولہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ،

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص ۵۳

[2] تحفہ اثناعشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[3]

[4] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۲

پھر امام اجل قاضی عیاض شفاء شریف، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً وتذکیراً، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحًا وتفسیرًا فرماتے ہیں:

من لم یرولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ویر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ [1]۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔	جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا ولی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

فائدہ عظیمہ: الحمدللہ سنیوں کی اقبالی ڈگری۔ ان آیات تورات وزبور پر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو دو **آیت تورات وانجیل مبارک** مع چند احادیث کے یاد آئیں مگران کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کے ایک انجان پنے کا اقرار سن لیجئے۔ تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھاہے:

"جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے۔" انتہٰی[2]۔

بھولا نادان لکھتے تو لکھ گیا مگر ؎

کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہوجائیگا دین نجدی پائمال سنیاں ہوجائیگا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"[3]۔

یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیار تام ثابت ہوجائیگا بیچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اس وقت یہی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی لزوم مجتہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲ /۱۶، نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض الباب الثانی لزوم مجتہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳ /۳۴۶ و ۳۴۷، المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۲۹۹ و ۳۰۰، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۶ /۳۱۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی ف پیسے پیسے بیچتے اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اس بادشاہ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطافرمائی ہیں ہاں ہم سے سن اور وہ سن کہ سن ہو جا۔

آیات واحادیث عطائے مفاتیح عالم بحضور پر نور مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۴۴، از توراۃ شریف: بیہقی وابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب احبار سے پوچھا: تم توراۃ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کیا پاتے ہو؟ کہا: حضور کا وصف توراۃ مقدس میں یوں ہے:

محمد رسول اللہ اسمہ المتوکل لیس بفظٍ ولا غلیظ و لا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح لیبصر اللہ بہ اعینا عورًا ویسمع بہ اٰذانًا صما ویقیم بہ السنۃ معوجۃ حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ یعین المظلوم ویمنعہ من ان یستضعف[1]۔	محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو ہیں نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلّانے والے، وہ کنجیاں دئے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالٰی ان کے ذریعہ سے پھوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اس کا ساجھی نہیں وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

آیت ۴۵، از انجیل جلیل: حاکم بافادہ تصحیح اور ابن سعد وبیہقی وابو نعیم روایت کرتے ہیں ام المومنین ومحبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ بعلہا وابیہا وعلیہا وسلم فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم کی صفت وثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے:

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۱، دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۷۷

ف: بساطی: خردہ فروش۔ ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

لافظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح الخ مثل مامرّ سواءً بسواء۔[1]	نہ سخت دل ہیں نہ درشت خُو، نہ بازاروں میں شور کرتے، انہیں کنجیاں عطاہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل تورات مبارک ہے۔

حدیث ۶۱: بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی[2]۔	میں سورہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث ۶۲: امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی حضور مالک ومختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت مالم یعط احدمن الانبیاء قبلی نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض الحدیث[3]۔	مجھے وہ عطاہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا، رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطاہوئیں، الحدیث۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

حدیث ۶۳: امام احمد اپنی مسند اور ابن حبان اپنی صحیح اور ضیاء مقدسی صحیح مختارہ، ابونعیم دلائل النبوۃ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱، المستدرك للحاکم کتاب التاریخ کان اجود الناس بالخیر دارالفکر بیروت ۲/ ۶۱۴، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/ ۳۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۰، صحیح مسلم کتاب المساجد وموضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۸، المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المناقب حدیث ۳۱۶۳۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۸، الخصائص الکبری باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہل سنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۳

میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالک تمام دنیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء نی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس[1]۔	دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔

حدیث ۶۴: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پرنور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوتیت مفاتیح کل شیئ الا الخمس[2]۔	مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ یعنی غیوب خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ثم اعلم بہا بعد ذٰلك[3]۔	پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دے دیا گیا۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے بھی خصائص کبرٰی[4] میں نقل فرمایا: علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں یہی حق ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۶۵: بعینہٖ یہی مضمون احمد وابویعلٰی[5] نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث آخر ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالک غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی تھیں:

---

[1] مسند احمد بن حنبل، عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۳۲۸، الخصائص الکبرٰی بحوالہ احمد وابن حبان وابی نعیم باب اختصاصہ بالنصر مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲ /۱۹۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۸۵، المعجم الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲ /۳۶۱

[3] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر علی ہامش السراج المنیر الحدیث اوتیت مفاتیح الخ المطبعۃ الازہریۃ المصریہ مصر ۲ /۳

[4] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہل سنت گجرات الہند ۲ /۱۹۵

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۳۸۶

لما خرج من بطنی فنظرت الیه فاذا انابه ساجد ثم رایت سحابة بیضاء قد اقبلت من السماء حتی غشیته فغیب عن وجھی، ثم تجلت فاذا انا به مدرج فی ثوب صوف ابیض وتحته حریرة خضراء و قد قبض علی ثلثة مفاتیح من اللؤلوء الرطب واذا قائل یقول قبض محمد علی مفاتیح النصرة و مفاتیح الربح ومفاتیح النبوة ثم اقبلت سحابة اخرٰی حتی غشیته فغیب عن عینی ثم تجلت فاذا انا به قد قبض علی حریرة خضراء مطویة واذقائل یقول بخٍ بخٍ قبض محمد علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من اھلھا الادخل فی قبضته[1]۔ھذا مختصر۔والحمدللہ رب العالمین	جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں، پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہوگئے، پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپا کہ میری نظر سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۶۶: حافظ ابوزکریا یحیٰی بن عائذ اپنی مولد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت آمنہ زہریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رضوان خازن جنت علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش اقدس میں عرض کی:

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس باب ماظھر فی لیلۃ مولدہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۴۸

معك مفاتیح النصرة قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرك الا وجل فؤادہ وخاف قلبه وان لم یرك یاخلیفة الله [1]۔	حضور کے ساتھ نصرت کی کنیاں ہیں رعب ودبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے جو حضور کا چرچا سنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہئے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ اسکی طرف سے وہاں کے سیاہ وسپید کا مختار ہوتا ہے مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے "وَمَاقَدَرُوااللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖۤ" [2]۔ (اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ت) بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدرت نہ جانی لا واللہ اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۶۷: امام دارمی اپنی سنن میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالک جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا خطیبهم اذا انصتوا وانا شفیعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا یئسوا الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی [3]۔	میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے، اور میں ان کا پیشوا ہوں جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے، اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے، اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے، اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید

[1] الخصائص الکبرٰی باب ماظهر فی لیلة مولده صلی الله تعالٰی علیه وسلم مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۴۹

[2] القرآن الکریم ۶ /۹۱ و ۳۹/ ۶۷

[3] مشکوٰة المصابیح بحواله الترمذی والدارمی باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴، سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی الله علیه وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دار المحاسن للطباعة القاهرة ص ۳۰، الخصائص الکبرٰی باب اختصاصه صلی الله علیه وسلم بانه اول من تنشق الارض منه مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲ /۲۱۸

الحدیث۔	ہوں گے، عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

والحمدللہ رب العالمین، شکراس کریم کا جس نے عزت دینا اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف ورحیم کے ہاتھ میں رکھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس لئے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نائب مٰلك یوم الدین ست روز روز اوست وحکم حکمِ او بحکم رب العالمین[1]۔	اس دن ظاہر ہوجائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مالک یوم دین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا ہوگا اور اس میں رب العالمین کے حکم سے آپ کا حکم چلے گا۔ (ت)

حدیث ۶۸: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں راوی کہ حضور پر نور افضل صلوات اللہ تسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں:

ینصب الی یوم القیٰمۃ منبر علی الصراط وذکر الحدیث (الٰی ان قال) ثم یأتی ملك فیقف علی اول مرقاۃٍ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مٰلك خازن النار ان اللہ امرنی ان ادفع مفاتیح جھنم الی محمد وان محمدًا امرنی ان ادفع الی ابی بکرٍ ھاہ۔ اشھدوا اھاہ اشھدوا ثم یقف ملك اٰخر علی ثانی مرقاۃٍ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی	روز قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائیگا پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا میں مالک داروغہ دوزخ ہوں اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں، ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہو کر پکارے گا: اے گروہ مسلمین! جس نے مجھے جانا

[1] مدارج النبوۃ

فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنان ان الله امرنی ان ادفع مفاتیح الجنة الی محمد وان محمدا امرنی ان ادفعها الی ابی بکرٍ هاہ اشهدوا هاہ اشهدوا الحدیث۔(اوردہ العلامة ابراهیم بن عبد الله المدنی الشافعی فی الباب السابع من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق من کتابه الاکتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء [1]۔	اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغہ جنت ہوں مجھے اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کر دوں۔ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ۔(علامہ ابراہیم بن عبداللہ المدنی الشافعی نے اپنی تحقیقی کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء کے ساتویں باب میں فضائل صدیق میں بیان کیا ہے۔ت)

حدیث ۶۹: حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمة وجمع الله الاولین والاٰخرین یؤتی بمنبرین من نور فینصب احدهما عن یمین العرش والاٰخر عن یسارہٖ ویعلوهما شخصان فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنة ان الله امرنی ان اسلم مفاتیح الجنة الی محمد وان محمدا امرنی ان اسلّمها الی ابی بکر وعمر لیدخلا محبیهما الجنة الا فاشهدوا	روز قیامت اللہ تعالٰی سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا دو منبر نور کے لاکر عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے ان پر دو شخص چڑھیں گے،داہنے والا پکارے گا:اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغہ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔سنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔

1

ثم ینادی الذی عن یسار العرش معشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالك خازن النار ان اللہ امرنی ان اسلم مفاتیح النار الی محمد ومحمد امرنی ان اسلمها الی ابی بکر وعمر لیدخلا مبغضیهما النار الا فاشهدوا[1]۔ اوردہ ایضًا فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکرٍ وعمر من کتاب الاکتفاء۔	پھر بائیں والا پکارے گا: اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں، سنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔ (اس کو بھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر وعمر میں باب ہفتم میں بیان کیا۔ت)

یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں روایت کی:

ینادی یوم القیٰمة این اصحاب محمدٍ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، فیؤتیٰ بالخلفاء رضی اللہ تعالٰی عنهم فیقول اللہ لهم ادخلوا من شئتم الجنة ودعوا من شئتم اوماهو بمعناہ ذکرہ العلامة الشهاب الخفّاجی فی نسیم الریاض[2] شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من الغیوب، وقال اوماهو بمعناہ۔	روز قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پس خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔ (علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فصل "نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کن کن غیوب پر مطلع کیا گیا" میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا یا جو اس کے ہم معنٰی ہے۔ (ت)

[1] مناحل الشفاء ومناهل الصفاء بتحقیق شرف المصطفٰی حدیث ۲۳۸۸ دار البشائر الاسلامیه بیروت ۵/ ۴۱۹و۴۲۰

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ الغیلانیات فصل ومن ذٰلك ما اطلع علیه من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۴

حدیث۷۰: ولہذا سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا: انا قسیم النار میں قسیم دوزخ ہوں۔
یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رواہ شاذان[1] الفضیلی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جزء ردّالشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبّہ ویرضاہ بجاہ جمال محبّاہ اٰمین۔	اس کو شاذان نے جزء ردالشّمس میں روایت کیا ہے۔اللہ تعالٰی ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔آمین۔(ت)

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے احادیث حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو قسیم النار فرمایا۔شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

قد خرج اھل الصحیح ولائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الٰی قولہ) وقتل علیٍ وان اشقاھا الذی یخضب ھٰذہ من ھٰذہ ای لحیتہ من رّاسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ واعداءہ النار[2]۔رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنابہ اٰمین!	بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی شہادت اور یہ کہ بد بخت ترین امت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا،اور یہ کہ مولا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کے صدقے ہم سے راضی ہو۔آمین۔(ت)

[1] کنزالعمال بحوالہ شاذان الفضیلی فی ردالشمس حدیث ۳۶۴۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۵۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالك مااطلع علیہ من الغیوب المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۳و۲۸۴

نسیم میں عبارت نہایہ:

ان علیّاً رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار۔	حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں قسیم دوزخ ہوں۔ (ت)

ذکر کرکے فرمایا:

ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرای فھو فی حکم المرفوع اذ لا مجال فیہ للاجتہاد [1] اھ **اقول:** کلام النسیم انہ لم یرہ مرویّاً عن علی فاحال علی وثاقۃ ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجہ وللہ الحمد۔	ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنے رائے سے نہیں کہا جاسکتا ہے، لٰہذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں اھ۔ **میں کہتا ہوں** نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کردی ہے۔ وللہ الحمد۔ (ت)

مدارج شریف میں ہے:

آمدہ است کہ ایستادہ میکنداو را پروردگار وے بیمین عرش ودر روایتے بر عرش ودر روایتے بر کرسی ومے سپاردبوے کلید جنت [2]۔	مروی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر، اور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگا اور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا۔ (ت)

ملاجی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدہ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطافرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں۔ اور اب اپناوہ بلائے جان اقرار یاد کیجئے "جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے" [3]۔ دیکھ حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

---

[1] نسیم الریاض فصل ومن ذالك ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

[2] مدارج النبوۃ باب ہشتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۷۴

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

فصل دوم احادیثِ منیفہ میں

تین وصل پر مشتمل:

وصل اوّل: اعظم واجل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جانفزا اسناد میں جن سے ایمان کی جان میں جان آئے ایمان کی آنکھ نور وایقان پائے، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۷۱: بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سید عالم مغنی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ماینقم ابن جمیلٍ الا انّه کان فقیرًا فاغناہ اللہ ورسوله [1]۔	ابن جمیل کو کیا بُرا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اسے غنی کردیا، جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۷۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اللہ ورسوله مولٰی من لا مولی له۔ الترمذی وحسنه وابن ماجة عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه [2]۔	جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللہ ورسول اس کے نگہبان ہیں (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا، اور ابن ماجہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

علامہ مناوی تیسیر میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای حافظ من لاحافظ له [3]۔	یعنی ارشاد حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کوئی حافظ نہیں اللہ ورسول اس کے حافظ ہیں۔

حدیث ۷۳: کہ جب سیدنا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت ہوئی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یتیم بچوں کو خدمت اقدس میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب والغارمین قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۸

[2] سنن الترمذی باب ماجاء فی میراث الخال حدیث ۲۱۱۰ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۳، سنن ابن ماجة ابواب الزکوٰۃ باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللہ ورسوله مولی من لا مولی له مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۰۶

یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما اسے بیان کرکے فرماتے ہیں:

فجاءت امنا فذکرت یتیمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العیلۃ تخافین علیہم وانا ولیہم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ احمد والطبرانی[1] وابن عساکرٍ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میری ماں نے حاضر ہو کر حضور پناہ بیکساں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہماری یتیمی کی شکایت عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے حالانکہ میں ان کا ولی وکارساز ہوں دنیا وآخرت میں۔(امام احمد اور طبرانی اور ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

؎ غم نخورد آنکہ حفیظش توئی والی و مولٰی و ولیش توئی

(وہ غم نہیں کھاتا جس کا محافظ، والی، آقا اور ولی تو ہے۔ت)

حدیث ۷۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حب ابی بکرٍ وعمر من الایمان وبغضھما کفر وحب الانصار من الایمان وبغضھم کفر وحب العرب من الایمان وبغضھم کفر، ومن سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ، ومن حفظنی فیھم فانا احفظہ یوم القیٰمۃ۔ ابن عساکر[2] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وللہ الحمد	محبت ابوبکر وعمر کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کُفر، اور محبت انصار کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کفر، اور محبت عرب کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کفر، اور میرے اصحاب کو جو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت، اور جو ان کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں روز قیامت اس کا حافظ ونگہبان ہوں گا (ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷۵ و ۷۶: دنیا کی ظاہری زینت وحلاوت اور مال حلال کما کر اچھی جگہ خرچ کرنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن جعفر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۴و۲۰۵، تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۳۰۳ عبداللہ بن جعفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۹/ ۱۷۳و۱۷۴

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۱۸۱

کی خوبی اور حرام کما کر بری جگہ اٹھانے کی برائی بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ورب متخوضٍ فیما شاءت نفسه من مال اللہ ورسولہ لیس له یوم القیٰمة الا النار۔ احمد [1] والترمذی وقال حسن صحیح عن خولة بنت قیس والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	اور بہت اللہ اور رسول کے مال سے اپنے نفس کی خواہشوں میں ڈوبنے والے ہیں جن کے لیے قیامت میں نہیں مگر آگ۔ (احمد اور ترمذی نے خولہ بنت قیس سے روایت کیا اور اس کو حسن صحیح کہا اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷۷: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مانفعنی مال قطّ مانفعنی مال ابی بکر مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر روئے اور عرض کی: هل انا ومالی الالك یا رسول اللہ میری جان ومال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یارسول اللہ۔

احمد [2] فی مسنده بسند صحیح عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	احمد نے اپنی مسند میں بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۷۸: آیہ کریمہ:

"قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ" [3]۔	تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (ت)

کے اسباب نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی:

اموالنا وما فی ایدینا للہ و	ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ

[1] مسند احمد بن حنبل عن خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۷۸، سنن الترمذی کتاب الزھد باب ماجاء فی اخذ المال حدیث ۲۳۸۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۶۶، شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۹۶ و۳۹۷

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳

رسولہ۔ ابناء جریر [1] وابی حاتم ومردویۃ عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	ہے سب اللہ ورسول کا ہے۔(جریر کے بیٹوں اور ابی حاتم اور مردویہ نے مقسم سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷۹: کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روز حنین زنان وصبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین پر تقسیم فرمادئے اب سرداران قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے مانگنے کو حاضر ہوئے زُہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ؎

(۱) امنن علینا رسول اللہ فی کرم	فانك المرء نرجوہ وندخر
(۲) امنن علی بیضۃٍ قد عاقھا قدر	فشتت شملھا فی دھرھا غیر
(۳) ابقت لنا الدھر ھنافا علی حزَنٍ	علی قلوبھم الغماء والغمر
(۴) ان لم تدارکھم نعماء تنشرھًا	یا ارجح الناس حلمًا حین یختبر

(۱) یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مرد کامل وجامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔

(۲) احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اس کی جماعت تتّر بتّر ہوگئی اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

(۳) یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا۔

(۴) اور حضور کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرمادیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے تمام جہان سے زیادہ عقل والے! (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم)

---

[1] جامع البیان(تفسیر طبری)تحت الآیۃ ۴۲ /۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵ /۳۲،تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۴۲/ ۲۳ مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۱۰ /۳۲۷۶،الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ ۴۲ /۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷ /۲۹۹

قال فلما سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ھذا الشعر قال ماکان لی ولبنی عبدالمطلب فھو لکم و قالت قریش ماکان لنا فھوللہ ولرسوله وقالت الانصار ماکان لنا فھو للہ ورسولہ۔ الطبرانی فی ثلاثیات معجمه الصغیر حدثنا عبید اللہ ابن رما حس القیسیّ برمادۃ الرمالۃ سنة اربع وسبعین ومائتین ثنا ابو عمرو زیاد بن طارق وکان قد اتت علیه عشرون ومائة سنة قال سمعت ابا جَروَلٍ زھیر بن صردن الجشمی[1] یقول فذکرہ۔	یہ اشعار سن کر سید ارحم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں آیا وہ میں نے تمہیں بخش دیا۔ قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ طبرانی نے معجم صغیر کی ثلاثیات میں کہا کہ ہمیں ۲۷۴ھ میں رمادہ رملہ پر عبید اللہ بن رماحس قیسی نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عمرو زیاد بن طارق نے جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جرول زہیر بن صُرد جشمی کو کہتے ہوئے سنا، پھر انہوں نے اس کو ذکر کیا۔ (ت)

حدیث ۸۰: کہ اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انت الرسول الذی ترجیٰ فواضلُه عند القحوط اذا ما اخطاء المطرُ

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے

عمر بن شیبة من طریق عامر الشعبی ذکرہ الحافظ فی الاصابة وقال ذکرہ ابن فتحون فی الذیل[2]۔	(عمر بن شیبہ نے بطریق عامر الشعبی سے روایت کیا، حافظ نے الاصابہ میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کا ذکر ابن فتحون نے ذیل میں کیا۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن زہیر بن صرد الجشمی حدیث ۵۳۰۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۵/ ۲۷۰و ۲۶۹، المعجم الصغیر من اسمه عبید اللہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۲۳۷۔۲۳۶، المعجم الاوسط حدیث ۴۶۶۷ مکتبة المعارف ریاض ۵/ ۳۱۹۔۳۱۸

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمه ۱۶۸ اسود بن مسعود ثقفی دار الفکر بیروت ۱/ ۷۵

حدیث ۸۱: ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

(۱) اتیناك والعذراء یدمی لبابها　　وقد شغلت امّ الصبی عن الطفل

(۲) والقت بکفیها الفتیٰ لاستکانةٍ　　من الجوع ضعفا لایمر ولا یحلی

(۳) ولیس لنا الا الیك فرارُنا　　واین قرار الخلق الا الی الرسل

(۱) ہم در دولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہوگئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں۔

(۲) جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی بات نہیں نکلتی۔

(۳) اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔ صلی اللّٰه تعالیٰ علیهم وبارك وسلم۔

یہ فریاد سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بُلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اُمڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یارسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حوالینا لاعلینا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس۔ فوراً ابر مدینے پر سے کھل گیا، آس پاس گھرا تھا اور مدینہ طیبہ سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندہ دنداں نما کیا اور فرمایا: اللہ کے لیے ہے خوبی ابوطالب کی، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے۔

مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: یارسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابوطالب نے نعت اقدس میں عرض کئے تھے:

(۱) وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامی عصمة للارامل

(۲) تلوذ به الهلاك من ال هاشم　　فهم عنده فی نعمة وفواضل

(۱) وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔
(۲) بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں انکے پاس ان کی نعمت و فضل میں بسر کرتے ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اجل ذلك اردتُّ۔ ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسقانا بجاھہ عندہ الغیث النافع الاتم الاعم امین! البیہقی[1] فی الدلائل بسند صالح کما افادہ حافظ الشان العسقلانی والدیلمی فی مسند الفردوس کلاھما عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے طفیل باران رحمت عطا فرمائے جو نافع کامل ترین اور سب کو شامل ہو آمین (ت) بیہقی نے دلائل میں بسند صالح روایت کیا جیسا کہ حافظ الشان عسقلانی نے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اس کا افادہ فرمایا ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالٰی اول تا آخر شفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پسندیدہ فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصود رسالہ ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں۔ خلق کیلئے جائے پناہ نہیں سوا بارگاہ انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء کے، وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاند سے منہ کے صدقے میں مینہ اترتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، وہ بیواؤں کا نگہبان، وہ ملجا وماوا کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اسکی پناہ میں آکر اس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وبارك وسلم۔

حدیث ۸۲: کہ جب جعرانہ کے اموال غنیمت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسم نے قریش و

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱، فتح الباری شرح صحیح البخاری باب سوال الناس الامام الاستسقاء ۳/ ۴۲۹

دیگر اقوام عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اس میں سے کوئی شے نہ پائی انھی (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ نظر توجہ و کرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنت عشاق کہ دوسروں پر لطف محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ وکبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے حضور اقدس نے سنا، خاطر انور پر ناگوار گزرا، انھیں جمع کرکے ارشاد فرمایا:

الم اجدکم ضلالا فهدا کم الله الم اجدکم عالة فاغنا کم الله [1]۔	کیا میں نے تمھیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں راہ دکھائی، کیا میں نے تمھیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمھیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں یوں ہے:

یا معشر الانصار الم اجدکم ضلا لا فهدا کم الله بی، وکنتم متفرقین فالفکم الله بی، وکنتم عالة فاغنا کم الله تعالٰی بی۔ رواہ عن عبد الله بن زید بن عاصم [2] و نحوہ لاحمد عن انس [3] وله ولعبد بن حمید والضیاء عن ابی سعید [4] رضی الله تعالٰی۔	اے گروہ انصار! کیا میں نے نہ پایا تمہیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمہیں میرے ذریعے سے ہدایت کی، اور تمہارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالٰی نے میرے وسیلے سے تم میں موافقت کردی، اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمہیں تونگری بخشی (عبداللہ بن زید بن عاصم سے اسے روایت کیا گیا اور اسی طرح احمد نے حضرت انس سے نیز احمد، عبد بن حمید اور ضیاء نے ابوسعید خدری سے روایت کیا

---

[1] المصنف لابن ابی شیبه کتاب المغازی غزوہ حنین الخ حدیث ۳۶۹۸۶ دار الکتب العلمیه بیروت ۷ /۴۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة الطائف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۶۲۰، صحیح مسلم کتاب الزکوٰة باب اعطاء الموئفة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۳۳۹، مسند احمد بن حنبل عن عبدالله بن زید رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۴۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۱۰۴ و ۲۵۳

[4] کنز العمال بحواله حم وعبدبن حمید عن ابی سعید الخدری حدیث ۳۳۷۶۴ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲ /۱۷

عنهم۔	رضی اللہ تعالٰی عنہم۔(ت)

انصار کرام ہر کلمے پر عرض کرتے جاتے تھے:

نعوذ باللہ من غضب اللہ ومن غضب رسولہ۔	ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الاتجیبون جواب کیوں نہیں دیتے؟ انصار نے عرض کی:

اللہ ورسولہ امن وافضل۔	اللہ ورسول کا احسان زائد ہے اور اللہ ورسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور نے فرمایا: تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔ انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے:

اللہ ورسولہ امن وافضل۔ ابوبکر بن ابی شیبه [1] فی مصنفه عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اللہ ورسول کا احسان زائد ہے اور اللہ ورسول کا فضل بڑا ہے۔ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۸۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

موتان الارض للہ ورسوله البیهقی [2] فی الشعب عن ا بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما موصولًا۔	جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مو صولا روایت کیا۔(ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبة کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۸۶ دار الکتب العلمیة بیروت ۷ /۴۱۹

[2] السنن الکبری للبیهقی کتاب احیاء الموات باب لایترك ذمی یحییه الخ دار صادر بیروت ۶ /۱۴۳

حدیث ۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عادی الارض من اللہ ورسولہ ھو فیھا عن طاؤس[1] مرسلا۔	قدیم زمینیں اللہ ورسول کی ملک ہیں۔اسی میں طاؤس سے مرسلاً مروی ہے۔(ت)

اقول: بن، جنگل، پہاڑوں اور شہروں کی ملک افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ان پر ظاہری ملک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص ملک خدا اور رسول ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ورنہ محلوں، احاطوں، گھروں، مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ ورسول کی ملک ہیں اگرچہ ظاہری نام من وتو کا لگا ہوا ہے۔زبور شریف سے رب العزت کا نام سن ہی چکے کہ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا[2]، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔تو یہ تخصیص مکانی ایسی ہے جیسے آیہ کریمہ "وَالْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ۠"[3] میں تخصیص زمانی کہ حکم اس دن اللہ کے لئے ہے، حالانکہ ہمیشہ اللہ ہی کا ہے۔مگر وہ دن روز ظہور حقیقت وانقطاع ادعا ہے۔لاجرم صحیح بخاری شریف کی حدیث نے ساری زمین بلا تخصیص اللہ ورسول کی ملک بتائی وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں:

حدیث ۸۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ البخاری[4] فی الجہاد من الجامع الصحیح باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ ورسول ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔امام بخاری نے الجامع الصحیح میں کتاب الجہاد باب یہود کا جزیرۃ العرب سے اخراج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۸۶: اعشی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ خدمت اقدس مس اپنے بعض اقارب کی ایک

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لا یترك ذمی یحییہ الخ دار صادر بیروت ۶ /۱۴۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان انبیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۶۹

[3] القران الکریم ۸۲ /۱۹

[4] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۴۹، صحیح مسلم باب اجلاء الیہود من جزیرۃ العرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۴

فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی ع

یامالك الناس ودیان العرب

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزاوسزادینے والے)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرمادی۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بکر ن المقدمی ثنا ابو معشرن البّراء ثنی صدقة بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنه قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانشدته یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث[1] ورواہ الامام الاجل ابو جعفرن الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا ابن ابی داود ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الی اخرہ نحوہ سندا[2] و متنًا ورواہ ابن عبداللہ ابن الامام فی زوائد مسندہٖ من طریق عوف بن کهمس بن الحسن عن صدقة بن طیسلة حدثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعدہ قالوا ثنا الاعشیٰ رضی اللہ تعالٰی عنه فذکرہ[3] قلت والیه اعنی عبداللہ عزاہ حافظ الشان فی الاصابة[4]۔ انه رواہ فی الزوائد والعبدالضعیف غفراللہ تعالٰی له قدرواہ فی المسند نفسه ایضاکما سمعت وللہ الحمد ورواہ البغوی وابن السکن وابن ابی عاصم کلهم من طریق الجنید بن امین بن عروة بن نضلة بن طریق بن بهصل الحرمازی عن ابیه عن جدہٖ نضلة ولفظ البغوی عنه حدثنی ابی امین حدثنی ابی ذروة عن ابی نضلة عن رجل منهم یقال له الاعشی واسمه عبداللہ بن الاعور رضی اللہ تعالٰی عنه فذکر القصة وفیه فخرج حتی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فعاذبه وانشأیقول یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث[5]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۰۱، مجمع الزوائد کتاب النکاح باب النشوز دار الکتاب بیروت ۴ /۲۳۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراهیة باب روایة الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۴۱۰

[3] زوائد عبداللہ بن احمد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر حدیث ۱۲۸ دار البشائر الاسلامیة بیروت ص ۳۲۳

[4] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۴۵۳۳ عبداللہ بن الاعور دار الفکر بیروت ۳ /۱۵۲

[5] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ البغوی ترجمہ ۸۷۱۴ نضلة بن طریف دار الفکر بیروت ۵ /۳۳۷

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ:
اعشی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ لی اور عرض کی کہ: اے مالک آدمیاں، واے جزاوسزا دہ عرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك وسلم۔

حدیث ۸۷: حارث بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:

ابعث معی من یدعو الی دینك فانا له جار۔	میرے ساتھ کسی شخص کو حضور ارسال فرمائیں جو میری قوم کو حضور کے دین کی طرف دعوت کرے اور وہ میری پناہ میں ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ساتھ کر دیا حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کنبے والوں نے عہد شکنی کرکے انہیں شہید کر دیا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس بارے میں اشعار کہے ازانجملہ یہ شعر ؎

یاحارث من یغدر بذمۃ جارہ   منکم فان محمدًا لایغدر

اے حارث! جو کوئی تم میں اپنے پناہ دیے ہوئے کے عہد سے بے وفائی کرے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسے پناہ دیتے ہیں وہ سچی پناہ ہوتی ہے۔

فجاء الحارث فاعتذر و ودی الانصاری وقال یا محمد انی عائذ بك من لسان حسانٍ۔ الزبیر بن بکارٍ حدثنی عمی مصعب ان الحارث بن عوف اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] فذکرہ۔	حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عذر کیا اور انصاری شہید کی دیت دی اور حضور سے عرض کی یارسول اللہ! میں حضور کی پناہ مانگتا ہوں حسان کی زبان سے۔ زبیر بن بکار نے کہا مجھے میرے چچا مصعب نے حدیث بیان کی کہ حارث بن عوف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر پھر پوری حدیث بیان کی۔ (ت)

حدیث ۸۸: صحیح مسلم شریف میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انه کان یضرب غلامه فجعل یقول اعوذ باللہ قال	یعنی وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا، اللہ کی دہائی، اللہ کی دُہائی۔

---
[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ الزبیر ترجمہ ۱۴۵۷ الحارث بن عوف دار الفکر بیروت ۱/ ۴۳۰

فجعل یضربه فقال اعوذ برسول الله ، فترکه فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم والله اقدر علیك منك علیه قال فاعتقه [1]۔	انہوں نے ہاتھ نہ روکا۔غلام نے کہا: رسول اللہ کی دہائی۔ فوراً چھوڑ دیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم ! بے شک اللہ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تو اس غلام پر۔انہوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔

الحمدلله ! اس حدیث صحیح کے تیور دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کی بھی جگہ نہیں، یہ حدیث تو خدا جانے بیمار دلوں پر کیا کیا قیامتیں توڑے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دینا ہی ان کے دہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ خود فرماتے ہیں وہ اللہ عزوجل کی دہائی دیتا رہا میں نے نہ چھوڑا جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دہائی سن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) یعنی پہلی بات ایک معمول ہو جانے سے ایسی موثر نہ ہوئی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا محاورہ کم ہوتا ہے اس کا اثر زیادہ پڑتا ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اللہ عزوجل کی عظمت سے ناشی ہے۔ بحمداللہ حدیث کے یہ معنی ہیں اگرچہ وہابیہ کے طور پر تو اس کا درجہ شرک سے بھی کچھ آگے بڑھا ہوا ہے۔

حدیث ۸۹: یہی مضمون عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

قال بینا رجل یضرب غلاما له، وهو یقول اعوذ بالله اذ بصر برسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال اعوذ برسول الله فالقی	یعنی ایک صاحب اپنے غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی دُہائی۔ اتنے میں غلام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا اب کہا رسول اللہ کی دہائی۔ فوراً اس

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحة الممالیك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۲

ماکان فی یدہٖ وخلّٰی عن العبد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما واللہ انہ احق ان یعاذ من استعاذ بہ منی فقال الرجل یارسول اللہ فھو حر لوجہ اللہ[1]۔	صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سنتا ہے خدا کی قسم بیشک اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دُہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ان صاحب نے عرض کی: یارسول الہ! تو وہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔

اقول: الحمد للہ اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کردیا، صاف تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلام کی دونوں دُہائیاں بھی سنیں اور پہلی دہائی پر ان کا نہ رکنا اور دوسری پر فورا باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا مگر افسوس کہ وہابیت کی ذلت و مردودیت کو نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس غلام سے فرماتے یہں کہ تو مشرک ہوگیا اللہ کے سو امیری دہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ اللہ عزوجل کی دہائی چھوڑ کر نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کیسا شرک اکبر، خدا کی دہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دہائی پر یہ نظر، ایک تو میری دہائی مانی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دہائی نہ مان کر افسوس آقا و غلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے، دہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دہائی دینے پر نہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہوا کہ خدا کی دہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔الحمدللہ کہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دینوہابیہ کے جھوٹے قرآن تقویۃ الایمان کی کچھ قدر نہ فرمائی اسے سخت ذلت پہنچائی جس میں اس کا امام لکھتا ہے:

"اول معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہیے اکثر لوگ پیروں پیغمبروں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں، ان سے مادیں مانگتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دہائی دیتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء و انبیاء سے کر گزرتے ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔سچ فرمایا اللہ صاحب نے

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبدالرزاق عن الحسن تحت الآیۃ ۴ /۳۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۵۰۲، کنز العمال بحوالہ عب عن الحسن حدیث ۲۵۶۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۲۰۳

کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1]۔" اھ مختصراً

ان دافع البلاء کے منکروں سے بھی اتنا پوچھ لیجئے کہ کسی کی پناہ یعنی اس کی دہائی دینی دفع بلا ہی کے لیے ہوتی ہے یا کچھ اور۔و لٰکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ (اور قوم وہابیہ حد سے بڑھنے والی ہے۔ت)

حدیث ۹۰: ابن ماجہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ اقبل بعیر تعدوا حتی وقف علی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا البعیر اسکن فان تك صادقًا فلك صدقك وان تك کاذبًا فعلیك کذبك مع ان اللہ تعالٰی قد امن عائذنا ولیس بخائب لائذنا فقلنا یارسول اللہ مایقول ھذا البعیر، فقال ھذا بعیر ھم اھلہ بنحرہ واکل لحمہ فھرب منھم و استغاث بنبیکم بینا نحن کذلك اذا قبل صاحبہ او قال اصحابہ یتعادون فلما نظر الیھم البعیر عاد الی ھامّۃ رسول اللہ صلی اللہ	یعنی ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا آیا یہاں تک کہ حضور کے سر مبارک کے قریب آکر کھڑا ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اونٹ! ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لیے ہے اور جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے، اس کے ساتھ یہ بات بیشک کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالٰی نے اس کے لیے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی سے بری ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے؟ فرمایا: اس کے مالکوں نے اسے حلال کرکے کھالینا چاہا تھا یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا۔ ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک یا کہا اس کے مالک دوڑتے آئے، اونٹ نے جب انہیں دیکھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

علیه وسلم فلاذبها فقالوا یا رسول الله هذا بعیرنا هرب منذ ثلاثة ایام فلم نلقه الا بین یدیک، فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اما انه یشکوا لی فبئست الشکایة۔ فقالو یارسول الله ما یقول؟ قال یقول انه ربی فی امنکم احوالا و کنتم تحملون علیه فی الصیف الی مواجع الکلاء فاذا کان الشتاء رحلتم الی موضع الدفاء فلما کبر استفخلتم فرزقکم الله ابلًا سائمًا فلما ادرکته هذه السنة الخصبة هممتم بذبحه واکل لحمه۔ فقالو ا والله کان ذٰلك یارسول الله۔ فقال صلی ا لله تعالٰی علیه وسلم ماهذا جزاء المملوك الصالح من موالیه۔ فقالوا یارسول الله فانا لانبیعه ولا ننحره۔ فقال صلی ا الله تعالٰی علیه وسلم کذبتم قد استغاث بکم فلم تغیثوه وانا اولی بالرحمة منکم فان الله نزع الرحمة من قلوب المنافقین واسکنها فی قلوب المؤمنین۔ فاشتراه صلی الله تعالٰی علیه وسلم منهم بمائة درهم وقال یاایها البعیر!

سرانور کے پاس آگیا اور حضور کی پناہ پکڑی، اس کے مالکوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے آج حضور کے پاس ملا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سنتے ہو اس نے میرے حضور نالش کی ہے اور زبہت ہی بری نالش ہے۔ وہ بولے: یارسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور جاڑے میں گرم مقام تک کوچ کرتے، جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنالیا اللہ تعالٰی نے اس کے نطفے سے تمہارے بہت اونٹ کردیے جو چرتے پھرتے ہیں، اب جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کرکے کھالینا چاہا۔ وہ بولے: یا رسول اللہ! خدا کی قسم! یونہی ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالکوں کی طرف سے یہ نہیں ہے۔ وہ بولے: یارسول اللہ! تو ہم اسے نہ بیچیں گے نہ ذبح کریں گے۔ فرمایا: غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ولائق ہوں کہ فریادی پر رحم فرماؤں اللہ عزوجل نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھی ہے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان سے سو روپے کو خرید لیا اور اس سے ارشاد فرمایا: اے اونٹ!

انطلق فانت حر لوجه الله تعالٰی۔فرغیٰ علی هامة رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اٰمین۔ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ثم رغیٰ الرابعة فبکی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔فقلنا یارسول الله ما یقول هذا البعیر؟قال قال جزاك الله ایها النبی عن الاسلام والقراٰن خیرًا۔فقلت اٰمین۔ ثم قال سکن الله رعب امتك یوم القیٰمة کما سکنت رعبی فقلت اٰمین۔ثم قال حقن الله دماء امتك من اعدائها کما حقنت دمی فقلت اٰمین۔ثم قال لاجعل الله باس امتك بینها فبکیت فان هذه الخصال سألت ربی فاعطانیها ومنعنی هذہٖ واخبرنی جبریل علیه السلام عن الله عزوجل ان فناء امتی بالسیف جری القلم بما هو کائن۔کذا اوردہ عازیا	چلا جاکہ تواللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے۔یہ سن کر اس نے سر اقدس پر اپنی بولی میں کچھ آواز کی۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آمین کہی۔اس نے دوبارہ آواز کی حضور نے پھر آمین کہی۔اس نے سہ بارہ عرض کی حضور نے پھر آمین کہی اس نے چوتھی بار کچھ آواز کی اس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گریہ فرمایا۔صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟فرمایا:اس نے کہا اے نبی اللہ!اللہ عزوجل حضور کو اسلام وقران کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے میں نے کہا آمین،پھر اس نے کہا اللہ تعالٰی قیامت کے دن حضور کی امت سے خوف دور کرے جس طرح حضور نے میر خوف دور کیا میں نے کہا آمین۔پھر اس نے کہا اللہ جل وعلا حضور کی امت کے خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے(کہ کفار کبھی انہیں استیصال نہ کرسکیں)جیسا حضور نے میرا خون بچایا،میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ سبحانہ امت والا کی سختی انکے آپس میں نہ رکھے(باہمی خونریزی سے دور رہیں)، اس پر میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب عزوجل سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا فرمادیں مگر یہ پچھلی منع فرمائی اور مجھے جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اللہ عزوجل کی طرف سے خبر کردی کہ میری امت کی فنا تلوار سے ہے۔قلم چل چکا شدنی پر۔

له الامام الحافظ ذکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمة الله تعالٰی علیه فی کتاب الترغیب والترهیب [1]۔	یوں ہی کتاب الترغیب والترھیب میں امام حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے وارد ہے۔(ت)

فقیر نے اس رسالہ میں بنظر اختصار اکثر احادیث کا خلاصہ لکھا یا صرف محل استدلال پر اقتصار کیا۔ یہ حدیث نفیس کہ ایک اعلی اعلام نبوت ومعجزات جلیل حضرت رسالت علیہ وعلی الہ افضل الصلوۃ والتحیہ سے تھی بتمامہ ذکر کرنی مناسب سمجھی، یہاں موضع استناد وہ پیاری پیاری اسناد ہے کہ جو ہماری پناہ لے اللہ عزوجل اسے پناہ دیتا ہے اور جو ہم سے التجا کرے نامراد نہیں رہتا۔ الحمد للہ رب العالمین اور خدا جانے دافع البلا کس شے کا نام ہے۔

حدیث ۹۱: عبداللہ بن سلامہ بن عمیر اسلمی صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

تزوجت ابنة سراقة ابن حارثة النجاری وقتل ببدر فلم اصب شیاء من الدنیا کان احب الی من نکاحها واصدقتها مائتی درهم فلم اجد شیئ اسوقه الیها فقلت علی الله ورسوله المعوّل فجئت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاخبرته الحدیث۔	میں نے سراقہ بن حارثہ نجاری شہید غزوہ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا دنیا کی کوئی چیز میں نے ایسی نہ پائی جو انکے ساتھ شادی ہونے سے مجھے زیادہ پیاری ہو میں نے دو سو روپے ان کا مہر کیا تھا اور پاس کچھ نہ تھا جو انہیں بھیجوں، میں نے کہا اللہ اور اللہ کے رسول ہی پر بھروسہ ہے، پس میں خدمت انور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حال عرض کیا۔

حضور نے ایک جہاد پر انہیں بھیجا اور فرمایا:

ارجوا ان یغنیك الله مهر زوجتك۔	میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمہیں اتنی غنیمت دلادے گا کہ اپنی بیوی کا مہر ادا کردو۔

ایسا ہی ہوا، وللہ الحمد۔

الامام الثقة محمد بن [2] عمر واقد	امام ثقہ محمد بن عمر واقد نے ابی حدرد

---

[1] الترغیب والترهیب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالٰی مصطفی البابی مصر ۳ /۲۰۷۔۸

[2] کتاب المغازی سریة خضرة امیرها ابو قتادة مؤسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲ /۷۷۷۔۸

عن ابی حدرد وھو ابن سلامۃ المذکور رضی اللہ تعالٰی عنھما بسندہٖ الیہ وقد علی توثیقہ الامام المحقق علی الاطلاق فی الفتح وذکرنا فی منیر العین۔	جو سلامہ مذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس پر انکی سند سے روایت کیا، اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی توثیق فرمائی اور ہم نے اسے (اپنے رسالے) منیر العین میں بیان کیا۔(ت)

حدیث ۹۲و۹۳: غزوہ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے وقت حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں رجز پڑھتے چلے۔

(۱) اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

(۲) فاغفر فداءً لك ما ابقینا والقین سکینۃ علینا

(۳) وثبت الاقدام ان لاقینا ونحن عن فضلك ما استغنینا

(۱) خدا گواہ ہے یارسول اللہ! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

(۲) تو بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریں۔

(۳) اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری[1] و صحیح مسلم و سنن ابی داود و سنن نسائی و مسند احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطرق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرعہ زیادات صحیح مسلم و امام احمد سے ہے۔

رواہ من طریق ایاس بن سلمۃ عن ابیہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ایاس بن سلمہ کے طریق پر ان کے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۳، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب غزوہ خیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱، سنن النسائی کتاب الجہاد والسیر باب من قاتل فی سبیل اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۰، مسند احمد بن حنبل عن سلمۃ بن الاکوع المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۰

ہم حدیث صحیح بخاری مع شرح امام احمد قسطلانی مسمّٰی بہ ارشاد الساری کے الفاظ کریمہ مختصر ذکر کریں:

(عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی خیبر فسرنا لیلًا فقال رجل من القوم)ھو اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ(لعامر یاعامر الاتسمعنا من ھنیھاتک)وعند ابن اسحٰق من حدیث نصر بن دھر ن الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہٖ الی خیبر لعامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ انزل یاابن الاکوع فاحد لنا من ھنیھا تك ففیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی امرہ بذٰلك وکان عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ رجلا شاعرًا فنزل یحدوبالقوم یقول ؎

اللھم لولا انت ما أھتدینا

ولاتصدقنا ولاصلینا

فاغفر فداء لك. المخاطب بذٰلك النبی صلی اللہ تعالٰی

یعنی یزید بن ابو عبید اپنے مولٰی سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس خیبر کو چلے، رات کا سفر تھا، حاضرین سے ایک صاحب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: اے عامر! ہمیں کچھ اشعار اپنے نہیں سناتے، اور ابن اسحٰق نے نصر بن دہر اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کیا کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے سنا "اے ابن اکوع! "اتر کر کچھ اپنے اشعار ہمارے لئے شروع کرو۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اس امر کا امر فرمایا۔ عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاعر تھے اترے اور قوم کے سامنے یوں حدی خوانی کرتے چلے کہ: یارب! اگر حضور نہ ہوتے ہم راہ نہ پاتے نہ زکوٰۃ و نماز بجالاتے۔ ہم حضور پر بلا گرداں ف ہوں ہمارے جو گناہ باقی رہے ہیں بخش دیجئے۔ ان اشعار میں مخاطب

ف: قربان ہونے والا، دوسرے کی بلا اپنے اوپر لینے والا۔

علیه وسلم ای اغفرلنا تقصیرنا فی حقك ونصرك اذ لایتصور ان یقال مثل هٰذا الکلام للباری تعالٰی و قوله اللهم لم یقصد بها الدعاء وانما افتتح بها الکلام (ما ابقینا) ای ماخلّفنا وراءنا من الاٰثام (و القین) ای او سل ربك ان یلقین (سکینة علینا* و ثبت الاقدام) ای وان یثبت الاقدام (ان لاقینا) العدو (فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من هذا السائق قالوا عامر بن الاکوع قال یرحمه الله) وعند احمد من روایة ایاس بن سلمة فقال غفرلك ربك قال وما استغفر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانسان یخصه الا استشهد قال رجل من القوم هو عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه کما فی مسلم (وجبت) له الشهادة بدعائك له

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یعنی حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے ہوئے حضور معاف فرمادیں۔ حضور کے لئے خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر فدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلاء یا تکلیف آتی تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اس کی محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں) رہا یہ کہ ابتداء میں اللھم ہے اس سے مقصود حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام سے ابتدائے کلام ہے اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں مقابلہ دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں یعنی اپنے رب جل وعلا سے ان مراعات کی دعا فرمادیں۔ یہ اشعار سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم نے دریافت فرمایا: یہ کون اونٹوں کو رواں کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: عامر بن اکوع۔ حضور نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت کرے۔ اور مسند احمد (و صحیح مسلم) میں بروایت ایاس بن سلمہ (اپنے والد ماجد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے) ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے) فرمایا: تیرا رب تیری مغفرت فرمائے اور حضور (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا

(یانبی اللہ لو لا امتعتنابہ)ابقیتہ لنا لنتمتع بہ[1]۔	نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا (لہذا) حاضرین میں سے ایک صاحب یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ جیساکہ صحیح مسلم میں تصریح ہے عرض کی: یارسول! حضور کی دعا سے عامر کے لئے شہادت واجب ہو گئی حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انہیں ابھی زندہ رکھتے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے۔انتہٰی۔

یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ "حضور انہیں زندہ رکھتے"۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔یہ حدیث ابن اسحٰق نے اس سند سے روایت کی:

حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث عن ابی الھیشم بن نصر بن دھر ن الاسلمی ان اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع فذکرہ[2]۔	بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن الحارث نے انہوں نے ابی الہیثم بن نصر بن دہر اسلمی سے کہ انکے والد نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عامر بن اکوع کو یہ فرماتے ہوئے سنا تو اس کا ذکر کر دیا۔(ت)

اسی میں ہے:

فقال عمر بن الخطّاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وجبت واللہ یارسول اللہ لو امتعتنا بہ،فقتل یوم خیبر شھیدًا[3]۔	امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی خدا کی قسم شہادت واجب ہو گئی، یارسول اللہ! کاش حضور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ یاب رکھتے۔وہ روز خیبر شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیز امام احمد نے مسند میں بطریق ابن اسحٰق روایت فرمائی:

حدثنا یعقوب ثنا ابی عن ابن اسحٰق ثنا محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی الحدیث[4] سندًا و متنًا بید انہ اقتصر	ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے کہ ہمیں میرے باپ نے بحوالہ ابن اسحاق حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے سند و متن مذکور کے ساتھ

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۱۴تا۲۱۶

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر دار ابن کثیر بیروت الجزئین الثالث والرابع ص ۳۲۸و۳۲۹

[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر دار ابن کثیر بیروت الجزئین الثالث والرابع ص۳۲۹

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث نصر بن دھر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۱

علی الاشعار ولم یذکر دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنه وفیه فاحدلنا مکان قوله فخذلنا ولعل ھذا ھو الاصوب واللہ تعالٰی اعلم۔	حدیث بیان کی سوائے اس کے کہ انہوں نے صرف اشعار پر اکتفاء کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعا مبارک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مبارک ذکر نہیں کیا۔ اور اس روایت میں "فخذلنا" کی جگہ لفظ "فاحدلنا" ہے۔ شاید یہی زیادہ درست ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

حدیث ۹۴: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ انہوں نے ایک تصویر دار قالین خریدا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے دروازے پر رونق افروز رہے اندر قدم کرم نہ رکھا، ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے چہرہ انور میں اثر ناراضی پایا (اللہ انہیں ناراض نہ کرے دونوں جہان میں) عرض کرنے لگیں:

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسوله ماذا اذنبت[1]۔	یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

حدیث ۹۵: چالیس ۴۰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم باہم بیٹھے مسئلہ قدر وجبر میں بحث کرنے لگے ان میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے روح امین جبریل علیہ السلام نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں کہ انہوں نے نئی راہ نکالی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے کہ وہ وقت حضور کی تشریف آوری کا نہ تھا صحابہ سمجھے کوئی نئی بات ہے۔ آگے حدیث کے پیارے پیارے الفاظ دلکش ودلنواز یوں ہیں:

وخرج علیھم ملتمعاً لونه متوردۃ وجنتاہ کانما تفقّأ	یعنی حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ان پر اس حالت میں برآمد ہوئے کہ رنگ

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸۱/۲، صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۱/۲، مسند امام احمد عن عائشه صدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها المکتب الاسلامی بیروت ۲۴۶/۶، مصنف عبدالرزاق باب التماثیل وماجاء فیه حدیث ۱۹۴۸۴ المجلس العلمی بیروت ۳۹۸/۱۰

بحب الرمان الخامض فنهضوا الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم حاسرین اذرعهم ترعد اکفهم و اذرعهم فقالوا تبنا الی الله ورسوله الحدیث۔ الطبرانی [1] فی الکبیر عن ثوبان رضی الله تعالٰی عنه مولٰی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔	چہرہ اقدس کا (شدت جلال سے) دہک رہا ہے، دونوں رخسارہ مبارک گلاب کی طرح سرخ ہیں گویا انار ترش کے دانے پھوٹ نکلے ہیں، صحابہ کرام یہ دیکھتے ہی حضور کی طرف (عاجزی کے ساتھ) کلائیاں کھولے ہاتھ تھرتھراتے کانپتے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ ہم اللہ ورسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی نے کبیر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان احادیث سے ثابت کہ صدیقہ وصدیق وفاروق وغیرہم اکتالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے توبہ کرنے میں اللہ قابل التوب جل جلالہ کے نام پاک کے ساتھ اس کے نائب اکبر نبی التوبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور پر نور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمایا حالانکہ توبہ بھی اصل حق حضرت عزت عزجلالہ کا ہے۔ ولہٰذا حدیث میں ہے ایک قیدی گرفتار کرکے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لایا گیا وہ بولا:

اللهم انی اتوب الیك ولا اتوب الی محمد۔	الٰہی! میری توبہ تیری طرف ہے، نہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عرف الحق لاهله۔ احمد [2] والحاکم وصححه وروی عن الاسود بن سریع رضی الله تعالٰی عنه۔	حق کو حق والے کے لئے پہچان لیا۔ احمد وحاکم نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اس کو اسود بن سریع سے روایت کیا۔ (ت)

[1] المعجم الکبیر عن ثوبان رضی الله عنه المکتبة الفیصلیة بیروت ۲/ ۹۵و۹۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث اسود بن سریع رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۵، کنزالعمال حدیث ۸۷۲۵ مؤسسة الرساله بیروت ۳/ ۲۷۷ کنزالعمال حدیث ۱۱۶۱۲ مؤسسة الرساله بیروت ۴/ ۲۴۶، کشف الخفاء حدیث ۱۷۲۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۵۵

حدیث ۹۶: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب ان کی توبہ قبول ہوئی انہوں نے مولائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ [1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے صدقہ کر کے۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ای صدقۃ خالصۃ للہ ولرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالی بمعنی اللام [2]۔	یعنی اس حدیث میں اللہ ورسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنی اللہ ورسول کے لیے تصدق ہیں، تو حاصل یہ کہ اپنا سارا مال خاص خدا اور رسول کے نام پر تصدق کردوں تبارک و تعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ چنانچہ اس میں الی بمعنی لام ہے۔ (ت)

حدیث ۹۷: یمن کی ایک بی بی اور ان کی بیٹی بارگاہ بیکس پناہ محبوب الہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **تعطین زکوٰۃ ھذا** اس کی زکوٰۃ دے گی۔ عرض کی: نہ فرمایا: **ایسرّکِ**

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۹۲ وکتاب الوصایا ۱/۳۸۶ وکتاب المغازی ۲/۶۳۶، صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۶۰، سنن ابی داود کتاب الایمان والنذر باب من نذران یتصدق بمالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۱۴، سنن النسائی کتاب الایمان باب اذا اھدی مالہ علی وجہ النذر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۴۷، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ ۴/۱۸۱ وکتاب السیر ۹/۳۵ و کتاب الایمان ۱۰/۶۸ دارصادر بیروت، مسند امام احمد حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۵۴، ۴۵۹، ۴۵۶، المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/۴۲۵

[2] ارشادالساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۹۲

ان یسورك اللّٰہ بھما یوم القیٰمة سوارین من نار ۔کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن انکے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے ؟ان بی بی نے فوراً وہ کنگن اتار کر ڈال دئے اور عرض کی:

ھما للّٰہ ورسولہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم۔احمد [1] و ابو داؤد والنسائی عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما بسند لامقالہ فیه۔	یا رسول اللہ ! یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔(احمد وابوداود ونسائی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند ''اس میں کلام نہیں'' روایت کیا۔ت)

حدیث ۹۸: کہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توبہ قبول ہوئی انہوں نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول اللّٰہ انی اھجر دار قومی التی اصبت بھا الذنب وانخلع من مالی صدقة الی اللّٰہ والی رسوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم۔	یارسول اللہ ! میں اپنی قوم کا محلّہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی چھوڑتا ہوں اور اپنے مال سے اللہ ورسول کے نام پر تصدق کرکے باہر آتا ہوں جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:اے ابولبابہ ! تہائی مال کافی ہے۔انہوں نے ثلث مال اللہ ورسول کے لئے صدقہ کردیا عزجلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم عن ابن شھاب الزھری عن الحسین بن السائب بن ابی لبابة عن ابیه رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال لما تاب اللّٰہ علی جئت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی	طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے ابن شہاب زہری سے انہوں نے حسین بن سائب بن ابولبابہ سے بحوالہ اپنے باپ کے روایت کیا وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالٰی نے میری توبہ قبول فرمائی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

[1] سنن ابی داود کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۸،سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الحلی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۴۳،مسند امام احمد عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۷۸ و ۲۰۴ و ۲۰۸،مسند امام احمد عن اسماء بنت یزید المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۶۱

علیہ وسلم فقلت فذکرہ[1]۔	پھر پوری حدیث ذکر کی۔(ت)

یہ حدیثیں جان وہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقبول رکھتے ہیں، وللہ الحجۃ البالغۃ۔

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر امام المشاہدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی، مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق عتیق سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آزاد کرکے حاضر بارگاہ عالم پناہ ہوئے۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے غلام ہیں میں نے آپ کی خاطر اسکو آزاد کردیا ہے۔)

اور پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کررہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہئے، وہابیت کا جن کتنا مچلے، نجدیت کی آگ کہاں تک اچھلے، مگر ہاں امیر المومنین غیظ المنافقین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا درہ سیاست دکھایا چاہئے کہ بھوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دبے، وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۹۹: شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بحوالہ روایت ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر وکتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ناقل کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبے میں برسرمنبر فرمایا:

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکنت عبدہ	میں حضور پرنور آقا ومولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا پس میں حضور کا بندہ

[1] المعجم الکبیر عن ابی لبابۃ حدیث ۴۵۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳۳/۵، کنزالعمال بحوالہ طب وابی نعیم عن الزھری حدیث ۱۷۰۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۹۱/۶، کنزالعمال بحوالہ طب وابی نعیم عن الزھری حدیث ۴۶۱۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶۲۴/۱۶

[2] مثنوی معنوی معاتبہ کردن حضرت رسول باصدیق الخ دفتر ششم نورانی کتب خانہ پشاور ص۲۹

وخادمه[1]۔	اور حضور کا خدمتی تھا۔

اقول: یہ حدیث ابوحذیفہ مذکور نے فتوح الشام اور حسن بن بشران نے اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے نیز ابن بشران نے امالی، ابو احمد دہقان نے حرز حدیثی، ابن عساکر نے تاریخ، لالکائی نے کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ عنہم سے روایت کی جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے لوگوں پر ان کے شدت جلال سے عجب ہیبت چھائی یہاں تک کہ لوگوں نے باہر بیٹھنا چھوڑ دیا کہ جب تک امیر المومنین کا برتاؤ نہ معلوم ہو متفرق رہو، لوگ بولے صدیق اکبر کی نرمی اس درجہ تھی کہ مسلمانوں کے بچے جب انہیں دیکھتے دوڑتے ہوئے باپ باپ کہتے انکے پاس جاتے وہ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، اوران کی ہیبت کی یہ حالت ہے کہ مردوں نے اپنی مجالس چھوڑ دیں۔ جب امیر المومنین کو یہ خبر پہنچی حکم دیا کہ جماعت نماز کے لئے پکار دیں۔ لوگ حاضر ہوئے امیر المومنین منبر پر وہاں بیٹھے جہاں صدیق اکبر اپنے قدم رکھتے تھے اور فرمایا کہ مجھے کافی ہے صدیق کے قدموں کی جگہ بیٹھوں، جب سب جمع ہولئے امیر المومنین نے منبر اطہر سید ازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد وثنا الٰہی ودرود رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کہا:

یا یھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ وذلك انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ۔	لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی ودرشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور خدمتگار تھا۔

حضور کی نرمی ورحمت وہ ہے جس کی نظیر نہیں، اللہ عزوجل نے خود اپنے اسمائے کریمہ سے دو نام حضور کو عطا فرمائے رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو میں حضور کے سامنے شمشیر برہنہ تھا وہ چاہتے مجھے نیام میں فرماتے چاہتے چلنے دیتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے راضی تشریف لے گئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، پھر صدیق مسلمانوں کے کام کے والی ہوئے، ان کی نرمی ورحمت وکرم کی حالت تم سب پر روشن ہے

[1] کنز العمال حدیث ۱۴۱۸۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶۸۱/۵، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل التاسع دار المعرفۃ بیروت ۲۷۱/۲

فکنت خادمه وعونه میں ان کا خادم اور ان کا سپاہی تھا۔اپنی شدت ان کی نرمی کے ساتھ لاتا،ان کے سامنے تیغ عریاں تھا وہ چاہتے نیام میں کرتے خواہ رواں فرماتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے،اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت،اب کہ میں تمھارا والی ہوا، جان لو کہ وہ شدت دونی ہوگئی درجوں بڑھ گئی، مگر کس پر ہوگی۔ان پر جو مسلمانوں پر ظلم وتعدی کریں،اور دینداروں کے لئے تو میں خود ان کے آپس سے بھی زیادہ نرم ومہربان ہوں، جسے ظلم وزیادتی کرتے پاؤں گا اسے نہ چھوڑوں گا اس کا ایک گال زمین پر رکھ کر دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا یہاں تک کہ حق کو قبول کرلے۔سعید بن مسیب وابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے فرمایا:

فوفی عمر واللہ بما قال وکان ابا العیال[1]۔	خدا کی قسم عمر نے جو فرمایا پورا کر دکھایا،وہ رعیت کے لئے مہربان باپ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔یہ مختصر ہے۔اور بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے۔(ت)

دیکھو امیر المومنین فاروق اعظم کا سا اشد الناس فی امر اللہ برملا بر سر منبر اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ بتا رہا ہے اور مجمع عام صحابہ کرام سنتا اور برقرار رکھتا ہے۔وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ (تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اسی کی حجت بُلند ہے۔ت) امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بجرم ترویج تراویح جسے اس جناب فاروقیت مآب نے بدعت مان کر اچھا بتایا اور فرمایا:

نعم البدعۃ ھذہ[2]۔	یہ بدعت بہت خوب وحسن ہے۔

وہابی بیڑے کے بعض احیوٹ بہادر مثل نواب بھوپالی قنوجی وغیرہ صراحۃً معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ ہی چکے اب اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ ماننے پر شرک کا اطلاق کرتے انھیں کیا

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷/۲۱۱،۲۱۰،کنز العمال بحوالہ ابن بشیر ان وابی احمد دھقان واللالکائی حدیث ۱۴۱۸۴مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵/۶۸۱تا ۶۸۳

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹

لگتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذالم تستحی فاصنع ماشئت[1]۔	جب تو بیحیا ہو جائے تو پھر جو چاہے کر۔(ت)

ع بیحیا باش ہرچہ خواہی کن

بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔(ت)

مگر صاحبو! ذرا سوچ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن زیر سنگ خاراد با ہے۔

یوں نظر دوڑے نہ ترچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اے عبید الہوا، اے عبید الدراہم وعبید الدنیا! اب بھی عبد النبی، عبد الرسول۔ عبد المصطفٰی کو شرک کہنا۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث۱۰۰: بحمد اللہ ایک سے ایک زائد سنتے جایئے: ایک دن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بر سر منبر گود میں لے کر فرمایا:

ھل انبت الشعر علی رؤسنا الا ابوك۔	ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہوئے ہیں۔ تمھارے ہی باپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اگائے ہوئے ہیں۔

یعنی جو کچھ عزت، نعمت و دولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن سعد فی الطبقات[2] عن السید الحسین صلی اللہ تعالٰی علی جدہ وابیہ وامہ واخیہ وعلیہ وبنیہ وبارك وسلم۔	ابن سعد نے طبقات میں سید امام حسین، اللہ تعالٰی ان کے جد کریم، ان کے والد ماجد، ان کی والدہ ماجدہ، ان کے بھائی اور ان کے بیٹوں پر برکات وسلامتی نازل فرمائے، سے روایت کیا۔(ت)

حدیث۱۰۱: کہ ایک بار امیر المومنین حسن مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وسلم نے کاشانہ

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸، ۶۵۳، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۷/۲۳۷، ۲۳۶

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

خلافت فاروقی پر اذن طلب کیا ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دروازے پر حاضر ہو کر اذن مانگا، امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اجازت نہ دی، یہ حال دیکھ کر سیدنا امام مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی واپس آگئے، امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں بلا بھیجا، انھوں نے آکر کہا: یا امیر المومنین! میں نے خیال کیا کہ اپنے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دیں گے، فرمایا:

انت احق بالاذن منه وهل انبت الشعر فی الراس بعد الله الا انتم۔ رواہ الدار قطنی[1]۔	آپ ان سے زیادہ مستحق اذن ہیں اور یہ بال سر پر اللہ عزوجل کے بعد کس نے اگائے ہیں سوا تمھارے (اس کو دار قطنی نے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۰۲: سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے کہا:

ای بنی لو جعلت تاتینا تغشانا۔	اے میرے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ ہمارے پاس آیا کریں۔

ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کر رہے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دروازے پر رکے ہیں عبداللہ پلٹے ان کے ساتھ میں بھی واپس آیا، اس کے بعد امیر المومنین مجھے ملے، فرمایا: لم اراك جب سے پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا یعنی تشریف نہ لائے میں نے کہا: یا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے آپ کے صاحبزادے کے ساتھ واپس چلا گیا۔ امیر المومنین نے فرمایا:

انت احق من ابن عمر فانما انبت ماتری فی رء وسنا الله ثم انتم[2]۔	آپ ابن عمر سے مستحق تر ہیں یہ جو آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں یہ اللہ ہی نے تو اگائے ہیں۔

[1] الدار قطنی

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن راویہ حدیث ۳۷۶۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۵۵، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۴۱

پھر آپ سے ایک اور روایت میں ہے:

هل انبت الشعر غيركم۔ الخطيب من طريق يحيى بن سعيد ن الانصاری عن عبيد بن حنين ثنی الحسين ابن علی رضی الله تعالٰی عنهما وكذا ابنا سعد وراهو يه والاخرٰی رواها الحافظ محب الدين الطبری فی الرياض النضرة من طريق عبيد بن حنين لاحد الريحانتين رضی الله تعالٰی عنهما۔	کیا سر پر بال کسی اور نے اگائے ہیں سوائے تمہارے؟ (خطیب نے یحیٰی بن سعید انصاری کے طریق سے عبید بن حنین سے روایت کی کہ مجھے حسین بن علی نے حدیث بیان کی۔ یونہی سعد اور راہویہ کے بیٹوں نے روایت کی۔ اور ایک اور حدیث جس کو محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں بطریق عبید بن حنین دونوں شہزادوں یعنی حسنین کریمین میں سے ایک کے بارے میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حافظ الشان امام عسقلانی الاصابۃ فی تمییز الصحابہ میں اسے بروایت خطیب ذکر کرکے فرماتے ہیں: سندہ صحیح [1]۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ان حدیثوں کا سنانا کہیں وہابی صاحبوں کو رافضی بھی نہ کردے۔

"قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞" [2]۔	تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

شاہزادوں سے امیر المومنین کے اس فرمانے کا مطلب بھی وہی ہے جو لفظ اول میں تھا کہ یہ بال تمہارے مہربان باپ ہی نے اگائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جس طرح اراکین سلطنت اپنے آقازادوں سے کہتے ہیں کہ جو نعمت ہے تمہاری ہی دی ہوئی ہے یعنی تمہارے ہی گھر سے ملی ہے۔

حدیث ۱۰۳: کہ حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی ابیہا وعلیہا وعلٰی بعلہا وابنیہا وبارک وسلم اپنے دونوں شاہزادوں کو لے کر خدمت انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: **یارسول الله انحلهما** یارسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔ **قال نعم**

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۷۲۰ حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما دارالفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

قاسم خزائن الٰہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں منظور۔ اما الحسن فقد نحلته حلمی وهیبتی واما الحسین فقد نحلته نجدتی وجودی حسن کو تومیں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

ابن عساکر [1] عن محمد بن عبید الله بن ابی رافع عن ابیه وعمه عن جده رضی الله تعالٰی عنه۔	ابن عساکر نے محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۰۴: کہ جب حضرت خاتون فردوس رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: یانبی الله انحلهما یا نبی الله! ان دونوں کو کچھ عطا ہو۔ فرمایا:

نحلت هذا الکبیر المهابة والحلم ونحلت هذا الصغیر المحبة والرضا۔ العسکری [2] فی الامثال عن جابر بن سمرة عن ام ایمن برکة رضی الله عنهم۔	میں نے اس بڑے کو ہیبت وبردباری عطا کی اور اس چھوٹے کو محبت ورضا کی نعمت دی۔ (عسکری نے امثال میں جابر بن سمرہ سے انہوں نے ام ایمن برکۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۵: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جس مرض میں وصال مبارک ہوا ہے اس میں دو جہان کی شاہزادی اپنے دونوں شہزادوں کو لئے اپنے پدر کریم علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول الله هذان ابنای فورثهما شئیا۔	یارسول اللہ! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں انہیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔

ارشاد ہوا:

اما حسن فله هیبتی وسؤددی واما حسین	حسن کے لیے تو میری ہیبت اور سرداری ہے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۱۴۱

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۳۷۷۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۷۰

فله جرأتي وجودي۔ الطبرانی [1] فی الکبیر و ابن منده و ابن عساکر عن البتول الزهراء رضی الله عنها۔	اور حسین کے لیے میری جرات اور میرا کرم (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے بتول الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

اقول:وبالله التوفیق حلم ومحبت وجود وشجاعت ورضاومحبت کچھ اشیائے محسوسہ واجسام ظاہرہ تونہیں کہ ہاتھ میں اٹھاکردے دیے جائیں اور بتول زہرا کا سوال بصیغہ عرض ودرخواست تھا کہ حضور انھیں کچھ عطافرمائیں جسے عرف نحاۃ میں صیغہ امر کہتے ہیں اور وہ زمان استقبال کے لیے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانہ حال منقضی ہوجائے گا اس کے بعد قبول و وقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا اگرچہ بحالت فورواتصال اسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہرحال درخواست وقبول کوزمانہ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں،اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیافرمایا **نعم** ہاں دوں گا۔ لاجرم یہ قبول زمانہ استقبال کاوعدہ ہوا **فان السؤال معاد فی الجواب ای نعم انحلهما** اس کے متصل ہی حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں اوراس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں۔یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں اوراس سے زمان وعدہ تھااور زمان وعدہ عطانہیں کہ وعدہ عطاپر مقدم ہوتاہے۔لاجرم یہ صیغے اخبارکے نہیں بلکہ انشا ہیں جس طرح بائع ومشتری کہتے ہیں **بعت اشتریت** میں نے بیچی میں نے خریدی۔یہ صیغے کسی گزشتہ خریدوفروخت کی خبر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع وشراپیداہوتی ہے انشا کی جاتی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اسے یہ دیا اسے یہ دیا حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضاومحبت کی دولتیں شاہزادوں کو بخش دیں یہ نعمتیں خاص **خزائن ملك السمٰوات والارض جل جلاله** کی ہیں۔

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹حسین بن علی رضی الله عنه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۱۴۰،المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۲/ ۴۲۳،کنز العمال بحواله ابن منده کر حدیث ۳۰ ۱۸۸ مؤسسة الرساله بیروت ۷/ ۲۶۸،کنز العمال بحواله طب و ابن منده کر حدیث ۳۴۲۷۲ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲/ ۱۱۷،کنز العمال بحواله ابن منده طب،ابی نعیم،کر حدیث ۳۷۷۰۹ مؤسسة الرساله بیروت ۱۳/ ۶۷۰

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

(یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی عطا نہ فرمائے۔ت)

تو وہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے ہی سے وہ نعمتیں حاصل ہو جائیں قطعاً یقینا وہی کر سکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہنچتا ہے جسے اس کے رب جل وعلا نے عطا و منع کا اختیار دیا ہے، ہاں وہ کون، ہاں واللہ وہ محمد رسول اللہ ماذون و مختار حضرۃ اللہ قاسم و متصرف خزائن اللہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، **والحمد للہ رب العالمین**، لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب مستطاب جوہر منظّم میں فرماتے ہیں:

هو صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی من یشاء[2]۔	وہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع انکے ارادے کے زیر فرمان کردیئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ **سلطنت المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی** میں بکثرت ہیں **وللہ الحمد**۔

حدیث ۱۰۶: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر علی قدمی (صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم)	بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی یعنی کفر و شرک کا مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

1

2 الجوہر المنظم الفصل السادس المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲

مالك واحمد وابو داود الطیالسی وابن سعد و البخاری [1] و مسلم والترمذی والنسائی والطبرانی و الحاکم والبیهقی وابونعیم واٰخرون عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اس کو مالک، احمد، ابو داود طیالسی، ابن سعد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم اور دیگر محدثین نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدیث ۱۰۷تا۱۱۱: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد والمقفی والحاشر ونبی التوبۃ ونبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ احمد ومسلم [2] والطبرانی فی الکبیر	میں محمد ہوں اور احمد اور سب انبیاء کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کو روایت کیا احمد، مسلم اور طبرانی نے کبیر میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۷، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱، الشمائل مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حدیث ۳۶۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۵۷۲، مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۴، مؤطا لامام مالك ماجاء فی اسماء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۳۷، الطبقات الکبری ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۱۰۵، المستدرك للحاکم کتاب التاریخ ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۴، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۲تا۱۵۵، مسند ابی داود طیالسی احادیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ الجزء الرابع ص ۱۲۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باسمائہ عالم الکتب بیروت ۱/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۵ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عن ابی موسٰی الاشعری ونحوہ احمد وابن سعدٍ وابی شیبة والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفه وابن مردویه فی التفسیر وابو نعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وابن سعد عن مجاھدٍ مرسلاً یزیدون و ینقصون وکلھم علی الحاشر متفقون۔	ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔اوراس کی مثل احمد،ابن مسعود،ابن ابی شیبہ اوربخاری نے تاریخ میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔اورابن مردویہ نے تفسیر میں،ابونعیم نے دلائل میں، ابن عدی نے کامل میں،ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔اور ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔اورابن سعد نے مجاہد سے مرسلًا روایت کیا۔اس میں راوی کمی بیشی کرتے رہے مگر حاشر پر سب متفق ہیں۔(ت)

حدیث ۱۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کنیسہ یہود میں تشریف لے جاکر دعوت اسلام فرمائی،کسی نے جواب نہ دیا،دوبارہ فرمائی،کوئی نہ بولا۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ابیتم فواللہ انا الحاشر وانا	تم نے نہ مانا توسن لوخدا کی قسم میں ہی حشر دینے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شمائل الترمذی مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۵/۵۷۲،الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارصادر بیروت ۱/۱۰۴،المصنف لابن ابی شیبه کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۸۳ دارالکتب العلمیه بیروت ۶/۳۵۱،دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلته صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم الکتب العلمیه بیروت ۱/۱۲،کنز العمال بحواله عد،وابن عساکر عن ابی الطفیل حدیث ۳۲۱۶۹ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱/۴۶۲و۴۶۳،الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۷ دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۲،الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارصادر بیروت ۱/۱۰۵

العاقب وانا النبی المصطفٰی اٰمنتم اوکذبتم۔ الحاکم[1] وصححه عن عوف بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	والا ہوں، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں، میں ہی نبی مصطفٰی ہوں، چاہے تم مانو یا نہ مانو (حاکم نے عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیااور اس کی تصحیح کی۔ت)

حدیث ۱۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا احمد وانا محمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علی قدمی وانا الماحی الذی یمحوا الله لی الکفر[2]۔	میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر حشر دوں گا، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر کی بلا محو فرماتا ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ اسم ماحی بھی ہمارے مقصود رسالہ سے ہے نیز بجہت اسناد اور نیز یوں کہ معاذاللہ کفر سے بدتر اور کیا بلا ہے، توجو پیارا ماحی کفر ہے اس سے بڑھ کر کون دافع البلاء ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مگر اس نام پاک حاشر کی اسناد کو وہابی صاحب بتائیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ کیا فرمارہے ہیں کہ میں حشر دینے والا ہوں میں اپنے قدموں پر خلائق کو حشر دوں گا۔ تم نے تو قرآن مجید سے یہ سنا ہوگا کہ نشر کرنا حشر دینا خدا کی شان ہے، یہاں بھی تمہاراامام الطائفہ یہی کہے گا کہ نبی نے اپنے آپ کو خدا کی شان میں ملادیا، خدا کی شان تم مدعیان علم وایمان ابھی خدا کی شان ہی کے معنی نہ سمجھے، نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں، تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں کہ موجبہ کلیہ کو اس کا عکس موجبہ جزئیہ لازم ہے، ہاں وہ شان جس سے خدائی لازم آئے نبی کے لیے نہیں ہوسکتی، دفع بلا یا سماع ندا یا فریاد کو پہنچنا یا مراد کا دینا وغیرہ امور نزاعیہ کہ بعطائے رحمانی ووساطت فیض ربانی سے مانے جاتے ہیں لزوم الوہیت سے کیا تعلق رکھتے ہیں **ولٰکن من لم یجعل الله له نورًا فماله من نور** (لیکن جسے اللہ تعالٰی نور عطانہ فرمائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ت)

حدیث ۱۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میرا نام قرآن میں **محمّد** اور انجیل میں

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة قصه ذکر رؤیا عبدالله بن سلام دار الفکر بیروت ۳/ ۴۱۵

[2] المعجم الکبیر عن جابر رضی الله عنه حدیث ۱۷۵۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲/ ۱۸۴، الکامل لابن عدی وهب بن وهب الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۲۵۲۷

احمد اور توارت میں احید ہے وانما سمیت احید لانی احید عن امتی نارجھنم اور میرا نام احید اس لئے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

فلوجه ربك الحمد وعليك الصلٰوة والسلام یا احید یا نبی الحمد۔ ابنا عدی وعساکر [1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	آپ کے رب کے لیے حمد اور آپ پر درود وسلام ہوائے احید، اے نبی حمد۔ اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمہارے نزدیک احید پیارا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلاء تو ہے ہی نہیں، کہہ دو کہ وہ تم سے نار جہنم بھی دفع نہ فرمائیں اور بظاہر امید تو ایسی ہی ہے کہ جو جس نعمت الٰہی کا منکر ہوتا ہے اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی [2]۔	میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے موافق معاملہ فرماتا ہوں۔

جب تمہارا گمان یہ ہے کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع بلا نہیں تو تم اسی کے مستحق ہو کہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ ہوں۔ ایک بار فقیر کے یہاں اس مسئلہ کا ذکر تھا کہ رافضی دیدار الٰہی کے منکر ہیں اور وہابی شفاعت نبوی کے۔ فقیر نے کہا ایک یہی مسئلہ نزاعیہ ہے جس میں ہم اور وہ دونوں راست گو ہیں ہم کہتے ہیں دیدار الٰہی ہوگا اور ہم حق کہتے ہیں ان شاء اللہ الغفار ہمیں ہوگا، رافضی کہتے ہیں نہ ہوگا وہ سچ کہتے ہیں ان شاء اللہ القھار انہیں نہ ہوگا، ہم کہتے ہیں شفاعت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق ہے اور ہم قطعاً حق پر ہیں ان کے کرم سے ہمارے لئے ہوگی، وہابی کہتے ہیں کہ شفاعت محال مطلق ہے، اور وہ ٹھیک کہتے ہیں امید ہے کہ انکے لئے نہ ہوگی۔ ع

گر بر تو حرام ست حرامت بادا
(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ ت)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی ۳/۲۱، الکامل لابن عدی ترجمہ اسحٰق بن بشر دار الفکر بیروت ۱/۳۳۱

[2] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۵، الترغیب والترہیب الترغیب فی الاکثار من ذکر اللہ حدیث ۱ مصطفی البابی مصر ۲/۳۹۳

حاضران گفتند کاے صدر الورٰی　　　راست گو گفتی دو ضد گو راچرا

گفت من آئینہ ام مصقول دوست　　　ترک و ہندو در من آں بیند کہ اوست [1]

(حاضرین نے عرض کی کہ اے سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ نے دو متضاد بات کرنے والوں کو کیسے درست قرار دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوست کا قلعی کیا ہوا آئینہ ہوں، ترک اور ہندو مجھ میں وہی دیکھتا ہے جیسا وہ خود ہے۔ت)

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔ ابن منیع فی معجمہ [2] عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	روز قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر یقین نہ لائے وہ اس کے لائق نہیں (ابن منیع نے اپنی معجم میں زید بن ارقم اور دس سے چند زائد صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں: اطلق علیہ التواتر [3]۔ اس حدیث کو متواتر کہا گیا۔

بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ سہی مگر لا واللہ ہمارا ٹھکانا تو ان کی بارگاہ بیکس پناہ کے سوا نہیں ؎

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں　　　آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا واللہ اگر بفرض غلط بفرض باطل عالم میں ان سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں وہ اپنی حمایت اٹھا کر رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کرلیا اور اسی کی وجہ کریم کو حمد قدیم ہے اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے جس کا کھائیے اسی کا گائیے۔

1

[2] کنز العمال بحوالہ ابن منیع حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث شفاعتی یوم القیٰمۃ حق مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۷۸

؎ چودل با دلبرے آرام گیرد　　　زو صل دیگرے کے کام گیرد

(جب ایک محبوب سے دل آرام پاتا ہے تو دوسرے کے وصل سے اسے کیا کام۔ت)

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں　　　منت غیر کوئی اٹھائی کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی: اے واہ دہ حبیب راکلید ہمہ کار　　　باران درود بررُخ پاکش بار

دستے کہ بدامان کریمش زدہ ایم　　　زنہار بدست دیگرانش مسپار

(اے اللہ! اس حبیب کو ہر معاملے کی چابی عطا فرما اس کے رخ زیبا پر درود کی بارش برسا، جس ہاتھ سے ہم نے اس کا دامن کرم تھاما ہے ہر گز ہم کو دوسروں کا دست نگر نہ بنا۔ت)

؎ تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك وصحبك وبارك وکرم۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خیر، ان اہل شر کے منہ کیا لگئے، مسلمان نظر فرمالیں کہ عیاذاً باللہ نار جہنم سے سخت تر کون سی بلا ہو گی مگر اس کا دافع دافع البلا نہیں ہے یہ کہ وہابیہ کے پاس نہ عقل ہے نہ دین، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۱۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انہوں نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا حضور کیلئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا، فرمایا:

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاحٍ[1]۔	میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔

[1] صحیح البخاری باب بنیان الکعبہ قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ وکتاب الادب المشرک ۲/ ۹۱۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۰۷

حدیث ۱۱۶: کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: **ھل نفعت اباطالبٍ**۔ حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا:

اخرجتہ من غمرۃ جھنم الی ضحضاح منھا۔ البزار[1] **وابویعلی وابن عدی وتمام عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔**	میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا۔(اس کو بزار، ابویعلٰی، ابن عدی اور تمام نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

وہابی صاحبو! مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ایک کافر کے باب میں فرمارہے ہیں کہ اسے میں نے غرق آتش سے کھینچ لیا اسے میں نکال لایا۔اور تم حضور کو مسلمانوں کے لیے بھی دافع البلاء نہیں مانتے، یہ تمہارا ایمان ہے۔ مسلمان اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تصرف، قدرتیں، اختیار دیکھیں، دنیا کیا بلا ہے آخرت کے کارخانوں کی باگیں انکے ہاتھ میں سپرد ہوئی ہیں اور نہ بغیر اللہ عزوجل کے ماذون ومختار کئے کس کی مجال ہے کہ اللہ کے قیدی کی سزا بدل دے جس عذاب میں اسے رکھا ہو وہاں سے اسے نکال لے یہ وہی پیارا ہے جس کی عزت وجاہت جس کی محبوبیت نے دوجہاں کے اختیارات اسے دلادئے۔آخر حدیث سن چکے:

الکرامۃ والمفاتیح یومئذٍ بیدی[2]۔	عزت دینااور تمام کاروبار کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

توارت شریف کاارشاد سن چکے:

یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ	اس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بُلند ہے سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی

---

[1] مسند ابی یعلی عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۰۴۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳۹۹/۲، الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن مجاہد دارالفکر بیروت ۳۱۳/۱، مجمع الزوائد کتاب صفۃ النار تفاوت اھل فی العذاب دارالکتاب العربی بیروت ۳۹۵/۱۰

[2] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرہ ۳۰/۱، مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴، الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ اول من تنشق عنہ الارض مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲۱۸/۲

بالخشوع[1]۔	اور گڑگڑانے میں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث۱۱۷: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انوّرھا بصلاتی علیھم۔ صلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم قدر نورہ وجمالہ وجُودہٖ ونوالہٖ علیہ وعلٰی اٰلہٖ اٰمین۔ھو وابن حبان[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بیشک یہ قبریں ان کے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی نماز سے انہیں روشن کردیتاہوں۔ اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے نور وجمال اور جود وعطاء کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔اس نے اور ابن حبان نے بحوالہ ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو روایت کیاہے۔(ت)

حدیث۱۱۸: ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں تھیں جب انکی وفات ہوئی اور انکی عدت گزری سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں پیام نکاح دیا، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ میں تین باتیں ہیں: انا امرأۃ کبیرۃ۔ میری عمر زائد ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: انا اکبر منك میں تم سے بڑا ہوں۔ عرض کی: وانا امرأۃ غیّور میں رشکناک عورت ہوں۔ (یعنی ازواج مطہرات کے ساتھ شکر رنجی کا اندیشہ ہے۔) فرمایا: ادعوا اللہ عزوجل فیذھب عنك غیرتك میں اللہ عزوجل سے دعا کروں گا وہ تمہارا رشک دور فرمائے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! وانا امرّۃ مصیبۃ یارسول اللہ اور میرے بچے ہیں (یعنی ان کی پرورش کا خیال ہے۔) فرمایا: ھم الی اللہ والی رسولہ۔ بچے اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہیں۔

احمد فی المسند[3] حدثنا وکیع ثنا اسمٰعیل	احمد نے مسند میں کہا ہمیں حدیث بیان کی وکیع نے

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰، السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب الصلٰوۃ علی القبر الخ دار صادر بیروت ۴/ ۴۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۱، المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۴۹۹ و ۵۸۵ و ۹۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۲۴۸ و ۲۷۳ و ۴۰۶

بن عبدالملك بن ابی الصغیراء ثنی عبدالعزیز ابن بنت ام سلمة عن ام سلمة رضی الله تعالٰی عنهما والحدیث فی السنن النسائی[1] وغیرہ۔	ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عبدالملک بن ابوالصغیراء نے، مجھے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن بنت ام سلمہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔اور یہ حدیث سنن نسائی وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

حدیث ۱۱۹: کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر مسیح کذاب میں فرمایا:

ابشروافان یخرج وانا بین اظهرکم فالله کافیکم و رسوله۔ الطبرانی فی الکبیر[2] عن اسماء بنت یزید رضی الله تعالٰی عنهما۔	خوش ہو کہ اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہوا تو اللہ تمہیں کافی ہے اور اللہ کا رسول، جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ طبرانی نے کبیر میں اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت)

یہاں سخت ترین اعداء کے مقابلے میں اللہ ورسول کو کفایت فرمانے والا بتایا کہ خوش ہو بے خوف رہو اللہ ورسول کے ہوتے تمہیں کچھ اندیشہ نہیں۔اللہ اللہ ایسی جلیل حاجت روائیوں مشکلکشائیوں میں اللہ عزوجل کے نام اقدس کے ساتھ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملنا وہابیہ کے زخمی کلیجوں پر خدا جانے کہاں تک نمک چھڑکے گا۔**وللہ الحمد۔**

حدیث ۱۲۰: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اتفاق سے ان دنوں میں کافی مالدار تھا میں نے اپنے جی میں کہا اگر کبھی میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ دن آج ہی ہے، میں اپنا آدھا مال حاضر لایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **ما ابقیت لاهلك** تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟ میں نے عرض کیا: **ابقیت لهم** ان کے لئے بھی باقی چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا: **ما ابقیت لهم** آخر ان کے لیے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی: **مثله** اتنا ہی۔اور صدیق اکبر اپنا سارا مال تمام وکمال لے کر حاضر ہوئے۔سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **یا ابابکر**

[1] الاصابة بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۲۰۵ ام سلمہ بنت ابی امیہ دار الفکر بیروت ۳۲۷/۷، ۳۲۶

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷۰/۲۴

ما ابقیت لاھلك۔اے ابو بکر! گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا ؟عرض کی: ابقیت لھم اللہ ورسولہ۔میں نے گھر والوں کے لئے اللہ ورسول کو باقی رکھا ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔میں نے کہا: میں ابو بکر سے کبھی سبقت نہ لے جاؤں گا۔

الدارمی [1] وابوداود والترمذی وقال حسن صحیح و الشاشی وابن ابی عاصم وابن شاھین فی السنۃ و الحاکم فی المستدرك وابو نعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ کلھم عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	دارمی، ابوداود، ترمذی، شاشی، ابن ابی عاصم اور ابن شاہین نے سنۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابو نعیم نے حلیۃ میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں سب نے امیر المومنین (عمر فاروق) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ دارمی، ابوداود اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔(ت)

حدیث ۱۲۱: کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں فرمایا:

احب اھلی من قد انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ۔ الترمذی [2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے پیارا وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں نے نعمت دی۔(ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

لم یکن احد من الصحابۃ الا وقد انعم اللہ علیہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی	یعنی سب صحابہ ایسے ہی تھے جنہیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۵/ ۳۸۰، سنن ابی داود کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالك آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶، سنن الدارمی باب الرجل یتصدق بجمیع ما عندہ حدیث ۱۶۶۷ دارالمحاسن للطباعۃ القاھرۃ ۱/ ۳۲۹، کنز العمال حدیث ۳۵۶۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۹۱

[2] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زید حدیث ۳۸۴۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۴۴۷

علیه وسلم الا ان المراد المنصوص علیه فی الکتاب و هو قوله تعالیٰ واذتقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه وهو زید لاخلاف فی ذٰلك ولا شك [1] الخ۔	نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے کہ جس کی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے نبی! تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس میں کسی کا خلاف نہ اصلاً شک، اور آیت اگرچہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اتری مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقاۃ۔

اقول: نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہل اسلام اولین وآخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی۔ پاک کردینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیات کریمہ میں سن چکے کہ "وَيُزَكِّيهِمْ ۚ" [2]۔ یہ نبی پاک اور ستھرا کر دیتا ہے بلکہ لاواللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو۔ فرماتا ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝" [3]۔	ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اہل کفر واہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ۔

راست خواہی ہزار چشم چناں — کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

(اگر سچ چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا سیاہ ہونا۔ ت)

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب المناقب والفضائل باب اھل بیت النبی تحت الحدیث ۶۱۷۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۵۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

حدیث ۱۲۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقًا الحدیث۔ ابو داود والحاکم [1] بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا۔ (ابوداود اور حاکم نے بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

پہلی حدیث میں حضور نے فرمایا تھا: "ہم نے غنی کر دیا۔" احادیث عطیہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا کہ فرمایا: "حسن کو مہابت ہم نے دی، علم ہم نے دیا۔ حسین کو شجاعت ہم نے دی، کرم ہم نے دیا، محبت کا مرتبہ، رضا کا مقام ہم نے عطا کیا۔" حدیث اسامہ میں تھا: "اسے نعمت ہم نے بخشی۔" یہاں ارشاد ہوتا ہے: "رزق ہم نے دیا۔" صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك قدر جودك ونوالك وبارك وسلم۔

حدیث ۱۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد جاء کم رسول الیکم لیس بوھن ولا کسل لیحی قلوبًا غلفًا ویفتح اعینًا عمیًا ویسمع اٰذانًا صمًا ویقیم السنۃ عوجًا حتی یقال لاالٰہ الا اللہ وحدہ۔ الدارمی [2] فی سننہ عن جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بیشك تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسول تمہاری طرف بھیجا ہوا جو ضعف وکاہلی سے پاك ہے تاکہ وہ رسول زندہ فرمادے غلاف چڑھے دل، اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں، اور وہ رسول شنوا کردے بہرے کانوں کو، اور وہ رسول سیدھی کردے ٹیڑھی زبانوں کو، یہاں تك کہ لوگ کہہ دیں کہ ایك اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں۔ (دارمی نے اپنی سنن میں جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

اقول: صحیح اذ قال اخبرنا حیوۃ بن شریح ثقۃ شیخ البخاری

---

[1] سنن ابی داود کتاب الخراج والفئی باب فی ارزاق العمال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۲، المستدرك للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۶، کنز العمال حدیث ۱۱۰۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۹۴

[2] سنن الدارمی باب ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۱۵

فی صحیحه و ابو داود و الترمذی بل و احمد و ابن معین وهما من اقر انه ثنا بقیة بن الولید ثقة من الاعلام من رجال مسلم وقد زال مایخشی من لیسه بقوله ثنا بحیر بن سعد ثقة ثبت عن خالد بن معدان ثقة عابد من رجال الستة عن جبیر بن نفیر ن الحضرمی رضی الله تعالٰی عنهما ثقة جلیل مخضرم من الثانیة وقدروی ابن السکن و الباوردی و ابن شاهین مطولا عن عبدالرحمن عن جبیر بن نفیر عن ابیه قال ادرکت الجاهلیة و اتانا رسول رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالیمن فاسلمنا فمرسله کمراسیل سعید بن المسیب اوفوق علا ان المرسل حجة عندنا وعند الجمهور و الحدیث مسلسل بالحمصیین حیوة الی جبیر کلهم اهل حمص۔

حدیث ۱۲۴: کہ دو اونٹ مست ہو کر بگڑ گئے تھے، کسی کو پاس نہ آنے دیتے، مالکوں نے باغ میں بند کردئے تھے، باغ اجاڑتے تھے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور شکایت آئی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، دروازہ کھولنے کا حکم دیا، مامور نے اندیشہ کیا مبادا حضور کو ایذا دیں۔ فرمایا خوف نہ کر، کھول دے۔ کھول دیا۔ ایک دروازے ہی کے پاس کھڑا تھا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ حضور نے مہار ڈال کر حوالے کیا۔ دوسرا منتہائے باغ پر تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اس نے بھی حضور کو دیکھتے ہی سجدہ کیا، حضور نے اسے بھی باندھ کر سپرد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ حال دیکھ کر عرض کی:

یا نبی الله تسجد لك البهائم فما لله عندنا بك احسن من هذا اجرتنا من الضلالة واستنقذتنا من الهلکة افلا تأذن لنا بالسجود۔ ابن قانع و ابو نعیم عن غیلان بن اسامة الثقفی رضی الله[1]	یارسول اللہ! چوپائے تک حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو اللہ کے لیے حضور کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے تو تو اس سے بہت بہتر ہے، حضور نے ہمیں گمراہی سے پناہ دی، حضور نے ہمیں ہلاکت سے نجات بخشی تو کیا حضور ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ (ابن قانع وابو نعیم نے غیلان بن اسامۃ الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

[1] دلائل النبوة لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البهائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۳۰۷۔ ۱۳۶

تعالٰی عنہ ولہ طرق وقد دخل بعضھا فی بعض۔	روایت کیا۔اس کے متعدد طرق ہیں جو کہ بعض بعض میں داخل ہیں۔ت)

وہابیہ کہ گمراہی پسند وہلاکت دوست ہیں، ان سخت ترین بلیات کو بلا کیوں سمجھیں گے کہ ان سے پناہ دینے والے نجات بخشنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء جانیں۔

حدیث ۱۲۵: جب وفد ہوازن خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اپنے اموال واہل وعیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان والا ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتم الظھر فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین اوالمسلمین فی نسائنا وابنائنا۔النسائی[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں (نسائی نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث فرماتی ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنفس نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ"[2] کے معنی کہئے استعانت تو خدا ہی کے ساتھ خاص تھی، یہ ارشاد کیسا ہے کہ ہم سے استعانت کرنا۔اور زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، جو بات خدا کے لیے

---

[1] سنن النسائی کتاب الھبۃ ھبۃ المشاع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۶/۲

[2] القرآن الکریم ۴/۱

خاص ہوچکی غیر خدا کے ساتھ شرک ٹھہر چکی، اس میں حیات و موت، قرب وبعد، ملکیت و بشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیسا کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحیت نہیں رہتی بحال حیات شریک ہو سکتے ہیں یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگا ہے جس نے انہیں حمایت توحید کے زعم میں الٹا مشرک بنادیا ہے ایک بات کو کہیں گے شرک ہے پھر کبھی موت حیات کا فرق کرینگے کبھی قرب و بُعد کا کبھی کسی اور وجہ کا، جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لیے اس کا اثبات شرک تھا ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔اب کھلا کہ انکے امام نے تقویۃ الایمان میں ان وہابی صاحبوں ہی کی نسبت کہا تھا کہ:

"اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعوی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوی، سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر شرک کرتے ہیں"[1]۔

یہ نکتہ یادرکھنے کا ہے کہ انکی بہت فاحشہ جہالتوں کی پردہ دری کرتا ہے **وباللہ التوفیق**۔

حدیث ۱۲۶: طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **امر الشمس فتاخّرت ساعۃ من نہار**[2]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ۔وہ فورًا ٹھہر گیا۔

اقول: اس حدیث حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نماز عصر کی خدمت گزاری محبوب باری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی ادافرمائی۔امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔**الحمد للہ** اسے خلافت رب العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السمٰوٰت والارض میں ان کا حکم جاری ہے تمام مخلوق الٰہی کو

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۳۳، مجمع الزوائد کتاب علامات نبوت باب حبس الشمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۸/۲۹۶

ان کے لئے حکم اطاعت وفرمانبرداری ہے۔وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے،وہ محبوب اجل واکرم وخلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دودھ پیتے تھے گہوارہ میں چاند ان کی غلامی بجالاتا،جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عم مکرم سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی:مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا،

رایتك فی المهد تناغی القمر والیه باصبعك فحیث اشرت الیه مال۔	میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے جس طرح انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنت احدثه ویحدثنی ویلهینی عن البکاء واسمع وجبته حین یسجد تحت العرش۔ البیهقی فی الدلائل [1] والامام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی فی المائتین و الخطیب وابن عساکر فی تاریخ بغداد ودمشق رضی الله تعالٰی عنه۔	ہاں میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا،میں اس کے گرنے کا دھماکہ سنتا تھا جب وہ زیر عرش سجدے میں گرتا۔ بیہقی نے دلائل میں اورامام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے مائتین میں اور خطیب وابن عساکر نے تاریخ بغداد ودمشق میں بیان کیا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔(ت)

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں:فی المعجزات حسن یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔

جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ الکبرٰی کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب وماہتاب درکنار،واللہ العظیم ،ملئکه

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالۃ البیهقی والصابونی وغیرہ باب مناغاۃ للقمر الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۵۳،کنز العمال بحوالہ هق فی الدلائل وغیرہ حدیث ۳۱۸۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۸۳

مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ۔ رواہ مسلم [1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔ (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے:

"تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ۝" [2]۔	برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہل عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی "حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۝" [3]۔ یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا۔ فرمایا: "رُدُّوْهَا عَلَیَّ" [4]۔ پلٹا لاؤ میری طرف۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب ان ملائکہ سے ہے جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلمان نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا اور سیدنا سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے: حکی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال معنٰی قولہ ردوھا علی یقول سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ و السلام بامر اللہ عزوجل للملئکۃ المؤکلین بالشمس ردوھا علی یعنی الشمس فردوھا علیہ حتی صلی العصر فی وقتھا [5]۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد وموضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

[3] القرآن الکریم ۳۸/۳۲

[4] القرآن الکریم ۳۸/۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۵۲

سیدنا لقمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام نوابان بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلاینفذ امر الامنہ ولا ینقل خیر الا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ الا بابی من کان ملکا وسیدًا واٰدم بین الماء والطین واقف اذا رام امرًا لایکون خلافہ ولیس لذاك الامر فی الکون صارف [1]	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانہ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یعنی خبردار ہو میرے ماں باپ قربان ان پر جو بادشاہ وسردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام ابھی آب وگِل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا، تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں۔

اقول: اورہاں کیونکر کوئی ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔

لاراد لقضائہٖ ولا معقب لحکمہٖ۔	اس کی قضاء کو رد کرنے والا اور اس کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔(ت)

یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری ومسلم ونسائی وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ما اری ربك الا یسارع ھواك [2]۔	یارسول اللہ! میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی وشتابی کرتا ہوا۔

مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک ادھر ادھر ہو تو اسے باہر کردو اور کوئی جھوٹا متصوف

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول توطئۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۶

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶

(باقی برصفحہ آئندہ)

نصارٰی کی طرح غلو وافراط والا دبا چھپا ہو تو اسے بھی دور کردو اور تم عبدہ ورسولہ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہو کر یہ حدیث سنو کہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

مرض ابوطالب فعادہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا ابن اخی ادع ربك والذی بعثك یعافینی فقال اللھم اشف عمی فقام کانما نشط من عقال فقال یا بن اخی ان ربك الذی تعبدہ لیطیعك فقال وانت یا عماہ لو اطعتہ لیطیعنك۔ابن عدی [1] من طریق الھیثم البکاء عن ثابت ن البنانی عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یعنی ابو طالب بیمار پڑے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے ابو طالب نے عرض کی: اے بھتیجے میرے! اپنے رب سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی: الٰہی! میرے چچا کو شفا دے۔ یہ دعا فرماتے ہی ابو طالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی، حضور سے عرض کی: اے میرے بھتیجے! بیشک حضور کا رب جس کی تم عبادت کرتے ہو حضور کی اطاعت عــہ کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (اس کلمہ پر انکار نہ فرمایا بلکہ اورتاکیدًا وتائیدًا) ارشاد کیا کہ اے چچا! اگر تو اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یونہی معاملہ فرمائے گا۔ (ابن عدی

عــــہ: یہاں اطاعت کے معنی ہر مراد محبوب حسب مراد محبوب فورًا موجود فرمادے ۱۲منہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صحیح البخاری کتاب النکاح باب الشغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۶، صحیح مسلم کتاب الرضاع باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۳، سنن النسائی ذکر امر رسول اللہ فی النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۶۷، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۳۴

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ الھیثم بن جماز دارالفکر بیروت ۷/۲۵۶۱

	نے بطریق ہیثم البکاء انہوں نے ثابت بنانی سے انہوں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور حدیث سنئے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک بالیقین میں روز قیامت تمام جہان کا سید ہوں، میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو میرے نشان کے نیچے نہ ہو کشائش کا انتظار کرتا ہوا۔ میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ دروازہ جنت پر تشریف فرما ہو کر دروازہ کھلواؤں گا سوال ہوگا کون ہیں؟ میں فرماؤں گا محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ کہا جائے گا مرحبا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو۔ پھر جب میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا اس کے لئے سجدہ شکر میں گروں گا اس پر کہا جائے گا:

ارفع راسك وقل تطاع واشفع تشفع۔	اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری اطاعت کی جائے گی اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

پس جو لوگ جل چکے تھے وہ اللہ کی رحمت اور میری شفاعت سے دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔

الحاکم فی المستدرك[1] وابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنه۔	حاکم نے مستدرک میں اور ابن عساکر نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔(ت)

اسی باب سے ہے حدیث کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ان ربی استشارنی فی امتی ماذا افعل بھم بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ فقلت ماشئت یارب ھم خلقك وعبادك میں نے عرض کیا کہ اے رب میرے! جو تو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ فاستشارنی الثانیة اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پوچھا۔ فقلت له کذٰلك میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ فاستشارنی الثالثة اس نے سہ بارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ فقلت له کذٰلك میں نے پھر وہی عرض کی۔ فقال تعالٰی انی لن اخزیك فی امتك

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الحاکم وابن عساکر صفۃ الشفاعۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۰، کنز العمال بحوالہ ك وابن عساکر حدیث ۳۲۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۴

یا احمد تو رب عزوجل نے فرمایا: اے احمد! بیشک میں ہرگز تجھے تیری امت کے معاملہ میں رسوانہ کروں گا۔ وبشرنی انّ اول من یدخل الجنۃ معی من امتی سبعون الفًا مع کل الفٍ سبعون الفًالیس علیھم حساب اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخل بہشت ہونگے ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے جن سے حساب تک نہ لیا جائیگا۔ آگے حدیث اور طویل و جلیل ہے جس میں اپنے اور اپنی امت مرحومہ کے فضائل جلیل ارشاد فرمائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم آمین!

الامام احمد [1] وابن عساکر عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روز قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ سے مجمع اولین وآخرین میں فرمائے گا:

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یامحمد [2]۔	یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میری تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد!۔

میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک تجھ پر قربان کردیا صلی اللہ علیك وعلٰی اٰلك وبارك وسلم۔

اے مسلمانو، اے سنی بھائی، اے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان ارفع کے فدائی! آفتاب وماہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب ان کے وارث، ان کے فرزند، انکے دلبند، غوث الثقلین، غوث الکونین، حضور پر نور سیدنا ومولانا امام ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض نہ کرلے۔ امام اجل سیدی نورالدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الروفی (جنہیں امام جلیل

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۹۳، کنزالعمال بحوالہ حم وابن عساکر حدیث ۳۲۱۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۴۸، الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان امتہ وضع عنہم الامر مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۲۱۰

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴۲/۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۸۷

عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ المقرادی[1]) سے وصف کیا۔ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود روایت فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو محمد عبدالسلام بن ابی عبداللہ محمد بن عبدالسلام بن ابراھیم بن عبدالسلام البصری الاصل البغدادی المؤلد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدٰی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلٰث و ثلثین وستّمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو حفص عمر الکیمیاتی ببغداد وسنۃ احدٰی وتسعین و خمسمائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یمشی فی الھواء علی رؤس الاشھاد فی مجلسہ ویقول ماتطلع الشمس حتی تسلم علی و تجئی السنۃ الی وتسلم علی وتخبرنی مایجری فیھا و یجیء الشھر ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ، و یجیئ الاسبوع ویسلم علی ویخبرنی بمایجری فیہ و یجیئ الیوم ویسلم علی	یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود وبزار اور حضرت ابو حفص عمر کیمیاتی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بُلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتاہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتاہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا دن جوآتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتاہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! کہ تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

[1] مرآۃ الجنان

ویخبرنی بما یجری فیه وعزة ربی ان السعداء و الاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم الله ومشاهد ته انا حجة الله علیکم جمیعکم انا نائب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ووارثه فی الارض [1]۔صدقت یا سید ی والله فانما انت کلمت عن یقین لاشك فیه ولاوهم یعتریه انما تنطق فتنطق وتعطی فتفرق وتؤمر فتفعل والحمدلله رب العالمین۔	کا وارث ہوں۔سچ فرمایا ہے آپ نے اے میرے آقا،بخدا آپ یقین پر مبنی کلام فرماتے ہیں جس میں کوئی شک اور وہم راہ نہیں پاتا۔بے شک آپ سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں اورآپ کو عطا ہوتا ہے توآپ تقسیم فرماتے ہیں۔زآپ کوامر کیا جاتا ہے توآپ عمل کرتے ہیں۔اورسب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے۔(ت)

اس حدیث کے متعلق کلام نے قدرے طول پایا مگرالحمدللہ کہ مقصود رسالہ سے باہر نہ آیا وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۷: صحیح مسلم شریف وسنن ابی داود وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال کنت ابیت مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه و سلم فاتیته بوضوئه وحاجته فقال لی سل(ولفظ الطبرانی فقال یومًا یا ربیعة سلنی فاعطیك رجعنا الی لفظ مسلم)قال فقلت اسألك مرافقتك فی الجنة	میں حضورپرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لیے آب وضو وغیرہ ضروریات لایا(رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا)ارشاد فرمایا:مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطافرمائیں۔میں نے عرض کی:میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں

[1] بهجه الاسرار ذکر کلما اخبربها عن نفسه الخ دارالکتب العلمیة بیروت ص۵۰

فقال اوغیر ذٰلك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرۃ السجود[1]۔	اپنی رفاقت عطافرمائیں۔فرمایا: کچھ اور؟میں نے عرض کی: میری مراد تو صرف یہی ہے۔فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

ع کہ حیف باشداز وغیر او تمنائے

(حیف ہے اس سے اس کے غیر کی تمنا کرنا۔ت)

ے سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو

معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔"

الحمدللہ یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کش ہے۔حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلقًا بلا قید وبلا تخصیص ارشاد فرمانا سل مانگ کیا مانگتا ہے، جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرماسکتے ہیں دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا: مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے ے

گر خیریت دنیاو عقبٰی آرزو داری بدرگاہش بیاوہرچہ میخواہی تمنا کن

(اگر تو دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کی بارگاہ میں آ اور جو چاہتا ہے مانگ لے۔ت)

شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکۃ المصطفٰی فی ھذہ الدیار سیدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص	مطلق سوال سے کہ آپ نے فرمایا (اے ربیعہ)

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیه قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۳، سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من اللیل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۷، کنز العمال حدیث ۱۹۰۰۶ مؤسسة الرساله بیروت ۷/۳۰۶، المعجم الکبیر عن ربیعه حدیث ۴۵۷۶ المکتبة الفیصلیة بیروت ۵/۵۷و۵۸

نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرچہ خواہد و کراخواہد باذن پروردگار خود دہد[1]۔	مانگ۔اور کسی خاص شے کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دست اقدس میں ہے، جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے عطافرما دیں۔ (ت)

فان من جودك الدنیا وضرتها   ومن علومك علم اللوح والقلم[2]

یہ شعر قصیدہ بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: ''یارسول اللہ! دنیاوآخرت دونوں حضور کے خوان جودو کرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیام قیامت تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک پارہ ہیں۔''

اور پہلا شعر کہ ''اگر خیریت دنیا و عقبٰی الخ'' حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے کہ قصیدہ نعتیہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کیا ہے: الحمدللہ یہ عقیدے ہیں ائمہ دین کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب عالم تاب میں، برخلاف اس سرکش طاغی شیطان لعین کے بندہ داغی جو کہ ایمان کی آنکھ پر کفران کی ٹھیکری رکھ کر کہتا ہے: "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"[3]۔

الا صلّٰی رب محمد علی محمد واٰله وسلم واخری منتقصیه واعاذنا من حالهم وشرهم وسلم اٰمین۔	درود وسلام نازل فرمائے رب محمد محمد مصطفٰی پر اور آپ کی آل پر، اور دوسرا گروہ آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے، اللہ تعالٰی ہمیں انکے حال اور ان کے شر سے بچائے اور سلامت رکھے، آمین (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یؤخذ من اطلاقه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الامر بسؤال انّ	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۶

[2] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل العاشر مرکز اہلسنت گجرات الہند ص ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

الله تعالٰی مکنه من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق[1]۔	کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطافرمادیں۔

والحمدللہ رب العالمین۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں[2]

پھر اس حدیث جلیل میں سب سے بڑھ کر جان وہابیت پر یہ کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں کہ اسئلک مرافقتک فی الجنۃ یارسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقت والا عطا ہو۔

وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرک وہابیت ہے جسے حضور مالک جنت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ قبول فرمارہے ہیں، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

حدیث ۱۲۸: حدیث صحیح وجلیل وعظیم سخت وہابیت کش جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم وبرقرار رکھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہئے:

اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یامحمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی ھذه لیقضٰی لی اللھم	الٰہی! میں تجھ سے مدد مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی

[1] مرقاۃ المفاتیح کتب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول تحت حدیث ۸۹۶ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۶۱۵
[2]

فشفعه فی [1]۔	ہو، الٰہی ! انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت والتجا بھی، مگر حصن حصین شریف کی بعض روایات نے سر سے پانی تیری دیا۔ اس میں لتقضی لی [2] بصیغہ معروف ہے یعنی یارسول اللہ! حضور میری حاجت روافرمادیں۔ مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخةٍ بصیغة الفاعل ای لتقضی الحاجة لی المعنی تکون سببًا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی [3]۔	اور ایک نسخہ میں بصیغہ فاعل (فعل معروف) ہے، یعنی آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی و مقصد برآری میں سبب و وسیلہ بن جائیں۔ چنانچہ اسناد مجازی ہوگا۔ (ت)

اب دافع البلاء کو شرک ماننے کا مول تول کہئے۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۸۹ دارالفکر بیروت ۳۳۶/۵، سنن ابن ماجة ابواب اقامة الصلوٰة باب ماجاء فی صلوٰة الحاجة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۰۰، صحیح ابن خزیمة باب صلوٰة الترغیب والترهیب حدیث ۱۲۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۶/۲، المعجم الکبیر عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۸/۹، المستدرك للحاکم کتاب صلوٰة التطوع دعاء ردالبصر دارالفکر بیروت ۳۱۳/۱، دلائل النبوة للبیهقی باب فی تعلیمه الضریر ماکان فیه شفاء الخ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۶۶/۶تا۱۶۸، عمل الیوم واللیلة للنسائی حدیث ۶۵۷ دار ابن حزم بیروت ص۱۵۹و۱۶۰، الترغیب والترهیب الترغیب فی صلوٰة الحاجة مصطفی البابی مصر ۴۷۳/۱تا۴۷۵

[2] الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰة الحاجة افضل المطابع ص۱۲۵

[3] حرز ثمین شرح الحصن الحصین مع الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰة الحاجة افضل المطابع ص۱۲۵

ثم اقول: (پھر میں کہتاہوں۔ت) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے زمانہ اقدس میں نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نمازیوں عرض کرو ہمارا نام پاک لے کر ندا کرو ہم سے استمداد والتجا کرو، شرک وہابیت کو قعر جہنم میں پہنچانے کو بس یہی تھا کہ:

اولاً: جو شرک ہے اس میں تفرقہ زمانہ حیات وبعد وفات یا تفرقہ قرب وبُعد یا غیبت وحضور سب مردود ومقہور، جس کا بیان اوپر مذکور۔

ثانیاً: حاصل تعلیم یہ نہ تھا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کا بالائی ٹکڑا تو اللہ عزوجل سے عرض کرنا پھر ہمارے پاس حاضر ہو کر یا محمد سے اخیر تک عرض کرنا، اور دعا میں سنت اخفا ہے اور آہستہ کہنے میں وہابیت کی عقل ناقص پر غیبت وحضور یکساں ہے، عادی طور پر دونوں ندا بالغیب ہوں گی، مگر قیامت تو سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوری کر دی کہ زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یہی دعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی اور ندا بعد الوصال سے جان وہابیت پر آفت عظمٰی ڈھائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ ان سے ملے ان سے شکایت کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ائت المیضأۃ فتوضأ ثم اٰت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی فیقضی حاجتی وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معك۔	وضو کی جگہ جاکر وضو کرو پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں دعا کرو کہ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتاہوں کہ میری حاجت روا فرمایئے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحبِ حاجت نے جاکر ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین (عثمان غنی) نے

اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فورًا روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔اور فرمایا: جب کبھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے ان سے کہا: اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش ان سے کی۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا:

واللہ ماکلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر تشکی الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسلم ایت المیضأۃ فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھٰذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ماتفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضرقط۔[1]	خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جاکر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کررہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہوکر آئے گویا کبھی انکی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے فرماتے ہیں: **والحدیث صحیح**[2]۔یہ حدیث صحیح ہے۔**والحمدللہ رب العالمین۔**

حدیث ۱۲۹: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل مدینہ طیبہ سے ارشاد فرمایا:

اصبروا وابشروا فانی قد بارکت	صبر کرو اور شاد ہو کہ بیشک میں نے تمہارے

[1] المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/۱۸

[2] الترغیب والترھیب بحوالۃ الطبرانی الترغیب فی صلٰوۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۶

علی صاعکم ومدکم۔البزار فی مسندہ[1] عن امیر المومنین عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔	رزق کی پیمانوں پر برکت کردی ہے۔(بزار نے اپنی مسند میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اس حدیث نے بتایا کہ اہل مدینہ کے رزق میں برکت رکھنے کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی طرف نسبت فرمایا۔

(رسالہ ضمنی) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳۱۱ھ

(عقلمند کا مقصد کہ بے شک احکام شرع حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں)

احادیثِ تحریم حرم مدینہ بحکم احکم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حدیث ۱۳۰: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی:

اللھم ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا۔ھما واحمد[2] والطحاوی فی شرح معانی الاٰثار عن انس رضی اللّٰہ عنہ۔	الٰہی! بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظّمہ کو حرم کردیا اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اسے حرم بناتا ہوں۔(بخاری، مسلم اوراحمد اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۱: نیز صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ ابرھیم حرم مکۃ ودعا لاھلھا وانی حرمت المدینۃ کما حرم ابراھیم مکۃ وانی	بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظّمہ کو حرم بنادیا اور اس کے ساکنوں کے لیے دعا فرمائی، اور بیشک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم

---

[1] کنز العمال بحوالۃ البزار حدیث ۳۸۱۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۱۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۷، صحیح البخاری، کتاب المغازی غزوہ احد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۵ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۹۰، صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۹، شرح المعانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

دعوت فی صاعها ومدها بمثلی ما دعا ابراهیم لاهل مکة۔ هم [1] جمیعا عن عبدالله بن زید بن عاصم رضی الله تعالٰی عنه۔	کر دیا جس طرح انہوں نے مکے کو حرم کیا اور میں نے اس کے پیمانوں میں اس سے دونی برکت کی دعا کی جو دعا انہوں نے اہل مکہ کے لیے کی تھی (ان سب نے عبداللہ ابن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۲: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: الٰہی! بیشک ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تو نے ان کی زبان پر مکہ معظّمہ کو حرام کیا اللھم وانا عبدك ونبیك وانی احرم مابین لابتیها [2]۔ الٰہی! اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں میں مدینہ طیبہ کی دونوں حدوں کے اندر ساری زمین کو حرم بناتا ہوں۔ امام طحاوی نے اس کے قریب روایت کی اور یہ زائد کیا:

ونهی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یعضد شجرها اویخبط اویؤخذ طیرها [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس کا پیڑ کاٹیں یا پتے جھاڑیں یا اس کے پرندوں کو پکڑیں۔

حدیث ۱۳۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی احرم مابین لابتی المدینة ان یقطع عضاهها او یقتل	بیشک میں حرم بناتا ہوں دو سنگلاخ مدینہ کے درمیان کو کہ اس کی ببولیں نہ کاٹی جائیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب برکة صاع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶، صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینة ودعا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰، مسند احمد بن حنبل عن عبدالله بن زید رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۰، شرح المعانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینة ودعا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲، سنن ابن ماجة ابواب المناسك باب فضل المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲، کنز العمال حدیث ۳۴۸۸۲ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲/۲۴۵

[3] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۳

صیدھا۔ھو واحمد[1] والطحاوی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اور اس کا شکار نہ مارا جائے (مسلم اور احمد اور طحاوی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۴: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا۔ھو والطحاوی[2] عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بیشک ابراہیم نے مکہ معظّمہ کو حرم کردیا اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں (مسلم اور طحاوی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۵: نیز صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللھم ان ابراھیم حرم مکۃ فجعلھا حرمًا وانی حرمت المدینۃ حرامًا مابین مازمیھا ان لایھراق فیھا دم ولا یحمل سلاح لقتال ولا یخبط فیھا شجرۃ الا بعلف[3]۔	الٰہی! بیشک ابراہیم نے مکہ معظّمہ کو حرام کرکے حرم بنادیا اور بیشک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بناکر حرام کردیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لیے اسلحہ اٹھایا جائے نہ کسی پیڑ کے پتے جھاڑیں مگر جانور کو چارہ دینے کیلئے۔

حدیث ۱۳۶: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللھم انی قد حرمت مابین لابتیھا	الٰہی! بیشک میں نے تمام مدنیہ کو حرم کردیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰، مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۱، شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰، شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳

کما حرمت علی لسان ابراھیم الحرم ھو واحمد[1] و الرویانی عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جس طرح تو نے زبان ابراہیم پر حرم محترم کر حرم بنایا (مسلم، احمد اور رویانی نے ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۷: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم بیت اللہ وامنہ وانی حرمت المدینۃ مابین لابتیھا لایقطع عضاھھا ولا یصاد صیدھا۔ ھو والطحاوی[2] عن جابر بن عبداللہ رضی ا للہ تعالٰی عنھما۔	بیشک ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم بنادیا اور امن والا کردیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کیا کہ اس کے خار دار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس کے جانور شکار نہ کئے جائیں (مسلم اور طحاوی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۸: صحیحین میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مابین لابتی المدینۃ وجعل اثنا عشر میلًا حول المدینۃ حمٰی۔ ھما واحمد[3] وعبدالرزاق فی مصنفہ۔	تمام مدینہ طیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم کر دیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل تک سبزہ و درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔ بخاری اور مسلم اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰ تا ۴۴۳، مسند احمد بن حنبل عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۰۹، کنز العمال بحوالہ حم والرویانی عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ حدیث ۳۴۶۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۴۴

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲، کنز العمال بحوالہ مسلم حدیث ۳۴۸۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۲

[3] صحیح البخاری فضائل المدینۃ باب حرم المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۱، صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۸۷، المصنف لعبد الرزاق کتاب حرمۃ المدینۃ حدیث ۱۷۱۴۵ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۰ و ۲۶۱

ابن جریر کی روایت یوں ہے:

حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شجرھا ان یعضد اویخبط۔رواہ عن خبیب الھذلی[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پیڑ کاٹنا یا ان کے پتے جھاڑنا حرام فرمایا۔(اس کو خبیب ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حدیث۱۳۹: صحیح مسلم شریف میں ہے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم مابین لابتی المدینۃ۔ھو والطحاوی[2] فی معانی الاٰثار۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا۔(مسلم اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا۔ت)

حدیث۱۴۰: نیز صحیح مسلم و معانی الآثار میں عاصم احول سے ہے:

قلت لانس من مالك أحرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ قال نعم الحدیث[3]۔زاد ابو جعفر فی روایۃ لایعضد شجرھا[4] ولمسلم فی اخرٰی نعم ھی حرام لایختلٰی خلاھا فمن فعل ذٰلك فعلیہ لعنۃ اللہ و الملئکۃ والناس اجمعین[5]۔	یعنی میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم بنادیا؟ فرمایا: ہاں، اس کا پیڑ نہ کاٹا جائے اس کی گھاس نہ چھیلی جائے، جو ایسا کرے اس پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث۱۴۱: سنن ابی داود میں ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

---

[1]

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰، شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۳

[5] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حرم هذا الحرم[1]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حرم محترم کو حرم بنادیا۔

حدیث ۱۴۲: شرحبیل کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ میں کچھ جال لگارہے تھے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے جال پھینک دیے اور فرمایا:

تعلموا ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حرم صیدها۔ الامام ابو جعفر[2] فی شرح الطحاوی۔	تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا شکار حرام قرار دیا ہے۔ (امام ابو جعفر نے شرح طحاوی میں اس کو بیان کیا ہے۔ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کی:

ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حرم مابین لابتیها[3]۔	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینے کے دونوں سنگلاخ کے مابین کو حرم کردیا۔

حدیث ۱۴۳: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حرم مابین لابتی المدینة ان یعضد شجرها او یخبط[4]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینے کو حرم بنادیا ہے کہ اس کے پیڑ نہ کاٹے جائیں نہ پتے جھاڑیں۔

حدیث ۱۴۴: ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں میں نے ایک چڑیا پکڑی تھی اسے لئے ہوئے باہر گیا میرے والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ ملے شدت سے میرا کان مل کر چڑیا کو چھوڑ دیا اور فرمایا:

حرم رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم صید ما بین لابتیها[5]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینے کا شکار حرام فرمادیا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المناسك باب فی تحریم المدینة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۸

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3]

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[5] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

حدیث۱۴۵: صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم البقیع وقال لاحمٰی الا للہ ورسولہ[1]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بقیع کو حرم بنادیا اور فرمایا: چراگاہ کو کوئی اپنی حمایت میں نہیں لے سکتا سوا اللہ ورسول کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

روی الثلثۃ الامام الطحاوی (تینوں احادیث امام طحاوی نے روایت کیں۔ت)

یہ **سولہ**۱۶ حدیثیں ہیں، پہلی آٹھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے مدینہ طیبہ کو حرم کردیا، اور پچھلی آٹھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا کہ حضور کے حرم کردینے سے مدینہ طیبہ حرم ہوگیا، حالانکہ یہ صفت خاص اللہ عزوجل کی ہے۔ پہلی آٹھ سے پانچ میں اپنے پدر کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی یہی نسبت ارشاد ہوئی کہ مکہ معظّمہ کی حرم محترم انہوں نے حرم کردی انہوں نے امن والی بنادی، حالانکہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان مکۃ حرمھا اللہ تعالٰی ولم یحرمھا الناس۔ البخاری والترمذی[2] عن ابی شریح ن البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بیشک مکہ معظّمہ کو اللہ تعالٰی نے حرم کیا ہے کسی آدمی نے نہ نہیں کیا۔ (بخاری اور ترمذی نے ابی شریح بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

یہ اسنادیں خاص ہمارے رسالے کی مقصود ہیں مگر یہاں جان وہابیت پر ایک آفت اور سخت وشدید تر ہے، مدینہ طیبہ کے جنگل کا حرم ہونا نہ فقط انہیں سولہ بلکہ انکے سوا اور بہت احادیث کثیرہ وارد ہیں۔

حدیث۱۷ صحیحین: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم من کذا الی کذا	مدینہ یہاں سے یہاں تک حرم ہے اس کا

[1] شرح معانی الآثار باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۵

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب لایعضد شجر الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷، سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۸۰۹ دارالفکر بیروت ۲/۲۱۷

لایقطع شجرھا۔ھما واحمد[1] والطحاوی واللفظ للجامع الصحیح۔	پیڑ نہ کاٹا جائے۔امام بخاری اور مسلم اوراحمد اور طحاوی نے روایت کیااور لفظ جامع الصحیح کے ہیں۔ت)

حدیث ۱۸ صحیحین: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم الحدیث ھما[2] والطحاوی وابن جریر واللفظ للمسلم۔	مدینہ حرم ہے(بخاری ومسلم اور طحاوی اورابن جریر نے روایت کیااور لفظ مسلم کے ہیں۔ت)

حدیث ۱۹ صحیحین: مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم مابین عیر الی کذا ولمسلم والطحاوی مابین عیر الی ثور الحدیث[3] زاد احمد وابو داود فی روایۃ لایختلی خلاھا ولاینفر صیدھا[4]۔	مدینہ کوہ عیر سے جبل ثور تک حرم ہے۔احمداور ابو داود نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیاکہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اور اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے۔

[1] صحیح البخاری فضائل مدینہ باب حرمۃ المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱،صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱،کنز العمال بحوالہ حم وغیرہ حدیث ۳۴۸۰۴مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۳۱،مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۴۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲

[3] صحیح البخاری فضائل مدینہ باب حرمۃ المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱،صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲،سنن ابی داؤد کتاب المناسك باب فی تحریم المدینۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸،مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۱،شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۹،سنن ابی داود، کتاب المناسك باب فی تحریم المدینۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸

حدیث۲۰ صحیح مسلم: سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک سے مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

انہاحرم اٰمن، ھو واحمد[1] والطحاوی وابو عوانۃ۔	بیشک یہ امن والی حرم ہے۔(مسلم، احمد، طحاوی اورابو عوانہ نے روایت کیا۔ت)

حدیث۲۱: امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکل نبی حرم وحرمی المدینۃ[2]۔	ہر نبی کے لیے ایک حرم ہوتی ہے اور میری حرم مدینہ ہے۔

حدیث۲۲: عبدالرزاق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم کل دافۃ اقبلت علی المدینۃ من العضۃ الحدیث[3]۔	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر گروہ مردم کو کہ حاضر مدینہ ہو اس کے خاردار درختوں کو ممنوع فرمادیا۔

حدیث۲۳: امام طحاوی بطریق مالک عن یونس بن یوسف عن عطا بن یسار کہ لڑکوں نے ایک روباہ کو گھیر کر ایک گوشے میں کردیا تھا، ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لڑکوں کو دور کردیا، امام مالک فرماتے ہیں اور مجھے اپنے یقین سے یہ یاد ہے کہ فرمایا:

انی حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یُصنع ھذا[4]۔	کیارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حرم میں ایسا کیا جاتا ہے؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳ ومسند احمد بن حنبل عن سھل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۶ وکنز العمال بحوالہ ابی عوانہ حدیث ۳۴۸۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۰ وشرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۸

[3] المصنف لعبدالرزاق باب حرمۃ المدینۃ حدیث ۱۷۱۴۷ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

حدیث ۲۴: مسند الفردوس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

يبعث الله عزوجل من هٰذه البقعة ومن هذا الحرم سبعين الفا يدخلون الجنة بغير حساب يشفع كل واحد منهم فی سبعين الفا وجوههم كالقمر ليلة البدر[1]۔	اللہ تعالٰی روز قیامت اس بقیع اور اس حرم سے ستر ہزار شخص ایسے اٹھائے گا کہ بیحساب جنت میں جائیں گے اور ان میں ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کرے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

اور اگر وہ حدیثیں گنی جائیں جن میں مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کو حرمین فرمایا تو عدد کثیر ہیں، بالجملہ حدیثیں اس باب میں حد تواتر پر ہیں، تو بالیقین ثابت کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے جنگل کا بتاکید تام واہتمام تمام وہی ادب مقرر فرمادیا جو مکہ معظّمہ کے جنگل کا ہے،

بایں ہمہ طائفہ تالفہ وہابیہ کا امام بدفرجام بکمال دریدہ دہنی صاف صاف لکھ گیا: "گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت وپری کے مکانوں کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے"[2]

کیوں، ہم نہ کہتے تھے کہ یہ ناپاک مذہب ملعون مشرب اسی لئے نکلا ہے کہ اللہ ورسول تک شرک کا حکم پہنچائے پھر اور کسی کی کیا گنتی۔ تف ہزار تف بر روئے بد دینی۔ اب دیکھنا ہے کہ اس امام بے لگام کے مقلد کہ بڑے موحّد بنے پھرتے ہیں اپنے امام کا ساتھ دیتے ہیں یا **محمد** رسول اللہ پڑھنے کی کچھ لاج رکھتے ہیں۔ اللہ کے بے شمار درودیں **محمد** رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے ادب داں غلاموں پر۔

تنبیہ نبیہ: مسلمانو! صرف یہی نہ سمجھنا کہ اس گمراہ امام الطائفہ کے نزدیک حرم محترم حضور پرنور مالک الامم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب ہی شرک ہے، نہیں نہیں بلکہ اس کے مذہب

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۱۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۶۰ وکنز العمال حدیث ۳۴۹۶ ۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۶۲

[2] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸

میں جو شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سراپا طہارت کے لیے مدینہ طیبہ کو چلے اگرچہ چار پانچ ہی کوس کے فاصلے سے (کہ کہیں وہابیت کے شرک شد الرحال کا ماتھا نہ ٹھمکے) اس پر راستے میں بے ادبیاں بیہودگیاں کرتے چلنا فرض عین وجز ایمان ہے یہاں تک کہ اگر اپنے مالک وآقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عظمت وجلال کے خیال سے باادب مہذب بن کر چلے گا اس کے نزدیک مشرک ہو جائے گا۔ اسی کتاب ضلالت مآب کے اسی مقام میں "رستے میں نامعقول باتیں کرنے سے"[1]۔ بچنا بھی انہیں امور میں گنادیا جنہیں خدا پر افترآً کہتا ہے '' یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں جو کوئی کسی پیر وپیغمبر کے لیے کرے اس پر شرک ثابت ہے''[2]

سبحان اللہ! نامعقول باتیں کرنا بھی جزو ایمان نجدیہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو ان کا تمام ایمان اسی قدر ہے وہ تو خیر یہ ہو گئی کہ مجتہد الطائفہ کو یہ عبارت لکھتے وقت آیہ کریمہ "فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"[3] (تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت۔ت) پوری یاد نہ آئی ورنہ راہ مدینہ طیبہ میں فسق وفجور کرتے چلنا بھی فرض کہہ دیتا وہ بھی ایسا کہ جو وہاں فسق سے باز آئے مشرک ہو جائے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ ۸۸: حضرات نجدیہ! خدارا انصاف، کیا افعال عبادت سے بچنا انبیاء واولیاء ہی کے معاملے سے خاص ہے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شرک کے کام جائز، نہیں نہیں جو شرک ہے ہر غیر خدا کے ساتھ شرک ہے، تو آپ حضرات جب اپنے کسی نذیر بشیر یا پیر فقیر یا مرید رشید یا دوست عزیز کے یہاں جایا کیجئے تو راستے میں لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کا سر پھوڑتے ماتھا رگڑتے چلا کیجئے ورنہ دیکھو کھلم کھلا مشرک ہو جاؤ گے ہر گز مغفرت کی بو نہ پاؤ گے کہ تم نے غیر حج کی راہ میں ان باتوں سے بچ کر وہ کام کیا جو اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتایا تھا اور اس جوتی پیزار میں یہ نفع کیسا ہے کہ ایک کام میں تین مزے، جدال ہونا تو خود ظاہر اور جب بلا وجہ ہے تو فسوق بھی حاضر اور رفث کے معنی ہر معقول بات کے ٹھہرے تو وہ بھی حاصل۔ ایک ہی بات میں ایمان نجدیت کے تینوں رکن کامل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی

---

[1] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷ و ۸

[2] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷ و ۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

العظیم۔ الحمدﷲ خامہ برق بار رضا خرم سوزی نجدیت میں سب سے نرالا رنگ رکھتا ہے، والحمدﷲ رب العالمین۔

تذییل و تکمیل

اقول: وباﷲ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اﷲ تعالٰی سے ہے۔ت)

احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں: تکوینیہ مثل احیاء واماتت وقضائے حاجت ودفع مصیبت وعطائے دولت ورزق ونعمت وفتح وشکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کردینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔

قال اﷲ تعالٰی "اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ"[1]۔	اﷲ تعالٰی نے فرمایا: کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انہیں حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اﷲ تعالٰی: "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۟"[2]۔	قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سن چکے کہ:

حضرت امیر وذریۃ طاہرہ اوراتمام امت برمثال پیران و مرشدان می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند[3]۔	حضرت امیر (مولا علی کرم اﷲ تعالٰی وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/۸۰

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سوجھتا ہے۔ یہ انکا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچا پن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق وعام کہہ گیا کہ:

''کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں''[1]۔ نیز کہا: ''کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے''[2]۔

صاف تر کہا: ''کسی کی راہ ورسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے''[3]۔ اور آگے اس کا قول:

''سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے''[4]۔

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر وپیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصہ کے ساتھ تصریح کر چکا ہے کہ:

''پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے''[5]

نیز کہا کہ:

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

[4] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

[5] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

''انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں[1]"۔ صرف بتانے جاننے پہچاننے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انہوں نے فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہئے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالٰی نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کئے ہیں اور انہیں غیر کے لیے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ:

''پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ انکی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''[2]۔ تو ذاتی و عطائی کا تفرقہ دین نجدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا: ''نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو''[3]۔

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول کے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دھن کا پکا ہے، والہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ ''مدینے کو حرم میں کرتا ہوں۔ "اس چوٹی کے موحد نے کہ جابجا کہتا ہے کہ "خدا کے سوا کسی کو نہ مانو'' صاف صاف حکم شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا" وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی ردالاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

[2] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۸

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ "[1] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کرجائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے، اوراب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیات گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اوران کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لیے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات عــــہ میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ الھادی الی منائر النور،

عــــہ: مثلاً یہی احکام تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دو ہی یہاں مذکور، یونہی اس مضمون میں کہ خلائق کو موت فرشتے دیتے ہیں، صرف دو آیتیں اوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں، ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کردیں کہ اول پانچ آیتیں کتب سابقہ سے مذکور ہوئی ہیں ان کے سبب پچاس پوری صرف قرآن عظیم سے ہوجائیں۔

آیت ۱: " اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ "[2]۔	بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔
آیت ۲: " جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ "[3]۔	ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔
آیت ۳: " وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ "[4]۔	کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔
آیت ۴: " اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْۤ اَنْفُسِهِمْ "[5]۔	بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔
آیت ۵: " كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ "[6]	ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا منھم بفضل رحمتہ اٰمین (اللہ تعالٰی ہمیں اپنے فضل ورحمت سے انہیں میں سے کردے۔آمین۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

[3] القرآن الکریم ۷/ ۳۷

[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۰

[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۸،۲۷

[6] القرآن الکریم ۱۶/ ۳۱و۳۲

ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت کریں کہ پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

آیت ۴۶: "اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡہَا حَافِظٌ ؕ" [1]۔	کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔
آیت ۴۷: "الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ" [2]۔	یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیروں سے نکال لو روشنی کی طرف انکے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔
آیت ۴۸: "وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ" [3]۔	اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایت جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ توآیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطافرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمدللہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

"پیغمبر خدا نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کرسکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/۴

[2] القرآن الکریم ۱۴/۱

[3] القرآن الکریم ۱۴/۵

کہ برے کام پر ڈرادیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنادیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کردیویں یا فتح وشکست دے دیویں یا غنی کردیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار[1] اھ" ملخصاً۔

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلارہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالایئے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا[2]

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے "اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ"[3] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ع

تا خدا ندہد سلیماں کے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔ت)

یہی فرق ہے جسے گم کرکے تم ہر جگہ بہکے اور "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ"[4]۔ (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیة وتمام العافیة ودوام العافیه و الحمد للہ رب العٰلمین۔	ہم اللہ تعالٰی سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔(ت)

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراك فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵
[2] حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳
[3] القرآن الکریم ۲۸/۵۶
[4] القرآن الکریم ۲/۸۵

آیت ۴۹: "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ" [1]۔	لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کردیا ہے اللہ اوراس کے رسول محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔
آیت ۵۰: "مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ" [2]۔	نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ ورسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار ہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبنّٰی بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح کا پیغام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہاکہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجاکہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، اوران کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اسی بناپر انکار کیا، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالٰی عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا[3]"۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے خصوصًا جبکہ وہ اس کا کفونہ ہو خصوصًا جبکہ عورت کی شرافت خاندان کواکب ثریا سے بھی بُلند و بالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزۃ جل جلالہ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہ کے ترک پر فرمائے جاتے

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۹

[2] القرآن الکریم ۳۳/۳۶

[3] الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/۱۶۵ والدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/۳۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۵۳۷ و ۵۳۸

اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلًا اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائے گا دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا، وللہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنٰی فرمادیں۔ امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

کان الامام ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه من اکثر الائمة ادبًا مع الله تعالٰی ولذٰلك لم یجعل النیة فرضا وسمی الوتر واجبًا لکونهما ثبتا بالسنة لابالکتاب فقصد بذٰلك تمییز مافرضه الله تعالٰی وتمییز ما اوجبه رسول الله صلی الله علیه وسلم فان مافرضه الله تعالٰی اشد مما فرضه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من ذات نفسه حین خیّره الله تعالٰی ان یوجب ماشاء اولایوجب[1]۔	یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ کہ قرآن عظیم سے، تو امام نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالٰی کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرض میں فرق و تمیز کردیں اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔

اس میں بارگاہ وحی وتضرع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا:

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۴۷

کان الحق تعالٰی جعل لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یشرع من قبل نفسہ ماشاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فان عمّہ العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ یارسول اللہ الا الاذخر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر ولو ان اللہ تعالٰی لم یجعل لہ ان یشرع من قبل نفسہ لم یتجرّأ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یستثنی شیئا مما حرمہ اللہ تعالٰی[1]۔	یعنی حضرت عزت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرات نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔

اقول: یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں:

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الا الاذخر لصاغتنا وقبورنا، فقال الا الاذخر[2]۔	یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔

حدیث۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں:

قال رجل من قریش الا الاذخر	ایک مرد قریش نے عرض کی: مگر اذخر

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۰

[2] صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب باب لاینفر صیدالحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷، صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۸و۴۳۹

یارسول اللّٰه فانا نجعله فی بیوتنا وقبورنا۔فقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الا الاذخر الا الا ذخر[1]۔	یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صَرف کرتے ہیں۔نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:مگر اذخر مگر اذخر۔

حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سنن ابن ماجہ میں:

فقال العباس رضی اللّٰه تعالٰی عنه الا الا ذخر فانه للبیوت والقبور فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الا الا ذخر[2]۔	عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں،ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی،

الثانی ما اباح الحق تعالٰی لنبیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان یسنه علی رایه هو کتحریم لبس الحریر علی الرجال وقوله فی حدیث تحریم مکة الا الا ذخر ولو لا ان اللّٰه تعالٰی کان یحرم جمیع نبات الحرم لم یستثن صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الاذخر ونحو حدیث لو لا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی ثلث الیل و نحو حدیث لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا فی جواب من	یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں،مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمت مکہ سے گیاہِ اذخر کو استثناء فرمادیا۔اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظّمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنٰی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دیتا۔اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی:یارسول اللہ!

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابة العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲،صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۹

[2] سنن ابن ماجہ ابواب المناسك فضل المدینة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۳۱

قال له فی فریضة الحج اکل عام یارسو ل الله قال لا و لو قلت نعم لو جبت وقد کان صلی الله تعالٰی علیه و سلم یخفف علی امته وینهاهم عن کثرة السؤال و یقول اترکونی ماترکتم [1] اھباختصار۔	کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم سے نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی امت پر تخفیف وآسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے ہیں مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں۔

اقول: یہ مضمون بھی کہ ''میں نماز عشا کو مؤخر فرمادیتا'' متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۴: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما معجم کبیر طبرانی میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت صلٰوۃ العتمة [2]۔	اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نماز عشا کو پیچھے ہٹادیتا۔

حدیث ۵: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند احمد و سنن ابی داؤد وابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجة ذی الحاجة لاخرت هذه الصلٰوۃ الی شطر اللیل [3]۔ و رواه ابن ابی حاتم بلفظ لولا ان یثقل علی امتی لاخرت صلٰوۃ العشاء الی ثلث اللیل [4]۔	اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک موخر فرمادیتا۔ ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دیتا۔ (ت)

---

[1] میزان الشریعة الکبرٰی فصل شریف فی بیان الذم من الائمة الخ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۶۷

[2] المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۲۱۶۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۱/۴۰۹

[3] سنن ابی داود کتاب الصلٰوۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱، سنن ابن ماجة کتاب الصلٰوۃ باب وقت العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵

[4]

حدیث ۶: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احمد وابن ماجہ ومحمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی ثلث اللیل او نصف اللیل[1]۔	اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹادیتا۔

واخرجه ابن جریر فقال الی نصف اللیل[2]۔ (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ت)

اور ان کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنٰی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ "میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہوجائے" متعدد احادیث صحاح میں ہے۔

حدیث ۷: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم والنسائی[3] (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ت)

حدیث ۸: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاولو قلت نعم لوجبت۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجة[4]۔	ہر سال فرض نہیں اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہوجائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

---

[1] سنن ابن ماجة، کتاب الصلٰوۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰، کنزالعمال بحوالہ حم ومحمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۹

[2]

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۲، سنن النسائی کتاب مناسك الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰۸

[4] سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۰، سنن الترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ۳۰۶۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰، سنن ابن ماجۃ ابواب المناسك باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۳

حدیث۹: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لو جبت ثم اذًا لاتسمعون ولا تطیعون۔ رواہ احمد [1] والدارمی والنسائی۔	میں ہاں فرمادوں تو فرض ہو جائے پھر تم نہ سنو نہ بجا لاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۰: انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لو قلت نعم لوجبت ولو وجبت لم تقوموا بہاولولم تقوموا بہاعذبتم۔ رواہ ابن ماجۃ [2]۔	اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہو جائے اور اگر واجب ہو جائے تو بجا نہ لاؤ اور اگر بجا نہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

اور مضمون اخیر کہ ''مجھے چھوڑے رہو'' یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔	اگر میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہو جاتا اور بیشک تم نہ کر سکتے۔

پھر فرمایا:

ذرونی ماترکتم فانما ھلك من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیآئھم فاذا امرتکم بشیئ فاتوا منہ مااستطعتم واذا نھیتکم	مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے

---

[1] سنن النسائی کتاب مناسك الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱، سنن الدارمی کتاب مناسك الحج باب کیف وجوب الحج دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲/ ۶۱، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۵

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب المناسك باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

عن شیئ فدعوہ۔ رواہ ابن ماجہ[1] مفردا۔	بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ و سوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلٰی حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلٰی درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ اٰمین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[2]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنٰی فرما دیتے۔

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرھا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲، سنن النسائی کتاب مناسك الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱، سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲

[2] المواھب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبرٰی شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بانه یخص من شاء بما شاء من الاحکام [1]۔	باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کردئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالٰی جمع کیں کہ جملہ بائیس ۲۲ واقعے ہوئے وللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سنئے:

حدیث صحیحین ۱ میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان کے ماموں ابوبردہ بن نیاز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی: یارسول اللہ وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ ۶ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا:

اجعلها مكانها ولن تجزی عن احد بعدك [2]۔	اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمھارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصیة له لاتکون لغیرہ اذكان له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یخص من شاء بما شاء من الاحکام [3]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابوبردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بانه یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبة بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲، صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتها قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۴

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۶۵۷

نیز **حدیث**"۱صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطافرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔فرمایا: **ضَحِّ بِها**[1]۔تم اسی کی قربانی کردو۔ سنن بیہقی میں بسند صحیح اتنااور زائد ہے:

ولا رخصة فيها لاحد بعدك[2]۔	تمہارے بعد اور کسی کے لیے اس میں رخصت نہیں۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر قول صحیح[3]۔	قول صحیح کے مطابق احکام حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد تھے۔(ت)

حدیث" صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعت زنان کی آیت اتری اوراس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ **لایعصینك فی معروف**،اور مردے پر بَین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھامیں نے عرض کی؛

یارسول اللہ الا اٰل فلان فانھم کانوا اسعدونی فی الجاھلیة فلابدلی من ان اسعدھم۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا اٰل فلان[4]۔	یارسول اللہ!فلاں گھر والوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھاتو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھاوہ مستثنٰی کردئے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمة الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۲،صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب سن الاضحیة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۵

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الضحایا باب لایجزی الجذع الخ دارصادر بیروت ۹/ ۲۷۰،کنزالعمال حدیث ۱۲۲۵۲ مؤسسة الرسالہ بیروت ۵/ ۱۰۵

[3] اشعہ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الاضحیة الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۹

[4] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

اور سنن نسائی میں ارشاد فرمایا: اذھبی فاسعدیھا۔ جاان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کرکے پھر واپس آکر بیعت کی[1]۔

ترمذی کی روایت میں ہے: فاذن لھا[2]۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

مسند احمد میں ہے، فرمایا: اذھبی فکافیھم[3]۔ جاؤان کا بدلہ اتار آؤ۔

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آل فلاں کے بارے میں وللشارع ان یخص من العموم ماشاء[4]۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرمادیں۔

یہی مضمون **حدیث ۱۲** ابن مردویہ میں عبداللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہما سے ہے:

انھا قالت یارسول اللہ کان ابی واخی ماتافی الجاھلیة وان فلانة اسعدتنی وقدمات اخوھا الحدیث[5]۔	اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھااور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳: ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا سے ہے انہوں نے بھی ایک نوحے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا،

قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لم انح بعد ذٰلك[6]۔	میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی۔ پھر میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب البیعة باب بیعة النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیة ۶۰/ ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

[3] مسند احمد بن حنبل ۶/ ۴۰۷ و ۴۰۸ والدر المنثور تحت الآیة ۶۰/ ۱۲ بیروت ۸/ ۱۳۳

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

[5]

[6] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورة الممتحنة حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

حدیث۱۴: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی عـــہ نے وقت بیعت نوحے کا بدلہ اتارے کا اذن چاہا، فرمایا: **اذهبی فکافیهم**[1]۔ جاؤ عوض کرآؤ۔

اقول: فظاهر ان کلا رخصة تختص بصاحبتها لاشرکة فیها لغیرها فلاینکر بما ذکرنا علی قول النووی ان هذا محمول علی الترخیص لام عطیة فی اٰل فلان خاصة وبمثله یندفع ما استشکلوا من التعارض فی حدیثی التضحیة لابی بردة وعقبة لاسیما مع زیادة البیهقی المذکورة فانه حکم لاخبر ولاشك ان الشارع اذا خص ابابردة کان کل من سواه داخلًا فی عموم عدم الاجزاء وکذا حین خص عقبة فصدق فی کل مرة لن تجزی احدًا بعد فافهم فقد خفی علی کثیر من الاعلام۔	میں کہتاہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحت رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطور خاص آل فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔اوراسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابوبردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندفع ہوجاتاہے خصوصًا اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابوبردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدم اجزاء کے عموم میں داخل ہوگیا۔اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرما دیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔(ت)

حدیث۱۵: طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب ان کے

عـــہ: محتمل ہے کہ یہ بی بی ام عطیہ ہوں لہذا واقعہ جداگانہ نہ شمار ہوا ۱۲منہ

[1] الدرالمنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیة ۶۰/۱۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳/۸

شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبنی ثلثًا ثم اصنعی ماشئت [1]۔	تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

حدیث ۱۶: ابن السکن میں ابو نعمان ازدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو۔ عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقھا السورۃ ولا یکون لاحدٍ بعدك مھرًا [2]۔رواہ سعید بن منصور مختصرًا۔	کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصرًا روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۷: ابی داؤد ونسائی وطحاوی وابن ماجہ وخزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اور **حدیث** [۱۸] مصنف ابن ابی شیبہ وتاریخ بخاری ومسند ابی یعلٰی و صحیح ابن خزیمہ و معجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور **حدیث** [۱۹] حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر بولے: انا اشھد انك قد بایعتہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۴۱، کنز العمال حدیث ۲۷۸۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۶۵۰

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۰۶۳۹ ابو النعمان الازدی دار الفکر بیروت ۶/ ۲۶۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی:

بتصدیقك یارسول اللہ[1] (وفی الثانی) صدقتك بما جئت بہ وعلمت انك لاتقول الا حقا[2] (وفی الثالث) انا اصدقك علی خبر السماء والارض الا اصدقك علی الاعرابی[3]۔	یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہاہوں میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتاہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا:

من شھد لہ خزیمۃ او شھد علیہ فحسبہ[4]۔	خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام "وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ"[5]۔ (اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

حدیث۲۰: صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۲ وشرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۱۰

[2] کنز العمال بحوالہ ع حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۳۷۹ والمعجم الکبیر حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۸۷ واسد الغابۃ ترجمہ ۱۴۴۶ خزیمۃ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱/۶۹۷

[3] کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۳۸۰

[4] المعجم الکبیر عن خزیمہ حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۸۷ وکنز العمال بحوالہ مسند ابی یعلٰی وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۳۸۰، التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۱/۸۷

[5] القرآن الکریم ۲/۶۵

حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔فرمایا: کیا ہے؟عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ فرمایا: لگاتار دومہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟عرض کی: نہ۔فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہے؟عرض کی: نہ۔اتنے میں خرمے خدمت اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کر دے۔عرض کی: اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وقال اذھب فاطعمہ اھلک [1]۔	رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے،اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہوگا سوا دو من خرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہوگیا۔واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے،ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ" فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ " [2] (تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ت) کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹،صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۴،صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۴،سنن الترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی کفارۃ الفطر الخ حدیث ۷۲۴ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۷۵،سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵،سنن ابن ماجۃ ابواب ماجاء فی الصیام باب ماجاء فی کفارۃ من افطر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۲۱،مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۱و۲۸۱،مسند الدارمی کتاب الصیام باب الذی یقع علی امرأتہ فی شھر رمضان دارالمحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۳۴۳و۳۴۴،سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲/۱۷و۴۹ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۰و ۲۰۹،سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲/۲۳۶۳تا۲۷/۲۳۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۳۶تا۳۴۱،السنن الکبری کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اھلہ فی نہار رمضان دارصادر بیروت ۴/۲۲۱و۲۲۲

[2] القرآن الکریم ۲۵/۷۰

خلافت کبرٰی ہے، ان کی ایک نگاہ کرم کبائر کو حسنات کردیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گناہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو ان کا دروازہ بتایا کہ:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ" الاٰية[1]۔	گناہگار تیرے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

والحمدللہ رب العٰلمین۔

یہی مضمون **حدیث ۲۱** مسلم میں ام المومنین صدیقہ[2] رضی اللہ تعالٰی عنہا اور **حدیث ۲۲** مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر[3] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے۔

حدیث ۲۳: دارقطنی میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:

کل انت وعیالك فقد کفر اللہ عنک[4]۔	تو اور تیرے اہل وعیال یہ خُرمے کھالیں کہ اللہ تعالٰی نے تیری طرف سے کفارہ ادا کردیا۔

ہدایہ میں ہے، فرمایا:

کل انت ویالك تجزئك ولا تجزئی احدا بعدك[5]۔	تو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

سنن ابی داؤد میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:

انما کان ھٰذہ رخصۃ له خاصة ولو ان رجلا فعل ذٰلك الیوم لم یکن له بد من التکفیر[6]۔	یہ خاص اسی شخص کے لئے رحمت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[2] صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵

[3] مجمع الزوائد بحوالہ ابو یعلٰی کتاب الصیام باب فی من افطر الخ دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۶۷و۱۶۸

[4] سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواك للصائم حدیث ۲۱/ ۲۳۶۱ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۳۸

[5] الہدایۃ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۰۰

[6] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب من اتی اھلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا وفی الحدیث وجوہ اخر۔

حدیث ۲۴: صحیح مسلم و سنن نسائی وابن ماجہ ومسند امام احمد میں زینت بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ابوحذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یارسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) میرے سامنے آتا جاتا ہے اوہ جوان ہے ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ارضعیه حتی یدخل علیك تم اسے دودھ پلادو کہ بے پردہ تمہارے پاس آنا جائز ہوجائے۔ ام المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے فرمایا:

ماندٰی ھٰذہٖ الا رخصة ارخصها رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لسالم خاصة[1]۔	ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص سالم کے لیے فرمادی تھی۔

حدیث ۲۵: ابن سعد وحاکم میں بطریق عمرہ بنت عبدالرحمٰن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مضمون مذکور، مروی کہ انہوں نے جب حال سالم عرض کیا فامرها ان ترضعیه[2] حضور نے دودھ پلادینے کا حکم فرمایا، انہوں نے دودھ پلادیا اور سالم اس وقت مرد جوان تھے جنگ بدر میں شریک ہوچکے تھے۔ جوان آدمی کو اول تو عورت کا دودھ پینا ہی کب حلال ہے پئے تو اس سے پسر رضاعی نہیں ہوسکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضاعۃ الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۹، سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۸۳، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب رضاع الکبیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۴۱، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۹ و۱۷۴ و۲۴۹، مسند احمد بن حنبل حدیث سہلۃ امرأۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۵۶

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر سالم مولٰی ابی حذیفہ دار صادر بیروت ۳/۸۶ و۸۷، المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ الرضاع فی الکبیر الخ دار الفکر بیروت ۴/۶۱

حدیث ۲۶: صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوفٍ والزبیر فی لبس الحریر لحکمة کانت بھما[1]۔	یعنی عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

حدیث ۲۷: ترمذی وابو یعلٰی وبیہقی میں ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا:

یا علی لایحل لاحد ان یجنب فی ھٰذا المسجد غیری وغیرك[2]۔	اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت داخل ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے[3]۔

حدیث ۲۸: مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: علی کو تین باتیں وہ دی گئیں کہ ان میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی۔ (سرخ اونٹ عزیز ترین اموال عرب ہیں) کسی نے کہا: امیر المومنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: دختر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایرخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۸/۲، صحیح مسلم کتاب اللباس باب اباحة لبس الحریر للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۳/۲، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الحریر لعذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۵/۲، سنن ابن ماجة کتاب اللباس باب من رخص له فی لبس الحریر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۶۵، سنن النسائی کتاب الزینة باب الرخصة فی لبس الحریر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۹۷/۲، مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۵، ۲۵۲

[2] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابی طالب دارالفکر بیروت ۴۰۸/۵، مسند ابن یعلٰی عن ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۳۸ مؤسسة علوم القرآن بیروت ۱۳/۲، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب دخوله المسجد جنباً دارصادر بیروت ۶۶/۷

[3] سنن الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۷۴۸ دارالفکر بیروت ۴۰۹/۵

شادی وسکناه المسجد مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یحل له مایحل له اوران کا مسجد میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کہ انہیں مسجد میں روا تھا جو حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کو روا تھا(یعنی بحالت جنابت رہنا) اور روز خیبر کا نشان [1]۔

حدیث۲۹: معجم کبیر طبرانی وسنن بیہقی وتاریخ ابن عساکر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا ان هذا المسجد لایحل لجنب ولالحائض الا للنبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وازواجه وفاطمة بنت محمد وعلی الا بینت لکم ان تضلوا۔هذا روایة الطبرانی [2]۔	سن لو یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو، مگر سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات وحضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللّٰہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم۔سن لو میں نے تم سے صاف بیان فرماد یا کہ کہیں بہک نہ جاؤ(یہ طبرانی کی روایت ہے۔ت)

حدیث۳۰: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نهانا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عن خاتم الذهب [3]۔	ہمیں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة سدوا هذه الابواب الاباب علی دار الفکر بیروت ۳/۱۲۵

[2] المعجم الکبیر عن ام سلمة رضی اللّٰه عنها حدیث ۸۸۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۳/۳۷۴، السنن الکبیر کتاب النکاح باب دخوله المسجد جنبا دار صادر بیروت ۷/۶۵، تاریخ دمشق الکبیر ترجمه ۵۰۲۹ علی ابن ابی طالب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵/۱۰۸

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۸۸، صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتیم الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۱

قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب [1]۔وروٰی نحوہ البغوی فی الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔	فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔(ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبدالرحمٰن ثنا ابورجاء ثنا محمد بن مالك قال رأیت علی البراء خاتمًا من ذھبٍ وکان الناس یقولون لہ لم تختتم بالذھب وقد نھٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ غنیمۃ یقسمھا سبی وخرثی قال فقسمھا حتی بقی ھذا الخاتم فرفع طرفہ فنظر الی اصحابہٖ ثم خفض ثم رفع طرفہ،ثم خفض ثم طرفہ،فنظر الیھم قال ای براء فجئتہ حتی قعدت بین یدیہ فاخذ الخاتم فقبض علی کرسوعی ثم قال خذ البس ما کساك اللہ ورسولہ [2]۔	یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرمارہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر انظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی،پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفٰی صلی اللہ

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۵/۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۹۴/۴

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

حدیث۳۱: دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

کیف بك اذا لبست سواری کسرٰی۔	وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسرٰی بادشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فتح ہوا اور کسرٰی کے کنگن، کمر بند، تاج خدمت وفاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انہیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلبھما کسرٰی بن ھرمز و البسھما سراقۃ الاعرابی[1]۔ قال العلامۃ الزرقانی لیس فی ھذا استعمال الذھب و ھو حرام لانہ، انما فعلہ تحقیقا لمعجزۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یقرھما فانہ رُوی انہ امرہ فنزعھما وجعلھما فی الغنیمۃ ومثل ھذا لایعد استعمالًا[2]۔ **اقول:** رحمك اللہ من فاضل کبیر الشان انما المعجزۃ	اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسرٰی بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔ علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انہوں نے وہ کنگن اتار دیئے اور آپ نے انہیں مال غنیمت میں شامل فرمادیا اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔ **میں کہتا ہوں** اے فاضل کبیر الشان، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تو رسول اللہ صلی اللہ

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعداللہ الذین اٰمنوا الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۳۲۵و۳۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواھب المقصد الثامن الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۷/۲۰۸

اخبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ سواری کسرٰی فانما تحقیقا بلبسہ وانما حرام اللبس ومن شرط الحرمۃ اللبث فالو اضح ماجنحت الیہ من ان ھذا ترخیص وتخصیص من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسراقۃ ولم یکن فی الحدیث مایدل علی التملیك ففعل امیر المومنین ما ارشد الیہ الحدیث ثم ردھما مردّھما۔	تعالٰی علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقہ کسرٰی کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہوگیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رخصت و تخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیك پر دلالت نہیں چنانچہ امیر المومنین نے وہ کام کای جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھر ان کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔ (ت)

حدیث ۳۲: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیر المومنین علی وحضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا آپ نے (اپنے بیٹے محمد بن حنفیّہ ابوالقاسم) کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پر رکھا اور کنیت عـــہ بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ

عـــہ: شیخ محقق اشعۃ للمعات میں فرماتے ہیں:

علماء رادریں مسئلہ اقوال ست وقول صواب ازیں مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست وتکنی بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان قوی تر وسخت تر بود و ہمچنیں جمع کردن میان نام وکنیت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممنوع بطریق اولٰی وآنکہ علی مرتضٰی کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیر او را جائز نبود[1] اھ لکن فی	اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولٰی ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ۔ (باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۵، ۴۴

تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سیولدلك بعدی غلام فقد نحلته اسمی و کنیتی ولا نحل لاحدٍ من امتی بعدہ۔	عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اسے اپنے نام و کنیت دونوں عطافرمادئے اوراس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

قلت یارسول اللہ ان ولد لی	میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

التنویر من کان اسمه محمد لاباس بان یکنی اباالقاسم اھ[1]۔وعلله فی الدر[2]۔بنسخ النهی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور در میں نسخ نہی کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔

اقول: وکیف یفید النسخ مع نص الحدیث نفسه ان ذٰلك کان رخصة من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لعلی کرم اللہ تعالٰی وجهه کما سیأتی والمرام یحتاج الی زیادة تحری لایرخص فیه غرابة المقام واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منه۔

میں کہتاہوں کہ کیسے مفید ہے نسخ خود نص حدیث کے ہوتے ہوئے کہ بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے رخصت ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔اگرچہ مقصود زیادہ تفصیل کا مقتضی ہے مگر غرابت اس مقام کی اجازت نہیں دیتی۔اوراللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

ولد بعد اُسَمِّیه باسمِ واکنیه بکنتك فقل نعم۔ فکانت رخصة من رسول الله صلی الله تعالٰی علیه و سلم لعلی [1]۔احمد وابوداود [2] والترمذی وصحح وابو یعلی والحاکم فی الکنٰی والطحاوی والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی السنن والضیاء فی المختارة عنه رضی الله تعالٰی عنه۔	بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں حضور کا نام پاک اس کا نام رکھوں اور حضور کی کنیت اس کی کنیت۔فرمایا: ہاں۔یہ مولٰی علی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رخصت تھی۔(امام احمد وابوداؤد وترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔اور ابویعلٰی وحاکم نے کنٰی میں اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۳: صحیح بخاری وترمذی ومسند احمد بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زوجہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لیے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان لك اجر رجل من شهد	بیشک تمہارے لئے حاضرانِ بدر کے برابر ثواب

---

[1] الطبقات الکبری لابن سعد ومن هذه الطبقة ممن روی عن عثمان وعلی الخ دار صادر بیروت ۹۱/۵و۹۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی الله عنه المکتب الاسلامی بیروت ۹۵/۱،سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرخصة فی الجمع بینهما آفتاب عالم پریس ۳۲۳/۲،سنن الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی کراهیة الجمع بین الاسم النبی وکنیه حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۳۸۴/۴،المستدرك للحاکم کتاب الادب قول النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۲۷۸/۴، السنن الکبرٰی کتاب الضحایاباب ماجاء من الرخصة الخ دار صادر بیروت ۳۰۹/۹،شرح معانی الآثار کتاب الکراهیة باب التکنی بابی القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۳۲/۲،مسند ابو یعلٰی عن علی رضی الله عنه حدیث ۲۹۸ مؤسسة علوم القرآن بیروت ۱۸۴/۱،الضیاء المختارة ۳۴۳/۲

بدرًا او سھمہ[1]،	اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمادی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔ سنن ابوداؤد میں انہیں سے ہے:

فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسھم ولم یضرب لاحدٍ غاب غیرہ[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایااور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

حدیث آئندہ کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبہ دار کرکے بھیجاان سے ارشادفرمایا: میں نے تمہارے لئے رعایاکے ہدایا طیب کر دئے اگر کوئی چیز تمہیں ہدیہ دی جائے قبول کر لو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انہیں ہدیہ دیے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے[3]۔

مسند ابویعلٰی میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھدایا العمال حرام کلھا[4]۔	عاملوں کے سب ہدیے حرام ہیں۔

مسند احمد وسنن بیہقی میں اب وحمدی ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۲۳/۱، سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دار الفکر بیروت ۳۹۵/۵، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰۱/۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸/۲

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ سیف فی الفتوح ترجمہ ۸۰۳۷ معاذ بن جبل دار الفکر بیروت ۱۵۴/۵

[4] کنز العمال بحوالہ عن عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱۲/۶

ھدایاالعمال غلول [1]۔	عاملوں کے ہدیے خیانت ہیں۔

حدیث ۳۴: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالٰی عنہمانے) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بایعت فقل لاخلابة [2]۔زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخیار ثلثا [3]۔	جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔ حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر ناموافق پاؤ بیع رد کردو)

یہی مضمون **حدیث ۳۵** سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے وذکر قصةً ولم یذکر الزیادة (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔ت)

امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ وامام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انہیں کو نوازا تھا اوروں کے لیے نہیں، یہی قول صحیح ہے [4]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۴۲۴، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لایقبل منہ ھدیة دار صادر بیروت ۱۰/۱۳۸، کنز العمال حدیث ۱۵۰۶۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۱

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب مایکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۴، صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب ماینھی عن اضاعة المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴، صحیح البخاری فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۵، صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷، کنز العمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۱۵۵

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۷۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۳۰۵، مسندی حمیدی ۲/۷۴

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷

حدیث۳۶: مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔

فیه عن عمر وعن ابی هریرة وعن ابی سعید ن الخدری کلها فی الصحیحین[1] وعن معاویة فی صحیح البخاری[2] وعن عمروبن عنبسة فی صحیح مسلم رضی الله تعالٰی عنهم۔[3]	اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عنبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)۔

خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابو داؤد فی سننه[4] (ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا۔ت) بایںہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتیں:

رواه الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبد الرحمن بن ازهر والمسوَربن مخرمة رضی الله تعالٰی عنهم انهم ارسلوه الی عائشة زوج النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقالوا اقرء علیها السلام منا جمیعا وسلها عن الرکعتین بعد العصر وقل لها بلغنا انك تصلینهما وان رسول الله صلی الله	اس کو بخاری ومسلم نے بحوالہ کریب حضرت ابن عباس بن عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا،ان تینوں نے کریب کو ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انہیں ہمارا سلام کہیں اوران سے نماز عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھو اوران سے عرض کرو کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں حالانکہ رسول اللہ

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱، صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب لا تتحری الصلٰوۃ قبل غروب الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱، صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب من یکرہ الصلٰوۃ الا بعد العصر والفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۱، صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب الاوقات التی نهی عن الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۷۵/۱

[2] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب لاتتحری الصلٰوۃ بعد غروب الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۱

[3] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التی نهی عن الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۷۶/۱

[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۱/۱

تعالٰی علیہ وسلم نھٰی عنھما[1]۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔(ت)

علماء فرماتے ہیں یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے جائز کر دیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموزج البیب ثم الزرقانی فی شرح المواھب[2]۔	امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے انموذج اللبیب میں پھر زرقانی نے شرح المواھب میں بیان کیا۔(ت)

حدیث ۳۷: صحیحین ومسند احمد وسنن نسائی وصحیح ابن حبان میں ام المومنین صدیقہ[3] اور **حدیث ۳۸** احمد ومسلم وابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس[4] اور **حدیث ۳۹**

---

[1] صحیح البخاری کتاب التھجد باب اذا کلم وھو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۴و۱۶۵، صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب الاوقات ان نھی عن الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۷، مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ کتاب الصلٰوۃ باب اوقات النھی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۹۴

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۲، صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۵، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۰۲، سنن النسائی کتاب مناسك الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹، موارد الظمآن کتاب الحج باب الاشتراط فی الاحرام حدیث ۹۷۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۴۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۷، صحیح سملم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۵، سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۹۴۹ دار الفکر بیروت ۲/۲۷۸، سنن ابی داؤد کتاب المناسك باب الاشتراط فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۴۷، سنن النسائی کتاب مناسك الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹، سنن ابن ماجۃ ابواب المناسك باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

احمد وابن ماجہ وابن خزیمہ وابو نعیم و بیہقی میں ضباعہ [1]بنت زبیر اور **حدیث ۴۰** بیہقی وابن مندہ میں بطریق ہشام عن ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ [2]اور حدیث ۴۱ احمد وابن ماجہ وطبرانی میں جدہ [3]ابی بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف اور حدیث طبرانی میں حضرت عبداللہ [4]بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے ؟ عرض کی: یارسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤں گی)۔ فرمایا:

اھلّی واشترطی ان محلی حیث جستنی۔	احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط لگالے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

نسائی نے زائد کیا:

فان لك علی ربك ماستثنیت [5]۔	تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۶۰و۴۲۰، سنن ابن ماجہ ابواب المناسك باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۱۷، صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسك باب اشتراط من بہ علۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۶۴، السنن الکبرٰی کتاب الحج باب استثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/۲۲۱و۲۲، کنزالعمال بحوالہ م،د،ت،ن ھ ھب حدیث ۱۲۳۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۱۲۲

[2] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/۲۲۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۴۹، سنن ابن ماجۃ ابواب المناسك باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۱۷، المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۸۷

[4] المعجم الکبیر عن صباعۃ بنت الزبیر المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۳۳۲تا۳۳۷، مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشتراط فی الحج دارالکتاب بیروت ۳/۲۱۸

[5] سنن النسائی کتاب مناسك الحج باب الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا:

فان حبست او مرضت فقد حللت من ذٰلك بشرطك علی ربك عزوجل[1]۔	اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہوجاؤ گی۔

ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول و معتبر نہیں۔

بل وافقنا علی اختصاصہ بہا بعض الشافعیۃ کالخطابی ثم الرویانی کما فی عمدۃ القاری[2] للامام العینی من باب الاحصار۔	بلکہ اس حکم کے اس صحابیہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ (ت)

حتی کہ **حدیث ۴۳** مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے:

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم عن رجل منھم رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسلم علی انہ لایصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منہ[3]۔	یعنی ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے ان تین کی طرح یہ بھی ترک کردئے لوجوہ یطول ایرادھا وللہ الحمد علی تواتر اٰلائہ۔ (بعض ایسی وجوہ کی بناپر کہ انکا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں اسکی متواتر نعمتوں پر) ۴۳ حدیثیں یہ اور ۸ حدیثیں دربارہ تحریم مدینہ طیبہ جملہ اکاون ۵۱ احادیث ہیں جن میں بہت ازروئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۱۸۰/ ۳۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۲۰۸

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵و ۳۶۳

[4] انموذج للبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اسناد بھی خاص مقصود رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل وہابیہ و تضلیل و تجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصود عالم رسالہ کے ملائم ہیں انہیں بھی گنئے تو شمار احادیث یہاں تک ایک سو چھیانوے ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شیئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ۔ احمد [1] والستۃ الا البخاری عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔	بیشک اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستہ نے (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ولہذا میرا خامہ تیغبار نجدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذبوحین مقبوحین حضرات وہابیہ پر احسان کے لیے یہ پچاسا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالٰی آگے صرف وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جلائل احکام تشریعیہ کی صریح اسنادوں پر مشتمل اور وہ کہ ان دلائل تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کی مؤید و مکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس مبحث کا سلسلہ مسلسل رہے وباللّٰہ التوفیق۔

حدیث ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند امام طحاوی و معجم طبرانی و معرفت بیہقی کلھم بطریق منصور بن المعمر عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللّٰہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الا بن ماجۃ فعن سفیان عن ابیہ عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمونٍ عن خزیمۃ کہ حضرت ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۲، سنن النسائی کتاب الضحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۹، سنن الترمذی کتاب الدیات حدیث ۱۴۱۴ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۵، سنن ابن ماجۃ ابواب الذبائح باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۳۶، سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب فی الدفق بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳، مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۳تا۱۲۵

جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للمسافر ثلثًا ولو مضی السائل علی مسألتہٖ لجعلھا خمسًا[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کردیتے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

اور روایت ابی داؤد اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے: فرمایا:

ولو استزدناہ لزادنا[2]۔	اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھادیتے۔

دوسری روایت طحاوی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جعل المسح علی الخفین للمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یومًا ولیلۃً ولو اطنب لہ السائل فی مسألتہ لزادہ[3]۔	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لیے تین رات دن اور مقیم کے لیے ایک رات دن کردی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور افور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

بیہقی کی روایت اخرٰی یوں ہے:

وایم اللہ لو مضی السائل فی مسألتہٖ لجعلھا خمسًا[4]۔	اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کردیتے۔

یہ حدیث بلاشبہہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلّہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اسے روایت کرکے فرمایا:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص۲۱، شرح معانی الآثار کتاب الطہار باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/۲۷۷

[3] شرح معانی الآثار کتاب الطہار باب المسح علی الخفین الخ ایچ یم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/۲۷۷

هذا حديث حسن صحيح[1]۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔

وهو ان لم يذكر الزيادة فانما المخرج المخرج و الطريق الطريق حيث قال حدثنا قتيبة نا ابو عوانة عن سعيد بن مسروق عن ابراهيم التيمى عن عمرو بن ميمون عن ابى عبدالله الجدلى عن خزيمة بن ثابت رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم[2]۔ وقد اطال الامام ابن دقيق العيد الكلام فى تقوية هذا الحديث والذات عـــه عنه فى كتابه الامام	امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا مگر مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابو عوانہ سے انہوں نے سعید بن مسروق سے انہوں نے ابراہیم تیمی سے انہوں نے عمرو بن میمون سے انہوں نے ابو عبداللہ جدلی سے انہوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب

عـــه: اعظم ما يرتاب به فيه رواية البيهقى عن الترمذى عن البخارى لايصح عندى لانه لايعرف لابى عبدالله الجدلى سماع من خزيمة[3] ع وتلك شكاة ظاهر عنك عارها فان مبناه على ماذهب اليه هو رحمة الله من اشتراط ثبوت	اس میں سب سے بڑا شبہ اس روایت سے کیا جاتا ہے جو بیہقی نے امام ترمذی سے اور انہوں نے امام بخاری سے کی ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث نہیں کیونکہ ابو عبداللہ جدلی کا خزیمہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ وہ شکوی ہے جس کا عار تجھ سے دور ہے، کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے مؤقف کے مطابق اس بات پر ہے کہ (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۵۲
[2] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۵۲
[3] الجوهر النقی حوشی علی السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہار باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/ ۲۷۸ و ۲۷۹

واثرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ[1]۔	لمبی گفتگو فرمائی ہے، اور امام زیلعی نے نصب الرایہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السماع ولو مرۃ للاتصال والصحیح الاجتزاء بالمعاصرۃ هو المنصور علیه الجمهور کما افادہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر وقد اطال مسلم فی مقدمة صحیحه فی الرد علی هذا المذهب لاجرم ان لم یکثر به تلمیذہ الترمذی وحکم بانه حسن صحیح وکذا حکم بصحته شیخ البخاری بامام الناقدین یحیی بن معین۔

راوی کا مروی عنہ سے سماع شرط ہے اگرچہ ایک مرتبہ وہ اتصال کے لیے۔ صحیح یہ ہے کہ معاصرت ہی کافی ہے۔ جمہور کا موقف یہی ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس مذہب کے رد پر طویل بحث کی ہے۔ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے بھی امام بخاری کی تائید نہیں کی اور اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ یونہی امام بخاری کے استاذ امام الناقدین یحیٰی بن معین نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے۔

اقول: علا انه لو سلم فقصواہ الا نقطاع ولیس بقادح عندنا وعند سائر قابلی المراسیل وهم الجهور ثم علك من دندنة ابن حزم ان الجدلی لایعتمد علی روایته فان الرجل فی الجرح والوقعیة کالا عمیین السیل الهوجم و البیعر الصؤل حتی عند الترمذی من المجاهیل والجدلی فقد وثقه الامامان المرجوع الیهما احمد بن

میں کہتا ہوں اگر امام بخاری کی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ انقطاع لازم آتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک اور مسایل کو قبول کرنیوالے دیگر حضرات جو کہ جمہور ہیں کے نزدیک قادح نہیں ہے پھر تم پر ابن حزم کی گنگناہٹ کا سننا لازم ہے کہ جدلی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا، کیونکہ آدمی جرح و تصادم میں دو اندھوں کی مثل ہوتا ہے یعنی بڑھتا ہوا سیلاب اور حملہ کرنیوالا مست اونٹ۔ یہاں تک کہ ترمذی کے ہاں مجاہیل میں سے ہے، اور جدلی کی توثیق ان دو۲ اماموں نے کی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] نصب الرأیۃ کتاب الطهارۃ باب المسح علی الخفین المکتبة النوریة رضویہ پبلشنگ لاہور ۱/۲۳۲تا۲۳۵

فراجعہ ان شئت۔	ان کی پیروی کی ہے۔(ت)

اقول: یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کما لایخفٰی(جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی تو جزم کا منشاء وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام۔

حدیث ۱۴۷: مالک واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك عند كل	اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر نماز کے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حنبل وابن معین فما ھو ابن حزم وانٔش ابن ھزم بعد ھٰذین وھو متفرد فیہ لم یسبقہ احد بھٰذا القول الاتری ان البخاری انما اعلہ اذا علله بانہ لم یعرف سماع الجدلی لابانھا روایہ الجدلی وقد صحح لہ الترمذی وقال فی التقریب[1] ثقہ۔واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ۔

جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور وہ امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین ہیں۔ان دو اماموں کے مقابلہ میں ابن حزن وابن ھزم کیا شے ہے درانحالیکہ وہ اس میں تنہا ہے۔اس سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔کیا تو دیکھتا نہیں کہ امام بخاری نے اس کو اس وجہ سے معلل قرار دیا کہ جدلی کا سماع معروف نہیں، نہ اس وجہ سے کہ یہ جدلی کی روایت ہے۔امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا اور تقریب میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

[1] تقریب التھذیب ترجمہ ابی عبداللہ الجدلی ۸۲۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۲۸

صلٰوۃ[1]۔	مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ فی التیسیر وغیرہٖ (تیسیر[2] وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ت) احمد ونسائی نے انہیں سے بسند صحیح یوں روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلٰوۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواک[3]۔	امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں ان پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

اقول: امر دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذٰلک قولہ تعالٰی "فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ"[4]۔	اور وہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ اللہ تعالٰی کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔(ت)

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت،

وذٰلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علی احمد[5] بن واثلۃ بن	اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہو جائے۔اس کو امام احمد

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۲و۲۵۹، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸، سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶، سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۵، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۹، ۲۸۷، ۲۵۹، ۲۵۰، ۲۴۵، ۴۰۰، مؤطاامام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص۵۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۱۴

[3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۲۴/۶۳

[5] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹۰

الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسنٍ۔	نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ت)

امر ندبی تو یہاں قطعًا حاصل ہے تو ضروری نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضٰی فرضیت، ظنیت خواہ من جہۃ الرؤیۃ یا من جہۃ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلًا بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب، نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ت)

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشادات کریمہ کے قطعًا یہی معنی ہے کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر ان کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے اور اختیار احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۱۴۸: مالک وشافعی وبیہقی ان سے اور طبرانی اوسط میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسند حسن راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك مع كل وضوءٍ[1]۔	مشقت امت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک ان پر فرض کردوں۔

حدیث ۱۴۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ مسواک کرو مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی۔

حتی لقد خشیت ان یفرضه علی وعلی امتی ولولا انی اخاف ان اشق علی امتی لفرضته علیهم	یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری امت پر فرض کردیں گے اور اگر مشقت امت کا خوف نہ ہوتا تو ان پر فرض کردیں گے۔

[1] مؤطا لامام مالك كتاب الطهارة ماجاء فی السواك میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰، السنن الكبرٰی كتاب الطهارة باب الدليل علی ان السواك سنة دار صادر بيروت ۱/۳۵، كنز العمال بحواله والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ مؤسسة الرساله بيروت ۹/۳۱۵، المعجم الاوسط، حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۲/۱۳۸

ابن ماجه[1] عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔	(ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

یہاں جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کردینے کی اسناد ہے۔

حدیث[۴۸] ۱۵۰: طبرانی وبزار ودارقطنی وحاکم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیهم السواك عند كل صلٰوة[2] (زادغیر الدارقطنی) کما فرضت علیهم الوضوء[3]۔	مشقتِ امت کا لحاظ نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت مسواک ان پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضو ان پر فرض کردیا ہے۔

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

حدیث[۴۹،۵۰] ۱۵۱،۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك واطیب عند كل صلٰوة۔ ابو نعیم فی كتاب السواك[4] عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما بسند حسنٍ وسعید بن منصور فی سننه عن مكحول مرسلاً۔	مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسلاً روایت کیا۔ت)

یہاں خوشبو کی فرصت بھی زائد فرمادی۔

---

[1] سنن ابن ماجة ابواب الطهارة باب السواك ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵

[2] کنزالعمال بحواله قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسة الرساله بیروت ۳۱۲/۹

[3] المستدرك للحاكم كتاب الطهارة لولاان اشق علی امتی دار الفكر بیروت ۱۴۶/۱، البحر الزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مكتبة العلوم والحكم مدينة المنورة ۱۳۰/۴، مجمع الزوائد بحواله العباس كتاب الطهارة باب فی السواك دار الكتاب بیروت ۲۲۱/۱، مجمع الزوائد كتاب الصلٰوة باب ماجاء فی السواك دار الكتاب بیروت ۹۷/۲

[4] کنزالعمال بحواله صعن مكحول مرسلاً حدیث ۲۶۱۹۵ مؤسسة الرساله بیروت ۳۱۶/۹

حدیث[۵۱] ۱۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولاان اشق علی امتی لامرتھم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابو نعیم فی السواک[1] عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔	مشقتِ امت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پہلے پہر اٹھ کر مسواک کریں (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث[۵۲،۵۳] ۱۵۴ و ۱۵۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عن دکل صلٰوۃ ولاخرت العشاء الی ثلث اللیل۔	مشقت امت کا خیال نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نماز عشاء کو تہائی رات تک ہٹادوں۔

احمد[2] والترمذی والضیاء عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسندٍ صحیح والبزار عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ، وروٰی عن زید احمد وابو داؤد والنسائی کحدیث ابی ھریرۃ الاول بالاقتصار علی السطر الاول و الحاکم والبیھقی بسندٍ صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کحدیث زیدٍ ھذا وفیہ لفرضت علیھم السواک مع الوضوء ولاخرت صلٰوۃ العشاء الاٰخرۃ الی نصف اللیل[3]۔ یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کردیتا اور نماز عشاء آدھی رات تک ہٹادیتا۔

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۶/۹، الدرالمنثور بحوالہ ابی نعیم تحت الآیۃ ۱۲۴/۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵۲/۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۴/۴، سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۳ دارالفکر بیروت ۱۰۰/۱، کنزالعمال بحوالہ حم،ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۵/۹، البحر الزخار عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۸۷۴ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۱۲۱/۲، مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۶/۴، سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۷/۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ فضیلۃ السواک دارالفکر بیروت ۱۴۶/۱، السنن الکبری کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی ان السواک السنۃ الخ دارصادر بیروت ۳۶/۱، کنزالعمال بحوالہ ک وھق عن ابی ھریرۃ حدیث ۲۶۱۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۶/۹

وللنسائی عن ابی ھریرۃ بلفظ الامر تھم تاخیر العشاء بالسواك عند کل صلٰوۃ[1]۔	نسائی نے ابوہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء دیر کرکے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔

حدیث ۵۴ ۱۵۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولاان اشق علی امتی لامر تھم ان یصلوھا ھٰکذا یعنی العشاء نصف اللیل۔احمد[2] والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔(احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۵ ۱۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لامرت بھٰذہ الصلٰوۃ ان توخر الی شطر اللیل۔النسائی[3] عن ابی سعد الخدری رضی اللہ تعالٰی ومرت روایۃ احمد و ابی داؤد وابن ماجۃ وابی حاتم بلالفظ الامر۔	اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کردیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں(اس کو نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور ابوحاتم کی روایت گزرچکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔(ت)

حدیث ۵۶ ۱۵۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولاان اشق علی امتی	مشقت امت کا اندیشہ نہ ہوتو میں ان پر

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت باب مایستحب من تاخیر العشاء نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۹۲و۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۶۶، صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۱، صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۹، سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۲

[3] سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۳

لامرتھم ان یؤخروا عــــہ العشاء الی	فرض کردوں کہ عشاء میں تہائی

عــــہ: سبب ھٰذا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخر ذات لیلۃ صلٰوۃ العشاء حتی ابھا رالليل او ذھب عامۃ اللیل ونام النساء والصبیان فجاء فصلی وذکرہ کما ورد مبینا فی احادیث ابن عباس وابی سعید وابن عمر وانس وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم، وسبب حدیث السواک ایتان ناس عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلحا فقال استاکوا استاکوا لاتأتونی قلحا لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلٰوۃ کما بینہ الدارقطنی [1] من حدیث العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فھما حدیثان ربما افرزھما ابو ھریرۃ وربما جمع وکذٰلک غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وان اتفق ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی قال مرۃ ھٰکذا واخرٰی ھٰکذا و

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مؤخر فرمادی یہاں تک کہ آدھی رات یازیدہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سوگئے تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، جیسا کہ ابن عباس، ابوسعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حدیث سواک کا سبب یہ ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا مسواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت آیا کرو، اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر ناز کے وقت فرض کردیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی الگ الگ بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا ہے، یونہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غیر نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اس طرح اور کبھی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۲/۹

ثلث اللیل اونصفہ۔احمد[1] والترمذی وصححہ، و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ومرت اخری لابن ماجۃ کاحمد وابی داؤد ومحمد بن نصر خالیۃ عن الامر۔	یا آدھی رات تک تاخیر کریں(اس کو امام احمد وترمذی نے اسکو صحیح قرار دیا۔اورابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد وابو داؤد و محمد بن نسر کی طرح گزرچکی ہے جو امر سے خالی ہے۔(ت)

حدیث۵۷ ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے:

وجدتھا مع خزیمۃ الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھادتہ بشھادتین[2]۔	وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

حدیث۵۸ ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبیدار بنا کر بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تارۃ جمع فالتعدداظھر واکثر،واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ دامت فیوضہ۔	دونوں کو جمع فرمایا۔چنانچہ تعدد اظہر واکثر ہے۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔۱۲منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۳و۵۰۹،سنن الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی تاخیر صلٰوۃ العشاء الخ حدیث ۱۶۷دارالفکر بیروت ۱/ ۲۱۴،سنن ابن ماجۃ کتاب الصلٰوۃ باب وقت صلٰوۃ العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۵،کنزالعمال عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۹۴۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۵

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی من المومنین رجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۴،صحیح کتاب التفسیر سورۃ احزاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۵

قد عرفت بلاء ك فی الدین والذی قدر کبك من الدین وقد طیبت لك الھدیة فان اھدی لك شئی فاقبل۔سیف فی کتاب الفتوح[1] عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین متین میں ہوچکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہوگئے ہیں رعیت کے تحفے میں نے تمہارے لئے حلال طیب کردئے جو تمہیں کچھ تحفہ دے لے لو۔(سیف نے کتاب الفتوح نے عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث۱۶۱ عـــہ: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قد عفوت عن الخیل والرقیق فھاتوا صدقت الرقة من کل اربعین درھما درھم۔احمد[2] وابوداؤد و الترمذی عن امیر المؤمنین المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔	گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ تو میں نے معاف کردی روپوں کی زکوۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔(احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

سواری کے گھوڑوں، خدمت کے غلاموں میں زکوۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔'' ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک روف ورحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا:

ماتقولون فی الزنا،قالو احرام حرّمه اللہ ورسوله فھو حرام الی یوم القیٰمة۔	زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک

عـــہ: یہاں تک اٹھاون حدیثیں تفویض امر کی مفیدات ومؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف اسنادات جلیلہ ہیں ۱۲۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبید بن صخر المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۵/۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۲۱/۱، سنن الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی زکوٰۃ الذهب الخ حدیث ۶۲۰ دار الفکر بیروت ۱۲۳/۲، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنه المکتب الاسلامی بیروت ۹۲/۱

احمد[1] بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود رضی الله تعالٰی عنه۔	حرام ہے۔(احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں مقداد بن اسود رضی الله تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی الله تعالٰی علیہ وسلم:

انی احرم علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأة۔ الحاکم[2] علی شرط مسلم والبیہقی فی الشعب و اللفظ له عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	میں تم پر حرام کرتاہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔(حاکم شرط مسلم پر اور بیہقی نے بحوالہ ابوہریرہ رضی الله عنہ شعب الایمان میں اس کو روایت کیا ہے، اور لفظ بیہقی کے ہیں۔(ت)

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبدالله تعالٰی عنہما سے ہے انہوں نے سال فتح میں رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

ان الله ورسوله، حرم بیع الخمر والمیتتة والخنزیر والاصنام[3]۔	بیشک الله اور اس کے رسول نے حرام کردیا شراب اور مردار اور سوئر اور بتوں کا بیچنا۔

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی الله تعالٰی علیہ وسلم:

لاتشرب مسکرًا فانی حرمت کل مسکرٍ۔ النسائی بسند حسن[4]	نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شیئ میں حرام؎ نسائی نے بسند حسن

؎: **فائدہ:** ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدثنا ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص ن الوصائی ثنا سعید بن موسٰی ثنا رباح بن زید عن معمر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۶/۸، المعجم الکبیر عن مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰/۲۵۶

[2] المستدرك للحاکم کتاب الایمان انی احرج علیکم حق الضعیفین دارالفکر بیروت ۱/۶۳، کنزالعمال بحوالہ ك۔ هب عن ابی هریرة حدیث ۶۰۰۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۳/۱۷۱

[3] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتة والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸، صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم الخمر و المیتةالخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳

[4] سنن النسائی کتاب الاشربة تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۳۲۵

عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ابی موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

عن ازھری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی فرضت علی امتی قرأۃ یٰس کل لیلۃ فمن داوم علی قرأتھا کل لیلۃ ثم مات شھیدا[1]۔ یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت پر یٰس شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے۔

اقول: وسعید وان اتھم فالمحقق عند المحققین ان الوضع لایثبت بمجرد تفرد کذاب فضلًا عن متھم مالم ینضم الیہ شیئ من القرائن الحاکمۃ بہ کمخالفۃ نصٍ اواجماع قطعیین اوالحس اواقرار المواضع بوضعہٖ الی غیر ذٰلک کما نص علیہ السخاوی فی فتح المغیث واثبتنا علیہ عرش التحقیق فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" ف۱ "واجمع العلماء ان اضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی الفضائل وقد بیناہ فی "الھاد" ف۲ فی حکم الضعاف"	**میں کہتاہوں** سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے ثابت ہوجب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضع کا اقرار وغیرہ، جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے،اور ہم نے ''منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین'' میں اس کی تحقیق کو حد کمال تک پہنچایا ہے۔اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابل عمل ہے اور ہم اس کو ''الھاد الکاف فی حکم الضعاف ''میں بیان کیاہے۔(ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

ف۱: رسالہ "منیز العین فی حکم تقبیل الابھامین" فتاوٰی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف۲: اعلٰی حضرت رحمۃاللہ علیہ نے اپنے رسالہ "**منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین**"میں افادہ شانزدہم[۱۶] سے افادہ بست وسوم ۲۳تک آٹھ افادات کا نام "**الھاد الکاف فی حکم الضعاف** ۱۳۱۳ھ "رکھا ہے۔ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷"الکاف فی حکم الضعاف"۔

---

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۹۷

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو،

وان ماحرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ۔ احمد [1] و الدارمی وابو داؤد والترمذی وابن ماجة عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ حسن۔	جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا، جل جلالہ، و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (احمد اور دارمی اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

یہاں صراحۃً حرام کی دو۲ قسمیں فرمائیں: ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر ویکساں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاوی فقیر العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور واللہ الھادی الی معالی الامور ۱۲منہ۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی لزوم السنة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۶

اقول: مراد واللہ اعلم نفس رحمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوی ہے۔

حدیث ۱۶۷: جہیش بن اویس نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا ازاں جملہ یہ اشعار ہیں۔

الا یارسول اللہ انت مصدق فبورکت مھدیا وبورکت ھادیًا

شرعت لنا دین الحنیفۃ بعد ما عبدنا کامثال الحمیر طواغیًا

یارسول اللہ! حضور تصدیق لئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطافرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔

مندۃ [1] من طریق عمار بن عبدالجبار عن عبداللہ بن المبارك عن الازواعی عن یحیی بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث طویل۔	مندہ نے عمار بن عبدالجبار کے طریقے سے عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے یحیٰی بن ابی سلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، حدیث لمبی ہے۔(ت)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ شرع الدین والاحکام [2]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور ومعروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر ونہی وقضاو

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جھیش بن اویس دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۸

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۳۴

امثالہا کی اسناد ہے کہ:

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قضٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ (ت)

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ"[1]۔	جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

کہ امر و نہی وقضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

"اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ"[2]۔	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی وواقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکشی طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء کرکے کہتا: "انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل"[3]۔

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس وناکس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ وکمالات رفیعہ ودرجات منیعہ جن میں زید وعمر کی کیا گنتی انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑادئے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۶

واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور امتیوں سے بھی امتیاز اتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہو جائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف وغفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اس میں منحصر تھا **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے **محمد رسول اللہ** پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ دربارہ احکام بی صرف اتنا ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں، صاحب فرمان ہیں، مالک افتراض ہیں، والی تحریم ہیں۔ سن او سرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو تُو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہوئے ہیں شرع کے محرمات تُو نے حرام کردئے ہیں جن پر زکوۃ نہیں انہیں تُو نے معاف کردیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکام احکام خدا کے مثل ماوی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں یہ سب باتیں کہی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہٖ تعالٰی اپنا نیزہ خارا گزار وآہن گزار ان گستاخان چشم بند و دہن باز کے دل وجگر کے پار کردیا **وللہ الحمد۔ اللہ** تعالٰی کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر نے

نبینا الاٰمر الناھی فلا احد ابر فی قول لامنہ ولا نعم[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاحب امر و نہی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی نبینا الاٰمر الخ انہ لاحاکم سواہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو حاکم غیر محکوم[2] **الخ**	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاحب امر و نہی ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ حضور حاکم ہیں حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ذکرہ فی فصل جودہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو صاحب نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ص۲۱

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳۵/۲

الحمدللہ یہ تذییل جلیل اپنے باب میں فرد کامل ہوئی احادیث تحریم مدینہ طیبہ بھی اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکم شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں اگر کوئی چاہے انہیں اور اس بیان تذلیل کو ملا کر احکام تشریعیہ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقتدار واختیار کا ظاہر کرنے والا ایک مستقل رسالہ بنائے اور بنام "**منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳۱۱ھ**" موسوم ٹھہرائے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین۔

مسک الختام: اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سات حدیثیں اس وصل مبارک میں اور ذکر کرے جن سے امام الوہابیہ کا سخت کور وکر ہونا شمس وامس کی طرح ظاہر ہو کہ جن احادیث سے جن باتوں کو شرک بتانا چاہا تھا خود وہی اور ان کے نظائر صاف گواہی ہیں کہ وہ ہرگز شرک نہیں مگر بیچارے معذور کی داد نہ فریاد، "وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ "[1]۔ (اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ت)

حدیث ۱۶۸: صحیح بخاری ومسند احمد وسنن ابی داؤد وترمذی وابن ماجہ رُبَیِّع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر میں شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف گاتی تھیں اس میں کوئی بولی ع

وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ

ہم میں وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اس پر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

دعی ھٰذا وقولی بالذی کنت تقولین[2]۔	اسے رہنے دے اور جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الغناء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۸ (باقی برصفحہ آئندہ)

اقول:وباللہ التوفیق امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا: ''اس فصل میں ان آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے[1]۔''

تو وہ اس حدیث سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آئندہ بات جاننے کی اسناد مطلقًا شرک ہے اگرچہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا: ''پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ہے[2]۔''

اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ: ''چھوکریاں گانے لگیں اور اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں[3]۔''

بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی بُو اصلًا نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ عاقل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے[4]۔''

اللہ اللہ، اللہ دئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سنن الترمذی کتاب النکاح حدیث ۱۰۹۲ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۷ وسنن ابن ماجۃ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۳۸ ومسند احمد بن حنبل حدیث الربیع بنت معوذ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۵۹

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۸

[2] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۸

[4] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۸

دھرم میں اس کا معبود خود ہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں کیا اپنا شریک کسی کو بناسکے گا، یونہی یہ امر بھی اسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ ملنا صریح مخالف قرآن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" [1]۔	اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالٰی:

"عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" [2]۔	غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں **لایظھر غیبه علی احدٍ** نہ فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارھم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا: **لایظھر علی غیبه احدًا** اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر وغالب ومسلط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلٰی مرتبہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ عزوجل کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ "یکروزی" سے ظاہر، اور فقیر کے رسالہ "**سبحٰن السبوع عن عیب کذب مقبوح**" ف میں اس کا رد ظاہر و باہر، تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا موثر، **واللہ المستعان علی کل غویٍ فاجرٍ** (ہر گمراہ فاجر کے خلاف اللہ تعالٰی ہی سے مدد مانگی جاتی ہے) اس سب سے گزر کر ہوشیار عیّار سے اتنا پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لیے اس فصل اور ساری

ف: رسالہ "**سبحٰن السبوح عن عیب کذب مفتوح**" فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے صفحہ ۳۱۱ پر مرقوم ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷۹/۳

[2] القرآن الکریم ۷۲/۲۶و۲۷

کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکلا کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم داب ہے کہ دعوی کرتے وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثّرٰی میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، ایسے ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول: اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے تو بحمد للہ تعالٰی حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، اور شرک پسند، اوشرک کی حقیقت و شناخت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔ اب یاد کر وحدیث ابی داؤد **ویحك انه لایستشفع باللہ علی احدٍ**[1]۔ (تجھ پر افسوس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس اللہ تعالٰی سے سفارش نہیں کرائی جاتی) کے متعلق اپنی بدلگامی کی۔

تقریر کہ: "عرب میں قحط پڑا تھا ایک گنوار نے آکر پیغمبر کے روبرو اس کی سخت بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا تمہاری سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی او ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے[2]۔"

سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول: انبیاء واولیاء کو ذرہ ناچیز سے کمتر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یا تیرا افترا ہے حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بے دینی کا ادنی کرشمہ اور افترا پر افترا ہے حدیث میں اس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجھمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۸

بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفت پاک اس کی ذات اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانئے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے، خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں۔

تیر بر جاہ انبیاء اندازہ　　طعن در حضرت الٰہی کن

بے ادب باش وانچہ دانی گو　　بیحیا باش وہرچہ خواہی کن [1]

(انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کے مقام و مرتبہ پر تیر اندازی کر اور بارگاہ الٰہی میں طعن کر، بے ادب بن جا اور جو کچھ چاہتا ہے کہتا جا، بے حیا بن جا اور جو چاہتا ہے کرتا جا۔ت)

مگر آنکھوں کی پٹی اتروا کر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمت شان الٰہی کے خلاف ہو اسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی ایسی سریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہٰذا وہ صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ باآنکہ اہل زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک و کفر کے کلمے حضور سنیں اور اصلاً کوئی اثر غضب وجلال چہرہ اقدس پر نمایاں نہ ہو،ہ حضور دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ کہیں، نہ اہل مجلس کی حالت بدلے، نہ ان کے کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات پر قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کویں نہیں فرماتے کہ اری! تم کفر بک رہی ہو، اری! تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہو گئیں تمہارا دین جاتا رہا تم مرتد ہوئیں از سر نو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو نکاح ہو گیا ہے تو تجدید نکاح کرو۔ گرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہل مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقت حاجت بیان حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں۔ رہا ممانعت فرمانا، وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سید الانام علیہ و علیہم افضل الصلٰوۃ والسلام کی جانب میں اس کا اعتقاد فی نفسہٖ باطل ہے، یہ منہ دھو رکھئے منع لفظ بطلان معنٰی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لیے وجوہ ہیں اور عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب احتمال آجائے تو استدلال باطل

1

ہو جاتا ہے۔ت) **اولاً:** ممکن ہے کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہٰذا ارشاد ہوا: اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔ ارشاد الساری، لمعات ومرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول: ممکن کہ مجلس عورتوں، کنیزوں، کم فہم لوگوں کی تھی ان میں منع فرمایا کہ توہُّم ذاتیت کا سد باب ہو، شرح حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی جو متحمل ذو وجوہ بات جس میں برے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے دانشمند مردوں کے لیے اس کی ممانعت بدرجہ اولٰی جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔ صحیح مسلم ومسند احمد وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ لفظ کہے:

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوٰی۔	جس نے اللہ ورسول کی اطاعت کی اس نے راہ پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بئس الخطیب انت، قل ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد غوٰی[1]۔	کیا بُرا خطیب ہے تُو، یوں کہہ کہ جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے:

قال قم او قال اذھب فبئس الخطیب انت[2]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھ، یا فرمایا: چلا جا کہ تو برا خطیب ہے۔

امام قاضی عیاض وغیرہ ایک جماعت علماء کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ واطالۃ الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶، سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ ۱/۸۶ وکتاب الجمعۃ ۳/۲۱۶ دار صادر بیروت، مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۵۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۶

انما انکر علیه تشریکه فی الضمیر المقتضی للتسویة وامره بالعطف تعظیماﷲ	یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نے اس خطیب کا اللہ و رسول کو ایک ضمیر تثنیه عــه میں جمع کرنا

عــه: **اقول**: هذا هو الصحیح علة ومنافاته حدیث ابی داؤد الاتی مندفعة بما ذکر العبد الضعیف غفر الله تعالٰی له اما ما استصوب الامام الاجل النووی رحمه الله تعالٰی فی المنهاج ان سبب النهی ان الخطب شانها البسط والایضاح واجتناب الاشارات والرموز ومثل هذا الضمیر قد تکرر فی الاحادیث الصحیحة من کلام رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما وانما ثنی الضمیر ھٰھنا الانه لیس خطبة وعظ وانما هو تعلیم حکم فکلما قل لفظ کان اقرب الٰی حفظه بخلاف خطبة الوعظ فانه لیس المراد حفظهما وانما یراد الاتعاظ بها[1] اھ

فاقول: انما حداه رحمه الله

اقول: (میں کہتا ہوں) یہی علت درست ہے، اور اسکی منافات حدیث ابو داؤد کے ساتھ جو کہ عنقریب آرہی ہے، عبد ضعیف (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) کے بیان مذکور کے ساتھ مندفع ہے۔ امام اجل نوری علیه الرحمه نے منہاج میں جو خیال ظاہر فرمایا ہے کہ انہی کا سبب یہ ہے کہ خطبات کی شان یہ ہے کہ ان میں تفصیل و توضیح سے کام لیا جائے اور ارشادات و رموز سے اجتناب کیا جائے حالانکہ اس قسم کی ضمیر کا استعمال کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم میں متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ و رسول کی محبت اس کے دل میں ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو۔" یہاں ضمیر تثنیه اس لئے آپ نے استعمال فرمائی کہ یہ خطبہ و وعظ نہیں بلکہ حکم شرعی کی تعلیم ہے، چنانچہ لفظوں کی قلت انہیں حفظ کرنے کے زیادہ قریب ہے، بخلاف خطبہ کے کہ اس میں حفظ الفاظ مقصد نہیں ہوتا بلکہ ان سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اھ

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) امام نووی علیه الرحمه کو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجمعة فصل فی ایجاز الخطبة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

تعالٰی بتقدیمه اسمه[1]۔	کہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی کو پسند نہ فرمایا اس میں برابری کا دہم نہ ہو جائے اور حکم دیا کہ یوں کہے کہ جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی جس میں اللہ عزوجل کا نام اقدس نام پاک رسول سے تعظیماً مقدم رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علی هذا التکلف السعید ما رأی من التنافی بین نهیه الخطیب وثبوته عن نفسه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقد علمت ان لاتنافی ولیس من واجبات الخطبة ترك الاضمار لامن شریطة الایضاح وضع المظهر موضع المضمر وانما کان الاضمار یخل بالاظهار حیث یخشی الالتباس وھٰھنا لا لیس فکیف یکون هٰذا مقتضیا لان یواجهه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالذم ویقول له اذهب اوقم وقد کان صلی الله تعالٰی علیه وسلم یحب الایجاز فی الکلام بحیث لایخل بالافهام وکان یقول صلی الله تعالٰی علیه وسلم: ان طول

اس تکلف سعید پر اس بات نے برانگیختہ کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خطیب کو ضمیر تثنیہ کے استعمال سے منع کرنے اور خود اس کو استعمال فرمانے میں منافات سمجھی، حالانکہ تُو جان چکا ہے کہ کوئی منافات نہیں۔اور ضمائر کو ترک کرنا خطبہ کے واجبات میں سے نہیں اور نہ ہی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنا شرط توضیح ہے۔ ضمیر کو استعمال کرنا وہاں مخلِّ اظہار ہوتا ہے جہاں التباس کا ڈر ہو جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ بات اس امر کی مقتضی یسے ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس خطیب کو مذمت فرمائیں اور حکم دیں کہ یہاں سے چلا جا یا اٹھ جا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلام میں ایسے اختصار کو پسند فرماتے تھے جو مخلِّ فہم نہ ہو۔اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض کتاب الجمعة حدیث ۸۷۰ دار الوفاء ۲۷۵/۳، شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة فصل فی ایجاز الخطبة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۸۶/۱

حالانکہ حدیث شریف میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبے میں یوں فرمایا کرتے:

من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فانہ لایضر الا نفسہ۔ابو داؤد [1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	جس نے اللہ ورسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہوااور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔(ابو داؤد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

نیزابن شہاب زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ روایت کیااس میں بعینہٖ وہی الفاظ ہیں کہ:

ومن یعصہما فقد غوٰی۔رواہ ایضًا [2] عنہ مرسلًا۔	جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا۔(نیز اس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلًا روایت کیا گیا۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صلٰوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلو االصلٰوۃ واقصروالخطبۃ وان من البیان لسحرا ثم ثبوت مثلہ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ کما ستسمع من حدیثی ابی داؤدلایذرلھذا الوجہ وجہ قبول اصلًا فانما المحیص الی ماذکر العبد الضعیف والحمدللہ علی التوقیف ۱۲منہ۔

اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی فقاہت کی دلیل ہے لہٰذا نماز لمبی اور خطبہ مختصر کیا کرو۔اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔پھر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس جیسے کلام کا خطبہ میں ثبوت جیسا کہ ابو داؤد کی دو حدیثوں سے تُو سنے گا اس وجہ کو قابل قبول نہیں رہنے دیتالہٰذا مخلص اسی وجہ میں ہے جس کو عبد ضعیف (مصنف علیہ الرحمہ) نے ذکر کیا ہے۔اس سوجھ بوجھ کی عطاپر تمام تعریف اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔(ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ(ابواب الجمعۃ)باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ(ابواب الجمعۃ)باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۷

حدیث آئندہ سے بتوفیق اللہ تعالٰی اس فقیر کی عمدہ تائید و تقریر ہوتی ہے فانتظر۔

ثالثًا: وجہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر تعلیم الٰہی عزوجل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے لمعات میں اس طرف ایمافرمایا۔

اقول: اور وہ بے شک وجیہ ہے جس طرح بغیر اللہ عزوجل کی مشیت کو ملائے یوں کہنا کہ میں یوں کروں گا، مکروہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ "[1]۔	ہر گز نہ کہان کسی چیز کو کہ میں کل بایسا کرنے والا ہوں مگر یہ کہ خدا چاہے۔

علم غیب بالذّات اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودان باطل وغیر ہم کے لئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ، اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالٰی کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے، یہ دوسرا احتمال ہے کہ علماء نے اس حدیث میں ذکر فرمایا اس تقدیر پر بھی ممانعت ادب کالم کی طرف ناظر ہے نہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو بتعلیم الٰہی غیب پر اطلاع کا عقیدہ ممنوع ہی ہو شرک تو در کنا جو اس طاغی کا مقصود ہے **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (تحقیق یونہی مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ت)

حدیث ۱۶۹: محمد بن اسحٰق تابعی ثقہ امام السیر والمغازی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی، جب (غزوۂ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل ومال اسے واپس دیں۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ کہ حضور مقام جعرانہ سے نہضت فرما چکے گھے، سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے اہل ومال واپس دئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے، **فقال مالك بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنه یخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من قصیدة** (تو مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اپنے قصیدہ سے مخاطب ہوئے ت): ؎

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۳

ماان رایت ولا سمعت بواحدٍ فی الناس کلھم کمثل محمد

اوفٰی واعطٰی للجزیل لمجتدٍ ومتٰی تشاء یخبرك عما فی غدٍ

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل نفع کو کثیر عطا بخشنے والے اور جب تو چاہے تجھے کل کی خبر بتادیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا[1]۔

حدیث ۱۷۰: معافی نے کتاب الجلیس والانیس میں بطریق حرمازی ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رئیس ہواز اسلام لاکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا وہ قصیدہ نعتیہ سنایا (جس میں اسی مضمون کے شعر ذکر کئے) **فقال له خیرًا وکساہ حلّۃ** حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور انہیں خلعت پہنایا۔ **ذکر ھما الحافظ فی الاصابۃ**[2] (ان دونوں روایتوں کو حافظ نے اصابہ میں بیان کیا۔ت)

اقول: رضوان الٰہی کے بے شمار ابارن یاران مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر برسیں یوں نہ کہا کہ **متی یشاء** جب وہ چاہیں تجھے غیب کی خبر دے دیں۔ اس میں اس صورت پر بھی صادق آسکنے کا احتمال رہتا، جب بتانے والے کو کوئی اختیار نہ دیا جائے بلکہ سال دو سال میں ایک آدھ بات پر اطلاع عطا ہوا ایسا جاننے والا بھی توریہ وایہام کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ جب چاہوں گا تمہیں غیب کی خبر دے دوں کہ وہ اس وقت چاہے گا جب اسے اتفاق سے کوئی خبر ملے گی تو شرطیہ سچا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ جب تو چاہے وہ تجھے غیب کی کبر دے دیں گے، یہاں سائل مطلق مخاطب ہے کسے باشد نہ وہ معین نہ اسکے پوچھنے کا وقت محدود نہ غدٍ معرفہ بلکہ نکرہ غیر مخصوص، تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے جس آئندہ بات کو چاہے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ترجمہ ۷۶۷۲ مالك بن عوف دارالفکر بیروت ۵/ ۴۴و۴۵

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ الجلیس والانیس للمعافی ترجمہ ۷۶۷۲ مالك بن عوف دارالفکر بیروت ۵/ ۴۵

حضور بتادیں گے، یہ اسی کی شان ہو سکتی ہے جو بالفعل تمام آئندہ باتوں کو جانتا ہو یا اطلاع غیب اس کے ارادہ وخواہش پر کردی گئی ہو کہ جب چاہے معلوم کرلے ورنہ یہ اطلاق ہر گز صادق نہیں آسکتا، اسے ایک نظیر محسوس میں دیکھئے۔ زید فقیر ہے نہ پاس کچھ رکھتا ہے نہ بادشاہی خوانوں پر اس کا ہاتھ پہنچتا ہے مگر بادشاہ کبھی کبھی اسے دوچار توڑے بخش دیتا ہے وہ شخص پہلو رکھ کر یہ کہے تو کہہ لے کہ میں جب چاہوں ایک توڑا خیرات کردوں کہ وہ آپ ہی اسی وقت چاہے گا جب پائے گا مگر عام فقیروں کو اشتہار دے کر تم جس وقت چاہو میں توڑا عطا کردوں، تو ضرور غلط کہا، اور دم بھر میں اس کا دروغ کھل سکتا ہے، فقیر مانگیں اور نہ مال ہے نہ خزانے پر اختیار، تو کہاں سے دے گا، ہاں اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دئے کہ جب کوئی کچھ مانگے یہ دے اور کمی نہ ہو، یا بالفعل نہ سہی تو خزانوں پر اختیار ہی دیا ہو کہ جس وقت جو چاہے لے لے تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب یہ حدیثیں فرمارہی ہیں کہ صحابی یہ سفت کریم حضور کی نعت اقدس میں عرض کرتے ہیں اور حضور انکار نہیں فرماتے بلکہ خلعت وانعام بخشتے ہیں، تو صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اطلاع غیب حضور کے ارادہ واختیار پر رکھ دی ہے، اور واقعی انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی شان ایسی ہی ہے، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص، **احدھا** انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ تعالٰی وصفاتہ وملئکتہ والدار الاٰخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق، **ثانیھا** ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الکارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا	یعنی نبوت وہ چیز ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں جنسے نبی مختص ہوتا ہے، **ایک** یہ کہ جو امور اللہ عزوجل کے ذات وصفات اور ملائکہ وآخرت سے متعلق ہیں نبی انکے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے کہ اوروں کے علم زیادت معلومات وفزونی تحقیق وانکشاف میں ان سے نسبت نہیں رکھتے۔ **دوم** یہ کہ نبی کے لیے اس کی زات میں ایک وصف ہوتا ہے جس سے افعال خلاف عادت (جنہیں معجزہ کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک صفت ہے کہ اس سے ہماری حرکات ارادیہ

وھی القدرۃ،**ثالثھا** ان لہ،صفۃ بھا یبصر الملئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمٰی، **رابعھا** ان لہ،صفۃ بھا یدرك ماسیکون فی الغیب۔ نقلہ عنہ العلامۃ الزرقانی فی صدر شرح المواھب[1]۔	پوری ہوتی ہیں جسے قدرت کہتے ہیں۔**سوم** یہ کہ نبی کے لیے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے جس طرح انکھیارے کے پاس ایک صفت ہوتی ہے جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے۔**چہارم** یہ کہ نبی کے لیے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح المواھب کے آغاز میں اسے امام غزالی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا۔ت)

اقول: مسلمانو! اس حدیث شریف اور ان امام باعظمت ان حکیم امت قدس سرہ المنیف کے ارشاد لطیف کو امام الوہابیہ کے قول کثیف سے ملا کر دیکھو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کے بارے میں اہل حق واہل باطل کے عقائد کا فرق ظاہر ہو یہ فرماتے ہیں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی ذات میں رب عزوجل نے ایک صفت ایسی رکھی ہے جس سے وہ خرقِ عادت کرتے ہیں جس طرح ہم اپنے ارادے سے چلتے پھرتے، حرکت کرتے ہیں، ایک صفت رکھی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں، ایک صفت دی ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں۔ یہ کہتا ہے: "ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ ایضًا کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کی اولاد ہوگی یانہ ہوگی، یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یانہ ہوگا، یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ ایضًا جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا برا، سو وہ مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے[2]۔"

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالۃ الغزالی مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰،۱۹

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراك فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

اقول: اتنا لفظ سچ ہے کہ اللہ عزوجل کے بتانے سے زیادہ کوئی معلوم نہیں کرسکتا۔ ہمارے اختیاری افعل کب عطائے الٰہی وارادۂ الٰہیہ سے بڑھ کر ہوسکتے ہیں مگر کلمة حق ارید بھا باطل (کلمہ حق ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ت) خوارج کی طرح یہ سچا لفظ اس نے باطل ارادے سے کہا ہے وہ اس سے ان کے اختیار عطائی کا بھی سلب چاہتا ہے یعنی انبیاء علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کو خدا کا دیا ہوا اختیار بھی نہیں بلکہ عاجز و مجبور محض ہیں۔ اس نے صاف تصریح کی ہے کہ: "ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کرلیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے، کسی نبی و ولی کو بھوت وپری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی، اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے، سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ ان کی خواہش پر [1]۔"

اسی کے اس اعتقاد باطل کا حدیث مذکور و قول مسطور امام مشہور میں ردّ صریح ہے۔

بالجملہ فرق یہ ہے کہ حدیث کے ارشاد اور ان کے مطابق اہل حق کے اعتقاد میں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام اظہار خوارق وادراک غیب میں انسان مختار بعطائے قادر جلیل الاقتدار ہیں کہ جس طرح عام آدمیوں کو ظاہری حرکات وظاہری ادراکات کے اختیارات حضرت واہب العطیات نے بخشے ہیں کہ جب چاہیں دست وپاک و جنبش دیں چاہیں نہ دیں، جب چاہیں آنکھ کھول کر چیز دیکھ لیں چاہیں نہ دیکھیں، اگرچہ بے خدا کے چاہے وہ کچھ نہیں چاہ سکتے، اور وہ چاہیں خدا نہ چاہے تو ان کا چاہا کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ عطائی اختیارات اس کے حقیقی ذاتی اختیار کے حضور کچھ نہیں چل سکتے بعینہٖ یہی حالت حضرات انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی درباہ معجزات وادراک معیبات ہے کہ رب عزوجل نے انہیں ظاہری جوارح و سمع وبصر کی طرح باطنی سفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں خرق عادات فرمادیں مغیبات کو معلوم فرمالیں چاہیں نہ فرمائیں اگرچہ بے خدا کے چاہے نہ وہ چاہ سکتے ہیں نہ بے ارادہ الٰہیہ ان کا ارادہ کام دے سکتا ہے، اور امام الوہابیہ کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ انبیاے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام پتھر کی طرح عاجز محض و مجبور مطلق ہیں کہ ہلانے والا محض اپنے قسری ارادے سے بے ان کے توسط اختیار عطائی کے اپنے ارادے کے موافق نہ ان کی خواہش پر، ہلادے تو ہل

---

[1] تقویة الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

جائیں ورنہ مجبور پڑے رہیں یہ کس ناکس اپنے اس خیال پر دلیل لایا کہ: ''چنانچہ پیغمبر کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی پھر جب الله صاحب کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتادی چنانچہ منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا کچھ حقیقت معلوم نہ ہوئی، جب الله صاحب کا ارادہ ہوا تو بتادیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک[1]۔''

اقول: اگر اختیار ذاتی وعطائی میں فرق کی تمیز ہوتی تو جان لیتا کہ ایسے اتفاقات اختیار عطائی کے اصلاً منافی نہیں، مراد کا اکتیار سے متخلف نہ ہوسکتان قدرت ذاتیہ الٰہیہ کا خاصہ ہے، قدرت عطائیہ انسانیہ میں لاکھ بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کیا چاہتا ہے اور الله نہیں چاہتا نہیں بن پڑتا، اس سے نہ انسان پتھر ہوگیا نہ اس کا اختیار عطائی مسلوب، عطائی کی شان ہی یہ ہے کہ جب تک ارادہ ذاتیہ حقیقیہ الٰہیہ مساعدت نہ فرمائے کام نہیں دیتا۔ طرفہ قہر بر قہر یہ ہے کہ ادھر تو تُو نے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو عیاذًا بالله پتھر بنایا تھا ادھر اپنے معبود کو ایک آدمی کے برابر کر چھوڑا کہ: ''غیب کی بات دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے یہ الله صاحب کی شان ہے[2]۔''

او الله عزوجل کو سخت عیب لگانے والے بے ادب گستاخ! یہ ہرگز ہرگز الله تعالٰی کی شان نہیں، وہ اس بیہودہ مہمل شان سے پاک ومنزہ ہے اس کا علم اس کی صفت ذاتیہ ہے اس کے اختیار سے نہیں اس کا علم مخلوق نہیں ازلی ابدی ہے حادث نہیں۔ او بد عقل بدزبان! غیب کا دریافت کرنا اختیار میں ہونے کے یہی معنٰی یا کچھ اور کہ بالفعل تو معلوم نہیں مگر چاہے تو معلوم کرسکتا ہے، تُف بر رُوئے بے دینی، یہ تیرا موہوم خدا جاہل بالفعل محل حوادث ہوگا سچا خدا تیری یہ صریح گالی ہے بے نہایت متعالٰی ہے **تعالٰی الله عما یقول الظٰلمون علوًّا کبیرا** (الله تعالٰی بہت بُلند وبرتر ہے۔ ان باتوں سے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)

مسلمانو! دیکھا تم نے، یہ ایمان ہے اس گمراہ کا انبیاء اور خود حضرت عزت کی جناب میں،

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

اناللہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خیر اس کی ضلالتیں کہاں تک لکھئے ماعلی مثلہ یعد الخطاء (اس جیسے کی خطاؤں کا شمار نہیں کیا جاتا۔ت) حدیث دکھا کر اتنا پوچھئے کہ کیوں صاحب! وہاں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب فرمایا نہ حکم شرک لگایا مگر انسار کی چھوکریوں کو اتنا ارشاد ہوا کہ اسے رہنے دو۔ یہاں جو یہ مرد عاقل یہ صحابی فاضل نعت حضور میں اس سے بھی زیادہ عظیم بات کر رہے ہیں اور حدیث فرماتی ہے کہ حضور منع نہیں کرتے بلکہ اور انعام واکرام بخشتے ہیں۔ یہ شرک وہابیت پر کیسی آفت ہے، اب یاد کر وہ اپنی اوندھی مت الٹی کھوپڑی ''چہ جائکہ عاقل مرد کہے یا سن کر پسند کرے[1]''۔ کچھ یہ بھی سُوجھا کہ کہنے والے کون تھے اور سن کر پسند کرنیوالے کون۔

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸"[2]۔	بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے، اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔ (ت)

حدیث ۱۷۱: اور بڑھ کر سنئے، شرک فی العادۃ کے بیان میں لکھا: ''اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کو کچھ تعظیم کرتے رہیں جیسے اولاد کا نام عبداللہ، خدا بخش رکھنا جس چیز کو فرمایا اس کو برتنا جو منع کیا اس سے دور رہنا اور یوں کہنا کہ اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کرینگے اور اس کے نام کی قسم کھانی اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر کوئی کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اولاد کا نام عبدالنبی امام بخش رکھنے کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے یا یوں کہے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیغمبر کی قسم کھاوے سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العادۃ کہتے ہیں[3]۔''

پھر اس شرک کی فصل میں اس مدعا کے ثبوت کو مشکوۃ کے باب الاسامی سے شرح السنہ کی

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۸

[3] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸،۹

حدیث. بروایت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وشاء محمد وقولوا ما شاء اللّٰہ وحدہ[1]۔	نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اور اس پر یہ فائدہ چڑھایا: ''یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملادے گو کیسا ہی بڑا ہو مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا[2]۔''

اقول: وباللہ التوفیق اولاً: وہی قدیملت وہی پرانی علت کو دعوے کے وقت آسمان نشین اور دلیل لانے میں اسفل السافلین۔ حدیث میں تو اتنا ہے کہ ''یوں نہ کہو'' وہ شرک کا حکم کدھر گیا۔

ثانیاً: سخت عیاری ومکاری کی چال چلا، مشکوٰۃ شریف کے باب مذکور میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں مذکور تھی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان[3]۔	نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

مشکوٰۃ میں اسے مسند امام احمد وسنن ابی داؤد کی طرف نسبت کرکے فرمایا: **وفی روایۃٍ [4] منقطعًا** اور ایک روایت منقطع یعنی جس کی سند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل نہیں یوں آئی ہے یہاں وہ روایت شرح السنہ ذکر کی ہوشیار عیار نے دیکھا کہ اصل حدیث تو اس کے دعوی شرک کو داخل جہنم کئے دیتی ہے اسے صاف الگ اڑا گیا اور فقط یہ منقطع روایت

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسلامی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۰۸

[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسلامی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۰۹، ۴۰۸

نقل کرلیا۔ کیا یہ سمجھتا تھا کہ مشکوٰۃ اہل علم کی نظر سے نہاں ہے، نہیں نہیں، خوب جانتا تھا کہ مبتدی طالب علم حدیث میں پہلے اسی کو پڑھتا ہے مگر اسے توان بیچارے عوام کو چھلنا مقصود تھا جنہیں علم کی ہوا نہ لگی سمجھ لیا کہ ان پر اندھیری ڈال ہی لوں گا، اہل علم نے اور کون سی مانی ہے کہ اسی پر معترض ہونگے۔

ع اس آنکھ سے ڈریے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

ثالثًا: امام الوہابیہ کا تو مبلغ علم یہی مشکوٰۃ ہے، ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہٖ تعالٰی ثابت کردکھائیں کہ یہی حدیثیں اس کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔ اول تو یہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (حدیث ۱۷۱) احمد وابی داؤد نے یوں مختصرًا اور ابن ماجہ نے بسند حسن اس طرح مطولًا روایت کی:

حدثنا هشام بن عمار ثنا سفٰين بن عيينه عن عبد الملك بن عمير عن ربعی بن حراش عن حذيفة بن اليمان رضی الله تعالٰی عنهما ان رجلًا من المسلمين راٰی فی النوم انه لقی رجلًا من اهل الكتاب فقال نعم القوم انتم لولا انكم تشركون تقولون ما شاء الله وشاء محمد صلی الله تعالٰی عليه وسلم وذكر ذٰلك للنبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم فقال اما والله ان كنت لاعرفها لكم قولوا ما شاء الله ثم ماشاء محمد صلی الله تعالٰی عليه وسلم[1]۔	یعنی اہل اسلام سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے تم کہتے ہو جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، فرمایا: سنتے ہو خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفة بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۹۳، سنن ابی داود، کتاب الادب باب منہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴، سنن ابن ماجة ابواب الکفارات باب النهی ان یقال ماشاء الله الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴

یہ حدیث ابن ابی شیبہ[1] وطبرانی وبیہقی وغیرہم نے بھی روایت کی۔

حدیث ۱۷۲: ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء اللہ وشئت ولٰکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت[2]۔	جب تم میں سے کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں، ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

حدیث ۱۷۳: نیز ابن ماجہ واحمد وبغوی وابن قانع وغیرہم نے یہی مضمون طفیل بن سخبرۃ برادر مادری ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

بیدانہ اعنی ابن ماجہ[3] احالہ علی حدیث حذیفۃ فقال نحوہ ولم یسق لفظہ۔	سوائے اس کے کہ ابن ماجہ نے اسکو حدیث حذیفہ کی طرف پھیرتے ہوئے نحوہ، کہا ہے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ (ت)

اور مسند امام احمد بسند حسن صحیح کہ حدثنا بھز وعفان ثنا حماد بن سلمۃ عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن طفیل بن سخبرۃ اخی عائشۃ لامھا رضی اللہ تعالٰی عنھما یوں ہے کہ انہیں خواب میں کچھ یہودی ملے انہوں نے ابنیت عزیر علیہ الصلٰوۃ والسلام ماننے کا ان پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تم خاص کامل لوگ ہوا گر ویں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، پھر کچھ نصارٰی ملے ان سے بھی ابنیت مسیح کے جواب میں یہی سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خواب عرض کیا، حضور نے خطبے میں بعد حمد وثناء الٰہی فرمایا:

انکم کنتم تقولون کلمۃ کان یمنعنی	تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے مجھے تمہارا

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ ابن ابی شیبۃ الآفۃ التاسعۃ عشر دارالفکر بیروت ۷/ ۵۷۴، اتحاف السادۃ بحوالہ المعجم الکبیر الآفۃ التاسعۃ عشر دارالفکر بیروت ۷/ ۵۷۴، الاسماء والصفات باب قول اللہ عزوجل وما تشاؤن الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۳۷و۲۳۸

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النھی ان یقال ما شاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴

[3] سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النھی ان یقال ما شاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴

الحیاء منکن ان انھٰکم عنہا لاتقولوا ماشاء اللہ وما شاء محمد[1]۔	لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حدیث ۱۷۴: سنن نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسارٍ قتیلہ بنت صیفی جہنیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان یھودیا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال انکم تنددون وانکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اراد وان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احد ماشاء اللہ ثم شئت[2]۔	یعنی ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر ہو کر عرض کی: بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو یوں کہتے ہو جو چاہے اللہ چاہو تم، اور کعبے کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں ''رب کعبہ کی قسم'' اور کہنے والا یوں کہے ''جو چاہے اللہ اور پھر جو چاہو تم۔''

یہ حدیث سنن بیہقی[3] میں بھی ہے، نیز ابن سعد نے طبقات اور طبرانی معجم کبیر میں میں بطریق مذکور مسعر اور ابن مندہ نے بطریق المسعودی عن معبد الجدلی عن ابن یسارن الجھنی عن قتیلۃ الجھنیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کی اور امام احمد نے مسند میں اس طریق مسعودی سے بسند صحیح یوں روایت فرمائی: حدثنا یحیی بن سعید ثنا یحیی المسعودی ثنی معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث طفیل بن سخبرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۷۲/۵

[2] سنن النسائی کتاب الایمان والنذور الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۱۴۳/۲

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایکرہ من الکلام فی الخطبۃ دارصادر بیروت ۲۱۶/۳، الطبقات الکبرٰی لابن سعد تسمیۃ غرائب نساء العرب دارصادر بیروت ۳۰۹/۸، المعجم الکبیر عن قتیلۃ بنت صیفی الجھنیہ حدیث ۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵/۱۴ و۱۵

عن قتیلۃ بنت صیفی ن الجھنیۃ،

قالت اتی خبر من الاخبار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون قال سبحان اللہ وما ذاك قال تقولون اذا حلفتم ولکعبۃ قالت فامھل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیأا ثم قال انہ قد قال فمن حلف فلیحلف برب الکعبۃ قال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تجعلون للہ نداً قال سبحان اللہ وما ذاك قال تقولون ما شاء اللہ وشئت قالت فامھل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا قال انہ قد قال ماشاء اللہ فلیفصل بینھما ثم شئت [1]۔	یعنی یہود کے ایک عالم نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کیجئے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو قسم کھائے وہ رب کعبہ کی قسم کھائے۔ یہودی نے عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کا برابر نہ ٹھہرائیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کہتے ہیں جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر بھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا، بعدہ، فرمادیا: اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے للہ تعالٰی تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کرکے کہے کپ پھر چاہو تم۔

بحمد اللہ یہ احادیث کثیرہ صحیحہ جلیلہ متصلہ کتب صحاح سے ہیں، امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنہ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمد اللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکم شرک کی بو نہ پائی۔

اقول: وباللہ التوفیق اب بفضلہٖ تعالٰی ملاحظہ کیجئے کہ یہی حدیثیں اسکے دعوی شرک کو کس کس طرح جہنم رسید فرماتی ہیں:

اولاً: ان احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام میں قول کہ اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہو جائیگا

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن قتیلہ بنت صیفی حدیث قتیلہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۷۱ و۳۷۲

یا اللہ اور تم چاہو تو یوں ہوگا شائع وذائع تھا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس پر مطلع تھے اور انکار نہ فرماتے تھے بلکہ اس عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود بھی ایسا فرمایا کرتے تھے، امام الوہابیہ اسے شرک کہتا ہے، تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شرک کرتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منع نہ فرماتے تھے۔

ثانیًا: حدیث طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا۔'' جب یہ لفظ امام الوہابیہ کے نزدیک شرک ٹھہرا تو معاذاللہ نبی نے دانستہ شرک کو گوارا کیا اور اس سے ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ پاس کو غلبہ دیا اور امام الوہابیہ کے یہاں یہ نبوت کی شان ہے، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

ثالثًا: ایک یہودی نے آکر اعتراض کیا اس کے بعد حکم ممانعت ہوا، تو امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام بلکہ سید انام علیہ الصلٰوۃ والسلام کو سچی توحید اور اس پر استقامت کی تاکید ایک یہودی نے سکھائی **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

رابعًا: قتیلہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حدیث صحیح دیکھو، اس یہودی کی عرض پر بھی فورًا حضور نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ ایک زمانہ کے بعد خیال آیا اور فرمایا: وہ یہودی اعتراض کر گیا ہے اچھا یوں نہ کہا کرو۔ تو امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ کے رسول نے آپ تو شرک سے نہ روکا یا شرک کو شرک نہ جانا جب ایک کافر نے بتایا اس پر بھی ایک مدت تک شرک کو روا رکھا پھر ممانعت بھی کی تو یوں نہیں کی شرک کی برائی سے، بلکہ یوں کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے لہٰذا چھوڑ دو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خامسًا: ان سب دقتوں کے بعد جو تعلیم فرمائی وہ بھی ہماں آس درکاسہ لائی ارشاد ہوا کہ یوں کہا کرو ''جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد'' صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ کام ہوگا، امام الوہابیہ کے لفظ یاد کیجئے:

"یہ خاص اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا[1]۔"

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

مسلمانو! للہ انصاف، جو بات خاص شان الٰہی عزوجل ہے جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ ''اور'' کہہ کر ملایات تو کیا، شرک سے کیونکر نجات ہوجائے گی۔ مثلاً آسمان وزمین کا خالق ہونا، اپنی ذاتی قدرت سے تمام اولین وآخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔ کیا اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ ورسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ ورسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لیے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں، دیکھو تو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے تو یہ عیار مشکوٰۃ کی اس حدیث متصل صحیح ابوداؤد کی میر بحری بجا گیا تھا جس میں لفظ ''پھر'' کے ساتھ اجازت ارشاد ہوئی تو ثابت ہوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پاکر بھی جو تبدیلی کی وہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

مسلمانو! یہ حاصل ہے رسولوں کی جناب میں اس گستاخ کے اعتقاد کا۔ "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۟ؑ"[1]۔ (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) یہ تو انکے طور پر نتیجہ احادیث تھا ہم اہل حق کے طور پر پوچھو تو **اقول:وباللہ التوفیق** (تو میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) بحمد اللہ تعالٰی نے صحابہ نہ شرک کیا نہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرک سن کر گوارا فرمایا، کسی کے لحاظ و پاس کو کام میں لانا ممکن نہ تھا، نہ یہودی مردک تعلیم توحید کر سکتا تھا، بلکہ حقیقت امری یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالٰی اللہ تعالٰی نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے رب کریم جل جلالہ، ہے وہ ان تقریرات جلیلہ سے کہ ہم نے زیر حدیث ذکر کیں واضح وآشکار ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک نائب وخادم سیدنا علی مرتضٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی کی نسبت امت مرحومہ کا جو اعتقاد ہے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت مذکورہ مقدمہ سے اظہار ہے کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

حضرت امیر وذریۃ طاہرہ اوراتمام امت برمثال پیران می پر ستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند[1]۔	حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اوران کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔(ت)

اور خود امام الوہابیہ اس تقویۃ الایمان کے کفری ایمان سے پہلے جو ایمان صراط مستقیم میں رکھتا تھا وہ بھی یہی تھا جہاں کہتا تھا:

مقامات ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت وغوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست ودر سلطنت سلاطین و امارتِ امرا ہمت ایشاں رادخلے ست کہ برسیاحین عالم ملکوت مخفی نیست[2]۔	مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے واسطے سے ملتے ہیں اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب کی ہمت کا دخل ہے، یہ سیاحان عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔(ت)

اب کہ تقویۃ الایمان نے بحکم:

"قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۹۳﴾"[3]۔	تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسے تمام امت مرحومہ کے خلاف ایک نیا ایمان سخت برا ایمان نام کا ایمان اور حقیقت میں پرلے سرے کا کفران سکھایا یا اسفل السافلین پہنچا، اب وہ بات کہ سیاحان عالم پر ظاہر تھی اسے کیونکر سُجھائی دے،

"وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴿۴۰﴾"[4]۔	اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔(ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] صراط مستقیم باب دوم فصل اول المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۳

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

اس مشیت مبارکہ عطائیہ کے باعث صحابہ کرام نام الٰہی عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا مگر از انجا کہ طریق ادب سے اقرب وانسب یہ ہے کہ مشیت ذاتیہ ومشیت عطائیہ میں فرق مراتب نفس کلام سے واضح ہو کہ کسی احمق کو توہّم مساوات نہ گزرے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کلمے پر خیال گزرتا تھا پھر ملاحظہ فرماتے کہ یہ اہل توحید ہیں معنی حق وصدق انہیں ملحوظ ہیں محبت خدا اور رسول اور نام پاک خلیفۃ اللہ الاعظم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک وتوسل انہیں اس قول پر باعث ہے اور بات فی نفسہٖ شرعًا ممنوع نہیں کہ واؤ مطلق جمع کے لیے ہے نہ مساوات؎ نہ معیت کے واسطے، لہٰذا

عـــہ: **اقول:** وھذا نکتۃ غفل عنھا بعض الجلۃ فجوز ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وزعم ان لواتی بالواو لکان شرکا جلیا فانما یتم ان کانت الواو المستویۃ وھو باطل قطعا قال تعالٰی "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ"[1] قال تعالٰی "اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ"[2] الٰی غیر ذٰلک مما لایحصی ومع ذٰلک بحمدالالہ لیس ملحظہ ملحظ ھٰؤلاء الا بخاس الجاعلۃ اثبات المشیئۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول: (میں کہتا ہوں) اس نکتہ کی طرف بعض بزرگوں کی توجہ نہ ہوئی، چنانچہ انہوں نے یوں کہنے کو تو جائز قرار دیا کہ "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" مگر گمان کیا کہ اگر ثم کی جگہ واو ہو تو شرک جلی ہوگا۔ لیکن یہ استدلال تو تب تام ہوتا اگر واو مقتضی مساوات ہوتی، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے غنی کردیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ایسا ہی ہے مگر باوجود اس عدم توجہ کے ان بزرگوں کا مطمع نظر بحمداللہ وہ نہیں جو ان کمینے وہابیوں کا ہے جو نبی کریم صلی اللہ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۶

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

منع نہ فرماتے تھے۔

حکمت: جب اس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے، اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کاالزام دیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بد عقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک وتوسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرز عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معنًا تو قطعًا صحیح تھی لہٰذا اس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سنجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رؤیائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے پناہ ٹھہرا ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شرکا بنفسه کما سمعت من امامهم السحیق ان ذاشان یختص باللّٰه عزوجل وان لامدخل فی لمخلوق ومشیته النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لا یأتی بشیئ فلوکان یذهب مذهب هٰؤلاء والعیاذباللّٰه لجعل ذکر مشیته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم شرکا مطلقا سواء فیه الواو وثم کما علمت وهو قد سرح بجواز ماشاء اللّٰه ثم شاء محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فتثبت ولا تزل ۱۲منه۔

تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مشیت کے محض اثبات کو ہی شرک قرار دیتے ہیں جیسا تو ان کے ذلیل امام کی بات سن چکا ہے کہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ان بزرگوں کا نظریہ وہی ہوتا جو ان وہابیوں کا ہے تو العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کے ذکر کو مطلقًا شرک قرار دیتے چاہے اس میں واؤمذکور ہو یا ثم، جیسا کہ تو جان چکا ہے، حالانکہ انہوں نے تصریح فرمائی ہے کہ یوں کہنا جائز ہے "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ثابت قدم رہ مت ڈگمگا۔ ۱۲منہ (ت)

جل جلالہ، نے راعنا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود وعنود اسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ انظرنا کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہذا خواب میں کسی بندہ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہٖ محل اعتراض نہ ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انہیں یہود ونصارٰی اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تا کہ ظاہر ہو کہ صرف ہٰن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا۔ ''پھر'' کا لفظ کہنے سے وہ توہّم مساوات کہ ان وہابی خیال کے یہود ونصارٰی یا یوں کہئے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا الحمد للّٰہ علی تواتر اٰلائہٖ والصلٰوۃ والسلام علی انبیائہ (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں اسکی مسلسل نعمتوں پر، اور درود وسلام ہو اسکے نبیوں پر۔)

اہل انصاف ودین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر القاء ہوئی کیسی واضح ومستنیر ہے ان احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہریں میں منظوم کیا اور تمام مدارج مراتب مرتبہ حمد للہ تعالٰی نورانی نقشہ کھینچ دیا۔ الحمد للّٰہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہلسنت ہی کا حصہ ہے، وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس کیا علاقہ ہے، ذٰلك فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم، والحمد للّٰہ رب العٰلمین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ت) غرض احادیث صحیحہ ثابتہ تو اس دروغ گو کو تابخانہ پہنچارہی ہیں۔ رہی وہ روایت مقطعہ کہ اس نے ذکر کی اور یونہی روایت عـــہ اعتبار ام المومنین صدیقہ سے کہ یہود کے اعتراض پر فرمایا یوں کہ کہو بلکہ کہو ما شاء اللّٰہ وحدہ۔ اقول اگر صحیح بھی ہو تو نہ ہمٰن مضر نہ اسے مفید کہ واو سے احتراز کی دو صورتیں ہیں: تبدیل حرف جس کی طرف وہ احادیث صحیحہ ارشاد فرمارہی ہیں، اور راسًا ترک عطف جس کا اس روایت میں ذکر آیا۔ ایک صورت دوسری کی نافی و منافی نہیں، نہ ذاتی میں حصر عطائی کی نفی کرے، قال اللّٰہ تعالٰی:

"فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ"[1]۔	تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاتم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (ت)

عـــہ: ای کتاب الاعتبار للحاوی ۱۲

[1] القرآن الکریم ۸/۱۷

اورجب بحمدہٖ تعالیٰ ہم خود حدیث سے ماشاء اللّٰه ثم شاء فلان کی طرح ماشاء اللّٰه ثم شاء محمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کی بھی اجازت دکھاچکے تو اب اصلاً ہمیں ان نکات وتوجیہات کی حاجت نہ رہی جو شراح نے اس روایت منقطعہ اوراس حدیث مستقل میں بظاہر ایک نوع تغایر کے لحاظ سے ذکر کئے ہیں۔ شیخ محقق قدس سرہ، نے یہاں یہ نکتہ ذکرفرمایا:

دریں جا غایت بندگی وتواضع وتوحید ست زیراکہ آنحضرت صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اسناد مشیت اگرچہ بطریق تاخر وتبعیت باشد تجویز کردامادرحق خود بآں نیز راضی نہ شد بلکہ امر کرد باسناد مشیت بہ پروردگار تعالیٰ تنہا بے توہم شرکت[1]۔	یہاں انتہائی بندگی،انکساری اور توحید ہے، کیونکہ رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نے اپنے غیر کی طرف اسناد مشیت کو جائز قرار دیا اگرچہ بطور تاخر وتبعیت، لیکن اپنے لئے اس کی بھی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فقط پروردگار عالم کی طرف بے توہم شرکت مشیت کااسناد کرنے کاحکم دیا۔(ت)

اقول: یہ توجیہہ بھی شرک امام الوہابیہ کی کیفر چشانی کو بس ہے۔سید عالم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نے تواضعًا اپنی مشیت کاذکر کرنے کو نہ فرمایااوروں کے ذکر مشیت کی اجازت دی،اگرشرک ہو تو معاذاللّٰه یہ ٹھہرے گی کہ حضورانے اپنی ذات کریم کو شریک خداکرنے سے منع فرمایااورزید عمر کو شریک کردینا جائز رکھا۔علامہ طیبی نے ایک اور توجیہ لطیف ودقیق کی طرف اشارہ کیاکہ:

انه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم رأس الموحدین ومشیئته معمورۃ فی مشیئة اللّٰه تعالیٰ ومضمحلة فیها[2]۔	نبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سردار موحّدین ہیں اور حضور کی مشیئت اللّٰه عزوجل کی مشیئت میں مستغرق وگم ہے۔

اقول: تقریراس اشارہ لطیفہ کی یہ ہے کہ عطف واؤسے ہوخواہ ثم خواہ کسی حرف سے، معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثم بوجہ افادۂ فصل وتراخی زیادہ مفید مغایرت ہےاور سید الموحدین صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نے اپنے لئے کوئی مشیئت جداگانہ اپنے رب عزوجل کی مشیئت سے رکھی ہی نہیں انکی مشیئت بعینہٖ خداکی مشیئت ہےاورمشیئت خدا بعینہٖ ان کی مشیئت،

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۵۳

[2] الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی علی المشکوٰۃ کتاب الادب حدیث ۴۷۷۹ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۷۹

اور عطف کرکے کہئے تو دوئی سمجھی جائے گی کہ اللہ کی مشیئت اور ہے اور رسول کی مشیئت اور، لہٰذا یہاں عطف کے لیے ارشاد نہ فرمایا فقط مشیت اللہ وحدہ کا ذکر بتایا کہ اس میں خود ہی مشیۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر آجائے گا جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ھٰکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام وبہ یندفع ما اوردعلیہ القاری من النقض بان مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضًا مضمحلۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی سبحانہ[1] اھ	اس مقام پر اسی طرح سمجھنا چاہیے اور اس سے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا وارد کردہ اعتراض بھی مندفع ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غیر کی مشیت بھی تو اللہ تعالٰی سبحانہ کی مشیت میں گم ہے اھ۔
اقول: فلم یفرق بین الاضمحلال الاضطر اری الحاصل لکل الخلق والاختیاری المختص بخلص عباداللہ الممتاز فیہ وفی کل صفۃ الٰھیّہ من بینھم سید ھم نبیھم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعترض علیہ ایضًا بانہ لایفید جواز الاتیان بالواؤ[2] اھ	**اقول:** (میں کہتا ہوں) کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے **(۱)** اضطراری، یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے۔ **(۲)** اختیاری، یہ اللہ تعالٰی کے لیے مخصوص بندوں کے ساتھ ہے جو صفت مشیت اواللہ تعالٰی کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں، ان کے سردار ان کے نبی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ملا علی قاری نے علامہ طیّبی کی تقریر پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان کے جواب سے ''واو'' کے استعمال کا جواب ثابت نہیں ہوتا اھ۔
اقول: ماکان مساق کلام الطیبہ لاثبات جواز الاتیان بالواوحتی یکون عدم افادتہ نقصًافی مرامہ انما اراد بداء نکتۃ الفرق	**اقول:** علامہ طیبہ نے اپنا کلام ''واوَ'' کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لیے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو انکے مقصد میں نقص لازم آئے، بَلکہ ان کا

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

بین مشیئته ومشیئة غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حیث ذکر الاولی بثم وطوی ذکر ھذہ رأسًا وھذا مستفاد من کلامه مابین وجهٍ کما سمعت منا تقریرہ،فلا ادری ماالمراد بذالایراد ثم افادہ وجه اٰکر للفرق فقال ماسبق مر قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولٰکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان لمجرد الرخصة ولوقال ھنا قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لکان امر وجوب اوندب ولیس الامر کذٰلك[1] اھ۔

مقصد تو یہ تھا کہ وہی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دوسروں کی مشیت میں فرق ظاہر کریں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت کا ذکر لفظ "ثم" کے ساتھ کر دیا لیکن اپنی مشیت کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ فرق ان کے ایک وجہ کے بیان سے مستفاد ہے جیسا کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سن چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اس اعتراض سے انکا مقصد کیا ہے۔ پھر فرق کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو فرمان گزر چکا ہے ''لیکن کہو جو چاہے اللہ تعالٰی پھر چاہے فلاں '' یہ محض رخصت کیلئے ہے اور اگر اس جگہ یوں فرماتے ''کہو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم'' تو یہ امر وجوب یا استحباب کے لئے ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اھ۔

اقول: کانه یستنبط من ترك لفظة لٰکن ھٰھنا فانه، یکون حینئذٍ امرًا مقصودًا واقله الندب بخلاف الاول فانه استدراك علی النھی فیفید مجرد الرخسة ھٰذا ماظھر لی فی تقریر مرامه وانت تعلم انه یرجع الفرق علی ھذا الی جھة العبارة فلو ذکر ھٰھنا لٰکن لساغ ان یذکر العطف بثم

اقول: دوسرے ارشاد میں لفظ "لکن" مذکور نہیں ہے۔ گویا کہ ملا علی قاری اس سے اس بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر مقصودی ہوگا جو کم از کم استحباب کے لیے ہوتا ہے برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نہی کے بعد لفظ "لکن" استدراک کیلئے ہے اس لئے محض رخصت کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو انکے مقصد کی وضاحت کیلئے مجھے ظاہر ہوئی ہے۔ قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

ولو ترکھا ثمه لقال قولوا ماشاء الله وحدہ، ثم قال مع المشیئة المسندة الی فلان انما ھی مشیئة جزئیة لا یجوز حملها علی المشیئة الکلیة کما رمزنا الیه فیما سبق من الکلام[1] اھ۔

ذکر کیا جاتا تو "ثم" کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اس جگہ لفظ "لکن" ترک کردیا جاتا تو فرماتے کہ کہو "ماشاء اللہ وحدہ" پھر علامہ قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے وہ مشیت جزئیہ ہے اسے مشیت کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہم کلام سابق اسکی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔اھ

اقول: ھٰذا شیئ متحاز عن البحث ومشیئة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایضًا لاتحیط بجمیع مرادات الله تعالٰی سبحٰنه ھٰذا قد کان افادة العلامة الطیبی وجهًا رابعًا وھو انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ھذا ای قولوا ما شاء الله وحدہ دفعا لمظنة التهمة قولهم ما شاء الله وشاء محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم تعظما له ورياء لسمعته[2] اھ۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالٰی کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی۔ اسکو یاد کرلو۔ علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کہو ماشاء اللہ وحدہ،" اس لئے کہ اگر صحابہ کرام یوں کہتے "ماشاء اللہ وشاء محمد" تو اس میں آپ کی عظمت کے بطور ریاء وسمعہ اظہار کے وہم کا گمان ہوتا، اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ کہو "ماشاء اللہ وحدہ۔"

اقول: ای والمظنة بحالها فی ذکر اسمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولو بثم فعدل الی ذکر الله تعالٰی وحدہ ولیس یرید ان المظنة نشأت

اقول: نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لفظ "ثم" کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا ہے تب بھی وہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالٰی کا ذکر ہونا چاہیے تھا، ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم لفظ "واؤ" کی وجہ سے

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۵۳۳/۸

[2] الکاشف عن حقائق السنن(شرح الطیبی علی المشکوٰۃ)الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ ادارۃ القرآن کراچی ۷۹/۹

من ^{عــــه} الواو اذلو ارادہ لہ یصلح ماذکرہ وجھا للفرق بذکر مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بثم لامشیئۃ ھو فان المحذور علی ھذا ان کان ففی الواؤلا فی ثم وفیھا الکلام فارادۃ ھذا خروج عن اصل المرام ھٰذا تقریر کلامہ علی ماظھرلی۔ **اقول:**وھو ارؤا الوجوہ عندی وکیف یظن ان یظن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصحابتہ فی ذکر نفسہ السمعۃ والریاء وحاشاہ وحاشاھم عن ذٰلك واحسن الوجوہ ما ذکر نا سابقا عن الطیبی وما قد منا عن الشیخ المحقق مع ان کل ذٰلك مستغنی عنہ کما علمت وقد اشارالیہ القاری ایضًا اذ قال اصل السؤال مدفوع لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	پیدا ہوا ہے، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے وہ وجہ فرق نہیں بن سکتا یعنی "ثم" کے بعد غیر مشیت کا ذکر کیا جاسکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کا ذکر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو ''واؤ'' میں ہے نہ کہ "ثم" میں، حالانکہ گفتگو "ثم" ہی میں ہے۔ لہٰذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا، یہ انکے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے۔ اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا ذکر فرمادیں تو آپ کو اپنے صحابہ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہیں ریاء اور سُمعہ کا وہم ہوگا۔ یہ گمان نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لائق ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کے۔ سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبہ اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں، اگرچہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور ملا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اصل سوال

عــــه: کماتوھم الفاضل الراد ففاہ بما قد علمت بطلانہ بدلائل قاھرۃ لاقبل لاحدبھا زعما منہ ان الواؤنص فی التسویۃ لامجرد مظنۃ تہمۃ وباللہ العصمۃ ۱۲منہ۔

جیسا کہ رد کرنیوالے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا ہے کہ واؤ میں محض تہمت کا گمان نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے۔ اور آپ ان کے وہم کا ناقابل تردید وجوہ سے باطل ہونا جان چکے ہیں، اور عصمت اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

داخل فی عموم فلان فیجوز ان یقال ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یجوز ان یقال ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] اھ **اقول:** ولو استحضر حدیث ابن ماجۃ لم یحتاج الی عموم فلان کما ان السائل لو استظھر لما سائل کما ان المحبیبین لو تذکروہ لما ذھبوا الی ھنا وھنا فسبحان من لایعزب عنہ شیئ۔	مندفع ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلان کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا جائز ہے اور ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا جائز نہیں ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اگر ملا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انہیں فلان کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیش نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرات کو یاد ہوتی تو انہیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ (ت)

الحمدللہ! یہ وصل مبارک کہ اعظم مقصد کتاب تھا بروجہ احسن واجمل اختتام کو پہنچا اور ہنوز اس کی ابحاث میں ردّ وہابیت کا بہت کلام باقی جس کا بعض ان شاء اللہ العزیز خاتمہ کتاب میں مذکور ہوگا، یہاں تک اس باب میں وجہ دوم پر بعد اسم پاک جامع ایک سو چودہ حدیثیں متعلق بذات اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مذکور ہوئیں اور بعض آئندہ آتی ہیں اور پچاس حدیثیں کہ ہم نے شمار کرکے شمار نہ کیں علاوہ ہم ابنائے زماں میں کسل وتقاعد ہے، لہٰذا بخوف ملالت زیادہ اطالت نہ کیجئے اور بتوفیقہ تعالٰی بقیہ وصلوں کے وصل سے راحت وبرکت لیجئے وباللہ التوفیق۔

وصل دوم
احادیث متعلقہ بحضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء

حدیث ۱۷۵: طبرانی معجم اوسط اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا **نعم** فرماتے یعنی اچھا، اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو لا یعنی نہ فرماتے۔

---
[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۳۳

ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور خاموش رہے، پھر سوال کیا سکوت فرمایا، پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا: سل ماشئت یااعرابی! اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، فرماتے ہیں: **فغبطناہ فقلنا الاٰن یسأل الجنۃ** یہ حال دیکھ کر (کہ حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور سے جنت مانگے گا، اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور سے سواری کا اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ عرض کی: حضو سے زادراہ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا فرق ہے اس اعربی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا کنار دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دیے کہ خود واپس پلٹ آئے، موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی: الٰہی! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا: تم قبر یوسف (علیہ الصلٰوۃ والسلام) کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا: اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو، اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ عرض کی: **لا واللہ حتی تعطینی ما اسئلک** خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا: **ذٰلک لک** تیری عرض قبول ہے۔ **قالت فانی اسئلک ان اکون معک فی الدرجۃ التی تکون فیھا فی الجنۃ** پیرزن نے عرض کی: تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں اس درجے میں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ **قال سلی الجنۃ** موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: جنت مانگ لے، یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔ **قالت لا واللہ الا ان اکون معک** پیرزن نے کہا: خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ **فجعل موسٰی یرددھا فاوحی اللہ ان اعطھا ذٰلک فانہ لن ینقصک شیئًا فاعطاھا** موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام اس سے یہی ردوبدل کرتے رہے۔ اللہ عزوجل نے وحی بھیجی موسٰی! وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمھارا کچھ نقصان نہیں، موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے جنت میں اسے اپنی رفاقت عطا فرمادی، اس نے یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کی قبر بتادی،

موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرماگئے[1]۔

اقول:وبالله التوفیق،بحمدہٖ تعالٰی اس حدیث نفیس کاایک ایک حرف جان وہابیت پر کوکب شہابی ہے۔

اولاً: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کااعرابی سے ارشاد کہ ''جو جی میں آئے مانگ لے۔'' حدیث ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علمائے کرام نے عموم مستفاد کیا یہاں صراحۃً خود ارشاد اقدس میں عموم موجود کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطافرمانے کااختیار رکھتے ہیں **صلی الله تعالٰی علیہ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ قدر جودہٖ ونوالہ ونعمہ وافضالہٖ** (اللہ تعالٰی درود وسلام اوربرکت نازل فرمائے آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے جو دوسخا اورانعام واکرام کے مطابق۔ت)

ثانیاً: یہ ارشاد سن کر مولی علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا غبطہ کہ کاش یہ عام انعام کاارشاد اکرام ہمیں نصیب ہوتا حضور تو اسے اختیار عطافرماہی چکے اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہوا کہ بحمداللہ تعالٰی صحابہ کرام کا یہی اعتقاد تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ عزوجل کے تمام خزائن رحمت دنیاوآخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلٰی نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ثالثاً: خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کااس وقت اس اعرابی کے قصور ہمت پر تعجب کہ ہم نے اختیار عام دیا اور ہم سے حطام دنیامانگنے بیٹھا پیرزن اسرائیلیہ کی طرح جنت نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلٰی سے اعلٰی درجہ مانگتا تو ہم زبان دے ہی چکے تھے اور سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اسے عطافرمادیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً: ان بڑی بی پر اللہ عزوجل کے بے شمار رحمتیں بھلاانہوں نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو خدائی کارخانہ کا مختار جان کر جنت اور جنت میں بھی ایسے اعلٰی درجے عطا کردینے پر قادر مان کر شرک کیاتو موسٰی کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو کیا ہوا کہ یہ باآں شان غضب وجلااس شرک پر انکار نہیں فرماتے اس کے سوال پر کیوں نہیں کہتے کہ میں نے جو اقرار کیا تھاتو ان چیزوں کا جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس والخرائطی الخ حدیث ۳۴۸۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۱۷۔۶۱۶،المعجم الاوسط عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۷۷۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۷۶و۳۷۷

اپنے اختیار کی ہوں بھلاجنت اور جنت کا بھی ایسادرجہ یہ خدا کے گھر کے معاملے میں ان میں میرا کیا اختیار تو نے نہیں سنا کہ وہابیہ کے امام شہید اپنے قرآن جدید نام کے تقویۃ الایمان اور حقیقت کے کلمات کفر و کفران میں فرمائیں گے کہ:

''انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے انہیں عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو۔[1]''

میں تو میں مجھ سے اور تمام جہان سے افضل محمد رسول اللہ خاتم المرسلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ان کی وحی باطنی میں اترے گا کہ: ''جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[2]۔''

خود انہیں کے نام سے بیان کیا جائے گا کہ: ''میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کرسکوں[3]۔''

نیز کہا جائے گا: ''پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنادیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجد ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے[4]۔''

بڑی بی! کیا تم سَٹھ گئی ہو، دیکھو تقویۃ الایمان کیا کہہ رہی ہے کہ رسول بھی کون، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور معاملہ بی کس کا، خود ان کے جگر پارے کا۔ اور وہ بھی کتنا کہ دوزخ سے بچالینا اس کا تو انہیں خود اپنی صاحبزادی کے لئے کچھ اختیار نہیں وہ اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آسکتے تو کہاں وہ

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

[2] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

[4] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۵

اور کہاں میں، کہاں ان کی صاحبزادی اور کہاں تم، کہاں صرف دوزخ سے نجات اور کہاں جنت، اور جنت کا بھی ایسا اعلیٰ درجہ بخش دینا۔ بھلا بڑی بی! تم مجھے خدا بنارہی ہو، پہلے تمہارے لئے کچھ امید ہو بھی سکتی تو اب تو شرک کرکے تم نے جنت اپنے اوپر حرام کرلی۔ افسوس کہ موسٰی کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے کچھ نہ فرمایا، اس بھاری شرک پر اصلًا انکار نہ کیا۔

خامسًا: درکنار اور رجسٹری کہ سلی الجنتہ اپنی لیاقت سے بڑھ کر تمنا نہ کرو ہم سے جنت مانگ لو ہم وعدہ فرماچکے ہیں عطا کردیں گے تمہیں یہی بہت ہے۔ افسوس موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے کیا شکایت کہ امام الوہابیہ اگرچہ یہودی خیالات کا آدمی ہے جیسا کہ ابھی آخر وصل اول میں ثابت ہوچکا ہے مگر اپنے آپ کو کہتا تو محمدی ہے، خود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے جدید قرآن تقویۃ الایمن کو جہنم پہنچایا۔ ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سے جنت کا سب سے اعلٰی درجہ مانگا، اس عظیم سوال کے صریح شرک پر انکار نہ فرمایا بلکہ صراحۃً عطا فرمادینے کو متوقع کردیا اب اگر وہ جل جل کر ان کی توہین نہ کرے ان کا نام سَوسَو گستاخیوں سے نہ لے تو اور کیا کرے بیچارہ کلیم کا مردود حبیب کا مارا اپنے جلے دل کے پھپھولے بھی نہ پھوڑے، مثل مشہور ہے کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان۔

"وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ (۸) "[1]۔	اور عزت اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے، لیکن منافقین نہیں جانتے۔ (ت)

سادسًا: سب فیصلوں کی انتہا خدا پر ہوتی ہے، کلیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے امام الوہابیہ سے یہ رکھائی برتی تو اسے جائے عزر تھی کہ موسٰی بدین خود مابدین خود حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تقویۃ الایمان کی یہ صریح تذلیل وتضلیل فرمائی تو اسے آنسو پوچھنے کو جگہ تھی کہ وہ نبی امی ہیں پڑھے لکھے نہیں کہ تقویۃ الایمان پڑھ لیتے ان احکام جدیدہ سے آگاہ ہوتے مگر پورا قہر تو خدا نے توڑا کہ بڑی بی کے شرک اور موسٰی کے اقرار کو خوب مسجّل ومکمل فرمادیا۔ وحی آئی تو کیا آئی کہ اعطہا ذٰلک موسٰی! یہ جو مانگ رہی ہے تم اسے عطا کر بھی دو اس بخشش فرمانے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ واہ ری قسمت یہ اوپر کا حکم تو سب سے تیز رہا، یہ نہیں فرمایا جاتا کہ موسٰی! تم ہو کون بڑھ بڑھ کر باتیں مارنے والے، ہمارے یہاں کے معاملے کا ہمارے حبیب کو تو ذرہ بھر اختیار ہے ہی نہیں یہاں تک کہ خود اپنی صاحبزادی کو دوزخ

[1] القرآن الکریم ۸/۶۳

سے نہیں بچاسکتے تم ایک بڑھیا کو جنت پھنٹائے دیتے ہو، اپنی گرمجوشی اٹھار کھو، تقویۃ الایمان میں آچکا ہے کہ "ہمارے یہاں کا معاملہ ہر شخص اپنا درست کرلے[1]" بلکہ علی الرغم الٹا یہ حکم آتا ہے کہ موسٰی! تم اسے جنت کا یہ عالی درجہ عطا کردو۔اب کہئے یہ بیچارہ کس کا ہو کر رہے جس کے لئے توحید بڑھانے کو تمام انبیاء سے بگاڑی، دین وایمان پر دولتّی جھاڑی، صاف کہہ دیا کہ: ''خدا کے سوا کسی کو نہ مان اوروں کو ماننا محض خبط ہے[2]۔''

اسی خدا نے یہ سلوک کیا اب وہ بیچارہ ازیں سو ماندہ وزآں سو راندہ (نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ت) سوا اس کے کیا کرے کہ اپنی اکلوتی چہر توحید کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کو نکل جائے اور سر پر ہاتھ رکھ کر چلّائے ؎

مازیاراں چشم یاری داشتیم　　　خود غلط بود انچہ ماپنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہمارا گمان تھا وہ خود غلط تھا۔ت)

مجھے امام الوہابیہ کے حال پر ایک حکایت یاد آئی اگرچہ میں ذکر احادیث میں ہوں مگر بمناسبت محل ایک آدھ لیطف بات کا ذکر خالی از لطف نہیں ہوتا جسے تمحیض کہتے ہیں اور یہ بھی سنت سے ثابت ہے کمافی حدیث خرافۃ و ام زرع (جیسا کہ خرافہ اور ام زرع کی حدیث میں ہے۔ت) میں نے ایک عالم سنت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو فرماتے سنا کہ رافضیوں کے کسی محلے میں چند غریب سنی رہتے تھے، روافض کا زور تھا ان کا مجتہد پچھلے پہر سے اذان دیتا اور اس میں کلمات ملعونہ بکتا، ان غریبوں کے قلب پر آرے چلتے، آخر مرتا کیا نہ کرتا، چار شخص مستعد ہو کر پہلے سے مسجد میں جاچھپے، وہ اپنے وقت پر آیا جبھی تبرا شروع کیا، ان میں سے ایک صاحب برآمد ہوئے اور اس بڈھے کو گرا کر دست ولکد ونعل سے خوب خدمت کی کہ ہیں میں ابوبکر ہوں تو مجھے برا کہتا ہے۔آخر اس نے گھبرا کر کہا حضرت! میں آپ کو نہیں کہتا تھا میں نے تو عمر کو کہا تھا۔دوسرے صاحب تشریف لائے اور مارتے مارتے بیدم کردیا کہ ہیں مجھے کہتا تھا، یا حضرت! توبہ ہے میں تو عثمان کو کہتا تھا۔تیسرے صاحب آئے اور ایسی ہی تواضع فرمائی کہ ہیں مجھے کہے گا۔اب سخت گھبرایا بیتاب ہو کر چِلّایا کہ مولٰی دوڑیئے دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں۔اس پر چوتھے حضرت ہاتھ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[2] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵

میں استرا لئے نمودار ہوئے اوناک جڑ سے اڑالی کہ مردک توخدا کے محبوبوں اور ہمارے دین کے پیشواؤں کو برا کہے گا اور ہم سے مدد چاہے گا، اب مؤذن صاحب درد کے مارے شرم وذلت سے گور کنارے کسی کونے میں سرک رہے۔ مومنین آئے نمازیں پڑھتے اور کہتے جاتے ہیں آج قبلہ وکعبہ تشریف نہ لائے۔ جناب قبلہ بولیں تو کیا بولیں، جب اجالا ہوا ارے حضرت قبلہ تو یہ پڑے ہیں، قبلہ! خیر ہے؟ (رو کر) خیر کیا ہے آج وہ تینوں دشمن آپڑے تھے مارتے مارتے کچومر نکال گئے تمہارا دیکھنا مقدر میں تھا کہ سانس باقی ہے۔ قبلہ! پھر آپ نے حضرت مولٰی کو کیوں نہ یاد فرمایا؟ جب کئی بار یہی کہے گئے تو آخر جھنجھلا کر ناک پر سے رومال پھینک دیا کہ یہ کوتک تو انہیں کے ہیں دشمن تو مار ہی کر چھوڑ گئے تھے انہوں نے تو جڑ سے پونچھ لی۔

ما زیاراں چشم یاری داشتیم　　　خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم[1]

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ت)

واستغفروا اللہ العظیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

سابعًا: پچھلا فقرہ تو قیامت کا پہلا صور ہے فاعطاھا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے پیرزن کو وہ جنت عالیہ عطافرمادی۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**

مسلمانو! دیکھا تم نے کہ اللہ اور اس کے مرسلین کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام وہابیت کے شرک کا کیا کی برا دن لگاتے ہیں کہ بیچارے کو اسفل السافلین میں بھی پناہ نہیں ملتی "كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾"[2]۔ (مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ت)

حدیث ۱۷۶: کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرمارہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا: **صدقت فاحتکم ماشئت** تو نے سچ کہا اچھا جو جی میں آئے گا حکم لگادے۔ عرض کی: اسی دنبے اور ان کا چرانے والا غلام عطا ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی **ولصاحبۃ موسی التی دلتہ علی**

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

عظام یوسف کانت افھم منك حین حکمھا موسٰی فقالت حکمی ان تردنی شابّة وادخل معك الجنة اور بیشک موسٰی جس نے انہیں یوسف علیہم الصلٰوۃ والسلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے، اس نے کہا: میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس کردیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ یونہی ہوا کہ وہ ضعیفہ فورًا نوجوان ہوگئی اس کا حسن وجمال واپس آیا اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم نے عطا فرمایا۔ **ابن حبان**[1] **والحاکم فی المستدرك مع اختلاف عن ابی موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه**۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یہاں جوانی بھی موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے پھیر دی۔

حدیث ۱۷۷: کہ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو رب عزوجل نے وحی بھیجی:

یا موسٰی کن للفقراء کنزًا وللضعیف حصنًا وللمستجیر غیثًا۔ ابن النجار عن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال اوحی الله تعالٰی الی موسٰی علیه الصلٰوۃ والسلام فذکرہ فی حدیث طویل[2]۔	اے موسٰی! فقیروں کے لئے خزانہ ہوجا اور کمزور کے لیے قلعہ اور پناہ مانگنے والے کے لیے فریاد رس۔ (ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی فرمائی پھر طویل حدیث میں اس کا ذکر کیا۔ ت)

وہابیہ کے طور پر اس حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اے موسٰی! تو خدا ہوجا کہ جب یہ خاص شان الوہیت ہیں اور ان باتوں میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں اور یکساں عاجز تو موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو ان باتوں کا حکم ضرور خدا بن جانے کا حکم ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم**۔

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الشعراء دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۴، اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حبان والحاکم کتاب آفات اللسان الخ دارالفکر بیروت ۷/ ۵۰۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۱۶۶۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۸۷

حدیث ۱۷۸و۱۷۹: ترمذی وحاکم حضرت ابوہریرہ اور امام احمد وابو داود طیالسی وابن سعد وطبرانی وبیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب حضرت عزت جل وعلانے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیاان کی پیٹھ کو مسح فرمایا جس قدر لوگ ان کی نسل سے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے سب ظاہر ہوگئے۔ رب عزوجل نے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک نور چمکایا پھر انہیں آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام پر پیش فرمایا۔ عرض کی: الٰہی! یہ کون ہیں؟ فرمایا: تیری اولاد ہیں۔ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان میں ایک مرد کو دیکھا ان کی پیشانی کا نور انہیں بہت بھایا، عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیری اولاد سے پچھلی امتوں میں ایک شخص داود نام ہے۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر زیادہ فرما۔ رب جل وعلانے فرمایا: **لاالا ان تزید انت من عمرك** میں زیادہ نہ فرماؤں گا مگر یہ کہ تو اپنی عمر سے اس کی عمر میں زیادت کردے۔ (آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی عمر کے ہزار برس تھے۔) عرض کی: تو میری عمر سے چالیس سال اس کی عمر میں بڑھا دے۔ فرمایا: ایسا ہے تو لکھ لیا جائے گا اور مہر کرلیجائیگی اور پرھ بدلے گا نہیں (نوشتہ لکھ کر ملائکہ کی گواہیاں کرائی گئیں) **فلما انقضی عمر اٰدم الا اربعین جاءہ ملك الموت فقال اٰدم اولم یبق من عمری اربعون سنة قال اولم تعطها ابنك۔** داؤد جب آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی عرم سے صرف چالیس برس باقی رہے یعنی نو سو ساٹھ برس گزر گئے ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس آئے۔ فرمایا: کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں؟ کہا: کیا آپ اپنے بیٹے داود علیہ الصلٰوۃ والسلام کو نہ دے چکے (پھر اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لیے ہزار اور داود علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے سو برس پورے کردیے) **ھذا حدیث ابی ھریرۃ**[1] **الا ما بین الخطین**

---

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الاعراف حدیث ۳۰۸۷ دارالفکر بیروت ۵ /۵۳، المستدرك للحاکم کتاب الایمان قصه خلق آدم علیه السلام دارالفکر بیروت ۱/ ۶۴، السنن الکبرٰی للبیهقی کتاب الشهادات باب الاختیار فی الاشهاد دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۴۶، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۱و۲۵۲ (باقی برصفحہ آئندہ)

فمن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم (یہ حدیث ابوہریرۃ ہے مگر قوسین کے درمیان حدیث ابن عباس ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت)

ان حدیثوں کا ارشاد ہے کہ داود علیہ الصلٰوۃ والسلام کو آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عمر عطا فرمائی۔

حدیث ۱۸۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا ضل احدکم شیئًا و ارادعونًا وھو بارضٍ لیس بھا انیس فلیقل یاعبداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی، فان للہ عبادًا لایراھم۔ الطبرانی [1] عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کرینگے۔ والحمدللہ رب العالمین۔ (طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یاعباداللہ احبسوا تو یوں ندا کرے: اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ ابن السنی [2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن السنی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۹۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۴، مسند ابی داود الطیالسی حدیث ۲۶۹۲ دار المعرفۃ بیروت الجزء الحادی عشر ص ۳۵۰، کنزالعمال عن ابن عباس حدیث ۱۵۱۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴ و ۳۵، الدر المنثور بحوالہ الطیالسی الخ تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۶، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۲۸ و ۲۹

[1] المعجم الاکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱۷ و ۱۱۸

[2] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۵۰۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۱۳۶

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: یوں ندا کرے:

اعینونی یا عباد اللہ۔ ابن ابی شیبۃ[1] والبزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	میری مدد کرو اے اللہ کے بندو! (ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

یہ تین حدیثیں وہابیت کش کہ تین صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت سے آئیں، قدیم سے اکابر علماء دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و مجرب رہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار^ف کہ نماز غوثیہ شریف کے فضل رفیع اور بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلنے وغیرہ ایک ایک فعل کے سِرِّ بدیع مین تصنیف کیا، ملاحظہ ہو۔ ان حدیثوں اور حدیث اجل واعظم یا محمد انی توجہت بک الی ربی کی شوکت قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکت مذبوحی کا حال تخاتمہ رسالہ میں عنقریب آتا ہے۔ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۸۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کنت ولیہ فعلی ولیہ۔ احمد[2] والنسائی والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	جس کا میں مددگار وکارساز ہوں علی اس کا مددگار وکارساز ہے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم۔ (احمد ونسائی وحاکم نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شبۃ کتاب الدعاء حدیث ۲۹۷۱۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۹۲، البحرالزخار (مسند البزار) حدیث ۴۹۲۲ ۱۱/۱۸۱ والمعجم الکبیر حدیث ۲۹۰ ۱۷/۱۱۸، کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاذکار حدیث ۳۱۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۳۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۸ و۳۶۱، المستدرک للحاکم کتاب قسم الفئی من کنت ولیہ فان علیًا ولیہ دارالفکر بیروت ۲/۱۳۰، الجامع الصغیر عن بریدۃ حدیث ۹۰۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۴۲

ف: رسالہ "انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)" فتاوی رضویہ جلد ہفتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور کے صفحہ ۵۶۹ پر مرقوم ہے۔

علامہ مناوی نے شرح میں فرمایا: یدفع عنه مایکره [1] علی۔ اس کے مددگار ہیں اس سے مکروہات وبلیات دفع فرماتے ہیں۔
اور شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے ولی ووالی ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" [2]۔	نبی مسلمانوں کا زیادہ والی ہے ان کی جانوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"۔ احمد [3] و البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ والی ہوں۔ (احمد و بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

لانی الخلیفة الاکبر الممد لکل موجود [4]۔	اس لئے کہ میں اللہ عزوجل کا نائب اعظم اور تمام مخلوق الٰہی کا مدد رساں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من کنت ولیه الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۴۴۲/۲

[2] القرآن الکریم ۶/۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالة باب جوار ابی بکر الصدیق فی عهد النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۰۸/۱، صحیح البخاری کتاب النفقات ۸۰۹/۲ وکتاب الفرائض ۹۹۷/۲ وباب ابنی عم احدهما الخ ۹۹۸/۲، صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵/۲، سنن النسائی کتاب لاجنائز الصلوة علی من علیه دین نور محمد کارخانہ کراچی ۲۷۹/۱، سنن ابن ماجة ابواب الصدقات التشدید فی الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۷۶، مسند احمد بن حنبل عن ابی هریره رضی الله تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۲۹۰/۲و۴۵۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا اولی بالمومنین الخ مکتبۃ الاماالشافعی ریاض ۳۷۷/۱

مامن مؤمن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرءوا ان شئتم النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم فایما مؤمن مات وترك مالا فلیرثه عصبته من کانو ومن ترك دینًا اوضیاعًا فلیاتنی فانا مولاہ۔ البخاری [1] و مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابو داود والترمذی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ اس کا والی نہ ہوں، تمہارے جی میں آئے تو یہ آیہ کریمہ پڑھو کہ ''نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا ان کی جانوں سے ''توجو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دَین بیکس بے زر بچے چھوڑے وہ میری پناہ میں آئے کہ اس کا مولٰی میں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی آلك وبارك وسلم۔ (بخاری ومسلم وترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوداود وترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں: المولی الناصر [2]۔ یہاں مولٰی بمعنٰی مددگار ہے۔

تو لاجرم بحکم حدیث مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ بھی ہر مسلمان کے ولی ومددگار ودافع بلاومکروہات ہین، والحمدللہ رب العٰلمین، اسی لئے شاہ ساحب نے فرمایا: حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض واداء الدین باب الصلوٰۃ علی من ترك دَیناً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۳، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۵، صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۶، سنن الترمی، سنن ابی داود کتاب الامارۃ باب فی ارزاق الذریۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۵۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۳۴و۳۳۵، شرح السنۃ کتاب الفرائض حدیث ۲۲۴۱ المتکب الاسلامی بیروت ۸/۳۲۴، سنن الکبرٰی للبیہقی باب العصبۃ ۶/۲۳۸ و کتاب النکاح ۷/۵۸ دار صادر بیروت

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب تحت حدیث ۴۷۸۱/۳۰۲ بیروت ۱۹/۱۶۴

امیر وذریہ طاہرہ اورا [1] الخ۔

اقول: عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی داخل اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں، **قال اللہ تعالٰی:**

"یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ" [2]۔	مہاجرین اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی:

"فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ" [3]۔(الاٰیۃ)	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریل وابوبکر وعمر وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

حدیث ۱۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ابنتی فاطمۃ حوراء اٰدمیۃ لم تحض ولم تطمث وانما سماھا فاطمۃ لان اللہ تعالٰی فطمھا ومحبیھا من النار۔ الخطیب [4] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	میری صاحبزادی فاطمہ آدمیوں میں حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عورت کو ہوتے ہیں ان سے پاک ومنزہ ہے۔اللہ عزوجل اس نے کا فاطمہ اس لئے نام رکھا کہ اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتش دوزخ سے آزاد فرمادیا۔(خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

غلامانِ زہرا کو نار سے چھڑایا تو اللہ عزوجل نے مگر نام حضرت زہرا کا ہے فاطمہ چھڑانے والی آتش جہنم سے، نجات دینے والی۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیھا وعلیھا وبعلھا وابنیھا وبارك وسلم۔

---

[1] تحفہ اثناء عشریۃ باب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] القرآن الکریم ۸/۵۹

[3] القرآن الکریم ۶۶/۴

[4] تاریخ بغداد ترجمہ غانم بن حمید ۶۷۷۲ دارالکتب العربی بیروت ۱۲/۳۳۱، کنز العمال عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۹

حدیث ۱۸۵:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه دعا ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنهما وکانت تحته، فوجدها تبکی فقال مایبکیک، فقال یا امیر المومنین هذا الیهودی یعنی کعب الاحبار یقول انك علی باب من ابواب جهنم فقال عمر ماشاء اللہ واللہ انی لارجو ان یکون ربی خلقنی سعیدا ثم ارسل الی کعب فدعاہ فلما جاءہ کعب قال یا امیر المومنین لاتعجل علی والذی نفسی بیدہ لاینشلخ ذوالحجة حتی تدخل الجنة فقال عمر ای شیئ هذا مرة فی الجنة مرةً فی النار فقال یا امیر المومنین والذی نفسی بیدہ انا لنجدك فی کتاب اللہ عزوجل علی باب من ابواب جهنم تمنع الناس ان یقعوا فیها فاذا مات	یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ حضرت ام کلثوم دختر امیر المومنین مولٰی علی وبتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا انہیں روتے پایا سبب پوچھا، کہا یا امیر المومنین یہ یہودی کعب احبار (رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اجلہ ائمہ تابعین وعلمائے کتابین واعلم علمائے توراۃ سے ہیں پہلے یہودی تھے خلافت فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے، شاہزادی کا اس وقت حالت غضب میں انہیں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بربنائے نازک مزاجی تھا کہ لازمہ شاہزادگی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہیں، امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہو، پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا، انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی: امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجۃ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کبھی جنت میں کبھی نار میں؟ عرض کی: یا امیر المومنین! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں

لم یزالوا یقتحمون فیھا الی یوم القیٰمۃ۔ ابن اسعد [1] فی طبقاته وابوالقاسم بن بشر ان فی مالیه عن البخاری مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے (وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ رب عمر الجلیل) (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا ہے۔ت)

بھلا دوزخ میں گرنے سے بچانا دفع بلا کا ہے کو ہوا۔

حدیث ۱۸۶: معانی الآثار امام طحاوی میں ہے: حدثنا ابن مرزوق ثنا ازھر السمان عن ابن عون محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنه: لنا رقاب الارض [2]۔ یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: زمین کے مالک ہم ہیں۔

حدیث ۱۸۷:

بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی عثمان یستعینه فی جیش العسرۃ فبعث الیه عثمٰن بعشرۃ اٰلاف دینار۔ یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا مسلمانوں پر بہت حالت تنگی و عُسرت تھی اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت فرمائی ان سے مدد چاہی، ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمٰن! اللہ تیری چھپی اور ظاہر خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے، اس کے بعد عثمٰن کو کچھ پرواہ نہیں کوئی عمل کرے۔ ابن عدی [3] والدارقطنی و

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد زکر استخلاف عمر رضی اللہ عنه دار صادر بیروت ۳/ ۳۳۲، کنز العمال بحواله ابن سعد وابی القاسم بن بشران حدیث ۳۵۷۸۷ مؤسسة الرساله بیروت ۱۲/ ۵۷۰ و ۵۷۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب احیاء الارض المیتة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۶

[3] کنز العمال بحواله عد، قط حدیث ۳۶۱۸۹ مؤسسة الرساله بیروت ۱۳/ ۳۸

ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما (ابن عدی ودارقطنی وابو نعیم نے فضائل صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

کیوں وہابی صاحبو! غیر خدا سے استعانت شرک تو نہیں، ایاک نستعین کے کیا معنی کہتے ہو۔

حدیث ۱۸۸: ایک مصری نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

یا امیر المومنین عائذ بك من الظلم۔	امیر المومنین! میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے۔

امیر المومنین نے فرمایا: عذت معاذًا، تو نے سچی جائے پناہ کی پناہ لی۔ ہمارا مطلب تو حدیث کے اتنے ہی لفظوں سے ہو گیا، پناہ لینے والوں نے امیر المومنین کی دہائی دی اور امیر المومنین نے اپنی بارگاہ کو سچی جائے پناہ فرمایا، مگر تتمہ حدیث بھی ذکر کریں کہ اس میں امیر المومنین کے کمال عدل کا ذکر ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر پر امیر المومنین کے صوبیدار تھے، یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے ان کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ لگائی میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں دو معزز و کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس کی فریاد پر امیر المومنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، حاضر ہوئے۔ امیر المومنین نے مصری کو حکم دیا: کوڑا لے اور مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا۔ اور امیر المومنین فرماتے جاتے ہیں: مار دو لئیموں کے بیٹے کو۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جب اس فریاد نے مارنا شروع کیا ہمارا جی یہ چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے۔ اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش! اپنا ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا امیر المومنین نے فرمایا: اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے انہوں نے کیوں نہ داد رسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا) مصری نے عرض کی: یا امیر المومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا اس سے میں عوض لے چکا۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

مذ کم تعبدتم الناس وولدتهم امهاتهم احرارا۔	تم لوگوں نے بندگان خدا کو کب سے اپنا غلام بنالیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔

عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یا امیر المومنین! نہ مجھے کوئی خبر ہوئی نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا۔ ابن عبد الحکم [1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن عبدالحکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸۹: خلافت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک سال مدینہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا "عام الرمادہ" نام رکھا گیا یعنی ہلاک و تباہی جان و مال کا سا۔ امیر المومنین نے عمرو بن العاص کو مصر میں فرمان بھیجا:

یہ شقہ ہے بندۂ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے ابن عاص کے نام

سلم اما بعد فلعمری یاعمرو ماتبالی اذا شبعت انت ومن معك ان اهلك انا ومن معی فیاغوثاه ثم یا غوثاه یرددقوله۔	سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم! اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں ارے فریاد کو پہنچ ارے فریاد کو پہنچ۔ اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب حاضر کیا:

یہ عرضی بندہ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن عاص کی طرف سے

اما بعد فیالبیك ثم یالبیك وقد بعثت الیك بعیرا اولها عندك واٰخرها عندی والسلام علیك ورحمة الله وبركاته۔	بعد سلام معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہو گا اور آخر میرے پاس اور حضور پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسا ہی کارواں حاضر کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک یہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عبدالحکم حدیث ۳۶۰۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۶۰ و۶۶۱

تمام منزلہائے دوار دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں تھا اور پچھلا مصر میں، سب پر اناج تھا، امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرمادیے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بار کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت کھاؤ، چربی کھاؤ، کھال کے جوتے بناؤ، جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بناؤ۔ یوں اللہ عزوجل نے لوگوں کی مشکل دفع کی، امیر المومنین حمد بجالائے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ [1] والحاکم فی المستدرك و البیھقی فی السنن عن اسلم مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن عبدالحکم واللفظ لہ، عن اللیث بن سعد۔	ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ازاد کردہ غلام اسلم سے، اور ابن عبدالحکم نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے، لفظ ابن عبدالحکم کے ہیں۔ (ت)

حدیث ۱۹۰: حضور سید عالم تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور کے نائب کریم علی مرتضٰی امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

انی لاستحی من اللہ ان یکون ذنب اعظم من غفری او جھل اعظم من حلمی او عورۃ لایواریھا ستری او خلۃ لایسدھا جودی۔ ابن عساکر عن جبیر عن الشعبی عن علی کرم اللہ تعالٰی	بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفت مغفرت سے بڑھ جائے وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہو جائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں حلم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا

[1] المستدرك للحاکم کتاب الزکٰوۃ دارالفکر بیروت ۱/۴۰۵ السنن الکبرٰی للبیھقی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ باب یکون للولی الخ دار صادر بیروت ۶/۳۵۵، صحیح ابن خزیمہ باب ذکر الدلیل علی ان العامل علی الخ حدیث ۲۳۶۸ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۸، کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ حدیث ۳۵۸۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۶۰۹ و ۶۱۰، کنز العمال بحوالہ ابن عبدالحکم حدیث ۳۵۹۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۶۱۴ و ۶۱۷

وجهه۔	کسی حاجتمندی کو میرا کرم بندہ نہ فرمائے۔(ابن عساکر[1] نے جبیر سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ت)

وہابیو! دیکھا تم نے محبوبان خدا کا احسان، ان کی غفران، ان کی حاجت برآری، ان کی شان ستّاری۔

اللهم انفعنا بفضلهم وعفوهم وحلمهم وجودهم و کرمهم فی الدنیا والاٰخرة اٰمین۔	یااللہ! ہمیں ان کے فضل، ان کے عفو، ان کے حلم، ان کے جود اور ان کے کرم سے دنیا و آخرت میں نفع عطافرما آمین۔(ت)

حدیث ۱۹۱: فرماتے ہیں کرم اللہ تعالٰی وجہہ:

لاادری ای النعمتین اعظم علی منة من رجل بذل مصاص وجهه الی فراٰنی موضعًا لحاجته واجری الله قضاء ها اویسره علی یدی ولان اقضی لامرئ مسلم حاجة احب الی من ملا الارض ذهبا وفضة۔ابو الغنائم النرسی فی کتاب قضاء الحوائج عنه رضی الله تعالٰی عنه[2]۔	بے شک میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں کون سے مجھ پر زیادہ احسان ہے کہ ایک شخص میری سرکار کو اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا معززمنہ میرے سامنے لائے اوراللہ تعالٰی اسکی حاجت کاروا ہونا اسکی آسانی میرے ہاتھ پر واں فرمائے، یہ تمام روئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت روافرماؤں۔(ابو الغنائم النرسی نے کتاب قضاء الحوائج میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۹۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **هجاهم حسان فشفٰی واشتفٰی**۔ حسان نے کافروں کی ہجو کہی تو

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمه علی بن ابی طالب ۵۰۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۹۹/۴۵، کنزالعمال بحوالہ کر عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۳۶۳۶۴ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱۱/۱۳

[2]

شفادی شفالی۔مسلم [1] عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنھا۔(مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔ت)

حدیث ۱۹۳: جب کفار قریش نے شان اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اشعار گستاخی بکے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم جواب ہوا، انہوں نے جواب دیا، حضور نے ناکافی پایا، پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا، ان کا جواب بھی پسند خاطر اقدس نہ آیا۔ پھر حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا۔ انہوں نے کفار کی ہجو کہی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد شفیت یا حسان واشتفیت۔ابن عساکر [2] عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	حسان! تم نے شفادی اور شفالی۔(ابن عساکر نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۹۴: حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ام المومنین نے ان کے لئے مسند بچھوائی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے گزارش کی: آپ انہیں مسند پر بٹھاتی ہیں۔وقد قال ماقال ام المومنین نے فرمایا:

انہ کان یجیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویشفی صدرہ من اعدآئہ۔ابن عساکر [3] عن عطاء ابن ابی رباح۔	یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کرتے اور رنج اعداء سے سینہ اقدس کو شفاء دیتے(ابن عساکر نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت کیا۔ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسان بن ثابت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۰۱،تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۲۸۵

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۲۷۸،کنزالعمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۹۵۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۳۴۱و۳۴۲

[3] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۸۵۵مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۳۳۹،تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۲۷۷

حدیث۱۹۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکرموا الانصار فانھم ربوا الاسلام کما یربی الفرخ فی وکرہ۔الدارقطنی[1] فی الافراد والدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	انصار کی عزت کرو کہ انہوں نے اسلام کو پالا ہے جس طرح پرند کا پٹھا آشیانے میں پالا جاتا ہے۔(دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

وصل سوم

احادیث متعلقہ بملائکہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام

حدیث۱۹۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان العبد المؤمن لیدعوا اللہ تعالٰی فیقول اللہ تعالٰی لجبریل لاتجبه فانی احب ان اسمع صوته،واذا دعاہ الفاجر قال یا جبیریل اقض حجته فانی لااحب ان اسمع صوته،۔ابن النجار[2] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بیشک بندہ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب جل وعلا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے فرماتا ہے:اس کی دعا قبول نہ کر کہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں۔اور جب فاجر دعا کرتا ہے رب جل جلالہ،فرماتا ہے:اے جبریل!اس کی حاجت روا کردے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا(ابن النجار نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اس حدیث سے واضح کہ جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں روا فرماتے ہیں۔دین وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

حدیث۱۹۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد والدیلمی حدیث ۳۳۷۲۴مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹،الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۲۳دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۵

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن النجار حدیث۳۲۶۱ و ۴۹۰۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۲/ ۸۵ و ۶۲۰

ان الله ملئکة مؤکلین بارزاق بنی اٰدم قال لھم ایما عبدٍ وجد تموہ جعل الھم ھمّاواحد فضمنوا رزقه السمٰوٰت والارض وبنی اٰدم ایسما عبدٍ وجد تموہ طلب فان تحری الصدق فطیبوا له،ویسروا ومن تعدی ذٰلك فخلوا بینه،وبیان مایرید ثم لاینا ل فوق الدرجة التی کتبتھا له۔الترمذی [1] الاکبر الامام فی النوادر۔	اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے بنی آدم کے رزقوں پر مؤکل ہیں انہیں اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ جس بندے کو ایسا پاؤ کہ سب فکریں چھوڑ کر آخرت کا ہورہا ہے آسمان وزمین وانسان سب کو اس کے رزق کا ضامن کردو یعنی بے طلب ہر طرف سے اسے رزق پہنچاؤ اور جسے روزی کی تلاش میں دیکھو وہ اگر راستی کا قصد کرے تو اس کے لیے اس کا رزق پاک وآسان کردو اور جو حد سے بڑھے اسے اس کی خواہش پر چھوڑ دو پھر ملے گا تو اتنا ہی جو میں نے اس کے لئے لکھ دیا ہے(اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۹۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ملك قابض علٰی ناصیتك فاذا تواضعت لله رفعك واذا لجبرت علی الله قصمك وملك قائم علی فیك لایدع الحیة آن تدخل فی فیک۔ابن جریر عن کنانة العدوی رضی اللہ تعالٰی عنه۔ھذا مختصر [2]۔	ایک فرشتہ تیری پیشانی کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ عزوجل جل شانہ،کے لئے تواضع کرے تجھے بُلندی بخشتا ہے اور جب تو اس پر معاذاللہ تکبر کرے تجھے توڑ ڈالتا ہلاک کر دیتاہے،اور ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ سانپ کو تیری منہ میں نہیں جانے دیتا۔(ابن جریر نے کنانہ عدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔یہ مختصر ہے۔ت)

دیکھو متواضعوں کو فرشتہ بُلند قدری دیتاہے،متکبروں کو فرشتہ ہلاک کرتا ہے،اور

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل الحادی والسبعون والمائتان فی جمع الھموم دار صادر بیروت ص ۳۹۵

[2]

کیوں صاحبو! یہ فرشتہ جو منہ کی حفاظت کررہا ہے دافع البلا تو نہ ہوا شاید دفع بلال اس کا نام ہوگا کہ وہ چھوڑدے کہ سانپ تمہارے منہ میں گھس جائے۔

حدیث۱۹۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ابن اٰدم لفی غفلة عما خلق له ویبعثالله ملکًا فیحفظه حتی یدرک۔ ابنا ابی[1] حاتم والدنیا وابو نعیم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنهم هذا مختصر۔	آدم زاد اس کام سے غافل ہے جس کے لیے پیدا کیا گیا اور اللہ تعالٰی فرشتہ بھیجتا ہے کہ وقت پہنچنے تک اس کا نگہبان رہتا ہے۔(اسکو ابو حاتم وابوالدنیا کے بیٹوں اور ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، یہ مختصر ہے۔ت)

حدیث۲۰۰: صحیح مسلم شریف میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مر بالنطفة اثنتان واربعون لیلة بعث الله الیها ملکًا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها[2]۔ الحدیث	جب نطفے پر بیالیس راتیں گزرتی ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ آکر اس کی صورت بناتا ہے، کان، آنکھ، کھال، گوشت، ہڈیاں خلق کرتا ہے۔

انہیں کی دوسری روایت میں ہے:

یتسورعلیها الملک۔ قال زهیر حسبته قال الذی یخلقها[3]۔	فرشتہ آکر اس پر گرتا ہے، زہیر نے کہا میرے خیال میں حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ جو اسے خلق کرتا ہے۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۵ محمد بن علی الباقر دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۰/۳، الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم الخ تحت الآیۃ ۲۱/۵۰ داراحیاء لتراث بیروت ۵۲۴/۷

[2] صحیح مسلم، کتاب القدر باب کیفیت خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۳/۲

[3] صحیح مسلم، کتاب القدر باب کیفیت خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۳/۲

انہیں کی تیسری روایت میں ہے:

ان ملكًا مؤكلًا بالرحم اذا اراد الله ان يخلق شيئا باذن الله الحديث [1]۔	بیشک عورتوں کے رحم پر ایک فرشتہ متعین ہے جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ وہ فرشتہ باذن الٰہی کچھ خلق کرے۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

ان النطفة اذا استقرت فی الرحم فمضٰی لها اربعون یومًا جاء ملك الرحم فصور عظمه ولحمه ودمه وبشره [2]۔	نطفے کو جب رحم میں ٹھہرے چلہ گزر جاتا ہے فرشتہ کہ رحم پر مؤکل ہے آکر اس کی ہڈیوں، گوشت، خون اور بال کھال کی تصویر کرتا ہے۔

حدیث۲۰۱: صحیحین بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بچے کا مادہ آفرینش چالیس دن تک ماں کے پیٹ میں جمع ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن خون کی بوٹی، ثم یرسل الله الیه الملك فینفخ فیه الروح جب تین چلے گزر لیتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ اس میں جان ڈالتا ہے، هذا لفظ مسلم [3]۔ (یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ" [4]۔	اللہ ہے کہ تمہاری تصویر فرماتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جیسے چاہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳

[2] المعجم الکبیر عن حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ حدیث ۳۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۷، کنز العمال حدیث ۵۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/ ۴۵۶ و کتاب الانبیاء ۲/ ۴۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

[4] القرآن الکریم ۳/ ۶

اور فرماتا ہے جل وعلا:

"هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ"[1]۔	کیا کوئی اور بھی خلق کرنے والا ہے اللہ کے سوا۔

یہاں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا نام پاک ماحی ہے یعنی کفر وشرک کے مٹانے والے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وہ خود صحیح حدیثوں میں فرمارہے ہیں کہ فرشتہ تصویر کرتاہے، فرشتہ صورت بناتاہے۔ فرشتہ آنکھ، کان، گوشت، استخواں، بال، کھال، خون خلق کرتاہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ فرشتے کے ہاتھ سے ہوکر جان بھی فرشتہ ڈالتا ہے۔ شرک پسند گمراہوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا **والعیاذ باللہ رب العٰلمین**۔ جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم تو اتنا ہی فرما کر چپ ہورہے تھے:

"لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾"[2]۔	میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یہاں تو ان سے کم درجہ شخص کے ہاتھوں پر دنیا بھر کے بیٹی بیٹوں کی خلق وتصویر ہورہی ہے۔ احمق جاہلو! اپنے سسکتے ایمان کی جان پر رحم کرو، یہ فرق نسبت اٹھانا اقسام اسناد مٹانا خدا جانے تمہیں کن برے حالوں پر پہنچائے گا۔ مسلمانوں کو مشرک بنانا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔

حدیث ۲۰۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر اید اللہ عمر بملکین یوفقانه ویسددانه فاذا اخطأصرفاه حتی یکون صوابًا۔ الدیلمی[3] عن ابی بکرن الصدیق وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	اگر نبی میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بیشک عمر نبی کرکے بھیجا جاتا۔ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر امر مین اسے ٹھیک راہ پر رکھتے ہین اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو (دیلمی نے ابو بکر صدیق اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/۳۵

[2] القرآن الکریم ۱۹/۱۹

[3] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۵۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۷۲، کنز العمال حدیث ۳۲۷۶۱ مؤسسة بیروت ۱۱/ ۵۸۱

حدیث ۲۰۳: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: بیشک عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا اسلام عزت تھا اور ان کی ہجرت فتح ونصرت اور ان کی خلافت میں رحمت۔ خدا کی قسم گرد کعبہ علانیہ نماز نہ پڑھنے پائے جب تک عمر اسلام نہ لائے۔ جب وہ مسلمان ہوئے کافروں سے قتال کیا یہاں تک کہ ہم نے علانیہ گرد کعبہ نماز ادا کی۔ وانی لاحسب بین عینی عمر ملکا یسددہ اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ انہیں راستی ودرستی دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے اور جب نیک بندوں کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر لاؤ۔

ابن عساکر[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدمر بعضہ، اواخر الباب الاول بتخریج اٰخر غیر محدود۔	(اس کو ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا، اور اس کا بعض حصہ دوسری تخریج کے ساتھ باب اول کے آخر میں گزر گیا ہے۔ت)

حدیث ۲۰۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا وترکاہ۔ البیہقی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جب قاضی مجلس حکم میں بیٹھتا ہے اس پر دو فرشتے اترتے ہیں کہ وہ اسے راستی دیتے توفیق بخشتے سیدھی راہ چلاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرلے جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اسے چھوڑا اور اڑ گئے۔ (بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ عزوجل اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶۷/۴۷، کنزالعمال حدیث ۳۵۸۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۹۹/۱۲

[2] کنز العمال عن ابن عباس حدیث ۱۵۰۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹۹/۶، السنن الکبرٰی للبیہقی آداب القاضی باب فضل من ابتلی بشیئ الخ دارصادر بیروت ۸۸/۱۰

کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی تمجید وتوحید کرتا ہے جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے اس کے پاس آکر کہتا ہے کیا مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے تو کون ہے؟ کہتا ہے میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی انا الیوم اونس وحشتك والقنك حجتك واثبتك بالقول الثالث واشهدك مشاهدك یوم القیٰمة واریك منزلك من الجنة۔ آج میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دور کروں گا، میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا، میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثبات دوں گا، میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا، میں تیرے رب کے حضور تیری شفاعت کروں گا، میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔

ابن ابی الدنیا [1] فی قضاء الحوائج وابو الشیخ فی الثواب عن الامام جعفر ن الصادق عن ابیه عن جدہٖ رضی اللہ تعالٰی عنهم وکرم وجوههم۔	اس کو ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں امام جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہوا اور ان کے چہروں کو مکرم بنایا۔ (ت)

حدیث۲۰۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: بیشک میں کتاب اللہ میں ایک سورت تیس آیتوں کی پاتا ہوں جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے اور اس کے تیس گناہ محو فرمائے اور اس کے تیس درجے بُلند کرے،

وبعث اللہ الیه ملکا من الملئکة لیبسط علیه جناحه ویحفظه من کل سوء حتی یستیقظ وهی المجادلة تجادل عن صاحبها فی القبر وهی تبارك الذی سورة الملك	اللہ عزوجل اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے کہ اپنا بازو اس پر کشادہ رکھے جب تک سوکر اٹھے وہ فرشتہ اسے ہر برائی سے محفوظ رکھے وہ سورت مجادلہ ہے اپنے قاری کی طرف سے اس کی قبر میں جھگڑے گی وہ تبارک الذہ سورہ ملک ہے۔

[1] موسوعة رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۱۱۵ مؤسسة الکتب الثقافیه بیروت ۸۶/۲، کنز العمال بحواله ابن ابی الدنیا حدیث ۱۶۴۰۹ مؤسسة الرساله بیروت ۴۳۱/۶

الدیلمی[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	(دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حمٰی مؤمنا منافق یغتابه بعث الله له ملکا یحمی لحمه من نار جهنم۔ احمد[2] وابوداود عن معاذ بن انس رضی الله تعالٰی عنه۔	جب کوئی منافق کسی مسلمان کو پیٹھ پیچھے برا کہہ رہا ہو تو جو شخص اس منافق سے اس مسلمان کی حمایت کرے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے کہ آتش دوزخ سے اس کے گوشت کو بچائے (احمد وابوداود نے معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت جعفرا یطیر ملکا فی الجنة تدمی تادمتاه ورأیت زیدا دون ذٰلك فقلت ماکنت اظن ان زیادا دون جعفر فقال جبریل (علیه الصلٰوة والتسلیم) ان زیدا بدون جعفر ولٰکنا فضلنا جعفر بقرابته منك	میں نے جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اڑرہے ہیں اوران کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہپروں سے خون رواں ہے اورزید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو میں نے ان سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے عرض کی: زید جعفر سے کم نہیں مگر ہم نے جعفر کا مرتبہ زید سے بڑھادیا ہے اس لئے کہ وہ حضور سے قرابت رکھتے ہیں۔

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۱۷۹ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۶۲ و ۶۳، کنز العمال حدیث ۲۷۰۸ مؤسسة الرساله بیروت ۱/ ۵۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس الجهنی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۴۱، سنن ابی داود کتاب الادب باب الرجل یذب عن عرض اخیه آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۳

ابن سعد[1] عن محمد بن عمرو بن علی مرسلاً۔	(ابن سعد نے محمد بن عمرو بن علی سے مرسلاً روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰۹: طلحہ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: روز احد میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کندھیاں لے کر ایک چٹان پر بٹھادیا کہ مشرکین سے آڑ ہو گئی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پس پشت دس مبارک سے ارشاد فرمایا:

ھذا جبریل یخبرنی انه لایراك یوم القیٰمة فی ھولٍ الا انقذك منه۔ ابن عساکر[2] رضی اللہ تعالٰی عنه۔	یہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اے طلحہ! وہ روز قیامت تمہیں جس کسی دہشت میں دیکھیں گے اس سے تمہیں چھڑا دیں گے۔ (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۰: جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابو لولو مجوسی خبیث نے خنجر مارا اور امیر المؤمنین نے مشورے کا حکم دیا (کہ میرے بعد عثمان غنی و علی مرتضٰی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم چھ صاحبوں سے مسلمان جسے مناسب تر جانیں خلیفہ بنائیں) حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمت امیر المومنین میں آئیں اور کہا: اے باپ میرے! بعض لوگ کہتے ہیں یہ چھ شخص پسندیدہ نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: مجھے تکیہ لگا کر بٹھادو۔ بٹھائے گئے، ارشاد فرمایا: "علی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لا تُو روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ بھلا عثمان کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس دن عثمان انتقال کرے گا آسمان کے فرشتے اس پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ فضیلت خاص عثمان کے لئے ہے یا ہر مسلمان

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸، کنز العمال حدیث ۳۳۲۱۳ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱/ ۶۶۵

[2] کنز العمال حدیث ۳۶۶۰۶ مؤسسة الرساله بیروت ۱۳/ ۲۰۲، تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۰۶۴ طلحه بن عبیدالله داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۵۰

کے لئے۔فرمایا: خاص عثمان کے لئے۔طلحہ بن عبید اللہ کو کیا کہیں گے،ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کجاوا پشت مرکب سے گر گیا تھا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کون ہے کہ میرا کجاوا ٹھیک کردے اور جنت لے لے۔یہ سنتے ہی طلحہ دوڑے اور کجاوا درست کردیا،حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا: یاطلحۃ ھذا جبریل یقرئك السلام ویقول انا معك فی اھوال یوم القیٰمۃ حتی انجیك منھا۔اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ ان سے تمہیں نجات دوں گا۔زبیر بن عوام کو کیا کہیں گے،میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور آرام فرماتے تھے زبیر بیٹھے پنکھا جھلتے رہے یہاں تک کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدار ہوئے،فرمایا: اے ابو عبداللہ! (زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ہے) کیاجب سے تو جھل رہا ہے؟ عرض کی: میرے ماں باپ حضور پر نثار جب سے برابر جُھل رہاہوں۔سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ھذا جبریل یقرئك السلام ویقول انا معك یوم القیٰمۃ حتی ادب عن وجھك شرر جھنم۔یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرے سے جہنم کی اڑتی ہوئی چنگاریاں دور کروں گا۔سعد بن ابی وقاص کو کیا کہیں گے،میں نے روز بدر دیکھا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چودہ بار ان کی کمان چلہ باندھ کر انہیں عطا کی اور فرمایا تیر مار،تیرے قربان میرے ماں باپ۔عبدالرحمٰن بن عوف کو کیا کہیں گے،میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے دونوں صاحبزادے رضی اللہ تعالٰی عنہما بھوکے روتے بلکتے تھے،سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون ہے کہ کچھ ہماری خدمت میں حاضر کرے،اس پر عبدالرحمٰن بن عوف حیس (کہ خرمائے خستہ برآوردہ، اور پنیر کو باریک کوٹ کر گھی میں گوندھتے ہیں) اور دو روٹیاں کہ ان کے بیچ میں روغن رکھا تھا لے کر حاضر ہوئے،رحمت دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کفاك اللہ امر دنیاك واما امر اٰخرتك فانا لھا ضامن۔اللہ تعالٰی تیرے دنیا کے کام درست کردے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔"معاذ[1] بن المثنٰی فی زیادات مسند مسددٍ والطبرانی فی

---

[1] کنزالعمال بحوالہ معاذ بن المثنٰی حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۴۶۔۲۴۷

الاوسط وابو نعیم فی فضائل الصحابۃ وابو بکر ان الشافعی فی الغیلانیات وابو الحسن بن بشران فی فوائدہٖ والخطیب فی التلخیص المتشابہ وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔امام جلیل جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:سندہ صحیح[1]۔اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تکملہ کاملہ: وصل اول کی طرف پھر عود کرنا والعود احمد ؎

اعد ذکر والینا لنا ان ذکرہ ، هو المسك ما کررته یتضوع

(ہمارے والی کا ذکر ہمارے لئے پھر لوٹاؤ کہ بیشک ان کا ذکر ایسی کستوری ہے جسے جتنا رگڑو وہ خوشبو دیتی ہے۔ت)

؎ باز ہوائے چمنم آرزوست ، جلوہ سرو سمنم آرزوست

(پھر مجھے چمن کی ہوا کی خواہش ہے جنبیلی کے نغمے کے جلوے کی خواہش ہے۔ت)

؎ پھر اٹھا ولولئہ یاد بیابان حرم ، پھر کھنچا دامن دل سوائے مغیلان حرم

اللہ اس حدیث صحیح کے پچھلے جملے نے پھر وصل اول احادیث متعلقہ محبوب اجمل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آتش شوق سینے میں بھڑکا دی، کتا اپنے پیارے آقا مہربان مولٰی کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے، ہر پھر کر وہیں کا وہیں رہا چاہے بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم کا دراطہر سے ہٹا ہی نہیں، انبیاء کے دروازے پر جائے تو انہیں کا گھر ہے، اولیاء کے یہاں آئے تو انہین کا در ہے، ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انہیں کا نگر ہے ع

کوئی اوران کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں

؎ یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ، ہر کجا درنگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھرے میں ایک چراغ ہے جس کی روشنی سے جہاں دیکھو ایک انجمن بنائے ہوئے ہیں۔ت)

؎ آسمان کواں زمیں خوان زمانہ مہمان ، صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

؎ بندہ ات غیرت. بردکے. بردر غیرت رود ، دررود چوں بنگردہم شاہ آں ایواں توئی

(تیرا غیرتمند غلام در غیر پر کیسے جاسکتا ہے، اور اگر جائے تو دیکھے گا کہ اس ایوان کا بادشاہ بھی تو ہی ہے۔ت)

حدیث۲۱۱: نزال بن سبرہ فرماتے ہیں ایک دن ہم نے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

---

[1] کنزالعمال تحت حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۴۶ و ۲۴۷

کو خوش دل پایا، عرض کی: یاامیر المومنین ! اپنے یاروں کا حال ہم سے بیان کیجئے۔فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب صحابہ میرے یار ہیں۔ ہم نے عرض کی: اپنے خاص یاروں کا تذکرہ کیجئے۔فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں کہ میرا یار نہ ہو۔ ہم نے عرض کی: ابو بکر صدیق کا حال بیان کیجئے۔فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبریل امین و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم کی زبان پر ان کا نام صدیق رکھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں ہمارے دین کی امامت کو پسند فرمایا تو ہم نے اپنی دنیا میں بھی انہیں کو پسند کیا۔ ہم نے عرض کی: عمر بن خطاب کا حال بیان فرمائیے۔فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں جن کا نام اللہ عزوجل کے فاروق رکھا، انہوں نے حق کو باطل سے جدا کردیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عرض کرتے سنا کہ الٰہی ! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کی عزت دے۔ ہم نے عرض کی: عثمان کا حال کہئے۔فرمایا ذٰلک امرء تدعٰی فی الملاء الاعلی ذالنورین کان ختن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابنتیہ ضمن لہ فی الجنتہ یہ وہ صاحب ہیں کہ ملاء اعلٰی و بزم بالا میں ذی النورین پکارے جاتے ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو شاہزادیوں کے شوہر ہوئے، سرور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

خیثمۃ [1] واللالکائی والعشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر عنہ عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ وراہ عنہ ابو نعیم قال سألنا علیا عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنھما قال ذاك امرو فذکرہ [2]۔	خیثمہ، لالکائی اور عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے انہی سے بحوالہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اسکو روایت کی اکہ ہم نے حضرت علی سے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ وہ ایسے عظیم شخص ہیں، پھر پوری حدیث ذکر کی۔(ت)

حدیث ۲۱۲: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں کسی سے فرمایا کہ اپنا گھرے میرے ہاتھ بیچ ڈال کہ مسجد حرام میں زیادت فرماؤں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا ضامن ہوں۔اس نے

[1] کنز العمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۳۱۔۲۳۲

[2] معرفۃ الصحابہ لابی نعیم حدیث ۲۳۹ مکتبۃ الحرمین ریاض ۱/۲۴۶

عذر کیا۔ پھر فرمایا۔ انکار کیا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر ہوئی، یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی دے کر خرید لیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور! اب وہ گھر میرا ہے **فھل انت اٰخذھا ببیت تضمن لی فی الجنۃ** کیا حضور مجھ سے ایک مکان بہشت کے عوض لیتے ہیں جس کے حضور میرے لئے ضامن ہوجائیں۔ **قال نعم** فرمایا: ہاں۔ **فاٰخذھا منہ وضمن لہ بیتًا فی الجنۃ واشھد لہ علی ذٰلک المومنین** حضور نے ان سے وہ مکان لے کر جنت میں ان کے لئے ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملہ پر گواہ کرلیا۔

احمد الحاکمی [1] فی فضائل عثمان عن سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	احمد حاکمی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۲۱۳: کہ جب مہاجرین مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا، بنی غفار سے ایک شخص کی مِلک میں ایک شیریں چشمہ مسمّٰی بہ رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: **بعنیھا بعین فی الجنۃ** یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک چشمہ بہشت کے عوض بیچ ڈال۔ عرض کی: یارسول اللہ! میری اور میرے بچوں کی معاش اسی میں ہے مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ۳۵ ہزار روپے کو خرید لیا، پھر خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: **یارسول اللہ اتجعل لی مثل الذی جعلت لہ عینًا فی الجنۃ اشتریتھا** یارسول اللہ! کیا جس طرح حضور اس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے عطا فرمائیں گے؟ **قال نعم** فرمایا: ہاں۔ عرض کی: میں نے بِئر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کردیا۔ **الطبرانی [2] فی الکبیر وابن عساکر عن بشیر رضی اللہ تعالٰی**

---

[1] الریاض النضرۃ بحوالہ الحاکمی الباب الثالث دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۰ و ۲۱

[2] المعجم الکبیر عن بشیر اسلمی حدیث ۱۲۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۴۱ و ۴۲، تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹، کنز العمال بحوالہ طب کر حدیث ۳۶۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۵ و ۳۶

عنه (طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۴: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اشترٰی عثمان بن عفان من رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الجنة مرتین یوم رومة ویوم جیش العسرة۔الحاکم [1] وابن عدی وعساکر عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوبار نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جنت خرید لی بئر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگدستی کے روز۔(حاکم اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۵: کہ حضور مالک جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

لك الجنة علی یا طلحة غدًا۔ابو نعیم [2] فی فضائل الصحابة عن امیر المومنین رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ ہے (ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۶: صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یضمن لی مابین لحییه وما بین رجلیه اضمن له الجنة [3]۔	جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو جائے (کہ ان سے میری نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة اشترٰی عثمان الجنة مرتین دارالفکر بیروت ۳/ ۱۰۷، تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹، الکامل لابن عدی ترجمہ بکر بن بکار دارالفکر بیروت ۲/ ۴۶۴

[2] کنز العمال بحواله ابی نعیم حدیث ۳۳۳۶۵ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱/ ۶۵۹

[3] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸، ۹۵۹، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قتال اهل البغی باب ماعلی الرجل من حفظ اللسان الخ دارصادر بیروت ۸/ ۱۶۶

امام الوہابیہ علیہ ماعلیہ اپنے مقر کو پہنچا،اب یہ حدیثیں کسے دکھائیں کہ او بے بصر بدزبان! تیرے نزدیک تو "وہ کسی چیز کے مختار نہیں،ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اپنی جان تک کے نفع ونقصان کے مالک نہیں دوسرے کا تو کیا کرسکیں،اللہ کے یہاں کا معاملہ انکے اختیار سے باہر ہے،وہاں کسی کی حمایت نہیں کرسکتے کسی کے وکیل نہیں بن سکتے[1]۔"

ان حدیثوں کو سوجھ کو وہ بتملیک الٰہی عزوجل جنت کے مالک،کارکنانہ الٰہی کے مختار ہیں،ضمانتیں فرماتے ہیں،اپنے ذمے لیتے ہیں،عطافرماتے ہیں،بیع کردیتے ہیں،ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون ومختار، ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بیکار۔

الحمدللہ اہل حق کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل،حقیقت عطائیہ لیجئے تو وہ ضرور مالک جنان،بلکہ مالک جہان ہیں۔اور ذاتیہ لیجئے تو مالک حقیقی کے ماذون مطلق ونائب کامل ہاں گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذاللہ فضولی محض مانے۔"**وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ**"[2]۔(اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

حدیث۲۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من بکر یوم السبت فی طلب حاجۃ فانا ضامن بقضائھا۔ابو نعیم[3] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو شنبے کے دن تڑکے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اسکی حاجت روائی کا ذمہ دار ہوں۔(ابو نعیم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حضرت سید نظام الحق والدین محبوب الٰہی سلطان الاولیاء قدست اسرارہم کی نسبت لوگ کہتے ہیں:

"بعد جمعہ جو کیجئے کام اس کے ضامن شیخ نظام"۔

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۹تا۲۵

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

[3] کنزالعمال بحوالہ ابو نعیم عن جابر حدیث ۱۶۸۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۲۰

وہابی اسے شرک کہتے ہیں، وہی حکم اس حدیث پر لازم۔

حدیث ۲۱۸: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل بعثت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمن کو تاجرانہ جاتے تھے ایک پیر مرد عسکلان بن عواکر کے یہاں قیام فرماتے، وہ ان سے مکہ معظّمہ کا حال پوچھتے تم میں کوئی مشہور بُلند چرچے والا پیدا ہوا؟ کسی نے تم پر تمہارے دین میں خلاف کیا؟ یہ انکار کرتے، جب بعد بعثت اقدس گئے پیر مرد نے کہا: میں تمہیں وہ بشارت دیتا ہوں کہ کہ تمارے لئے تجارت سے بہتر ہے، اللہ تعالٰی نے تمہاری قوم سے نبی برگزیدہ مبعوث فرمایا، ان پر اپنی کتاب اتاری، وہ اصنام سے روکتے اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں، حق کا حکم دیتے اور اس کے فاعل ہیں، باطل سے منع کرتے اور اس کے مبطل ہیں، وہ ہاشمی ہیں۔ اور تم اے عبدالرحمٰن ان کے ماموں ! جلد پلٹو اور ان کی خدمت وتصدیق کرو، اور یہ اشعار میری طرف سے انکی بارگاہ والا میں پہنچاؤ، چند اشعار دربارہ تصدیق رسالت واظہار شوق وعذر پیرانہ سالی واستعانت سرکار عالی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کہے ازاں جملہ یہ دو شعر[۲]؎

اذا نای بالدّیار بعد   فانت حرزی ومستراجی

فکن شفیعی الٰی ملیك   یدعوا البرایا الی الفلاحی

جبہ کہ شہروں کو دوری فاصلہ نے بعید کردیا، تو حضور میری پناہ اور میری راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ تو حضور میری شفیع ہوں اس بادشاہ کے یہاں جو مخلوق کو نجات کی طرف بلاتا ہے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے واپس آکر یہ حال صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزارش کیا، انہوں نے فرمایا؛ یہ محمد بن عبداللہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول کیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تم ان کے حضور حاضر ہو، یہ حاضر ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا: مین ایک سزاوار چہرہ دیکھتا ہوں جس کے لئے خیر کی امدی ہے کہو کیا خبر ہے؟ انہوں نے عرض کی: کیسی؟ فرمایا: پیام بھیجنے والے نے جو پیام ہمارے حضور بھیجا ہے وہ امانت ادا کرو، سنتے ہو اولاد حمیر خواص مومنین سے ہیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ سنتے ہی مسلمان ہوئے، پھر وہ اشعار حضور میں عرض کئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

رب مومن بی ولم یرنی ومصدق	یعنی مجھ پر بعض ایمان لانے والے (ایسے ہیں)

بی وماشھدنی اولئك اخوانی[1]۔	جنہوں نے مجھ کو دیکھا نہیں اور بعض لوگ میری تصدیق کرنے والے (ایسے ہیں) جن کو میرے پاس حضوری حاصل نہ ہو سکی، یہ لوگ میرے بھائی ہیں۔ (کلمہ اخوت کو ان کے اعزاز کے لئے تواضعًا فرمایا)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبـــہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

ختم ہوا

---

[1] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۶۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۷ تا ۲۲۹

رسالہ

منبه المنية بوصول الحبيب الى العرش والرّؤية ۱۳۲۰ھ

(محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عرش تک رسائی اور دیدار الٰہی کے بارے میں مطلوب سے خبردار کرنیوالا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۳۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب معراج نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے رب کو دیکھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائے اور اجر دیے جاؤگے۔ت)

الجواب:

الاحادیث المرفوعه (مرفوع حدیثیں)

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم رأیت ربی عزوجل[1]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۵

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی اور علامہ عبدالرؤماوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: یہ حدیث بسند صحیح ہے[1]۔
ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان الله اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیة لوجهه و فضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود[2]۔	بیشک اللہ تعالٰی نے موسٰی کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطافرمایا مجھ کو شفاعت کبرٰی وحوض کوثر سے فضیلت بخشی۔

وہی محدث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لی ربی نخلت ابرٰهیم خلتی وکلمت موسٰی تکلیما واعطیتك یامحمد کفاحا[3]۔ فی مجمع البحار کفاحا ای مواجهةً لیس بینهما حجاب ولارسول[4]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسٰی سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد! مواجہ بخشا کہ بے پردہ وحجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔ مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنٰی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو۔ (ت)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو یصف سدرة المنتهٰی (وذکر الحدیث الی ان قالت) قلت یارسول الله	یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور نے اس کے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۲۵، الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۱۶۱

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴/ ۴۴۷

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[4] مجمع بحار الانوار باب کف ع تحت اللفظ کفح مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/ ۴۲۴

مارأیت عندھا؟قال رأیته عندھا یعنی ربه [1]۔	پاس کیا دیکھا؟فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

اٰثار الصحابه

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

اما نحن بنوھا شام فنقول ان محمدا رای ربه مرتین [2]۔	ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی:

ان ابن عمر ارسل الٰی ابن عباس یسأله ھل راٰی محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربه،فقال نعم [3]۔	یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کرا بھیجا: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

جامع ترمذی و معجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی:

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربه قال عکرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربه قال نعم جعل الکلام لموسٰی والخلة لابرٰھیم والنظر لمحمد صلی الله	یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالٰی نے موسٰی کے لئے

[1] الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱/۱۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۴/۵

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورہ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۱۶۱/۲، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل وامارؤیة لربه المطبعة الشرکة الصحافیة فی البلاد العثمانیه ۱۵۹/۱

[3] الدرالمنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۱۸/۵۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵۷۰/۷

تعالٰی علیہ وسلم [1] (زاد الترمذی)فقد رای ربه مرتین [2]۔	کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کو دو بار دیکھا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ امام نسائی اور امام خزیمہ وحاکم و بیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیهقی أتعجبون ان تکون الخلة لابراهیم و الکلام لموسٰی والرؤیة لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیه و سلم۔	کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسٰی کے لئے کلام اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمہیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔

حاکم [3] نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی وزرقانی نے فرمایا: اس کی سند جید ہے [4]۔ طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبداللہ بن عباس انه کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رأی ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفوادہ [5]۔	یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/۱۸۱

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۰

[3] المواھب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۴، الدر المنثور بحوالہ النسائی والحاکم تحت الآیۃ ۵۳/۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۶۹، المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان رأی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱/۶۵، السنن الکبری للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۲

[4] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/۱۱۷

[5] المواھب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵، المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۳۵۶

امام سیوطی وامام قسطلانی وعلامہ شامی علامہ زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے [1]۔

امام الائمہ ابن خزیمہ وامام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ عزوجل [2]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

امام احمد قسطلانی وعبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے [3]۔ محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے:

ان مروان سأل ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ فقال نعم [4]۔	یعنی مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [5]۔	یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپھی زاد

[1] المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الخامس دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۷

[2] المواھب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵

[3] المواھب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الخامس دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۸

[4] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق دارالمعرفہ بیروت ۶/۱۱۶، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ ابن اسحٰق فصل وما رؤیۃ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹

[5] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری فصل واما رویۃ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹

بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی ہونا مانتے: وانہ یشتد علیہ انکارھا[1] اھ ملتقطا۔ اوران پر اس کاانکار سخت گراں گزرتا۔

یوں ہی کعب احبار عالم کتب سابقہ وامام ابن شہاب زہری قرشی وامام مجاہد مخزومی مکی وامام عکرمہ بن عبداللہ مدنہ ہاشمی وامام عطا بن رباح قرشی مکی۔ استاد امام ابو حنیفہ وامام مسلم بن صبیح ابوالضحی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

اخرج ابن خزیمۃ عن عروہ بن الزبیر اثباتھا وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم بہ کعب الاحبار والزھری[2] الخ۔	ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کا اثبات روایت کیاہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔ کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے۔ الخ۔ (ت)

اقوال من بعدھم من ائمّۃ الدین

امام خلّال کتاب السنن میں اسحٰق بن مروزی سے راوی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی رؤیت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے:

قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی[3] اھ مختصرًا۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سند الانام رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رأی ربہ رأہ رأہ رأہ حتی انقطع نفسہ[4]۔	یعنی انہوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۶

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۴

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الخلال فی کتاب السنن المقصد الخامس المتکب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۷

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد وامام رؤیۃ لربہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۵۹

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

جزم به معمر واٰخرون وهوقول الاشعری وغالب اتباعه[1]۔	یعنی امام معمر بن راشد بصری اور ان کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیروؤں کا۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الاصح الراجح انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم رای ربه بعین راسه حین اسری به کما ذهب الیه اکثر الصحابة[2]۔	مذہب اصح وراجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

الراجح عند اکثر العلماء انه طرای ربه بعین راسه لیلة المعراج[3]۔	جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

ائمہ متاخرین کے جدا جدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی ومغنی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۷: از کانپور محلّہ بنگالی محل مرسلہ حدم علی خاں وکاظم حسین ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شب معراج مبارک عرش عظیم تک تشریف لے جانا علمائے کرام وائمہ اعلام نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے یہ محض جھوٹ ہے، اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

بیشک علمائے کرام ائمہ دین عدول ثقات معتمدین نے اپنی تصانیف جلیلہ میں اس کی اور اس سے

---

[1] المواهب اللدنیه المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیة لربه مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الخامس دار المعرفة بیروت ۶/ ۱۱۶

زائد کی تصریحات جلیلہ فرمائی ہیں، اور یہ سب احادیث ہیں، اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں، اور حدیث مرسل ومعضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے خصوصًا جبکہ ناقلین ثقات عدول ہیں اور یہ امر ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوت سند پر محمول، اور مثبت نافی پر مقدم، اور عدم اطلاع اطلاع عدم نہیں تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا مجازف فی الدین ہے۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہ، قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں: ع

سریت من حرم لیلا الی حرم	کما سری البدر فی داج من الظلم
وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ	من قاب قوسین لم تدرك ولم ترم
خفضت كل مقام بالاضافة اذ	نوديت بالرفع مثل المفرد العلم
فخرت كل فخار غير مشترك	وجزت كل مقام غير مزدحم [1]

یعنی یارسول اللہ ! حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظّمہ سے بیت الاقصٰی کی طرف تشریف فرما ہوئے جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے، اور حضور اس شب میں ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرمادیا، جب حضور رفع کے لئے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے حضور نے ہر ایسا فخر جمع فرمالیا جو قابل شرکت نہ تھا اور حضور ہر اس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالئے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے۔ یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای انت دخلت الباب وقطعت الحجاب الی ان لم تترك غاية للساع الی السبق من كمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا تركت موضع رقی وصعود وقيام وقعود لطالب رفعة فی عالم الوجود	یعنی حجور دروازہ میں داخل ہوئے اور آپنے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بندلی کے لئے کوئی جگہ عروج وترقی یا اٹھنے بیٹھنے

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ص ۴۴ تا ۴۶

بل تجاوزت ذٰلك الٰی مقام قاب قوسین اوادنٰی فاوحٰی الیك ربك ما اوحٰی[1]۔	کی باقی نہ رکھی بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرما کر مقام قاب وقوسین اوادنٰی تک پہنچے تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

نیز امام ہمام ابو عبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہ، ام القرٰی میں فرماتے ہیں:

وترقی بہ الی قاب قوسین　　　وتلك السیادۃ القعسا
رتب تسقط الامانی حسرٰی　　　دونہا ماوراھن وراء[2]

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گرجاتی ہیں ان کے اس طرف کوئی مقام ہی نہیں۔

امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اس کی شرح افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

قال بعض الائمۃ والمعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ، سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الی سدرۃ المنتھٰی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش[3] الخ۔	بعض ائمہ نے فرمایا شب اسراء دس معراجیں تھیں، سات ساتوں آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرۃ المنتہٰی، نویں مستوی، دسویں عرش تک۔

سید علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرما کر مقرر رکھا:

قال الشھاب المکی فی شرح ھمزیۃ لامام بوصیری عن بعض الائمۃ ان المعاریج عشرۃ الٰی قولہ والعاشر الی العرش والرؤیۃ[4]۔	فرمایا، امام شہاب مکی نے شرح ہمزیہ امام بوصیرہ میں کہا بعض آئمہ سے منقول ہے کہ معراجین دس ہیں، دسویں عرش ودیدار تک۔

نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے:

لما اعطی سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام	جب سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ہوا دی گئی

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح القصیدۃ البردۃ الفصل السابع جمعیت علماء سکندریہ خیر پور سندھ ص۹۶

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الرابع حزب القادریۃ لاہور ص ۱۳

[3] افضل القرٰی لقراء ام القری تحت شعر ۷۳ المجمع الثقافی ابو ظبی ۱/ ۴۰۴

[4] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ بحوالہ شرح قصیدہ ہمزیہ المکتبۃ النوریۃ الرضویہ لائلپور ۱/ ۲۷۲

الریح التی غدوھا شھر ورواحھا شھر اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البراق فحملہ من الفرش الی العرش فی لحظۃ واحدۃ واقل مسافۃ فی ذٰلك سبعۃ اٰلاف سنۃ۔وما فوق العرش الی المستوی والرفرف لایعلمہ الا اللہ تعالٰی [1]۔	کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی۔ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا اوراس مین ادنٰی مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے۔اور وہ جو فوق العرش سے مستوی اور رفرف تک رہی اسے تو خدا ہی جانے۔

اسی میں ہے:

لما اعطی موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام الکلام اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ لیلۃ الاسراء و زیادۃ الدنو و الرویۃ بعین البصر وشتان مابین جبل الطور الذی نوجی بہ موسٰی علیہ الصلٰوۃ و السلام وما فوق العرش الذی نوجی بہ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2]۔	جب موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو دولت کلام عطا ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ویسی ہی شب اسرا ملی اور زیادت قرب اور چشم سر سے دیدار الٰہی اس کے علاوہ۔اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کلام ہوا۔

اسی میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببدنہ یقظۃ بمکۃ لیلۃ ولاسراء الی السماء ثم الی سدرۃ المنتھٰی ثم الی المستوی الی العرش والرفرف والرویۃ [3]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شب اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی، پھر سدرۃ المنتہٰی، پھر مقام مستویٰ، پھر عرش ورفرف ودیدار تک۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلویت رحمۃ اللہ تعالٰی تعلیقات افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

الاسراء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معراج بیداری

[1] افضل القرٰی لقرء ام القرٰی

[2] افضل القرٰی لقرء ام القرٰی

[3] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت شعر ۱۱ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۶و۱۱۷

علی یقظة بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم عرج به الی السمٰوٰت العلی ثم الی سدرة المنتھٰی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف[1]۔	میں بدن وروح کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک ہوئی، پھر آسمانوں، پھر سدرہ، پھر مستوٰی، پھر عرش ورفرف تک۔

فتوحات احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمان الجمل میں ہے:

رقیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیلة الاسراء من بیت المقدس الی السمٰوٰت السبع الی حیث شاء الله تعالٰی لکنه لم یجاوز العرش علی الراجح[2]۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ترقی شب اسراء بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اور وہاں سے اس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔

اسی میں ہے:

المعاریج لیلة الاسراء عشرة سبعة فی السمٰوٰت و الثامن الی سدرة المنتھٰی والتاسع الی المستوٰی و العاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھو التحقیق عند اھل المعاریج[3]۔	معراجیں شب اسراء دس ہوئیں، سات آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔ مگر راویان معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔

اسی میں ہے:

بعد ان جاوز السماء السابعة رفعت له سدرة المنتھٰی ثم جاوزھا الی مستوٰی ثم زج به فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرة	جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آسمان ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بُلند کی گئی اس سے گزر کر مقام مستوٰی پر پہنچے، پھر حضور عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستر ہزار پردے نور کے

---

[1] تعلیقات علی ام القرٰی للعلامة احمد بن محمد الصاوی علی ھامش الفتوحات الاحمدیة المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص۳

[2] الفتوحات الاحمدیة بالمنح المحمدیة شرح الھمزیة المکتبة التجاریة الکبرٰی قاہرہ مصر ص۳

[3] الفتوحات الاحمدیة بالمنح المحمدیة شرح الھمزیة المکتبة التجاریة الکبرٰی قاہرہ مصر ص۳۰

کل حجاب خمسائۃ عام ثم دلی له رفرف اخضر فارتقی به حتی وصل الی العرش ولم یجاوزہ فکان من ربه قاب قوسین او ادنٰی[1]۔	طے فرمائے، ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا، حضور اقدس اس پر ترقی فرما کر عرش تک پہنچے، اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا وہاں اپنے رب سے قاب قوسین اوادنٰی پایا۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) شیخ سلیمٰن نے عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی، اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارت ماضیہ وآتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولامکان کی تصریح ہے، لامکان یقینا فوق العرش ہے اور حقیقۃً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں، عرش تک منتہائے مکان ہے، اس سے آگے لامکان ہے، اور جسم نہ ہوگا مگر مکان میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے ان کا رب جانے جو لے گیا، پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے، اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہٰی عرش ہے، تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی، نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذاللہ کوئی کمی رہی، بلکہ اس لئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا، اوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہاء قاب قوسین، اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے وراء کیا ہوگا کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا تو امام اجل سید علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سنئے جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاك والجنة والنار وانما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھٰذا الوجود کله وھناك یعرف قدر عظمة موجدہ سبحٰنه وتعالٰی[2]۔	مَرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے افلاک وجنت ونار یہی چیزیں محدود ومقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں

---

[1] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحدیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص۳۱

[2] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۷۰

فرماتے ہیں:

(ومنها انه رأی الله تعالٰی بعینیه) یقظة علی الراجح (وکلمه الله تعالٰی فی الرفیع الاعلی) علی سائر الامکنة و قد روی ابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه مرفوعا لما اسری لی قربنی ربی حتی کان بینی وبینه قاب قوسین اوادنی[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے، اور اللہ عزوجل نے حضور سے اس بُلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلٰی تھا اور بیشک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شب اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔

اسی میں ہے:

قد اختلف العلماء فی الاسراء هل هوا اسراء واحد او اثنین مرة بروحه وبدنه یقظة ومرة مناما او یقظة بروحه وجسده من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم مناما من المسجد الاقصٰی الی العرش[2]۔ فالحق انه اسراء واحد بروحه وجسده یقظة فی القصة کلها والی هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثین و الفقهاء والمتکلمین[3]۔	علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح وبدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک، پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔ اور حق یہ ہے کہ وہ ایک اسراء ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرش اعلٰی تک بیداری میں روح وبدن اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء و محدثین وفقہاء و متکلمین سب کا یہی مذہب ہے۔

[1] المواهب اللدنیة المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۳۴، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه المقصد الرابع الفصل الثانی دار المعرفة بیروت ۵/ ۲۵۱و۲۵۲

[2] المواهب اللدنیة المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷

[3] المواهب اللدنیة المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷، المواهب اللدنیة المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲

اسی میں ہے:

المعاریج عشرۃ(الٰی قولہ)العاشر الی العرش [1]۔	معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔

اسی میں ہے:

قدورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما عرج بی جبریل الی سدرۃ المنتھٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی [2] وتدلیہ علی ما فی حدیث شریك کان فوق العرش [3]۔	صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل وعلانے دنو وتدلّی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا، یہ تدلی بالائے عرش تھی، جیساکہ حدیث شریک ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

وردفی المعراج انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھٰی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام فتناولہ فطاربہ الی العرش [4]۔	حدیث معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی پہنچے جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے وہ حضور کرلے کر عرش تک اڑ گیا۔

اسی میں ہے:

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علی دخولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش او طرف	صحیح احادیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شب اسراء جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا علم کے

---

[1] المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس مراحل المعراج المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷

[2] المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس ثم دنٰی فتدلٰی المتکب الاسلامی بیروت ۳/ ۸۸

[3] المواھب اللدنیۃ المقصد الخامس ثم دنٰی فتدلٰی المتکب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۰

[4] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واماما ورد فی حدیث الاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۱۰

العالم کما سیأتی کل ذٰلك بجسدہ یقظه [1]۔	اس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

حضرت سید شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف باب ۳۱۶ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما کان خلقه القراٰن وتخلق بالاسماء وکان اللہ سبحٰنه وتعالٰی ذکر فی کتاب العزیز انه تعالٰی استوی علی العرش علی طریق التمدح والثناء علی نفسه اذ کان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیه علیه الصلٰوۃ والسلام من ھذا الاستواء نسبة علی طریق التمدح والثناء علیه به حیث کان اعلی مقام ینتھی الیه من اسری به من الرسل علیھم الصلٰوۃ و السلام وذٰلك یدل علی انه اسری به صلی اللہ تعالٰی علیه و سلم بجسمه ولو کان الاسراء به رؤیا لما کان الاسراء ولا الوصلو الی ھذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراف فی حقه انکار علی ذٰلك [2]۔	تو جان لے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خلق عظیم قرآن تھا اور حضور اسماء الٰہیہ کی خو و خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استواء بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم کو بھی اس سفت استوا علی العرش کے پر تو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلٰی مقام ہے جس تک رسولوں کا اسراء منتہی ہو، اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسراء مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسرا اور اس مقام استواء علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل:

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثم اختلف السلف والعلماء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۲۷۰، ۲۶۹

[2] الفتوحات المکیة الباب السادس دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۱/۳

انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حتی ظھرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتھی السیر بالقدم المحسوس للعرش [1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بُلند ہوا اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہٰی عرش ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او پر نور نورآفتاب پس درخشید بآن نور بصر من ونہادہ شدم من برآں رفرف وبرداشتہ شدم تابرسید بعرش [2]۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میرے لئے سبز بچھونا بچھایا گیا جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا چنانچہ اس نور کے سبب میری آنکھوں کا نور چمک اٹھا، پھر مجھے رفرف پر سوار کرکے بُلندی کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا۔ (ت)

اسی میں ہے:

آوردہ اند کہ چوں رسید آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرش دست زد بدامان اجلال وے [3]۔	منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش آپ کا دامن اجلال تھام لیا۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاترازاں ہیچ کس نہ رفتہ وآنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جانیست ؎ برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں اسرٰی بعبدہٖ است من المسجد الحرام	ہمارے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ عرش سے اوپر کوئی نہیں گیا، آپ اس جگہ پہنچے جہاں جگہ نہیں۔ طبیعت امکان سے قدم مبارک اٹھالئے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی مسجد حرام سے

[1] الیواقیت والجواھر المبحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۰
[2] مدارج النبوۃ باب پنجم وصل دررؤیت الٰھی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۶۹
[3] مدارج النبوۃ باب پنجم وصل دررؤیت الٰھی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۷۰

تا عرصہ وجوب کہ اقتضائے عالم ست کابخانہ جاست و نے جہت و نے نشاں نہ نام[1]	صحرائے وجوب تک جو عالم کا آخری کنارہ ہے کہ وہاں نہ مکان ہے نہ جہت، نہ نشان اور نہ نام۔(ت)

نیز اسی کے باب رؤیۃ اللہ تعالٰی فصل سوم زیر حدیث قد رأی ربہ مرتین (تحقیق آپ نے اپنے رب کو دوبارہ دیکھا۔ت) ارشاد فرمایا:

بتحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پروردگار خود را جل وعلا دوبار، یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہٰی بود، دوم چوں بالائے عرش برآمد[2]۔	تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دوبار دیکھا، ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے، اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔(ت)

مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۸۳ میں ہے:

آں سرور علیہ الصلٰوۃ والسلام دراں شب چوں از دائرہ مکان و زمان بیرون جست واز تنگی امکان برآمد ازل وابدراں آں واحد یافت وبدایت ونہایت رادریک نطقہ متحد دید[3]۔	اس رات سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکان وزمان کے دائرہ سے باہر ہوگئے، اور تنگی امکان سے نکل کر آپ نے ازل وابد کو ایک پایا اور ابتداء کو انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔(ت)

نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست وبہترین موجودات اولین وآخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش وکرسی درگزشت واز امکان و زمان بالا رفت[4]۔	محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجودات اولین وآخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے اور عرش وکرسی سے آگے گزر گئے اور مکان وزمان سے اوپر چلے گئے۔(ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المعراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۳۸/۴

[2] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب رؤیۃ اللہ تعالٰی الفصل الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۴۲/۴ تا ۴۲۹

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۸۳ نولکشور لکھنؤ ۳۶۶/۱

[4] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۷۲ نولکشور لکھنؤ ۳۴۸/۱

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

قول المصنفین من الفقهاء وغیرهم "قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم كذا وكذا" ونحو ذٰلك كله من قبیل المعضل وسماه الخطیب ابوبكر الحافظ فی بعض وكلامه مرسلا وذٰلك علی مذهب من یسمی كل مالایتصل مرسلاً[1]۔	فقہاء وغیرہ مصنفین کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے یا اس کی مثل کوئی کلمہ یہ سب معضل کے قبیل سے ہے۔ خطیب ابوبکر حافظ نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متصل کا نام مرسل رکھتا ہے۔ (ت)

تلویح وغیرہ میں ہے:

ان لم یذكر الواسطة اصلا فمرسل[2]۔	اگر واسطہ بالکل مذکور نہ ہو تو وہ مرسل ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے:

المرسل قول العدل قال علیه الصلٰوۃ والسلام كذا[3]۔	مرسل یہ ہے عادل کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے:

الكل داخل فی المرسل عند اهل الاصول[4]۔	اصولیوں کے نزدیک سب مرسل میں داخل ہیں۔ (ت)

انہیں میں ہے:

المرسل ان كان من صحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان كان من غیره فالاكثر ومنهم الامام ابوحنیفة و الامام مالك و الامام احمد رضی الله تعالٰی عنهم قالوا یقبل مطلقا اذا كان الراوی ثقة[5] الخ۔	مرسل اگر صحابی سے ہو مطلقًا مقبول ہے اور اگر غیر صحابی سے ہو تو اکثر ائمہ بشمول امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مطلقًا مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو الخ۔ (ت)

[1] معرفۃ انواع علم الحدیث النوع الحادی عشر دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۸

[2] التوضیح والتلویح الرکن الثانی فی السنۃ فصل فی الانقطاع نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] مسلم الثبوت مسئلہ تعریف المرسل مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۱

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

[5] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

لایضر ذٰلك فی الاستدلال به ھٰھنا لان المقطع یعمل به فی الفضائل اجماعا[1]۔	اس سے استدلال کرنا یہاں مضر نہیں کیونکہ فضائل میں منقطع بالاجماع قابل عمل ہے۔(ت)

شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

اخبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لقتل علی وانه قسیم النار[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک وہ قسیم النار ہیں۔(ت)

نسیم الریاض میں فرمایا:

ظاھر ھذان ھذا مما اخبربه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الا انھم قالوا لم یروہ احدمن المحدثین الا ان ابن الاثیر قال فی النھایة الا ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنه قال انا قسیم النار **قلت** ابن الاثیر ثقة وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرائ فھو فی حکم المرفوع[3] اھ ملخصًا۔	ظاہر اس کا یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی مگر انہوں نے کہاکہ اس کو محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا مگر ابن اثیر نے نہایہ میں کہا: بیشک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں قسیم نار ہوں۔ **میں کہتا ہوں** کہ ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ قیاس سے نہیں کہا جاسکتا لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہے اھ تلخیص (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الرکوع الفصل الثانی تحت الحدیث ۸۸۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذلك مااطلع علیہ من الغیوب المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۴

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ومن ذلك ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

عدم النقل لاینفی الوجود[1]۔	عدم نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔(ت)

والله تعالٰی اعلم

رسالہ

منبه المنیة بوصول الحبیب الی العرش والرؤیة

ختم ہوا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطهارت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

رسالہ
صلات الصفاء فی نور المصطفٰی ۱۳۲۹ھ
(نور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۳۸: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے اوران کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللھم لك الحمد یا نور یا نور النور یا نور اقبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من له النور و به النور و منه النور	اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، اے نور کے نور، اے نور ہر نور سے پہلے اور، اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور،

والیہ النور وھو النور صل وسلم وبارك عی نورك المنیر الذی خلقتہ من نورك وخلقت من نورہ الخلق جمیعاً وعلٰی اشعۃ انوارہٖ واٰلہٖ واصحابہٖ نجومہٖ واقمارہٖ اجمعین(اٰمین)	جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے۔ درود وسلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں۔ سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقہ اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہٖ فجعل ذٰلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالٰی ولم یکن فی ذٰلك الوقت لوح ولا قلم ولاجنۃ ولا نار ولا ملك ولاسماء ولاارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی، فلما اراداللہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذٰلك النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، و من الثانی اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی	یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر

ومن الثالث باقی الملائکة،ثم قسم الرابع اربعة اجزاء،فخلق من الاول السمٰوٰت،ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار،ثم قسم الرابع اربعة اجزاء الحدیث[1] بطوله۔	چوتھے کے چار حصے فرمائے،پہلے سے آسمان،دوسرے سے زمینیں،تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے،پھر چوتھے کے چار حصے کئے،الٰی آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی،اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القری اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں،بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی،کما بیناہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ت)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیئ من نورہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح[2]۔	بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنی،جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

---

[1] المواہب اللدنیة المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱و۷۲،شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دارالمعرفة بیروت ۱/۴۶و۴۷،تاریخ الخمیس مطلب اللوح والقلم مؤسسة شعبان ۱/۱۹و۲۰،مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص۲۲۱،مدارج النبوۃ قسم دوم باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲

[2] الحدیقة الندیة المبحث الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۷۵

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من اٰفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام۔	اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کہ بعد، کھانے کی برائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلك الانوار وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ ممافی معناہ[1]۔	یعنی امام اجل امام اہلسنت سید نا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرا نور بنایا اور میری ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹:　　از ٹانڈہ ضلع مرادآباد مرسلہ مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پیپسانوی　　۱۴شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نور محمدی کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط سحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاک ذات سے ہوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کرلینے کے ہوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا، اس میں چون وچرا بیجا ہے۔ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤگے۔ ت)

---

[1] مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

الجواب:

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

یاجابر ان الله خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب[1] وغیرہ من العلماء الکرام۔	اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔(امام قسطلانی نے اس کو مواہب لدنیہ میں اور دیگر علماء کرام نے ذکر کیا ہے۔ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی قطیع بلکہ سخت ترامر کی طرف منجّر ہے،اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہوکر مخلوق بنے،اور قول زید میں لفظ ''بشرط صحت''بوئے انکار دیتاہے،یہ جہالت ہے،باجماع علماء دربارۂ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں،مع ہذاعلامہ عارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔علاوہ بریں یہ معنٰی قدیماً وحدیثاً تصانیف وکلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور وملقّی بالقبول رہنے پر خود صحت حدیث کی دلیل کافی ہے،

فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمة بالقبول کما اشار الیه الامام الترمذی فی جامعه وصرح به علماؤنا فی الاصول۔	اس لئے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پاکر قوی ہوجاتی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے،اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔(ت)

ہاں اسے باعتبار کنہ کیفیت متشابہات سے کہنا وجہ صحت رکھتاہے،واقعہ نہ رب العزت جل وعلی نہ اسکے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نور سے نور مطہر سید انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر بنایا،نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے،اور یہی معنٰی متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفع خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے،شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہوکر یہ شمع بنے اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نور شمس نے

[1] المواھب اللدنیة المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

جس پر تجلی کہ وہ روشن ہوگیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلاشبہ طریق اسلم قول خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ **واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۰: پیش نظر رہے یہ بات کہ میں کوئی عالم وفاضل نہیں ہوں کہ بحث و مباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتاہوں تاکہ میری عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنٰی مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائے گا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا جابر ان اللہ خلق نور نبیك من نورہ [1]۔	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اے جابر! تحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتاہوں کہ شک دور ہوجائے، مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک و منزہ پیدا ہوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فضل کے نہیں۔ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نورالٰہی کی مثال دی "**كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ**" [2] (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نور رب جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورالٰہی سے نور نبوی پیدا ہوا تو نور الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱ و ۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۵

میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتاہے تو اس نور الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کا نام وروشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علم ہیئت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱: از کلکتہ ۹ گووند چند دھرسن لیں مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہوئے نور ذاتی سے یا نور صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤگے۔ت)

الجواب:

جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کرلوں،

لقولہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1]۔ الحدیث۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق: "تم میں سے کوئی آدمی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔ الحدیث (ت)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللھم صل وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرما۔ت) درود شریف کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صللم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنٰی ہیں اور "فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ"[2] میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انہیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی "فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾"[3] تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکم کا۔ یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں مین سے ایک ہے۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۵۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۵۹

بلکہ فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذاللہ تخفیف شان نبوت بتایا۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

یحافظ علی کتب الصلٰوۃ والسلام علی رسول اللہ ولا یسأم من تکرارہ وان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا ،ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلك کلہ بکمالہ ،وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام کفر بلاشك، و لعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر ،نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام و الشبھۃ[1] اھمختصرًا۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہیے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا، کافر ہوگیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شبہ سے بچنے میں ہے۔ (ت)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوھاب لیجئے۔ نور عرف عامہ میں ایک کیفیت ہے ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

قال السید فی تعریفاتہ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات[2]۔	علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا: نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوت باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطے سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ (ت)

اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف وشرحھا (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۶/۱

[2] التعریفات للجرجانی تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۹۵

اس کی شرح میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ت) نور بایں معنٰی ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر شرح مواہب شریف میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ت) بایں معنی اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیہ کریمہ "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"[1] (اللہ تعالٰی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ت) بلا تکلف وبلا دلیل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

فان اللہ عزوجل ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ من السمٰوٰت والارض ومن فیھن وسائر المخلوقات۔	کیونکہ اللہ عزوجل بلاشبہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانے والی تمام اشیاء اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔(ت)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہٖ۔ رواہ عبدالرزاق[2] ونحوہ عند البیھقی۔	اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنٰی ہے۔ت)

حدیث میں "نورہ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں: (من نورہٖ) ای من نور ھو ذاتہ[3] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا، کما سیأتی تقریرہ (جیسا کہ اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[2] المواھب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفہ بیروت ۱/ ۴۶

تقریر عنقریب آرہی ہے۔ت) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لما تعلقت ارادة الحق تعالٰی بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من الانوار الصمدیة فی الحضرة الاحدیة ثم سلخ منها العوالم کلها علوها وسفلها[1]۔	یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبہ ذات صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام علوی و سفلی نکالے۔

شرح علامہ میں ہے:

والحضرة الاحدیة هی اول تعینات الذات واول رتبها الذی لااعتبار فیه لغیر الذات کما هو المشار الیه بقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان الله ولا شیئ معه ذکرہ الکاشی[2]۔	یعنی مرتبہ احدیت ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیر ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا،اسے سیدی کاشی قدس سرہ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیہ حق و اولیاء از اسمائے صفاتیہ وبقیہ کائنات از صفات فعلیہ وسید رسل مخلوق است از ذات حق و ظہور حق در وے بالذات است[3]۔	انبیاء اللہ کے اسماء ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے،بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے،اور سید رسل ذات حق سے،اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔(ت)

ہاں عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذاللہ ذات الٰہی ذات رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذًا باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل، ذات نبی ہوگیا۔اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شئے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی شے جزء ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین و نفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔

---

[1] المواهب اللدنية المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵۵

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/۲۷

[3] مدارج النبوۃ تکملہ در صفات کاملہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۶۰۹

اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ و رسول جانیں، جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں ذات رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔ حدیث میں ہے:

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی[1]۔	اے ابوبکر! مجھ جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذات الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کے حقیقت کسے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عزجلالہ، نے تمام جہان کو حضور پر نور محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاك لما خلقت الدنیا[2]۔	اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماء[3]۔	اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین وآسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں۔

لا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، ھل من خلاق غیر اللہ۔	یہ بات نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ سے جود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالٰی ان ظالموں کے اس قول سے بُلند وبالا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے علاوہ بھی کوئی خالق ہو سکتا ہے۔ (ت)

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۲۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[3] المواھب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۰، مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۴

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذات الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے:

ای من نورھو ذاتہ لابمعنی انھا مادۃ خلق نورہ منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلاواسطۃ شیئ فی وجودہ[1]۔	یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔(ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرض توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیتی نور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا کہ، کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذات آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ درواسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہوگیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطہ وصول ہیں، ان کی حد ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور، ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر توآں ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ سے جس کی تابش سے تو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے ہیں)

یہ نظر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا: "مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ" [2]۔ (اس کے نور کے مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ت) ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نور حقیقی، "وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى" [3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دار المعرفت بیروت ۱/۴۶

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۵

[3] القرآن الکریم ۱۶/۶۰

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بے اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفس ذات آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فوق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصول نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفس وساطت بھی یکساں نہیں، **کما لایخفٰی وقد اشرنا الیہ** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ت)

سیدی ابو سالم عبداللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالٰی جمیعًا ''شرح صلاۃ'' حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انما یدرکہ علی حقیقتہ من عرف معنی قول تعالٰی: اللہ نور السمٰوٰت والارض وتحقیق ذٰلک علی ماینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ الاوھام وانما یدرک بکشف الٰھی واشراق حقہ من اشعۃ ذٰلک النور فی قلب العبد فیدرک نور اللہ بنورہ و اقرب تقریر یعطی القرب من فھم۔ معنی الحدیث انہ لما کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بھا النور القدیم الازلی وھو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی وھو مدد کل نور کائن اویکون وکما اشرق النور الاول فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت ھو نورا اشرق نورہ المحمدی علی حقائق الموجودات شیئا	اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ارشاد اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالٰی کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس ''نور اللہ'' کو اس نور ہی کے ذریعے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ حدیث کے معنٰی کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نور محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالٰی کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نور اول چمکا اور منور ہوا تو اس نور محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلاواسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے

فشیئا فهی تستمد منه علی قدر تنورها بحسب کثرة الوسائط وقلتها وعدمها وکلما اشرق نوره علی نوع من انواع الحقائق ظهر النور فی مظهر الاقسام فقد کان النور الحادث اولا شیئا واحدا ثم اشرق فی حقیقة اخری فاستنارت بنوره تنورا کاملا یحسب ما تقتضیه حقیقتها فحصل فی الوجود الحادث نوران مفیض ومفاض وفی نفس الامر لیس هناك الا نورا واحدا اشرق فی قابل الاستنارة یتنوربتعددات المظاهر والظاهر واحدثم کذٰلك کلما اشرق فی محل ظهر بصورة الانقسام وقد یشرق نور المفاض علیه ایضًا بحسب قوته علی قوابل اخر فتنوربنوره فیحصل انقسام اخر بحسب المظاهر وکلها راجعة الی النور الاول الهادث اما بواسطة او بدونها۔	مطابق چمک اٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اس کے مظہر بن گئے، یوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اسکی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی سرف دو ہی قسمیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء مین چمک پیدا کرکے متعدد مظاہر ہیں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔
قال وهذا غایة ما اتصل الیه العبارة فی هذا التقریر ومثل فی قصر باعه وعدم تضلعه من العلوم الالٰهیة ان زاد فی التقریر خشی علی واقرب مثال یضرب لذٰلك نور المصباح تصبح منه مصابیح کثیرة وهو فی نفسه باق علی ما هوا علیه لم ینقص منه شیئ واقرب من هذا المثال الی التحقیق و ابعد عن الافهام نور الشمس المشرق فی الاهلة والکواکب علی	اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نوران سیاروں میں منقسم ہوگیا ہے

القول بان الکل مستنیر بنورہ ولیس لہا نور من ذاتہا فقد یقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فی ھذہ الاجرام العولیۃ وفی الحقیقۃ لیس ھذا الا نورھا وھو قائم بہا لم ینقص منہ شیئ ولم یزایلہا منہ شیئ ولٰکنہ اشرق فی اجرام قابلۃ الاستنارۃ فاستنارت۔

جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بناپر چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔

واقرب من ھذا الالفھم مایحصل فی الاجرام السفلیۃ من اشراق اشعۃ الشمس علی الماء اوقوار الزجاج فیستنیر مایقابلہا من الجدران بحیث یلمح فیہا نور کنور الشمس مشرق باشراقہ ولم ینفصل شیئ من نور المشس عن محلہ الی ذٰلک المحل ومن کشف اللہ حجاب الغفلۃ عن قلبہ و اشرقت الانوار المحمدیۃ علی قلبہ یصدق اتباعہ لہ ادرک الامر ادراکا اخر لایحتمل شکا ولا وھما۔

مزید سمجھ کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہوجاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہ راست دیوار پر سورج کا نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالٰی کسی کے قلب کو حجاب غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوار محمدیہ سے منور ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل اللہ تعالٰی ان ینور بنور العلم الالٰھی بصائرنا و یحجب عن ظلمات الجل سرائرنا ویغفرلنا ما اجترأنا علیہ من الخوض فیما لسنالہ باھل ونسألہ ان لایؤاخذنا بما تقتضیہ

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب

العبارۃ من تقصیر فی حق ذٰلك الجناب[1] اھ مختصرًا۔	میں ہماری کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے آمین !اھ مختصرًا(ت)۔

اس تقریر منیر سے مقاصد مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

اولًا: یہ بھی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نور محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنا۔ بے اس کے کہ نور حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ این وآں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصے کئے، تین سے قلم ولوح وعرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصے کئے الی آخرہٖ، یہ اس کی شعاوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا، حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا۔

واندفع ما استشکله العلامة الشبراملسی ان الحقیقة الواحدۃ لاتنقسم ولیست الحقیقة المحمدیه الا واحدۃ من تلك الاقسام والباقی ان کان منها ایضا فقد اقسمت وان کان غیرها فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعه فیه تلمیذہ العلامة الزرقانی بان المعنی انه زادفیه "لا انه قسم ذٰلك النور الذی هو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا الظاھر انه حیث صورہ بصورۃ مماثلة لصورۃ التی سیصیر علیهما لایقسمه الیه والٰی غیرہ[2] اھ۔ وحاصل جوابه کما قررۃ تلمیذہ	اس (مذکورہ بالا تقریر سے) علامہ شبر املسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقۃ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت محمدیہ ان اقسام میں ایک قسم ہے، اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انہوں نے (علامہ شبر املسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگرد رشید علامہ شبر املسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ الہ نے اس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورت مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخلیق ہونی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد

[1] الرحلة لعلی بن علی الشبر املسی

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۴۶/۱

العیاشی وان معنی الانقسام زیادۃ نور علی ذٰلك النور المحمدی فیؤخذ ذٰلك الزائد ثم یزادعلیه نوراٰخر ثم کذٰلك الی اٰخر الاقسام ،قال العیاشی وھذا جواب مقنع بحسب الظاھر والمتحقیق واللہ تعالٰی اعلم وراء ذٰلك اھ [1] ثم ذکر مانقلنا عنه اٰنفاوراٰیتنی کتبت علی ھامش الزرقانی مانصه۔	علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنٰی نور محمدی اپر اضافے کے ہیں، پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دوسرے نور کا اضافہ کیا۔اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔ عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے اھ۔ پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے اس سے نقل کیاہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے۔
اقول: تبع فیه شیخه الشبرملسی الحق انه لا معنی له فانه اذن لایکون التخلیق من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وھو خلاف المنصوص والمراد [2] اھ۔	**اقول:** (میں (احمد رضا خاں) کہتاہوں) کہ اس (عیاشی) نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبر املسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنٰی بات ہے کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔
اقول: ویمکن الجواب بان المراد انه تعالٰی کساہ شعاعا اکثر ماکان ثم فصل من شعاعه شیئا فقسمه کما تأخذہ الملئکة شیئا من الا شعة المحیطة بالکواکب فترمی به مسترقی السمع ویقال بذٰلك ان النجوم لھا رجوم ولٰکن منح المولٰی تعالٰی من ذٰلك	**اقول:** (میں کہتاہوں) اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ نجوم کے لئے رجوم ہے۔اس روشن تقریر سے مولٰی تعالٰی

[1]

[2] حاشیۃ امام احمد رضا علی شرح الزرقانی

التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف وللّٰہ الحمد وقد کان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللّٰہ تعالٰی عنی وعن المسلمین خیرًا کثیرًا اٰمین!	نے ہر تکلیف سے بے نیازی عطافرمائی۔اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔اللہ تعالٰی نے یہ تقریر اس عبد ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔اللہ تعالٰی میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انکو بہت زیادہ جزاء خیر عطافرمائے۔آمین۔(ت)

ثانیًا اقول: یہ شبہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفار ومشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور نرے نجس ہیں تو اس نور پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعت وجود پایا ہے اس کے لئے تجلّی آفتاب وجود سے ضرور حصہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو **کما تقدم** (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) اور شعاع شمس ہر پاک وناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہوسکتی۔

ثالثًا اقول: یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبہ وجود میں سرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پر تو وجود سے موجود، یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفٰی ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضان وجود، مرتبہ کون میں نور احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نور احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آبگینے، وفی ھذا اقول (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں):ـ

خالق کل الورٰی ربك لاغیرہ   نورك کل الورٰی غیرك لم لیس لن

ای لم یوجد ولیس موجود ولن یوجد ابدا[1]۔

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ت)

رابعًا اقول: نور اَحَدی تو نور احدی، نور احمدی پر بھی یہ مثال منیر مثال چراغ سے احسن واکمل ہے، ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہوسکتے ہیں بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصول نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقاء میں

---
[1] بستان الغفران مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۲۳

اس سے مستغنی ہیں، اگر انہیں روشن کرکے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد ان کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسب نور کے بعد ان میں اور اس چراغ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نور محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہوجائے ؎

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے، پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ یہ تینوں باتیں مثال آفتاب سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہیں فوراً اندھیرے ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرہ عالم عرش وفرش اور جو کچھ ان میں ہے اور دنیا وآخرت اور ان کے اہل اور انس وجن وملک وشمس وقمر وجملہ انوار ظاہر وباطن حتی کہ شموس رسالت علیہم الصلٰوۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتاب جہاں تاب بعالم مآب علیہ الصلٰوۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد امداد وابتداء وبقاء میں ہر حال، ہر آن ان کا دست نگر، ان کا محتاج ہے **وللہ الحمد** (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت)۔

امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ، ام القرٰی میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقّی رقیك الانبیاء　　　　یاسماء ماطاولتها سماء

لم یساووك فی علاك وقد حا　　　　ل سنا منك دونهم وسناء

انما مثلوا صفاتك للنا　　　　س کما مثل النجوم الماء[2]

(یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمان رفعت جس سے کسی آسمان نے بُلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالات عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بُلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کے صفتوں کی

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص۷۹

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص۶

ایک شبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے۔)

یہ وہی تشبیہ و تقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذات کریم وافاضہ انوار کا ذکر تھا لہٰذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفات کریمہ کا بیان ہے لہٰذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔ مطالع المسرات میں ہے:

اسمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم محی حیٰوة جمیع الکون به صلی الله تعالٰی علیه وسلم فهو روحه وحیٰوته وسبب وجوده وبقائه[1]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک محی ہے، زندہ فرماتے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان وزندگی اور اس کے وجود وبقاء کے سبب ہیں۔

اسی میں ہے:

هو صلی الله تعالٰی علیه وسلم روح الاکوان وحیاتها وسر وجودها ولولاه لذهبت وتلاشت کما قال سیدی عبد السلام رضی الله تعالٰی عنه ونفعنا به ولا شیئ الا هو به منوط اذلولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام عالم کی جان وحیات و سبب وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست ونابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبدالسلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا:

کل فضل فی العٰلمین فمن فضل　　　　النبی استعارة الفضلاء[3]

(جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضل سے مانگے کرلی ہے۔)

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹۹

[2] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۳

[3] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل السادس حزب القادریة لاہور ص ۱۹

امام ابن حجر مکی افضل القری میں فرماتے ہیں:

لانه الممدلهم اذهو الوارث للحضرة الا لٰهية و المستمد منها بلا واسطة دون غيره فانه لايستمد منها الا بواسطته فلا يصل لكامل منها شيئ الا وهو من بعض مدده وعلٰى يديه[1]۔	تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں بلاواسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مدد الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے:

نعمتان ماخلا موجود عنهما نعمة الا يجاد ونعمة الامداد وهو صلى الله تعالٰى عليه وسلم الواسطة فيهما اذلو لاسبقة وجوده ماوجد موجود ولو لا وجود نوره فى ضمائر الكون لتهدمت دعائم الوجود فهو الذى وجد اولا وله تبع الوجود وصار مرتبطابه لااستغناء له عنه[2]۔	کوئی موجود، دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمت ایجاد ونعمت امداد۔ اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہولیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

ان مضامین جمیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوص جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنة المصطفٰى فى ملكوت كل الورٰى" میں ہیں، ولله الحمد۔

خامسًا: ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیث مذکور میں نور بنيك کی اضافت بھی من نوره کی طرح بیانیہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اظہار نعمت الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنى نورًا[3] (اور اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ت) اور خود رب العزۃ

---

[1] افضل القرٰى لقراء ام القرى (شرح ام القرٰى)

[2] شرح مقدمة العشماوى

[3] الخصائص الکبرٰی باب الآیة فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یکن یرٰی له ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۶۸

عزجلالہ نے قرآن عظیم میں ان کو نور فرمایا:

"قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ "[1]۔	بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ت)

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اقول: اگر نور نبیك میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد لو تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجود موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؟ لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلا حاجة الی ما قال العلامة الزرقانی رحمه الله من انه لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاته لان هذا من خرق العوائد[2] اھ ورأیتنی کتبت یلیه لم لایقال فیه کما ستقولون فی قرینه من نورہ ان الاضافة بیانیة[3] اھ۔ **اقول:** خرق العوائد لاکلام فیه والقدرة متسعة و لکن وجود الصفة بدون الموصوف مما لا یعقل لانها ان قامت بغیرہ لم تکن صفة له بل لغیرہ او بنفسها لم تکن صفة اصلا اذ لا صفة الا المعنی القائم بغیرہ فاذا	تو اب علامہ زرقانی کے اس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہٖ نہیں ہے کیونکہ یہ خرق عادت ہے۔ میں نے اس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہٖ میں اضافت بیانیہ نہیں مانتے۔ **اقول:** (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ خرق عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہوت و موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوئی

[1] القرآن الکریم ۵/۱۵

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/۴۶

3

قام بنفسه لم یکن صفة وعرضابل جوهرا وکونه عرضا مع قیامه بنفسه جمع للضدین والقدرة تعالیة عن التعلق بالمحالات العقلیة ووزن الاعمال بمعنی وزن الصحف والبطاقات کما فی حدیث احمد و الترمذی وابن ماجة وابن حبان والحاکم وصححه وابن مردویة واللالکائی والبیهقی فی البعث عن عبدالله بن عمرو بان عاص رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم: "ان الله سیخلص رجلًا من امتی علی رأس الخلائق یوم القیٰمة فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کل سجل مثل مدالبصر ثم یقول اتنکر من هذا شیئا اظلمك کتبتی الحافظون فیقول لا یارب، فیقول افلك عذر، قال لا یارب۔ فیقول بلٰی ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لااله الا الله وان محمدا عبده ورسوله فیقول احضر وزنك۔ فیقول یارب ماھٰذه البطاقة مع هذه السجلات، فیقول انك لاتظلم۔ قال فتوضع السجلات فی

کیونکہ صفت کہتے اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو، جب وہ قائم بنفسہا ہوتو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہٖ بھی ہے تو یہ اجتماع ضدّین لازم آتا ہے (اور اجتماع ضدین باطل ہے) اور قدرت الٰہیہ محالات عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی وزن اعمال (جو کہا جاتا ہے) بایں معنٰی ہے کہ کاغذ اور صحیفے تو لے جائینگے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ، امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی میری امت میں سے ایک شخص کو چن لے گا، پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر حد نگاہ تک ہوگا، پھر اسے کہا جائے گا تو اس سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراما کاتبین) نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! نہیں۔ اللہ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ اللہ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا: جا اس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ فرمائے گا تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کفة والبطاقة فی کفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا یثقل مع اسم اللہ شیئ [1]۔	فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔(ت)

بالجملہ حاصل حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذات کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔ واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضور اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی! یہ اشتہار ترسیل خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صادر کردیا جائے۔ والا جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔ اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

ربِّ زدنی علماً (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ت) نور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اللہ تعالٰی کا ذاتی نور جزء ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ امین کمپنی دہلی ۸۸/۲، المستدرك للحاکم کتاب الایمان فضیلة الشھادة لاالٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۶/۱، موارد الظمأن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۲۳ المطبعة السلفیة ص ۶۲۵، کنز العمال حدیث ۱۰۹ و ۱۴۲۱ مؤسسة الرسالة بیروت ۴۴/۱ و ۲۹۶، سنن ابن ماجة ابواب الزھد باب مایرجٰی من رحمة اللہ یوم القیٰمة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۸، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲۱۳/۲

اول ما خلق اللہ نوری، اول ماخلق اللہ القلم، اول ما خلق اللہ العقل۔کذا فی تاریخ الخمیس[1] وسر الاسرار۔	سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدافرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا، تاریخ خمیس اور سرالاسرار میں یونہی ہے۔(ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جزء ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالٰی کا کہنا لازم آتا ہے، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنی اگر اصطلاحی لئے جائیں تو جزخدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذات خدا کا ہونا لازم آتا ہے، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جہّال کے یہی ہیں، اس سبب سے نور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نور ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہیے، اگر نور رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نور خدا یا نور مخلوق خدا یا نور ذات خدا یا نور جمال خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پنی کتاب سرالاسرار میں فرمایا ہے:

لما خلق اللہ تعالٰی روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولا من نور جمالہ[2]۔	سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نور جمال سے پیدافرمایا۔(ت)

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

خلقت روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجھی[3] کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ روحی اول ماخلق اللہ نوری[4]۔	میں نے روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کو پیدافرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدافرمایا۔(ت)

کیونکہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جزء اس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ

[1] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسة شعبان بیروت ۱/۱۹، مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت الحدیث ۹۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۹۱

[2]

[3]

[4] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/۱۹

مضاف و مضاف الیہ کے درمیان مغائرت شرط ہے۔ چنانچہ بیت اللہ وناقۃ اللہ ونور اللہ وروح اللہ، پس ثابت ہوا کہ نور رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور مخلوق خدا یا نور ذات خدا یا نور جمال خدا ہے، نور ذاتی یعنی اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا و جزو عین نہیں ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

المشتہر: عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ بہو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور بلا شبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی یعنی عین ذات الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحات علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنی بھی وہیں مشرّح کردیے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذاللہ ذات الٰہی کا جز یا اس کا عین ونفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر وارتداد۔

ای ادعاء الجزئیۃ مطلقًا والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وکعوسہ فی مرتبۃ الفرق فلاموجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذلاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الجود اصلاجملۃ واحدۃ من دونہ ثنیا فحق واضح لاشك فیہ۔	یعنی جزئیت کا دعوٰی کرنا مطلقًا اور عینیت بمعنی اتحاد کا دعوٰی کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذات خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبہ جمع میں اور تمام موجودات مرتبہ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں۔ چنانچہ مرتبہ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیونکہ حد ذات میں اس کے ماسوا کسی کے لئے بغیر کسی استثناء کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں، (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

مگر نور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نور ذاتی کہنے سے نہ عین ذات یا جزء ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرف عام علماء وعوام میں اس سے یہ معنی مفہوم، نہ نور ذات کہنے کو نور ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اولاً: ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عین ذات یا جزء ماہیت ہو، خاص ایسا غوجی کی اصطلاح ہے، علماء عامہ کے عرف عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے

ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مال غیر سے نہیں۔ ائمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ عین ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم وقدرت و سمع وبصر وارادہ وکلام وحیات کو اس کی صفت ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

اعلم بان الصفات التی ھی لاعین الذات ولا غیرھا انماھی الصفات الذاتیة[1] الخ۔	بیشک وہ صفات جو اللہ تعالٰی کے نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں:

الصفات الذاتیة ھی مایوصف اللہ تعالٰی بھا ولا یوصف بضدھا نحو القدرة والعزة والعظمة وغیرھا[2]۔	ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی موصوف ہے اور ان کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ (ت)

وجوب ذاتی وامتناع ذاتی وامکان ذاتی کا نام حکمت وکلام وفلسفہ وغیرہا میں سنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتھا الوجود او العدم (یعنی بلاشبہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے۔ ت) **اولًا** ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عین ذات ہے نہ جزء بلکہ مفہومات اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں **کما حقق فی محلہ** (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ت) یونہی اصلین اعنی علم کلام وعلم اصول فقہ میں افعل کے حسن ذاتی وقبح ذاتی کا مسئلہ اور اسمیں ہمارے آئمہ ماتریدیہ کا مذہب سنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن وقبح نہ عین فعل ہیں نہ جزء فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

مما اتفقت فیہ العراض والعادات واستحق بہ المدح والذم فی نظر العقول جمیعا لتعلق مصالح الکل بہ لایفید بل ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکة الید قتلا ظلما لاتزید حقیقتھا علی حقیقتھا	جس میں اغراض وعادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح وذم کا استحقاق ہو کیونکہ سب کے مصالح اس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لئے بطور ظلم محض حرکت ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت

---

[1] الحدیقة الندیة الباب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۴

[2] التعریفات للجرجانی ۸۷۰ (الصفات الذاتیہ) دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۱

عدلا ،فلو کان الذاتی مقتضی الذات اتحد لازمهما حسنا وقبحا ،فانما یراد(ای بالذاتی)ما یجزم به العقل لفعل من الصفة بمجرد تعقله کائناعن صفة نفس من قام به فباعتبارها یوصف بانه عدل حسن اوضده[1] اھ	کی حقیقت سے زائد نہیں۔اگر ذاتی مقتضائے ذات ہوتا توان دونوں کا لازم حسن وقبح کے اعتبار سے متحد ہو جاتا کیونکہ ذاتی سے مراد وہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لئے صفت سے، محض اس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اسی کے اعتبار سے اس کو عدل وحسن یااس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اھ (ت)

ثانیًا: ذاتی میں یائے نسبت ہے،ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اس کی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے،توجب نور ذات کہنا صحیح ہے تو نور ذاتی کہنا بھی قطعًا صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نور ذات کہنا بھی باطل ہوجائے گا **ھذا خلف**۔

ثالثًا: نور ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافت بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذات الٰہی ہے تو معاذاللہ نور رسالت کا عین ذات الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا،اگر کہئے کہ یہ معنے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اوراس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ وناقۃ اللہ وروح اللہ ،تواسی معنٰی پر نور ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وہ نور کہ ذات الٰہی سے نسبت خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اضافة تشریف واشعار بانه خلق عجیب وان له شانا له مناسبة ما الی الحضرة الربوبیة علی حد قوله تعالٰی ونفخ فیه من روحه[2]۔	اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے "وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ"[3] (اور میں اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔(ت)

---

[1] تحریر الاصول المقالۃ الثانیہ الباب الاول الفصل الثانی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵و۲۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۵/۲۹ و ۳۸/۷۲

رابعًا: نور ذاتی میں اگر ایک معنٰی معاذاللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاح فن ایساغوجی پر حمل کریں جو ہر گز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالبًا ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نور ذات یا نور اللہ کہنے میں جن کا جواز از خود مانع کو مسلّم ہے عیاذًا باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔ ہم نے فتوی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو۲ معنی ہیں: ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہ، بایں معنٰی اگر اضافت بیانیہ لو تو نور رسالت عین ذات الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاب خود ظاہر اور ذات الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنی یہ کیفیت وعرض جیسے چمک، جھلک، اجالا، روشنی کہتے ہیں اس معنٰی پر اضافت بیانیہ لو تو کفر عینیت کے علاوہ ایک اور کفر عرضیت عارض ہوگا کہ ذات الٰہی معاذاللہ ایک عرض وکیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالبًا یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نور شمس ونور قمر ونور چراغ، یوں معاذاللہ اللہ عزوجل محل حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت وگمراہی ومنجر بہ کفر لزومی ہے، ایسے خیالات سے اگر نور ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نور ذات ونور اللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نور اللہ تو خود قرآن عظیم میں وارد ہے:

"یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸﴾"[1]۔	اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔
"یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۳۲﴾"[2]۔	چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے برامانیں کافر۔ (ت)

حدیث میں ہے:

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ[3]۔	مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور اللہ سے دیکھتا ہے۔ (ت)

خامسًا: مضاف ومضاف الیہ میں اگر معائرت شرط ہے تو منسوب ومنسوب الیہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۸/۶۱

[2] القرآن الکریم ۹/۳۲

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۱۳۸ دار الفکر بیروت ۵/۸۸، کنز العمال حدیث ۳۰۷۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۸۸

کیا شرط نہیں۔

سادسًا بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوق الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلاف حدیث وخلافت نصوص ائمہ قدیم وحدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

یاجابر ان الله خلق قبل الاشیاء نورنبیك من نورہٖ[1]۔	اے جابر! اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں: نور نبی ونور خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغائرت شرط ہے تو نور نبی غیر ہو اور نور خدا غیر خدا، اور غیر خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نور خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نور نبی بنا، تو ضرر نور خدا نور نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نور نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا، اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ہیں، تو نور نبی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نور خدا بنا، تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعًا: حل یہ ہے کہ ایسا غوجی میں ذاتی مقابل عرضی ہے بایں معنی اللہ عزوجل نور ذاتی ونور عرضی، دونوں سے پاک ومنزہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی واسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنٰی اللہ عزوجل کے لئے نور ذاتی ونور صفاتی ونور اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات وصفات واسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تجلی ذات اور انبیاء واولیاء وسائر خلق اللہ تجلی اسماء وصفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد واٰلہ وسلم۔

---

[1] المواھب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

تقریظ[عـــه]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللھم لك الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضلِ فاضل، عالم عامل، حامی السنۃ، ماحی الفتنہ، مولٰنا مولوی حبیب علی صاحب علوی ایدہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عنہ نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ومکشوف اور مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں۔

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی اٰلہ الصلٰوۃ والسلام۔

عـــه: یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرہ مسودات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پونپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرہ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو دستیاب ہوئی جو پیش نظر مجموعہ رسائل میں شامل کی جارہی ہے۔
اس مجموعہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری۔

(۲) نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئی عن سید الاکوان علیہ الصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب کی تائید میں بعض کلام ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی خصائص الکبری شریف میں فرماتے ہیں:

باب الاٰیۃ فی انہ لم یکن یری لہ ظل. اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر. قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذ مشٰی فی الشمس اوالقمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم و یشھد لہ حدیث. قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورًا[1]۔	اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ ابن سبع نے کہا: آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں، آپ جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دعا فرماتے ہوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ (ت)

موذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا. وقال رزین لغلبۃ انوارہ[2]۔	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ دکھائی دیتا تھا۔ ابن سبع نے کہا آپ کے نور ہونے کی وجہ سے اور رزین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی افضل القری لقراء ام القری زیر قول ماتن رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[1] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۶۸

[2] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

لم یساووك فی علاك وقد حا ل سنا منك دونهم سنا[1]

(انبیاء علیہم الصلوات والسلام فضیلت میں آپ کے برابر نہ ہوئے آپ کی چمک اور رفعت آپ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔ت)

فرماتے ہیں:

هذا مقتبس من تسمیته تعالٰی لنبیه نورا فی نحو قوله تعالٰی "قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین"، وکان صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکثر الدعاء بان الله یجعل کلا من حواسه واعضائه وبدنه نورًا اظهار الوقوع ذٰلک، وتفضل الله تعالٰی علیه به لیزداد شکره وشکر امته علی ذٰلک، کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰکر سورة البقرة مع وقوعه، وتفضل الله تعالٰی به لذٰلك ومما یؤید انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم صار نورا انه کان اذا مشٰی فی الشمس والقمر لم یظهر له ظل لانه لایظهر الا لکثیف وهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد خلصه	یہ ماخوذ ہے ان آیات کریمہ سے جن میں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کا نام نور رکھا ہے، جیسے آیت کریمہ قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین (تحقیق آیا تمھارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور اور روشن کتاب) نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی آپ کے تمام حواس، اعضا اور بدن کو نور بنادے۔آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتے کہ اس کا وقوع ہو چکا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے آپ کو مجسم نور بنادیا ہے تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا بکثرت شکریہ ادا کرے۔جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں سورہ بقرہ کی آخری آیات میں واقع دعا مانگنے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کا وقوع ہو چکا ہے۔آپ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ نے تمام

[1] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص۶

اللہ سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفالا یظھر لہ ظل اصلا [1]۔	جسمانی کثافتوں سے پاک فرمادیا ہے اور آپ کو خالص نور بنا دیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

علامہ سلیمان جمل ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظھر فی الشمس ولاقمر [2]۔	سورج اور چاند کی روشنی میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔(ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس میں لکھتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الارض و لارئی لہ ظل فی شمس ولاقمر [3]۔	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی سورج وچاند کی روشنی میں نظر آتا تھا(ت)

بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولاقمر لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ وقیل حکمۃ ذلك صیانتہ عن یطاء کافر علی ظلہ رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمر والمدنی مولی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہا ثقۃ من التابعین	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ شمس وقمر کی روشنی میں نمودار نہ ہوتا تھا بقول ابن سبع آپ کی نورانیت کی وجہ سے۔اور کہا گیا ہے کہ عدم سایہ کی حکمت یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابو صالح السمان زیات مدنی سے یا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو مدنی سے، اور وہ دونوں ثقہ تابعین

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی(شرح ام القرٰی)شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۲۸و۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیہ علی متن الھمزیۃ لسلیمان جمل، المکتبہ التجاریہ الکبرٰی مصر،ص ۵

[3] تاریخ الخمیس، القسم الثانی النوع الرابع۔ مؤسسۃ شعبان۔بیروت، ص ۱/۲۱۹

فھو مرسل لکن روی ابن المبارك وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوء ضوء السراج[1]۔	میں سے ہیں، لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا آپ جب سورج کی روشنی یا چراغ کی روشنی میں قیام فرماتے تو آپ کی چمک سورج اور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔ (ت)

فاضل محمد بن صبان اسعاف الراغبین میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لکھتے ہیں:

وانہ لافیئ لہ[2]۔ (بے شک آپ کا سایہ نہ تھا۔ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں:ـ

چوں فنانش از فقر پیرایہ شود اومحمد دار بے سایہ شود[3]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہو جاتی ہے تو وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہو جاتا ہے۔ت)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی قدس سرہ، اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

در مصرع ثانی اشارہ بہ معجزہ آن سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است کہ آں سرور راسایہ نمی افتاد[4]۔	دوسرے مصرع میں سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

یہاں اس مسئلہ مسلمہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامی حضرت مجدد کا ادعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات، مکتوب صدم میں فرماتے ہیں:

اور را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود ودر عالم	رسول انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ، المقصد الثالث، الفصل الاول، دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۲۰

[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واھل بیتہ الطاہرین الباب الاول مصطفی البابی مصر ص۷۹

[3] مثنوی معنوی در صفت آں بیخود کہ دربقائی حق فانی شدہ است الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص۱۹

4

شہادت سایہ ہر شخص لطیف ترست وچوں لطیف تراز وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد اوراسایہ چہ صورت دارد علیہ وعلٰی آلہ الصلوات والتسلیمات [1]۔	عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شیئ لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔آپ پر اور آپ کی آل پر درود وسلام ہو۔(ت)

اسی کے مکتوب ۱۲۲میں فرمایا:

واجب راتعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بہ مثل ست و منبی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل،ہرگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد راچگونہ ظل باشد [2]اھ۔جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	واجب تعالٰی کا سایہ کیسے ہوسکتاہے کہ سایہ تو مثل کے پیدا ہونے کا وہم پیدا کرتاہے اور عدم کمال لطافت کے شائبہ کی خبر دیتاہے۔جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ بوجہ آپ کی لطافت کے نہ تھاآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خدا جل وعلاکاسایہ کیونکر ہوسکتاہے۔(ت)

اقول:(میں کہتاہوں۔ت) مطالع المسرات شریف میں امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری رحمہ الہ تعالٰی سے:

انہ تعالٰی نورلیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملئکۃ شررتلك الانوار [3]۔	اللہ تعالٰی نور ہے مگر انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس اللہ تعالٰی کے نور کا جلوہ ہے اور ملائکہ ان انوار کی جھلک ہیں۔(ت)

پھراس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ [4]۔	اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور بنایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کوپیدافرمایا(ت)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۱۸۷

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۲۲نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۲۳۷

[3] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

[4] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

جب ملائکہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزہ نہ ہوں گے۔ جب کہ ملائکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، بے سایہ ہوں، زاور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ نور الٰہی سے بنے، سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہین بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو ان میں کسی کے سایہ نہیں۔ یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تن اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہوگے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کرہ زمین سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے:

قال تعالٰی "اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۝" [1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو، ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے: "وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ۝" [2]۔ ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

اور اگر فلاسفہ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانئے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں، کرہ بخار ہے۔

---
[1] القرآن الکریم ۵۰/۶

[2] القرآن الکریم ۱۵/۱۶

جب ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرہ بخار، ہیئات جدیدہ کا کفر اوڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حد نگاہ ہے، تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لا کر آسمان سے انکار کرنا ناممکن۔

غرض جب دلیل قاہر سے ثابت کہ جسم عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلاف نیچر ہونے کا جو ہمیانہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے ہیں اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا واقع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چون وچرا برتی جائے اسے سوائے مرض قلب کے کیا کہیے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو بیمار دل گوارا نہیں کرتا "یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ"[1]۔ (اللہ تعالٰی اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے) کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالٰی اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لیے کھول دیتا، ناچار "یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِؕ"[2] (اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ت) کے آڑے آتی۔ دل تنگ ہو کر گور کافر کے مثل ہو جاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے "كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝۱۲۵"[3] والعیاذ باللہ رب العلمین۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (اللہ یوں ہی عذاب میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ اور اللہ سبحٰنہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

ختم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۲۵

[2] القرآن الکریم ۶/۱۲۵

[3] القرآن الکریم ۶/۱۲۵

رسالہ

نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ ۱۲۹۶ھ

(اس ذات اقدس کے سائے کی نفی جس کے نور سے ہر مخلوق منور ہوئی)

مسئلہ ۴۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے لئے سایہ تھا یانہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ۔ت)

الجواب:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط الحمدللّٰہ الذی خلق قبل الاشیاء نور نبینا من نورہ وفلق الانوار جمیعا من لمعات ظھورہ فھو صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نورالانوار وممد جمیع الشموس والاقمار سماہ ربہ فی کتابہ الکریم	ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اوراس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے تمام اشیاء سے قبل ہمارے نبی کے نور کو اپنے نور سے بنایا،اور تمام نوروں کے آپ کے ظہور کے جلووں سے بنایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نوروں کے نور اور ہر شمس وقمر کے ممد ہیں۔ آپ کے رب نے اپنی کتاب کریم میں آپ کا

نورا وسراجا منیرا فلولا انارته لما استنارت شمس و لا تبین یوم من امس ولا تعین وقت للخمیس صلی اللہ تعالٰی علیه وعلی المستنیرین بنورہ المحفوظین عن الطمس جعلنا اللہ تعالٰی منهم فی الدنیا ویوم لا یسمع الا همس۔	نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔اگر آپ جلوہ فگن نہ ہوتے تو سورج روشن نہ ہوتا،نہ آج کل سے ممتاز ہوتااور نہ ہی خمس کے لئے وقت کا تعین ہوتا۔اللہ تعالٰی آپ پر درود نازل فرمائے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے والوں پر جو مٹ جانے سے محفوظ ہیں۔اللہ تعالٰی ہمیں ان سے بنائے دنیا میں اور اس دن جس میں نہیں سنائی دے گی مگر بہت آہستہ آواز۔(ت)

بیشک اس مہر سپہر اصطفاء ماہ منیر اجتباء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا،اور یہ امر احادیث واقوال علماء کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وجہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث وعلامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور وامام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی وامام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ،وعلامہ حسین بن دیار بکری واصحاب سیرت شامی وسیرت حلبی وامام علامہ جلال الملّۃ والدین سیوطی وامام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحب کتاب الوفاء وعلامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحب نسیم الریاض وامام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ وفاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی وبحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی وشیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلہ فاضلین ومقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کار کوان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں،خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصنیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتی عقل وقاضی نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس وتشیید کی۔

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یکن یرٰی له ظل فی شمس ولا قمر[1]۔	حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاسایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالٰی حضرت سیدنا و

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیة فی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یکن یرٰی له ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۶۸

ابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضؤوہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوؤہ علی ضوء السراج[1]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا، اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امام علام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب خصائص کبرٰی میں اس معنی کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان ذکر کرکے نقل کیا:

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس اوالقمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[2]۔	یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے، تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ بعض علماء نے فرمایا اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کردے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب ثانی فصل رابع میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولارئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نوراقال رزین لغلبۃ انوارہ[3]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

[2] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

[3] انموذج اللبیب

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

وما ذکر من انہ کان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورًا [1]۔	یعنی حضور کے دلائل نبوت وآیات رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں بسبب اس کے کہ اجسام، انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہٰذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوار حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کرکے اپنی ایک رباعی انشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایہ احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن بسبب حضور کی کرامت وفضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: بہ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا، اگر تو سمجھے تو وہ نور علی نور ہیں۔

وھذا مانصّہ الخفاجی (خفاجی کی عبارت یہ ہے):

(و)ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ما ذکر) بالبناء للمجھول والذی ذکرہ ابن سبع (من انہ) بیان لما الموصولۃ (لاظل لشخصہ) ای لجسدہ الشریف اللطیف اذا کان (فی شمس ولاقمر) مما تری فیہ الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین ونحوھما وعلل ذٰلک ابن سبع بقولہ (لانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کان نورا) والانوار شفافۃ لطیفۃ لاتحجب غیرھا من الانوار فلاظل لھا	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دلائل نبوت سے ہے وہ جو کہ مذکور ہوا، اور وہ جو ابن سبع نے ذکر فرمایا کہ آپ کے تشخص یعنی جسم اطہر ولطیف کا سایہ نہ ہوتا جب آپ دھوپ اور چاندنی میں تشریف فرما ہوتے یعنی وہ روشنیاں جن میں سائے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجسام، شمس وقمر وغیرہ کی روشنی کے لئے حاجب ہوتے ہیں۔ ابن سبع نے اس کی علت یہ بیان کی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں اور انوار شفاف ولطیف ہوتے ہیں وہ غیر کے لئے حاجت نہیں ہوتے اور ان کا سایہ

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ماظھر من الآیات دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۲۵

کما هو مشاهد فی الانوار الحقیقة وهذا رواه صاحب الوفاء عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنه قال لم یکن لرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوؤه ضوئها ولا مع سراج الا غلب ضوؤه ضوؤه وقد تقدم هٰذا والکلام علیه و رباعیتها فیه وهی: ماجر لظل احمد اذیال فی الارض کرامة کما قد قالوا هذا عجب وکم به من عجب والناس بظله جمیعا قالوا"وقالواهذا من القیلولة وقد نطق القراٰن بانه النورالبمین وکونه بشرا لا ینافیه کما توهم فان فهمت فهو نور علی نور فان النور هو الظاهر بنفسه المظهر لغیره وتفصیله فی مشکوٰة الانوار [1] انتهٰی۔	نہیں ہوتا جیسا کہ انوار حقیقت میں دیکھا جاتا ہے۔اس کو صاحب وفاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا،نہ کھڑے ہوئے آپ کبھی سورج کے سامنے مگر آپ کا نور سورج پر غالب آگیا،اورنہ قیام فرمایا آپ نے چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔یہ اوراس پر کلام پہلے گزر چکا ہے اوراس سلسلہ میں رباعی جو کہ یہ ہے: حضرت امام الانبیاء احمد مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سایہ اقدس نے آپ کی کرامت وفضیلت کی وجہ سے دامن زمین پر نہیں کھینچا جیسا کہ لوگوں نے کہا۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ عدم سایہ کے باوجود سب لوگ آپ کے سایہ رحمت میں آرام کرتے ہیں۔'' یہاں قالوا،قیلوله سے مشتق ہے(نہ کہ قول سے) تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اورآپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا۔اگر تو سمجھے توآپ نور علی نور ہیں، کیونکہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہوں اوردوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔(ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر پنجم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:ـ

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۲۸۲

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود او محمد دار بے سایہ شود[1]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہو جاتی ہے تو وہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہو جاتا ہے۔ت)

مولانا بحر العلوم نے شرح میں فرمایا:

در مصرع ثانی اشارہ بمعجزۂ آن سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ آن سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راسایہ نمی افتاد[2]۔	دوسرے مصرعے میں سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔(ت)

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندی میں۔اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور سے استدلال اور حدیث **اجعلنی نورًا** (مجھے نور بنادے۔ت) سے استشہاد ذکر کیا۔**حیث قال** (امام قسطلانی نے فرمایا۔ت):

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن ذکوان،وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورًا فکان اذا مشٰی فی الشمس اوالقمر لایظھر لہ ظل قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[3]۔	دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا۔اس کو ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا۔ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے،جب آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ ظاہر نہ ہوتا۔اس کے غیر نے کہا اس کا شاہد نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ دعا میں کہتے کہ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔(ت)

اسی طرح سیرت شامی میں ہے:

وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطأعلیہ کافر فیکون	یعنی امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا:اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے

[1] مثنوی معنوی در صفت آں بیخود کہ در بقای حق فانی شدہ است دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ص۱۹

2

[3] المواھب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۰۷

مذلة له[1]۔	کیونکہ اس میں آپ کی توہین ہے۔

اقول: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تشریف لئے جاتے تھے، ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا تھا اس سے دریافت فرمایا، بولا: بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں۔ ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرت حق عزجلالہ، نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔ نیز اسی طرح سیرت حلبیہ میں **قدرما فی شفاء الصدور**۔

محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں: حضور کے لئے سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں: سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا، اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر نہ پڑے۔ **وھذا کلامہ برمہ** (زرقانی کی اصل عبارت):

(ولم یکن له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ظل فی شمس ولاقمر لانه کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبة انوارہ قیل وحکمة ذالك صیانته عن ان یطأ کافر علی ظله (رواہ الترمذی الحکم عن ذکوان) ابی صالح السمان الزیات المدنی اوابی عمرو المدنی مولی عائشه رضی الله تعالٰی عنها وکل منهما ثقة من التابعین فهو مرسل لکن روی ابن المبارك و	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں، کیونکہ آپ نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے فرمایا۔ رزین نے فرمایا عدم سایہ کا سبب آپ کے انوار کا غلبہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی حکمت آپ کو بچانا ہے اس بات سے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر اپنا پاؤں رکھے۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے زکوان ابوصالح السمان زیات المدنی سے یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو المدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین میں سے ہیں، چنانچہ یہ حدیث مرسل ہوئی، مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے

[1] سبل الهدٰی والرشاد الباب العشرون فی مشیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۹۰

ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الاغلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ ضوء السراج (وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل) لان النور لا ظل لہ (قال غیرہ ویشھدلہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ) لما سئل اللہ تعالٰی ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجھاتہ نورًا ختم بقولہ (واجعلنی نورا) و النور لاظل لہ وبہ یتم الاستشھاد[1] انتھٰی۔	سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، آپ کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ کا نور سوج کے نور پر غالب آگیا اور نہ ہی کبھی آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آ گئی۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے۔ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نمودار نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا، اس کے غیر نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات اس کے شاہد ہیں جب آپ نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ وہ آپ کے تمام اعضاء اور جہات کو نور بنادے، اور آخر میں یوں کہا اے اللہ ! مجھے نور بنادے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ استدلال تام ہوا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) النوع الرابع مااختص صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ من الکرامات میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولارئی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]۔	حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا، نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نظر آتا۔

بعینہٖ اسی طرح کتاب "نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطھار" میں ہے۔

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں زیر قولہ تعالٰی: "لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ"[3]۔ (کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر

---

[1] شرح الزرقانی المواھب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۲۲۰/۴

[2] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ الشعبان بیروت ۲۱۹/۱

[3] القرآن الکریم ۱۲/۲۴

نیک گمان کیا ہوتا۔ت) فرماتے ہیں:

قال عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ مااوقع ظلك علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذٰلك الظل[1]۔	امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی بے شک اللہ تعالٰی نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔''

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں زیر قول ماتن قدس سرہ:۔

لم یساووك فی علاك وقد حا　　　　ل سنا منك دونھم وسناء[2]

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے حضور کی چمک اور رفعت حضور تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔

فرماتے ہیں:

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو "قد جاء کم من اللہ نور وکتب مبین "وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکثر الدعا بان اللہ تعالٰی یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورًا اظھار الوقوع ذٰلك وتفضل اللہ تعالٰی علیہ بہ لیز داد شکرہ وشکر امتہ علی ذٰلك کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالٰی بہ لذٰلك ومما یؤیدانہ صلی اللہ تعالٰی	یعنی یہ معنٰی اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب۔اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکثرت یہ دعافرماتے کہ الٰہی! میرے تمام حواس واعضاء سارے بدن کو نور کردے۔اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کردیا تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا زیادہ شکر ادا کریں۔

[1] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی)تحت الآیۃ ۲۴/۱۲ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۳۵

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص۶

علیه وسلم صارنورا انه کان اذا مشٰی فی الشمس اوالقمر لم یظهر له ظل لانه لایظهر الاالکثیف وهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد خلصه الله من سائر الکثائف الجسمانیة وصیره نورا صرفا لایظهر له ظل اصلا[1]۔	جیسے ہمیں حکم ہوا کہ سورہ بقر شریف کے آخر کی دعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہار وقوع وحصول فضل الٰہی کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور محض ہو جانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور اللہ تعالٰی نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کرکے نرا نور کردیا لہٰذا حضور کے لئے سایہ اصلًا نہ تھا۔

علامہ سلیمان جمل فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ظل یظهر فی شمس ولا قمر[2]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ظاہر ہوتا نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فہمیہ کی "اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واهل بیته الطاهرین" میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

وانه لافیئ له[3]۔	حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں برمزش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے:

من اسمائه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قیل من خصائصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه اذا مشٰی فی الشمس والقمر لایظهر له ظل[4]۔	حضور کا ایک نام مبارک "نور" ہے، حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیة علی متن الهمزیة سلیمان جم المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۵

[3] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واله بیته الطاهرین علی هامش الابصار دار الفکر بیروت ص ۷

[4] مجمع بحار الانوار باب نون تحت لفظ "النور" مکتبه دار الایمان مدینة المنورة ۴/ ۸۲۰

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ کہ ذکر نکردند چراغ راونور یکے از اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونور راسایہ نمی باشد انتہی[1]۔	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔بروایت حکیم ترمذی از ذکوان،اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔(ت)

جناب شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات، مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں:

اورا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود درعالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف ترے از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درعالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد[2]۔	آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا،عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے،اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے!(ت)

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں:

واجب راتعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بہ مثل است ومنبی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل،ہرگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد راچگونہ ظل باشد[3]۔	اللہ تعالٰی کا سایہ کیونکر ہو،سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ کہ اللہ تعالٰی میں کمال لطافت نہیں ہے،دیکھئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔(ت)

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان سایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ ۳/۱۸۷

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۲۲ نولکشور لکھنؤ ۳/۲۳

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ میں لکھتے ہیں: سایہ ایشاں بر زمیں نمی افتاد[1]۔ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑا۔ فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ، استدلال ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء نے حدیث **واجعلنی نورا** (مجھے نور بنادے۔ت) سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔

ہمارے مدعا پر دلالت واضحہ یہ ہے، دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب، صغرٰی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں، اور کبرٰی یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں، جوان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، آپ ہی پائے گا: مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو، کبرٰی تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصر وشہادت بصیرت سے ثابت، سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب، نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اس لئے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں، اور صغرٰی یعنی حضور والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں مگر تبکیت معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ، وتعالٰی فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾"[2]۔	اے نبی ! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں، اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا:

"وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾"[3]۔	اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] فتح القدیر (تفسیر عزیزی) پ عم سورۃ الضحٰی مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۳۱۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵

[3] القرآن الکریم ۷۱/ ۱۶

"قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۱۵﴾"[1]۔	بتحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں: نور سے مراد محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اسی طرح آیہ کریمہ "وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰىۙ﴿۱﴾"[2]۔ (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیہ کریمہ "وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾"[3]۔ (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور النَّجۡمُ الثَّاقِبُ سے ذات پاک سید لولاک مراد لیتے ہیں[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک دعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وفی عصبی نورا وفی لحمی نورًا وفی دمی نورا وفی شعری نورا وفی بشری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعلنی نورًا[5]۔	الٰہی! میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت وپوست وخون واستخوان اور میرے زیر وبالا وپس وپیش وچپ وراست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کردے۔

جب وہ یہ دعا فرماتے اوران کے سننے والے نے انہیں ضیائے تابندہ ومہر درخشندہ ونور الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا، حدیث ابن عباس میں ہے کہ ان کا نور چراغ وخوشید پر غالب آتا۔ اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد کہ

[1] القرآن الکریم ۱۵/۵

[2] القرآن الکریم ۱/۵۳

[3] القرآن الکریم ۲/۸۶و۳

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الرابع دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۳۰

[5] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۳۵، صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب صلٰوۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۱، جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۸

ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑ جائیں جیسے چراغ پیش مہتاب یایکسر ناپدید وکالعدم ہو جاتیں جیسے ستارے حضور آفتاب۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے:

واذاتکلم رئی کالنوریخرج من بین ثنایاہ[1]۔	جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

وصاف کی حدیث میں وارد ہے:

یتلألؤ وجهه تلألؤالقمر لیلا البدراقنی العرنین له نوریعلوہ یحسبه من لم یتأمله اشم انور المتجرد[2]۔	یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بُلند بنی تھی اور اس پر ایک نور کا بُکّا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک ماس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن وتابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی کل عضو من جسمه الانوار الاعطر وبارك وسلم (اللہ تعالٰی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم انور معطر کے ہر عضو پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ت)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان الشمس تجری فی وجهه[3]۔	گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں:

واذاضحك یتلألؤفی الجدر[4]۔	جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ماروی فی فصاحة لسانه داراحیاء التراث العربی بیروت ۹،۸/۴، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل وان قلت اکرمك اللہ دارالکتب العلمیة بیروت ۴۶/۱، شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم امین کمپنی دہلی ص ۳

[2] شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ان قلت اکرمك اللہ دارالکتب العلمیة بیروت ۴۶/۱

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ان قلت اکرمك اللہ دارالکتب العلمیة بیروت ۴۶/۱

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں:

لورأیت لقلت الشمس طالعة[1]۔	اگر تو انہیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں:

رأینا کان النور یخرج من فیه[2]۔	ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔

احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد، جب حضور پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم وشام کے محل روشن ہوگئے۔ چند روایتوں میں ہے:

اضاء له ما بین المشرق والمغرب[3]۔	آپ کے لئے شرق سے غرب تک منور ہوگیا۔

اور بعض میں ہے:

امتلأت الدنیا کلها نورًا[4]۔	تمام دنیا نور سے بھر گئی۔

آمنہ حضور کی والدہ فرماتی ہیں:

رأیت نور اساطعا من رأسه قد بلغ السماء[5]۔	میں نے ان کے سر سے ایک نور بُلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی: "میں سیتی تھی، سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے، حضور کے نورِ رُخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی[6]۔"

---

[1] المواھب اللدنیة عن ربیع بنت معوذ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۳

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب علامات النبوۃ باب صفة صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۸۰

[3] المواھب اللدنیة المقصد الاول احادیث اخری فی المولد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰

[4] الخصائص الکبرٰی باب ماظھر فی لیلة مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[5] الخصائص الکبرٰی باب ماظھر فی لیلة مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۹

[6] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر باب الآیة فی وجھه الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۶۲ و ۶۳

علامہ فاسی مطالع المسرات میں ابن سبع سے نقل کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہوجاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حجور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے سے انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا عیاذًا باللہ، کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے؟

بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرض استدعلال میں لائے، جاہلانہ انکار، مکابرہ وکج بحثی ہے، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہوں وہ بھی دکھائے، ہم ارشادات علماء سند میں لاتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا۔

مجردماوشما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

(مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت۔ت)

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لست کمثلکم[2] میں تم جیسا نہیں۔ ویروٰی لست کھیئتکم[3] میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۹۳

[2] المصنف لعبدالرزاق کتاب الصیام باب الوصال حدیث ۷۷۵۲ المکتب الاسلامی بیروت ۲۶۷/۴، صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۶۳/۱، صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱ و ۳۵۲

[3] صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱ و ۳۵۲، صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۶۳/۱ و ۲۶۴

ویرُوی ایکم مثلی[1] تم میں کون ہے مجھ جیسا۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سنا کہ: "حضور کا بشر ہونا نور رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نور علی نور ہیں[2]۔

پھر صرف اس قیاس فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کے بھی ہوگا، ثبوت سایہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل وادب سے کس قدر دور پڑتا ہے۔

الا ان محمدا بشر لا کالبشر بل ہو یاقوت بین الحجر[3]

(خبردار! محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔ت)

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین وبارك وسلم)

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات ثابتہ وخصائص صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی ودنیاوی تصور کیا ہے، ایمان بے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[4]۔	تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشر فضائل وتکثیر مدائح میں مشغول رہتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفی محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جان برادر! تو نے کبھی سنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے، اور پھر محبوب بھی کیسا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱، صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذالك ماظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/۲۸۲

[3] افضل الصلوٰۃ علی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۵۰

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹

جان ایمان وکان احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجااور اس نے تمام عالم کا بار تن نازک پر اٹھالیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا۔ تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول، اور وہ شب وروز تمہاری بخشش کے لئے گریاں وملول۔

جب وہ جان رحمت وکان رافت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور **رب ھب لی امتی**[1]۔ (یااللہ! میری امت کو بخش دے۔ت) جب قبر شریف میں اتار الب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا، آہستہ آہستہ **اُمّتی**[2]۔ (میری امت۔ت) فرماتے تھے، قیامت میں بھی انہیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے **نفسی نفسی اذھبوا الی غیری**[3] (آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ت) سنو گے اور اس غمخوار امت کے لب پر یا**رب امتی**[4] (اے رب! میری امت کو بخش دے۔ت) کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں: جب انتقال کروں گا صور پھونکنے تک قبر میں امتی امتی پکاروں گا۔ کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آواز جانگداز اس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بُلند ہے، گاہے ہم سے کسی غافل ومدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے، روح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے، کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صَرف کریں۔

وائے بے انصافی! ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جاں نثار کرنا اور اس کی مدح وستائش ونشر فضائل سے آنکھوں کی روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشم خرد بین میں سرمہ انصاف لگااور گوش قبول سے پنبہ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پوچھنا، پھر اگر ایک منصف ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشر محاسن وتکثیر مدائح نہ دوستی کا مقتضٰی نہ رد فضائل ونفی کمالات غلامی کے خلاف، تو تجھے اختیار ہے ورنہ

1

2

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

خدا اور سول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جان برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کر خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا، اور جس کی شان وہ بڑھائے اسے کوئی گھٹا سکتا ہے، آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضل الٰہی پر مدار ہے۔

ہم پر بلاغ مبین تھا، اس سے بحمد اللہ فراغت پائی، اور جواب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکا ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام" علیہ وعلٰی اٰلہ الصلٰوۃ والسلام، جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے، ان شاء اللہ تعالٰی بیان شافی پائے گا اور مرشد کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور نہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور سراپا نور تابندہ درخشندہ ذی شعاع واضاءت بلکہ معدن انوار وافضل مضیئات بلکہ درحقیقت بعد جناب الٰہی نام "نور" انہیں کو زیبا، اور ان کے ماوراء کو اگر نور کہہ سکتے ہیں تو انہیں کی جناب سے ایک علاقہ وانتساب کے سبب، اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ثبوت معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں کہ حدیث یا قرآن میں بالتصریح ان کا ذکر ہو بلکہ ان کے لئے تین طریقے ہیں، اور یہ بھی بیان کر دیا ہے پیشوایان دین کا داب ان معاملات میں ہمیشہ قبول وتسلیم رہا ہے۔ اگر کہیں قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملا تو اپنی نظر کا قصور سمجھا، نہ یہ کہ باوجود ایسے ثبوت کافی کے کہ حدیثیں اور ائمہ کی تصریحیں اور کافی دلیلیں، سب کچھ موجود، پھر بھی اپنی ہی کہے جاؤ، انکار کے سوا کچھ زبان پر نہ لاؤ، اور اس کے سوا اور فوائد شریفہ وابحاث لطیفہ ہیں، جو دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی لطف جانفزا پائے گا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ واصحابہ واصہارہ وانصارہ واتباعہ اجمعین الٰی یوم الدین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ

ختم ہوا۔

رسالہ
قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲۹۶ھ
(سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۴۴: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤگے۔ت)

الجواب:

ومن اللہ توفیق الصدق والصواب ولا حول قوۃ الا باللہ العزیز الوھاب، اللھم صل وسلم وبارك علی السراج المنیر الشارق والقمر الزاھر البارق وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔	اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی سچائی اور درستگی کی توفیق ہے۔نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر عزت والے بہت عطافرمانے والے اللہ کی توفیق سے۔اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما روشن چمکدار چراغ اور خوشنما تابناک چاند پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔(ت)

بیشک اس مہر سپہر اصطفاء، ماہ منیر اجتباء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوال ائمہ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ وعلماء فضلاء کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ انکے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں، خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اس معنٰی کی تصریح فرماتے آئے اور اس پر دلائل باہرہ وحجج قاہرہ قائم، جن پر مفتی عقل وقاضی نقل نے باہم اتفاق کرکے ان کی تاسیس وتشیید کی۔ آج تک کسی عالم دین اسے اس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین میں ابتداع اور نیامذہب اختراع اور ہوائے نفس کا اتباع کیا اور بہ سبب اس سوء رنجش کے جوانکے دلوں میں اس رؤف ورحیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تھی، انکے محو فضائل ورد معجزات کی فکر میں پڑے حتی کہ معجزۂ شق القمر جو بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ بلکہ خود قرآن عظیم ووحی حکیم کی شہادت حقہ اور اہل سنت وجماعت کے اجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتش جاں سوز جہنم سے نجات انکی الفت پر منوط (منحصر ہے۔ت) جوان سے محبت نہیں رکھتا، واللہ کہ ایمان کی بو اس کے مشام (ناک) تک نہ آئی، وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1]۔	تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشر فضائل وتکثیر مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سنتا ہے کیسی خوشی اور طیب خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفی اوصاف کی فکر میں رہنا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جان برادر! تونے کبھی سنا ہے کہ جس کو تجھ سے الفت صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جان ایمان وکان احسان، جس کے جمال

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹

جہاں آراء کا نظیر کہیں نہ ملے گااور خامہ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور زوہ تمہاری بخشش کے لئے شب وروز گریاں وملول۔

شب، کہ اللہ جل جلالہ، نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست خواب ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت وآسائش کو چھوڑ، خواب وآرام سے منہ موڑ، جبین نیاز آستانہ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، در گزر فرما، اور انکے تمام جسموں کو آتش دوزخ سے بچا۔

جب وہ جان راحت کان رافت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور **رب ھب لی امتی**[1] فرمایا، جب قبر شریف میں اتارالب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ **امتی امتی**[2] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملک قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دام آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا **نفسی نفسی اذھبوا الی غیری**[3] کچھ جواب نہ پائیں گے، اس وقت یہی محبوب غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زور بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہو کر "**یارب امتی**[4]"۔ فرمائینگے۔

وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کی حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

1

2

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے، اس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسر، نہ دنیا و عقبٰی میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن واحسان پر والہ وشیدانہ ہو تو اپنے نفع وضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشم خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوش قبول سے پنبہ انکار نکال، پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولٰی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشر فضائل وتکثیر مدائح اور ان کی خوبی حسن سن کر باغ باغ ہو جانا، جامے میں پھولا نہ سمانا یا رد محاسن، نفی کمالات اور ان کے اوصاف حمیدہ سے بہ انکار وتکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جان برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار وجبار جل جلالہ، سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا "وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ ۝" [1] یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بُلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار واحجار، آہُو وسوسمار ودیگر جاندار واطفال شیر خوار ومعبودان کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبان فصیح وبیان صحیح تمہارا منشور رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکناف عالم میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا غلغلہ ہوگا، جز اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا، مسبحانِ ملاء اعلٰی کو ادھر اپنی تسبیح وتقدیس میں مصروف کروں گا اُدھر تمھارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش وکرسی، ہفت اوراق سردہ، قصور جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ **محمد رسول اللہ** بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴

تمہاری مدح وستائش اور جمال صورت وکمال سیرت ایسی تشریح وتوضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیص شان اور محو فضائل میں مشغول ہو تو میں قادر مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کای بس چلے گا۔آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہل ایمان اس بُلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اٹھے۔لاکھوں بے دینوں نے ان کے محو فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و نا امیدی کر لینا مناسب ہے ورنہ برب کعبہ ان کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلف صالح کی روش اختیار کر اور ان کے قدم پر قدم رکھ،ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائمًا تسلیم وقبول رہا ہے،جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کر دیا اسے مرحبا کہہ لیا اور حبیب جان میں بہ طیب خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ غلط ہے، باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے،اور کیوں نہ ہو، مقتضٰی عقل سلیم کا یہی ہے کہ:

فائدہ جلیلہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد عیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذات پاک سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور حضور سے ثابت،اور ان کا رب اس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور ان کی شان اس سے بھی ارفع واعلٰی، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہو چکا اور وثوق واعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر من عند نفسہٖ کہہ دیتا خدا اور رسول پر مفتری ہوتا،

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا" [1]۔	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔(ت)

ان وجوہ پر نظر کرکے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ہر چند کہ فقیر کا یہ دعوی اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمت حدیث وسِیَر میں رہا اور اس راہ میں روشِ علماء

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

کو مشاہدہ کیا مگر ناواقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں:

اولاً: جسم اقدس ولباس انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی اس کا راوی معلوم نہ ہوا، اور باوجود اس کے بلا نکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

وان الذباب کان لایقع علی جسدہ ولاثیابہ[1]۔	مکھی آپ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر نہ بیٹھی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں:

باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان لا ینزل علیہ الزباب،وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علی ثیابہ ذباب قط و زاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن یؤذیہ[2]۔	قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی نہ بیٹھی۔اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی میں فرماتے ہیں:

ونقل الفخر الرازی ان الذباب کان لایقع علی ثیابہ وان البعوض لایمتص دمہ[3]۔	رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا، اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائج افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علماء عجم نے اسی بناء پر کلمہ محمد رسول اللہ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہٰذا یہ کلمہ پاک کلی نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ شبیہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اسی مضمون پر دوسری

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالك ماظهر من الآیات عند مولدہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۲۵

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۶۸

[3] شمائل ترمذی

عبارت:

عبارته برمته: ومن دلائل نبوته صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الذباب کان لایقع علی ثیابه هذا مما قاله ابن سبع الا انهم قالوا لایعلم من روی هذہ و الذباب واحدہ ذبابة قیل انه سمی به لانه کلما اذب آب ای کلما طرد رجع وهذا مما اکرمه الله به لانه طهره الله من جمیع الاقذار وهو مع استقذارہ قدی یجیئ من مستقذر قیل وقد نقل مثلها عن ولی الله العارف به الشیخ عبدالقادر الکیلانی ولابعد فیه لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامة لاولیاء امته وفی رباعیة لی ۔

من اکرم مرسل عظیم حلا
لم تدن ذبابة اذ ماحلا
هذا عجب ولم یذق ذونظر
فی الموجودات من حلاہ احلا

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول الله لیس فیه حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبه الذباب فصین اسمه ونعمته کما قلت فی مدحه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۔

لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول الله محمودا محمد

ان کی مکمل عبارت یہ ہے: آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر، یہ ابن سبع نے کہا۔ محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں۔ ذباب کا واحد ذبابۃ ہے۔ کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے۔ یہ کرامت آپکو اس لئے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور کرامت ولی کے ہاتھ سے سرزد ہوجاتی ہے اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے:

''آپ بزرگ ترین، عظیم، مٹھاس والے رسول ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی۔''

اور بعض علماء عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے، عیب سے بچانے کے لئے اور آپ کی تعریف کے لئے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے:

" بلاشبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دور کردیا تو

ونقط الحرف یحکیہ بشکل لذاك الخط عنہ قد تجرد [1]۔	آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول محمود و محمد ہیں اور حروف کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لئے آپ کو محفوظ رکھا۔"

ثانیًا: ابن سبع نے حضور کے خصائص میں کہا جوں آپ کو ایذانہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اس طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کمامرّ (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ت) اور ملا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

ومن خواصہ ان ثوبہ لم یقمل [2]۔	آپ کے مبارک کپڑوں میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں۔(ت)

ثالثًا: ابن سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

باب: قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کال دابۃ رکبھا بقیت علی القدر الزی کانت علیہ ولم تھرم ببرکتہ [3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ابن سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعًا: ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیان مائۃ ثالثہ سے ہیں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسنداً روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابن بشکوال و عقیلی و ابن جوزی و سہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی، یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ بہ ایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن محلہ وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

وھذا نصہ ملتقطا وحکی بقی ابن مخلد ابو عبد الرحمن مولدہ فی رمضان	اس کی عبارت بالاختصار یہ ہے: بقی بن مخلد ابو عبدالرحمٰن قرطبی جن کی ولادت رمضان المبارک

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلك ماظھر من الآیات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۲۸۲

[2]

[3] الخصائص الکبرٰی قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۴

سنة احدٰی ومائتین وتوفی سنة ست وسبعین مائتین عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یری فی الظلمة کما یرٰی فی الضوع وفی روایة کما یرٰی فی النور ولا شك انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کامل الخلقة قوی الحواس فوقوع مثل ھذا منہ غیر بعید وقد رواہ الثقات کابن مخلد ھذا فلاوجہ لانکارہ[1]۔	۲۰۱ھ اور وصال ۲۷۶ھ میں ہے، نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے۔اور ایک روایت میں جس طرح کہ روشنی مین دیکھتے تھے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے توآپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

خامسًا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث کے شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعت قدرت وعظمت شان رسالت پناہی پر نظر کرکے گردن تسلیم جھکائی اور سوا سلمنا وصدقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبہ جحون پر گزر ہوا حجور اشکبار ورنجیدہ ومغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے، جب لوٹ کر آئے چہر بشاش تھ اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پوچھا، فرمایا، میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انہیں زندہ کردے، وہ قبول ہوئی، اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر بی علی عقبة الجحون وھو باك حزین مغتم ثم ذھب وعاد وھو فرح متبسم فسألتہ فقال ذھبت الی قبر امی	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبہ جحون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل اما وفور عقلہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۲۷۳و۲۷۴

فسألت اللہ ان یحییھا فاٰمنت بی وردّھا اللہ [1]۔	کیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں اور پھر انتقال فرماگئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں: اس کی سند میں مجاہیل ہیں، اور سہیلی نے ام المومنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا: اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔

ففی مجمع بحار الانوار روح احیاء ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی امنا بہ، قال فی اسنادہ مجاھیل وانہ ح منکر جدا یعارضہ ماثبت فی الصحیح [2]۔	مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔

بایں ہمہ اسی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

فی المقاصد الحسنۃ واما احسن ماقال۔ حبا اللہ النبی مزید فضل علی فضل وکان بہ رؤوفا فاحیٰی امہ وکذا اباہ لایمان بہ فضلا لطیفا نسلم فالقدیم بذا قدیر وان کان الحدیث بہ ضعیفا [3]	حاصل یہ مقاصد میں ہے اور کیا خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل پر فضل زیادہ عطافرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس ان کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اور اپنے فضل لطیف سے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنٰی میں وارد ہوئی، ضعیف ہے۔

اے عزیز! سنا تو نے، یہ ہے طریقہ اراکین دین متین واساطین شرح متین، رسول اللہ

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخطیب باب ماوقع فی حجۃ الوداع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۴۰

[2] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتھرۃ الخ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۶

[3] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتھرۃ الخ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۶

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و محبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ وخاصہ حضور کا احادیث صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیف معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار واستناد آفتاب نیمروز سے روشن تر ہے، بلا نکیر ومنکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقل سلیم نے ان پر وہ دلائل ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اس سے انکار کیجئے اور حق ثابت کے رد پر اصرار، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی سقم مقبول وجرح معقول مے دارو، نہ ان ائمہ کے مستند بادلائل معتمد ہونے میں کلام کرسکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم وزبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا، اگر بفرض محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابل اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالح التفات نہ کہے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجود سایہ کا کس بناء پر، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمہیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد ماو من پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک راعالم پاک

(مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت۔ت)

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں: **لست کمثلکم** "میں تم جیسا نہیں" **رواہ الشیخان** [1] (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ت) **ویروٰی لست کھیئتکم** [2]۔ "میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔" **ویروٰی ایکم مثلی** [3] "تم میں کون مجھ جیسا ہے۔"

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳، صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱و۳۵۲،

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳و۲۶۴، صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱و۳۵۲

[3] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳، صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا: آپ کا بشر ہونا اور نور و درخشندہ ہونا منافی نہیں کہ اگر مجھے تو وہ نور علی نور ہیں، پھر اس خیال فاسد پر رکہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا تو ثبوت سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس درجہ دور پڑتا ہے۔

محمد بشر لاکالبشر بل ھو یاقوب بین الحجر [1]

(محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے بشر ہیں جن جیسا کوئی بشر نہیں، بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت ہیں۔ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

القائے جواب: ایقاظ دفع بعض اوہام وامراض میں، اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمد اللہ غایت اطمینان و تسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش و تنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہن ناقص میں گزرا تھا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القاء فرمایا جس سے تصور کو نور اور دل منتظر کو سرور حاصل ہوا۔

الحمد للہ علی ما اولٰی والصلٰوۃ والسلام علی ھذا المولٰی۔	سب تعریفیں اللہ کے لئے جو تعریفوں کے لائق ہے اور درود و سلام آقائے دوجہاں پر۔

فاقول: وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

مقدمہ اولٰی: احادیث صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضور رسالت میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے بیٹھے، رعب جلال سلطانی ان کے قلوب صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔

خ عن مستور بن مخرمۃ ومروان ابن الحکم فی حدیث طویل فی قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلك بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم	مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحاب نبی کو گھور رہا تھا، اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سُنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی، جب آپ نے حکم دیا تو انہوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ وضو

[1] افضل الصلاۃ علی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ لاہور ۱۵۰

ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہٖ و اذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ فرجع عروۃ الی اصحاب فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوك قیصر و کسرٰی و النجاشی واللہ ان مارأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہوجاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کرلیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کرپاتے تھے، تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کاہ میں قیصر وکسرٰی و نجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ت) بلکہ اس معنٰی میں کسی حدیث کے ورود کی بھی حاجت کیا تھی، عقل سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرین دربار ان کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس وپیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربار اقدس کی حاضری ان کے نزدیک ملک السمٰوٰت والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآن عزیز نے انہیں صدہا جگہ کان کھول کر سنادیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے، اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے الفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور ان کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہٰذا جب ملازمت والا حاصل ہوئی قلب ان کے خوف خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضاء ساکن ہوجاتے۔ ایسی حالت میں نظر این وآں کی طرف کب ہوسکتی ہے جو سیاہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ اپنے عرش پائے گاہ کی طرف بے غرض مہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال

[1] صحیح البخاری باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۹، الخصائص الکبرٰی باب ماوقع عام الحدیبیۃ من الآیات مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۰ و ۲۴۱

باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال واعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت پہنچائیں کہ وہ حاملان شریعت تھے اور راویان ملت اور حاضری دربار اقدس سے ان کی غرض اعظم یہی تھی، جب نگاہ اس رعب وہیبت اور اس ضرورت وحاجت کے ساتھ اٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں ادھر ادھر دھیان نہیں جائے گا کہ قامت اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سنا کہ ایک ان کا نماز میں مصروف ہوتا، تکبیر کے ساتھ دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے اطلاع نہ ہوتی، اور کیسا ہی شور وغوغا ہو کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم[1] بن یسار کہ تابعین میں ہیں نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا، لوگ جمع ہوئے، شور و غوغا ہوا، انہیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضور رسالت میں تھی اور دربار نبوت میں بارگاہ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ خوض بیکار ہے، تو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالم رعب وہیبت میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیش نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کر سکتا، نہ امر معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والی ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے دنیا ومافیہا پر مقدم ہوا اور اس کے دربار تک رسائی کرکے اپنا عرض حال کرے تو تجھے اول تو رعب سلطانی، دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے۔ پھر اگر تو واپس آئے اور تجھ سے سوال ہو وہاں دیواروں میں سنگ موسٰی تھا یا سنگ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سرخ؟ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو پوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کے لئے ظل ہے، ہاں کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو اول روز ملامت سے تا آخر حیات جو کیفیت رعب وہیبت کی طاری رہی، ہماری عقول ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اٹھ سکتی اور چپ وراست دیکھ سکتی کہ سائے کے عدم یا جود پر اطلاع ہوتی۔

ثمّ اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) اپنے نفس پر قیاس کرکے گمان نہ کرنا چاہیے کہ بعد مرور زمان وتکرر حضور کے، ان کی اس حالت میں کمی ہو جاتی بلکہ بالیقین روز بہ روز زیادہ ہوتی کہ باعث اس پر دو[۲] امر ہیں: ایک خوف کہ اس عظمت کے تصور سے پیدا ہوا جو اس سلطان دو عالم کو بارگاہ ملک

[1]

السمٰوٰت والارض جل جلالہ میں حاصل ہے۔دوسری محبت ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافی جرأت وبیباکی،اور یہ ظاہر کہ جس قدر دربار والا میں حضوری زائد ہوتی۔

یہ دونوں امر جو اس پر باعث ہیں بڑھتے جاتے،حضور کے اخلاق وعادات اور رحمت والطاف معائنے میں آتے،حسن واحسان کے جلوے ہر دم لطف تازہ دکھاتے،قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا اور ظاہر فرماتا کہ:

آداب بارگاہ: ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے،جو ان کا کلام ہے ہمارا قائد ہے،انکے حضور آواز بُلند کرنے سے عمل حبط ہوجاتے ہیں، انہیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں،اپنے جان ودل کا انہیں مالک جانو،ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہو جاؤ،ہمارا ذکر انکی یاد کے ساتھ ہے،ان کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے،ان کی رحمت ہماری مہر،ان کا غضب ہمارا قہر،جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت ومحبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع وخضوع ورعب ہیبت روزافزوں کرتی **قال تعالٰی** "فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا"[1]۔(اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آیات ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ت)اور ایمان حضور کی تعظیم ومحبت کا نام ہے، کمالایخفٰی(جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

مقدّمہ ثانیہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط پر ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا اور جو بات عام وشامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اس کی طرف غور نہیں کرتا،مثلاہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امر عام ہے لہٰذا بلاسبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصد خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے سن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصد مذکور نظر کی جائے گی۔اسی طرح سایہ ایک امر عام شامل ہے،اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ بے شک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں،نہ اس سے کوئی امر دینی مثل اتباع واقتداء کے متعلق تھا کہ اس کے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا،ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد وتوجہ خاص نظر پڑجائے اور وہ صورت بعد تکرر مشاہدہ ذہن میں منقش اور مثل مربیات قصدیہ کے خزانہ خیال میں مخزون ہوجائے،مثلا زید کہ ہمارا دوست ہے،ہم اپنے مشاہدے کی رو سے بتا سکتے ہیں کہ اس کے ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے مگر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۲۴

ہاتھوں کو بارہا دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے اپنے حضور حاضر کرکے بتاسکتا ہے لیکن ہم مقدمہ اولیٰ میں ثابت کرآئے ہیں کہ یہ طریقہ ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب وہیبت اور امور مہمہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماع اقوال و مطالعہ افعال ہمہ تن صرف ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب وخوف الٰہی کے اپنے زانو وپشت پا سے تجاوز نہ کرنا اس ادراک بلا قصہ سے مانع قوی تھا علی الخصوص کسی شے کا عدم کہ وہ تو کوئی امر محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑجائے اور نفس اسے یاد رکھے، یہاں تو جب تک خیال نہ کیا جائے علم عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی جب ایسے مقام رعب وہیبت اور قلب کی مشغولی و مشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کا عدم رؤیت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بناء بر عادت اس کا عموم وشمول متمکن ہوتا ہے تو برخلاف عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مسارعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہرًا یہاں بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ اول میری نگاہ ادھر ادھر نہ اٹھتی تھی اور جو اٹھی بھی تو ہزار رعب، ہیبت اور نفس کے امور دیگر کی طرف صرف ہمت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں گا کہ تھا یا نہ تھا۔

ثم اقول: یہ کیفیت تو اس وقت کی تھی جب صحابہ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیث طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: **یسوق اصحابہ**[1]

یعنی حضور والا صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رایت کیا:

مارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطأعقبہ رجلان[2]۔	حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۵، سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲

جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

كان اصحابه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یمشون امامه ویکون ظهره للملئكة [1]۔	اصحاب، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشت اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے۔

دارمی نے بہ اسناد صحیح مرفوعًا روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلوا ظهری للملئكة [2]۔ میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔

بالجملہ ہمای راس تقیر رسے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ظاہرًا اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انہیں اطلاع نہ ہوئی اور اگر یہ بر سبیل تنزل ثابت و مبرہن ہو جانا نہ مانئے تو ان تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدم اطلاع کا احتمال قوی ہے، قوت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہو گیا، پھر یہی استدلال سن کر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیث ستون حنانہ مشہور و مستفیض ہوتا، کب باقی رہا، خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدم شہرت بسبب عدم اطلاع کے ہو کما ذکرنا وباللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہا۔ت)

مقدمہ ثالثہ: ہماری تنقیح سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اسے روایت نہ کرے، صغیر السن بچوں کو بعض اوقات اس قسم کی جراتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اسی طریقہ سے جو ہم نے مقدمہ ثانیہ میں ذکر کیا ادراک کر سکتے ہیں، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشتہر ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے۔ ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

و كان ربيب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اخا لفاطمة (رضی الله تعالٰی عنها) وخال	ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پانے والے تھے۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا

[1] سنن ابن ماجه باب من كره ان يوطا عقباه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲، مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی الله تعالٰی عنه المكتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۰۲، موارد الظلمان كتاب علامات نبوة نبينا صلی الله تعالٰی علیه حدیث ۲۰۹۹ المطبعة السلفية ص ۵۱۵

[2] سنن الدارمی تحت الحدیث ۴۶ دار المحاسن للطباعة قاہرہ ۱/ ۲۹

الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یدیم النظر لوجھہ الکریم لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتھر وصف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فانھم لکبرھم کانوا یھابون اطالۃ النظر الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الھالۃ بالبدر و الاکمام بالثمر ھنیئا لہ مع ان ماقالہ قطرۃ من بحر [1]۔	کے بھائی (اخیافی) اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہما کے ماموں تھے۔آپ صغر سنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سیر ہو کر دیکھتے اور چہرہ اقدس پر ہمیشہ نگاہ ٹکائے رکھتے کیونکہ آپ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپ کے گھر میں رہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ حلیہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصف ہند بن ابی ہالہ سے مشتہر ہوا نہ کہ اکابر صحابہ سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ کیونکہ صحابہ کبار شان وعظمت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے باعث آپ پر نظریں نہیں ٹکا سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نظر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں احاطہ کرتی تھی جیسا کہ ہالہ چودھویں کے چاند کا اور کلیاں کھجوروں کا احاطہ کرتی ہیں۔آپ کو یہ سعادت مبارک ہو۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے ایک قطرہ۔ (ت)

اور ہم ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما زمانہ نبوت میں صغیر السن تھے اور ان کا شمار بہ اعتبار عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ بہ برکت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم وفقاہت میں اکثر شیوخ پر مقدم تھے۔

وعلی تفنن عاشقیہ بوصفہ ۔۔۔ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف [2]

قسم قسم کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے عاشقوں کو زمانے ختم ہوگئے مگر اس میں وہ خوبیاں ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکا۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۳۲۷

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۳۲۷

مقدمہ رابعہ: صحابہ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنہیں طول صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنھوں نے سوئے مجامع عظیم کے شرف زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصہ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدم سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور۔ ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی طرف نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور والا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے بے سقف تھی۔

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابہ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کرلیا جیسا کہ روز قدوم مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعین تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا، اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ان کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سر اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفر شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور پر جھک گیا۔ بحیرا عالم نصاری نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک وبے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہوگئی اور پیڑ ہرا ہوگیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بُلندی کو پہنچ کر سائے کہ کئے حضور پر لٹک آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کتب سیر میں تفصیلا مذکور ہیں۔

اب نہ رہے مگر وہ لوگ جنہیں طول صحبت روزی ہوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسم انور ہمسائیگی سایہ سے دور ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس وانکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفہ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرق عادت باعث توفر داعی ونقل جمیع اکثر حاضرین ہے۔ خادم حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کو صدہا معجزات قاہرہ حضور سے غزوات واسفار ومجامع عامہ میں واقع ہوئے کہ سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے ان پر اطلاع پائی مگر ان کی ہم تک نقل صرف احاد سے پہنچی۔

واقعہ حدیبیہ میں انگشتان اقدس سے پانی کا دریا کی طرف جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا

علی اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کرکے دعا فرمانا اور اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا، ایسے معجزات میں ہیں اور بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس کا وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔

فقیر نے کتب حاضرہ احادیث خصوصا وہ کتابیں سیر وفضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض وشرح خفاجی و مواہب لدنیہ وشرح زرقانی ومدارج النبوۃ وخصائص کبری علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اس واقعے کے نہ پائے۔ اسی طرح رد شمس یعنی غروب ہو کر سورج کا لوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہو جانا جو غزوہ خیبر میں مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے واقع ہوا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ عدم ظل کو اس سے اصلا نسبت نہیں اور اس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہوا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ت) اور تعداد لشکر خیبر کی سولہ سو[۱۶۰۰]، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہونگے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصا صحابہ کرام کو بغرض نماز آفتاب کے طلوع وغروب زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس امت مرحوم کا رعاۃ الشّمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابو نعیم عن کعب الاحبار عن سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام (جیسا کہ اس کو ابو نعیم نے بحوالہ کعب الاحبار عن سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ ت) یعنی آفتاب کے نگہبان کہ اس کے تبدل احوال اور شروق وافول زوال کے جویاں و خبر گیران رہتے تھے، جب آفتاب نے غروب کیا ہوگا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیہ کیا ہوگا، دفعۃً شام سے دن ہوگیا اور خورشید الٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہوا ہوگا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے جسے قادر مطلق کی نیابت مطلقہ اور عالم علوی میں دست بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دو چار آدمیوں نے اور بھی اس معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہبہ ہے جس کی بناء پر ہم عقل ونقل واتباع حدیث وعلماء کو ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ اکابر اس قدر نہ سمجھتے تھے یا انہیں نے دیدہ ودانستہ خدا اور رسول پر افتراء گوارا کیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدن ظل کے ذکوان ہیں اور وہ خود ابو صالح سمان زیات ہوں یا ابو عمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تردد فیہ الزرقانی (اس میں زرقانی نے تردد کیا۔ت) بہر تقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکر ایضا و ۰۰۰۰۰۰ اور تابعین وعلماء ثقات

اہل ورع واحتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلا اسی وقت ذکر کریں گے جب انہیں شیوخ و صحابہ کثرین سے اسے سن کر مرتبہ قرب ویقین حاصل کرلیا ہو۔ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ در صورت اسناد صدق و کذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی۔جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت کردیا جس سے سنا ہے تو ہم بری الذمہ ہوگئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود لکھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا،ایسا فرمایا،اس صورت میں بار اپنے سر پر رہاتو عالم ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرت سماع واطمینان کلی قلب کے ایسی بات سے دور رہے گا۔اس طور پر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل ہوا اگرچہ ان کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

ھکذا ینبغی ان یفھم المقام وینقح المرام ،واللہ ولی الفضل والتوفیق والانعام ،ھذاوقد بقی بعد خبایا فی زوایا الکلام لعلھا یفوز بھا فکر وھذا کلہ وقد وجد مما الھمنی ربی بفضل منہ ونعمۃ لایجد من قلبی ان ربی لذو فضل عظیم انہ ھو الروف الرحیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وظنی انی بحمد ربی الجلیل قد اثبت فی المسئلۃ مایشفی العلیل بالکثیر ولا بالقلیل ،واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل انہ حسبی ونعم الوکیل اسالہ ان یجنبنی بھا و	اسی طرح طرح چاہے مقام کی تفہیم اور مقصد کی تنقیح اللہ تعالٰی ہی فضل وتوفیق اور انعام کا ملک ہے۔تحقیق ابھی کچھ پوشیدگیاں کلام کے گوشوں میں باقی ہیں۔امید ہے کہ فکر صائب ان تک رسائی حاصل کرلے گی۔یہ جو کچھ مذکور ہو امیرے رب نے اپنے فضل ونعمت سے میرے دل میں ڈالا ہے یہ میرے دل کی تخلیق نہیں ہے۔بے شک میرا رب بڑے فضل والا ہے اور وہ روف ورحیم ہے۔عزت و حکمت والے اللہ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔میرا گمان ہے کہ میں نے اپنے رب جلیل کی حمد سے مسئلہ مذکورہ میں وہ کچھ ثابت کردیا ہے جو بیمار کو شفادے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا اور قلّت و کثرت کے ساتھ مخل نہ ہوگا۔اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور راہ راست کی ہدایت فرماتا ہے بے شک وہ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے،میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور

کل من زل زلة ویجعلها ظلا ظلیلا علی روسنا یوم لا ظل الا ظله وان یصلی علی ابھی اقمار الرسالة وابھرھا واسنی شموش الکرامة وانوارھا الذی لم یکن له ظل فی شمس ولا قمر وفدیات وصله ولی صحبه واله متظلین بأذیاله الداعین الی نعم اظلاله وعلینا معھم اجمعین برحمة انه رؤف رحیم واخر دعونا ان الحمد ﷲ رب العلمین۔	ہر لغزش کرنے والے کو اس کی برکت سے لغزش سے بچائے اور اسے ہمارے سروں پر گہرا سایہ بنائے جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے روشن ترین ماہتاب رسالت پر اور سب سے زیادہ چمکدار آفتاب کرامت اور اس کے انوار پر جس کا سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں، اور آپ کے صحابہ وآل پر جو آپ کے دامن رحمت کے سایہ میں ہیں اور آپ کے سایہ رحمت کے سایہ میں ہیں اور ز آپ کے سایہ رحمت کی نعمتوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اور ان کے ساتھ ہم سب پر روف وحیم کی رحمت سے۔ (ت)

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

ختم ہوا

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان ۱۲۹۹ھ

(سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے سایہ کی نفی کے بارے میں حیرت زدہ کے لئے راہنمائی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ حمدا تنجلی بھا ظلمات الاٰلام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد قمر التمام وعلی الہ واصحابہ مصابیح الظلام وعلی المھتدین بانوارھم الی یوم القیام وبعد فقال العبد الملتجی الی ربہ القوی عن شر کل غوی وغبی عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی ملۃ والسنی عقیدۃ والحنفی عملا والقادری البرکاتی الاحمدی طریقۃ وانتسابا و	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جن سے دکھوں کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر جو ماہ کامل ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر جو اندھیروں میں چراغ ہیں اور پر جو قیامت آل واصحاب کے انوار سے سے ہدایت حاصل کرتے ہیں گے۔ بعد ازیں ہر گمراہ اور کند ذہن کے سر سے رب قوی کی پناہ کا طلبگار اس کا خطاکار بندہ احمد رضا کہتا ہے جو ملت کے اعتبار سے محمدی، عقیدہ کے اعتبار سے سنی، عمل کے اعتبار سے حنفی، طریقت وانتساب کے اعتبار سے قادری برکاتی احمدی، مولد و وطن

البریلوی مولدا وموطنا والمدنی والبقیعی ان شاء اللہ مدفنا ومحشرا فالعدنی الفردوسی رحمۃ اللہ منزلا و مدخلا مستنیرا بانوار الھدایۃ والیقین حاسما الخدشات الظن و التخمین بك یا ربنا فی کل باب نستعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	کے اعتبار سے بریلوی اور اللہ نے چاہا تو مدفن و محشر کے اعتبار سے مدنی و بقیعی، پھر اللہ تعالٰی کی رحمت سے منزل ومدخل کے اعتبار سے عدنی وفردوسی ہے درانحالیکہ وہ ہدایت ویقین کے انوار سے مستنیر ہونے والا اور ظن و تخمین کے خدشات کو مٹانے والا ہے، تیری توفیق سے اے ہمارے رب! ہم ہر بات میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔اور اللہ بُلندی وعظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ توکسی کے لئے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کو قوت۔(ت)

فصل اوّل

ہم حول و قوت ربانی پر اتکاء واتکال کی عروہ وثقی دست التجاء میں مضبوط تھام کر پیش از جواب مفصل چند مقدمات ایسے تمہید کرتے ہیں جن سے بعون اللہ تعالٰی ارتفاع نزاع بہ آسانی بن پڑے۔

عزیزان حق طلب! اگر عقل سلیم کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینگے توان شاء اللہ انہی شمعوں کی روشنی میں ٹھیک ٹھیک شاہراہ صواب پر ہولیں گے اور کلفت خار زار اور آفت یمین ویسار سے بچتے ہوئے تجلائے ہدایت میں نور کے تڑکے ٹھنڈے ٹھنڈے منزل تحقیق پر خیمہ زن ہوں گے اور جو تعصب اور سخن پروری کا ساتھ دے تو ہم پر کیا الزام ہے کہ جلتے ریت پر چلانا، بلا کے کانٹوں میں پھنسانا، اندھے کو دن میں گرانا، ان دو آفت جان، دشمن دین وایمان کا قدیمی کام ہے وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذروۃ التحقیق (اللہ ہی سے توفیق ہے اور اسی کی بدولت تحقیق کی بُلندی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

مقدّمہ اولی: جب دو چیزوں میں عقل یا نقل ملازمت ثابت کرے تو بحکم قضیہ لزوم، بعد ثبوت ملزوم، تحقیق لازم خود محقق و معلوم، اور تجشم دلیل کی حاجت معدوم، اسی طرح بعد انتفائے لازم انعدام ملزوم آپ ہی مفہوم، کما ہو غیر خاف ولا مکتوم، اور اسی ملازمت واقعہ کے باعث مرتبہ ادراک میں بھی بعد علم باللزوم، وجود لازم وانتفائے ملزوم، تحقیق ملزوم وعدم لازم کا شک و وہم وظن ویقین وتکذیب میں تابع رہتا ہے، مثلاً جسے وجود ملزوم پر تیقن کامل ہوگا اس کے نزدیک ثبوت لازم

بھی قطعی یقینی ہوگا اور ظان و شاک و واہم کے نزدیک مظنون و مشکوک و موہوم ہوگا اور یہ معنی بدیہیات باہرہ سے ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: دعاوی و مقاصد خواہش ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں بعض ایسے درجہ اہتمام و رفعت مقام پر ہیں کہ جب تک نص صحیح، صریح، متواتر قطعی الدلالۃ ہر طرح کے شکوک و اوہام سے منزہ ومبرنہ پایا جائے ہر گز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے، احادیث احاد اگرچہ بخاری و مسلم کی ہوں ان کے لئے کافی نہ ہوں گی۔

اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظ متشابہات کہ حضرت عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدم تواتر مانع قبول اور حلال وحرام کی جب بحث آئے تو احادیث ضعیفہ سے کام لیں گے اور فضائل اعمال و مناقب رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ثابت الاصل کے مؤیدات وملائمات میں چنداں اہتمام منظور نہیں، مثلاً ہمیں یقینیات سے معلوم ہوچکا کہ ذکر الٰہی وتکبیر و تہلیل ونماز ودرود وغیرہا اعمال صالحہ محمودہ ہیں، اب خاص صلوۃ التسبیح کی حدیث درجہ صحت تک پہنچنا ضرور نہیں، یا نصوص قرآنیہ واحادیث متواترۃ المعنی ہمیں ارشاد فرماچکیں کہ صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم اجمعین سب ارباب فضائل وعلوشان ورفعت مکان اور اللہ تبارک و تعالٰی کے بندگان مقبول و بہترین امتیاں ہیں۔

اب خاص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب بخاری و مسلم ہے پر مقصور نہیں، اسی قبیل سے ہے باب معجزات وخوارق عادات کو حضور اقدس خلیفہ اعظم بارگاہ قدرت سے صدور آیات و معجزات اور ملکوت السموۃ والارض میں حضور کے ظاہر و باہر تصرفات، قاطعات یقینیہ سے ثابت، تواب شہادت ظبی یا عدم ظل کا ثبوت صحاح ستہ پر محصور نہیں علماء نے تو باب خوارق میں غرابت متین پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن ومقبول رکھا۔

امام اجل ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابانی کتاب المائتین میں حدیث حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور پر نور سے مہد اقدس میں چاند باتیں کرتا اور جدھر اشارہ فرماتے ہیں جھک دیتا، ذکر کرکے فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب الاسناد والمتن و هو في المعجزات حسن[1] اهٗ اثرہ الامام العلامۃ	یہ حدیث اسناد و متن کے اعتبار سے غریب ہے اور وہ معجزات میں حسن ہے اھ اس کو امام قسطلانی

[1] المواهب اللدنیة بحواله الصابون فی المائتین المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۴

القسطلانی فی المواھب۔	نے مواہب میں ترجیح دی۔(ت)

علامہ زرقانی شرح لکھتے ہیں:

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام و العقائد مالم یکن موضوعا[1]۔	کیونکہ محدثین کی عادت ہے کہ وہ احکام وعقائد کے غیر میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جب تک حدیث موضوع نہ ہو۔(ت)

مقدمہ ثالثہ: علماء کی تلقی بالقبول کو ایراث قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف واعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ و محیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدر منیر اور ہم عامی انہیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفا و خلفا مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے،

وفی مثل ذالك یقول الامام العلامۃ العارف ربانی سیدی عبد الوھاب الشعرانی فی المیزان "ان ھولاء الائمۃ الذین توقفت عن العمل بکلامھم کانوا اعلم منك واورع بیقین فی جمیع ما دونہ فی کتبھم لاتباعھم، وان ادعیت انك اعلم منھم نسبك الناس الی الجنون اوالکذب جحدا و عنادا وقد افتی علماء سلفك بتلك الاقوال التی تراھا انت ضعیفۃ و دانوا اللہ تعالٰی بھا حتی ماتوا فلا یقدح فی علمھم و ورعھم جھل مثلك بمنازعھم وخفاء مدارکھم و معلوم بل مشاھد ان کل عالم لایضع فی	اور اسی کی مثل میں امام علامہ عارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی میزان میں فرماتے ہیں اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں تو توقف کرتا ہے تجھ سے علم ہمیں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انہوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقینا تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعوی کرتا ہے تو لوگ قصدا تجھے مجنون اور دروغ گو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماء متقدمین نے فتوی دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتی کہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھے جیسا ان کے مراتب ومدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب و تقوی میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہد ہے کہ ہر عالم

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷۴

مؤلفه عادة الاما تعب فی تحریرہ و زنه بمیزان الادلة والقواعد الشرعیة وحررہ تحریر الذهب والجوهر، فایاك ان تنقبض نفسك من العمل بقول من اقوالهم اذا لم تعرف منزعه فانك عامی بالنسبة الیهم والعامی لیس من مرتبة الانکار علی العلماء لانه جاهل[1] اھ۔	اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو ادلہ اور قواعد شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے اور چاندی کی طرف مزین کیا ہے، پس تو اپنے آپ کو اس سے بچا کہ ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا ماخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علماء کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے۔(ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کا فتوی سابق کہ اسی بارے میں لکھ چکا ہوں پیش نگاہ رکھ کر ان مقدمات میں امعان نظر کیجئے تو **بحمد اللہ** تمام شکوک واوہام ہباء منثور ہو جاتے ہیں، ہاں میں بھولا، ایک شرط اور بھی درکار ہے، وہ کیا، عقل کا اتباع اور تعصب سے امتناع، مگر یہ دولت کسے ملے؟ جسے خدا دے۔

یہاں تو اجمال کی غنچہ بندیاں تھیں اور تفصیل کی بہار گلفشانی پسند آئے تو لیجئے بگوش ہوش وقلب شہید وانصاف کوش، استماع کیجئے۔ **رب ارحم من انصف واهد عنیدا خالفا** (اے میرے پروردگار انصاف کرنے والے! رحم فرما اور مخالف کرنے والے ہٹ دھرم کو ہدایت عطا فرما۔ت)

قوله صرف حکیم ترمذی نے کہ غیر صاحب صحیح اور شخص ہیں، اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایۃ کہا ہے:

ولم یکن له ظل لا فی الشمس ولا فی القمر۔	آپ کا سایہ نہ تھا، نہ دھوپ میں نہ چاندی میں (ت)

اقول: صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اللہ تعالٰی نبی کریم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ت)

مجیب کے اس سارے جواب کا مبنے صرف اسی زعم فاسد پر ہے جو قصور نظر سے ناشی۔ حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلا روایت کیا اور اسے موصولا مع زیادت مفیدہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنے والے امام جلیل، حبر نبیل، **حجة الله فی الارضین، معجزة من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم**، حضرت امام ہمام عبداللہ بن مبارک قدس سرہ المتبرک جن کی جلالت شان و

---

[1] میزان الشریعة الکبرٰی فصل فی بیان ذکر بعض من اطنب فی الثناء الخ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۹۰

غزارت علوم آفتاب نیم روز سے اظہر واز ہر، امام اجل احمد بن حنبل وامام سفین ثوری وامام یحیٰی ابن معین وابو بکر بن ابی شیبہ و حسن بن عرفہ وغیر ہم اکابر محدثین، فن حدیث میں اس جناب رفعت قباب کے شاگردان مستفیض ہیں اور کتابوں پر اگر نظر نہ ہو تو شاہ صاحب کی بستان ہی دیکھئے، کیا کچھ مدائح اس جانب سے لکھ کر مستوجب رحمت الٰہی ہوئے ہیں۔

ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابو الفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، کہ کتاب الوفاء میں اسے روایت فرمایا [1]۔ فن حدیث میں ان کی دستگاہ کامل کسے معلوم نہیں خصوصا برعکس امام ابو عبداللہ حاکم جرح وتضعیف پر حرص شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعدد طرق و کثرت مخرجین، حدیث کو صرف روایت حکیم کہنا محض باطل، اور باطل پر جو کچھ مبنی، سب حلیہ صواب سے عاطل، اور معلوم نہیں لفظ "**روایۃً**" کس غرض سے بڑھایا، ظاہرا اعضال یا تعلیق کی طرف اشارہ فرمایا **کقول القائل روی کذا وذکر عن زید عن عمرو کذا** (جیسے قول قائل کہ یوں روایت کیا گیا ہے اور زید سے بحوالہ عمرو یوں ذکر کیا گیا ہے۔ت) کہ مقصود مجیب حدیث کو بے اعتبار ٹھہرانا ہے تو بہ شہادت سوق وہی الفاظ لائے جائیں گے جو مقصود کے ملائم و موید ہوں نہ وہ کہ ایک قسم کی بے اعتباری کو دفع کریں اور اعتبار سے اصلا منافات نہ رکھیں، حالانکہ محدثین کے نزدیک تخریج وروایت کا ایک ہی مفاد اور ذکر اسناد دونوں جگہ مراد **کما تفصح عن کلمات العلماء الامجاد** (جیسا کہ بزرگ علماء کی عبارات نے اس کو خوب واضح کردیا ہے۔ت) پس اگر اس اصطلاح محدثین پر اطلاع تھی تو مقصود سے بیگانہ لفظ کی زیادت کیوں ہوئی اور ایسے مواخذے تو ہم ضروری بھی نہیں سمجھتے کہ روایت حکیم کی نقل میں کمی بیشی واقع، ان کے پاس لفظ حدیث یوں ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر [2]۔	سورج اور چند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔(ت)

قولہ مگر محدثان اعلام نے اس حدیث کو معتبر نہیں مانا ہے۔

اقول: جب اس کتاب کے سوا اور ائمہ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب کا

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۰۷

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الایۃ فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یری الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ۱/۶۸

غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا، جب تو محض غلط، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خود اکابر محدثین اسی نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت ہی ردی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج واستناد فرماتے ہیں **کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم** (جیسا کہ کتب قوم کامطالعہ کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ت) اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایات منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بے شک مسلم، مگر اس قدر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے آخر علمائے سلف احادیث نوادر و روایات فردوس سے کیوں تمسک کرتے ہیں اور جب وہ اس سے باز نہ رہے تو ہم کیوں ممنوع رہیں گے، خود یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد واساتذہ و مشائخ شریعت وطریقت اپنی تصانیف میں احادیث کتب مذکورہ ذکر اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہ اب یہ کہئے گا کہ جب کتاب مخدوش و مخلوط ہو چکی تو ہر حدیث پر احتمال ضعف قائم، تو اس سے احتجاج اسی کو روا ہوگا جو بصیر وعارف اور نشیب وفراز فن سے واقف ہے۔

اقول: اب ہمارے مطلب پر آگئے، حدیث عدم ظل سے بھی ہم عامیوں نے استدلال نہ کیا بلکہ یہی ائمہ شان، اور ارباب تمیز وعرفان اسے بلانکیر منکر مقبول رکھتے آئے اور ہم نے ان کی تقلید سے قبول کیا۔ اگر ان بصیرت والوں کے نزدیک متنازع فیہ قابل قبول نہ ہوتی تو حسب عادت اس رپ رد وانکار کیوں نہ فرماتے اور تلقی بالقبول سے باز آتے۔

قولہ اور مصنف نے بھی بھی التزام تصحیح مافیہ نہیں کیا ہے **صرح بذلك خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث الدھلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی بستان المحدثین** (خاتم المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بستان المحدثین میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت)

اقول: نہ التزام تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدم التزام اس کا مزاحم۔ اہل التزام کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیث صحیحہ، آخر مستدرک حاکم کاحال نہ سنا جنہوں نے صحت کیا معنی، التزام شرط شیخین کاادعاء کیا اور بقدر چہارم احادیث ضعیفہ ومنکرہ و باطلہ و موضوعہ بھر دیں۔

اسی طرح ابن حبان کا یہ دعوی کتاب التقاسیم والانواع میں ٹھیک نہ اترا اور سنن ابی داؤد جس میں التزام صحاح ہر گز نہیں، صحاح ستہ میں معدود اور ان کا مسکوت عنہ مقبول و محمود، یہ سب امور خادم حدیث پر جلی وروشن ہیں۔

عزیزا! مدار کار اسناد پر ہے، التزام وعدم التزام کوئی چیز نہیں، یہ دولت تو روز اوّل

بخاری کے حصہ میں تھی کہ احادیث مسندہ میں حق سبحانہ، نے ان کا قصد پورا کیا، پھر ایسی فضول بات کے ذکر سے کیا حاصل ! کیا جس کتاب میں التزام صحاح نہیں اس سے احتجاج مطلقًا مباح نہیں ؟ ایسا ہو تو بخاری و مسلم وچند کتب دیگر کے سوا سنن ابی داود وابن ماجہ ودارمی و تصانیف ابی بکر بن ابی شیبہ وعبدالرزاق ودار قطنی وطبرانی و بیہقی وبزار وابی یعلٰی وغیرہا معظم کتب حدیث جن پر گویامدار شرع وسنت ہے محض بیکار ہو جائیں۔**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ت)

قولہ اور کسی حدیث کی معتبر کتاب یں اس مسئلہ سے وجوداوعدما بحث نہیں۔

اقول: کاش ہمیں بھی معلوم ہوتا حدیث کی کتابیں جناب مجیب عفااللّٰہ تعالٰی عنادعنہ کے کتب خانہ میں ہیں یا کتنی حضرت کی نظر سے گزری ہیں کہ بے دھڑک ایسا عام دعوی کرتے ہوئے آنکھ نہ جھپکی، ہم نے تا اکابر ائمہ کو یوں سنا کہ جس حدیث پر اطلاع نہ پائی **لم اجد** (میں نے یہ پایا۔ت) یا **لم ار** (میں نے نہیں دیکھا۔ت) یا **لم اقف علیہ** (میں اس پر آگاہ نہ ہوا۔ت) پر اقتصار فرمایا، یہ **لیس** (نہیں ہے۔ت) اور **لم یکن** (نہیں ہوا۔ت) کی جراتیں، حق تو یہ ہے کہ بڑے شخص کا کام ہے۔

علامہ سیوطی سا محدث ان جیسی نظر واسع جنہوں نے دامن ہمت، کمر عزیمت پر چست باند کر جمع الجوامع میں تمام احادیث واردہ کے جمع واستیعاب کا قصد فرمایا، دیکھو حدیث **اختلاف امتی رحمۃ** (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ت) کی تخریج پر واقف نہ ہوئے اور جامع صغیر میں اسی قدر فرمایا کر خاموش رہے کہ شاید یہ حدیث کسی ایسی کتاب میں مروی ہوئی کہ ہم تک نہ پہنچی [1]۔ پھر علامہ مناوی تیسیر میں اس کی تخریض، مدخل بیہقی وفردوس دیلمی سے تلاش ہی کر لائے [2]۔ پھر ہم کو بایں بضاعت مزجاۃ، چھوٹا منہ بڑی بات، یہ دعوی کب زیب دیتا ہے مگر ۱ تصنیف امام عبداللّٰہ بن مبارک و ۲ تالیفات حافظ رزین محدث و ۳ کتاب الوفاء علامہ جوزی وشفاء ۴ الصدور علامہ ابن سبع و ۵ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف علامہ قاضی عیاض و ۶ نسیم الریاض علامہ خفاجی و ۷ خصائص کبری علامہ جلال الدین سیوطی ومواہب لدنیہ ۸ منح محمدیہ امام علامہ قسطلانی و

---

[1] الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی رحمۃ مکتبۃ امام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

۹شرح مواہب علامہ زرقانی و۱۰مدارج النبوت شیخ محقق وغیرہا اسفار ائمہ دین وعلماء محققین، آپ کے نزدیک معتبر نہیں یا جب تک بخاری مسلم میں ذکر مسئلہ نہ ہو قابل اعتبار متصور نہیں۔

فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایان ملت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفا خلفا بے اعتراض معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر بالفرض حدیث میں ضعف ہی مانا جائے، تاہم مرتبہ مقام چاہے کہ یہاں تضییق مطلوب ہے یا توسیع محبوب، صحت نہ سہی، کیا حسن سے احتجاج نہیں ہوتا؟ حسن بھی نہ مانو، کیا ضعف متماسک ایسی جگہ کام نہیں دیتا؟ آخر اقسام حدیث میں ایک قسم کا نام صالح بھی سنا ہوگا، اگر ماوارئے صحاح سب بیکار ہیں تو حسن میں حسن اور صالح میں صلاحیت کس بات کی ہے **انا ﷲ وانا الیہ راجعون** (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا ہے۔ت)

قولہ مسلمان کو ایک جانب پر اصرار نہ چاہے۔

اقول: اگرچہ حق واضح ہے؟ یہ کلمہ عجیب وضع کیا، مسلمان کی شان وہ ہے جس سے رب تبارک وتعالٰی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے:

"یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ؕ"[1]۔	جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔(ت)

دامن ائمہ ہاتھ سے دے کر شاہراہ یقین سے دور پڑیئے اور شکوک وترددات کے کانٹوں میں الجھے۔

اے عزیز! جب مسلمان نقی الایمان ادھر تو یہ سنے لگا کہ اس بات میں احادیث وارد اور ارا کین دین متین واساطین شرع مبین کی تصانیف اس سے مملوو مشحون اور ادھر اس کے قلب کی حالت ایمانی جو تکثیر فضائل سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان سے پیاری ہے، بہ شوق تمام سروقد استادہ ہو کر مرحبا گویاں اسے مسند آمنا وصدقنا پر جگہ دے گی اور ادھر داعیہ عقل سلیم انبعاث تازہ پاکر حکم قطعی لگائے گا کہ میرا محبوب سراپا نور ہے اور نور کا سایہ خرد سے دور، تو ان انوار پے در پے کی متواتر ریز شوں کے حضور شکوک واوہام کی ظلمت کیونکہ ٹھہر سکے گی اور تیقن کامل کی روشنی چار چانب سے سراپا کو محیط ہو کر کس طرح اصرار واذعان کے رنگ میں نہ رنگ دے گی۔

ہم چھوٹی سی دو۲ باتیں پوچھتے ہیں، شک کرنے والے کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۱۸

نور بحت ہونے میں امل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تر دد۔ اگر امر اول میں شک رکھتا ہے تو مین اپنی زبان سے کیا کہوں، صرف اپنے ایمان صرف غیر مشوب بالاوہام اور قضیہ **اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ت) کے لازمی احکام سے حکم اپنادریافت کرلے، اور امر دوم میں تردد ہے تو مفتی عقل کی بارگاہ سے جنون ودیوانگی کا فتوی مبارک، اسی لئے ہم دعوی حتمی کرتے ہیں کہ اگر اس بات میں کوئی حدیث نہ آئی ہوتی، نہ کسی عالم نے اس کی تصریح فرمائی ہوتی، تاہم بملاحظہ ان آیات واحادیث متکاثرہ متوافرہ متظافرہ کے جن سے بالقطع والیقین سراپائے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا نور صرف کان لطافت وجان اضاءت ہونا ثابت، ہم حکم کرسکتے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا، نہ کہ باوجود توافق عقل ونقل تسلیم میں **لیت ولعل** ہو (والھفاہ)۔

شک کرنے والا ہمیں نہیں بتاتا کہ اسے رد احادیث وطرح اقوال علماء پر کون سی بات حامل ہوئی، کیا ایسے ہی اکابر کے اقوال، ان ارشادات کے صاف پرخلاف، کہیں دیکھ پائے یا عقل نے نور محض کے سایہ ہونے کی بھی کوئی راہ نکالی، جو اس نے دلائل میں تعارض جان کر شک وتردد کی بناء ڈالی اور جب ایسا نہیں تو شاید عظمت قدرت الٰہی میں تامل یا وہی بدمذہبوں کا قیاس مقلوع الاساس کہ "**مَآ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا**"[1] (نہیں ہو تم مگر ہماری طرح بشر۔ت) اس پر باعث ہوا، جب تو آفت بہت ہی سخت ہے، اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔

"**رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ**"[2]۔	اے رب، ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کو تونے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔(ت)

قولہ ادعائے وجود ظل میں ایہام سوء ادب ہے۔

اقول: "**اَلۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ**"[3] (اب حق واضح ہوگیا۔ت) اللہ تعالٰی نے حق بات کو علو وغلبہ میں کچھ ایسی شان عجیب عطا فرمائی ہے کہ تشکیک وحیرت بلکہ تکذیب معاندت کی تاریکیوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۱۵

[2] القرآن الکریم ۳/۸

[3] القرآن الکریم ۱۲/۵۱

میں بھی من حیث لایدری اپنا جلوی دکھاجاتی ہے، مجیب کو منع اصرار پر اصرار تھا،اب اقرار کرتے ہیں کہ وجود ظل ماننے میں ایہام سوءِ ادب ہے،اور پر ظاہر کہ ایہام گستاخی تو وہیں ہوگا جہاں عیب ومنقصت کا پہلو نکلتا ہو،اب شرع مطہر سے پوچھ دیکھئے کہ ایسی بات کا جزماً وقطعاً رد وانکار وانکار واجب یا سکوت وحیرت کی کشمکش میں مہمل چھوڑ دینا مناسب نہیں۔اب تو آپ کے اقرار سے فرض قطعی ٹھہرا کہ سایہ ہونے کااقرار بلیغ کیا جائے اراس پر حد درجہ کااصرار تام رکھا جائے کہ ہر اس خس وخاشاک سے جو ایہاماً واحتمالاً بھی ہوئے تنقیص دیتا ہو،ساحت نبوت کی تبریت اصول ایمان سے ہےاور بات بھی یہی ہے کہ جب سایہ کو کثافت لازم اور لطافت کاملہ عدم ظل کو مستلزم،تو بحکم مقدمہ اولی جسے عدم سایہ میں شک ہوگا وہ درحقیقت سراپائے اقدس حضرت رسالت علیہ الصلوۃ والتحیۃ کی لطافت متردد ہےاور سایہ ماننے والا کثافت اور نہ ماننے والا کمال لطافت کا معتقد ہے پھر مسلمانوں کی نفی سایہ اصرار سے منع کرنا بعینہ یہ کہنا ہے کہ لطافت جرچ ولا کو یقینی نہ جانو اور عیاذا باللہ کثافت بھی محتمل مانو۔اب اس شک وابدائے احتمال کا حکم بغایت شدید ہونا چاہیے تھامگر خیر گزری کہ لازم مذہب،مذہب نہیں قرار پاتا۔

قولہ اور اصرار بر عدم میں احتمال دعوی غیر واقع ہے۔

اقول: احادیث صحاح بخاری ومسلم یکسراڑ گئیں ؟ کہیں نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا یا ایسا کیا یاوہاں یہ واقعہ ہوا کہ جب تک تواتر نہ ہوااحتمال دعوی غیر واقعہ سب جگہ قائم کچھ دنوں خدمت شرح نصیب رہے توخوب واضح ہوجائے کہ احتمالات مجرد جو مناشی صحیحہ سے ناشی نہ ہوں تک لخت پائے اعتبار سے ساقط ہیں اوران پر کسی طرح بنائے کار نہیں ہوسکتی ورنہ واجبات سے تو یکسر ہاتھ دھو بیٹھے کہ قطع ویقین منافی وجوب اور بے تیقن اصرار معیوب، تیمم کے طریقے بالکل مسدود کہ ہر خاک وسنگ میں احتمال نجاست موجود نص قرآنی یااحادیث متواتر میں توان مٹیوں کی پاکی مذکور نہیں،نہ یہ زمینیں ابتدائے خلقت سے ہر وقت ہمارے پیش نظر رہیں کہ عدم تنجس پر یقین حاصل ہو،ہر نماز کے وقت ہر بار کپڑے پاک کرنا ضرور ہو کہ ممکن ہے کوئی ناپاکی پہنچی ہواور ہمیں اطلاع نہ ہوئی ہو،وضو وغسل وغسل ثیاب آپ غیر جاری سے روانہ ہو کہ یہاں بھی وہی آتش کاسہ میں ہے،اکثر عورتوں خصوصازنان ہمسایہ وقرابت دار میں احتمال ہے کہ انہوں نے یا ان کی ماں یا باپ نے ناکح کی ماں کادودھ پیاہو یاناکح نے جس عورت کادودھ پیاہو اس نے انہیں دودھ پلایا ہو یاوہ عورتیں ناکح کے باپ یادادا یانانا کی ممسوسہ یامنظورہ بصور معہودہ ہوں،پھر نکاح کیونکہ ہوسکے،اور جنہوں نے اس قاعدہ جدیدہ سے ناواقفی میں کرلیا ہے ان پر متارکہ لازم ہو، قاضی شہادت شہود پر حکم نہیں کرسکتا، ممکن کہ گواہ جھوٹ

بولتے ہوں یا انہیں ورت واقعہ یاد نہ رہی ہو الی غیر ذلک من المفاسد التی لاتحصی (اس کے علاوہ بے شمار فساد لازم آئیں گے۔ت) غرض اس دو حرفی قاعدہ نے ایک عالم تہ و بالا کر ڈالا، دین و دنیا کا عیش تلخ کر دیا۔

عزیزا! یہ کہنا تو اس وقت روا تھا جب کوئی حدیث اس بارہ میں وارد نہ ہوتی، نہ کلمات علماء میں اس کا پتا چلتا، نہ وجود سایہ لطافت ثابتہ کسی طرف ترجیح نہ دیتی تو کہہ سکتے تھے کہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور ایک بات پر حکم حتمی میں احتمال نسبت غیر واقعی ہے اور مسئلہ اصول دین سے نہیں، نہ ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ اس پر موقوف، پھر خواہ مخواہ خوض بیکار سے فائدہ؟ **من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ**[1] (کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے۔ت)

ایسے ہی مقامات پر علماء محتاط سکوت و توقف کرتے اور تعارج دلائل ذکر کرکے اسی قسم کے کلمات لکھ دیتے ہیں، امثال مسائل تفاضل نساء و اثبات جنہ و حال اطفال اصحاب ضلال سے مجیب نے وہ لفظ سیکھ کر دیئے اور فرق مبحثین پر نظر نہ کی، ہم زیادہ نہیں مانگتے ایک ہی جگہ دکھا دیں کہ کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت اور اقوال علماء سے نقل خلاف اس پر متظافر اور ایک حکم یقینی ایمانی مثل لطافت جسم نوارنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اسے مستلزم اور اس کے سبب عقل نورانی وحب ایمانی حقیقت مسئلہ پر حاکم ہو، پھر کسی عالم معتبر نے وہاں توقف اختیار کیا ہو اور اصول دین سے نہ ہونے یا مخالفت واقع کے احتمال کو مانع تسلیم قرار دیا ہو ورنہ یہ نوتراشیدہ مضمون قابل توبہ واستغفار ہے **ربنا اغفرلنا وللمومنین جمیعا** (اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور تمام مومنوں کو بخش دے۔ت)

قولہ مسئلہ اصولہ عقائد سے نہیں جس کے بات میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔

اقول: مجیب صاحب (**سامحنا اللہ وایاہ بالعفو والمغفرۃ**، اللہ تعالٰی عفو و مغفرت کے ساتھ ہم سے اور اس سے درگزر فرمائے۔ت) نے اس چار سطر کے جواب میں عجب تماشا کیا ہے کہ اکثر دلیلیں جو قائم کیں ان کے صغری کہ ظاہر التسلیم تھے لکھتے گئے اور کبری کہ بدیہی البطلان تھے، مطوی فرما دیئے، مثلاً لکھا:

"محدثین اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے۔"

[1] جامع الترمذی ابواب الزھد باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵

اور کبرے کہ جس کتاب کو محدثان اعلام نے معتبر نہ مانا ہو اس کی کوئی حدیث قابل احتجاج نہیں، ترک کردیا، پھر لکھا: ''مصنف نے التزام تصیح مافیہ نہیں کیا"

اور کبری کہ جس مصنف نے یہ التزام نہ کیا اس کی حدیثیں مستند نہیں، ذکر نہ فرمایا، پھر لکھا:

" کسی حدیث کی معتبر کتاب میں الخ۔"

اور کبرے کہ جو مسئلہ کتب معتبرہ حدیث میں نہ ہو، قابل تسلیم نہیں، چھوڑ دیا۔ پھر لکھا:

"اصرار بر عدم میں احتمال الخ"

اور کبری کہ جہاں یہ احتمال ہو اس میں توقف ضرور اور تسلیم بے جا، تحریر نہ کیا۔ اب اخیر درجہ یہ لکھا کہ:

"مسئلہ اصول عقائد سے نہیں۔"

اکبری کی طرف ان لفظوں سے اشارہ کیا: "جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔"

صاف کہا ہوتا کہ جو مسئلہ اصول عقائد سے نہیں، اس میں اہتمام کی کچھ حاجت نہیں۔ سبحان اللہ! ایک ذرا سے فقرہ میں تمام سائلہ فقہیہ کی بیخ کنی کردی کہ وہ بداہۃ فروع ہیں نہ اصول، پھر ان کا اتباع محل اہتمام سے معزول اور واجبات وسنن کا تو پتا نہ رہا کہ انہیں عقد قلب سے کب بہرہ ملا، اب شاید بعد ورود اعتراض یہ تخصیص یاد آئے کہ ہمارے کلام مسائل غیر متعلقہ بجوارح میں ہے **اقول:** اب بھی غلط، متکلمین تصریح کرتے ہیں، مسائل خلافت اصول دینیہ سے نہیں، مواقف وشرح مواقف میں ہے:

(ولما توفاہ) اشارۃ الی مباحث الامامۃ فانہا وان کانت من فروع الدین الا انہا الحقت باصولہ دفعا للخرافات اہل البدع والاھواء وصونا للائمۃ المھتدین عن مطاعنھم (وفق اصحابہ لنصب اکرمھم واتقھم) یعنی ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] اھ ملخصًا۔ وفیہ من المصدر	(شارح فرماتے ہیں) لما توفاہ امامت کی بحث کی طرف اشارہ ہے، اگرچہ مسئلہ فروع دین سے ہے مگر اہل ہوا اور بدعتیوں کے خرافات کو دفع کرنے کے لئے اور ائمہ دین کو ان کے طعن سے بچانے کے لئے اصول دین سے ملحق کردیا (کہ تمام صحابہ کرام اپنے سے اتقی واکرم یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت پر متفق ہوگئے۔) موقف خامس میں ہے

[1] شرح المواقف خطبۃ الکتاب منشورات الشرف الرضی قم ایران ۱/۲۱و۲۲

الرابع مو الموقف الخامس فی الامامة و مباحثها لیست من اصول الدیانات والعقائد خلافاللشیعة [1] اھ	مصدر رابع امامت میں ہے امامت کی بحث اصول عقائد دین میں سے نہیں ہے بخلاف شیعوں کے (کہ ان کے نزدیک اصول دین سے ہے) اھ ت)

کیا یہ قاعدہ مخترعہ یہاں بھی اہتمام ضروری نہ رکھے گا اور اقرار وانکار امات ائمہ کو یکساں کردے گا، ایران ومسقط کو مژدہ تہنیت، اب چین سے اپنا کام کیجئے، خلافت راشدہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں شوق سے کلام کیجئے، تیرہ صدی کی برکت سنیوں کی ہمت، اب انہیں ان مباحث سے کام ہی نہ رہا۔ حقیقت خلافت کا اہتمام ہی نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت)

فقیر کو حیرت ہے باوجود توافق عقول ونقل ودرود احادیث وشہادت ائمہ عدل وقتضائے خرد یمانی بحکم لطافت جرم نورانی وتاکید محبت سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبول سے کیا چارہ اور ترک اصرار واہتمام کس کا یارا، اور یہ یہ بھی نہیں کھلتا کہ لفظ "ہر شخص" فرماکر عموم سلب سے سلب عموم کی طرف کیوں ہوا؟ کیا بعض کو اہتمام ضروری بھی ہے؟ اور ایسا ہو تو وہ بعض معین ہیں یا غیر معین؟ بر تقدیر ثانی کلام، مقصود پر منعکس ومنقلب ہو جائے گا اور تحرزا عن الوقوع فی المحذور ہر شخص کو اہتمام قرار پائے گا اور پہلی شق پر حکم احکم "لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ" [2] (کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا۔ت) کا انقیاد ہو، اس تعین کی تبیین، پھر اس پر دلیل مبین ارشاد ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا محمد البدر وآلہ و اصحابہ النجوم والعلم بالحق عند اللہ ربنا تبارك و تعالٰی واھب العلوم استراح القلم من ھذا التنمیق الانیق فی العشرة الوسطی من ذی الحجة المحرم سنة ۱۲۹۷ (سبع وتسعین بعد الالف و	اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر جو چودھویں کے چاند ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر جو روشن ستارے ہیں۔ حق کا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے جو ہمارا پروردگار ہے اور علوم عطا فرمانے والا ہے۔ اس عمدہ تحریر کی تزیین سے قلم نے حرمت والے مہینے ذوالحجہ کے درمیان عشرے کے اندر ۱۲۹۷ھ کو ایک ہی

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۴۴

[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۷

المائتین) فی جلسة واحدة فی البلاة المطهرة مارهرة المنور ة بجنب مزار ات الکرام البررة ساداتنا و مشائخنا العرفا الخیره افاض الله علینا من نفحات فیوضهم العطرة امین برحمتك یا ارحم الراحمین۔	نشست میں راحت حاصل کی۔ شہر پاک مارہرہ منورہ میں آرام فرمانے والے ان اولیائے کرام کے مزارات مقدس کے پہلو میں یہ تحریر لکھی گئی جو ہمارے سردار ومشائخ عارفین گرامی قدر ہیں۔اللہ تعالٰی ان کے فیوض معطرہ کی خوشبوئیں ہمیں عطافرمائے۔آمین ! تیری رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔(ت)

فصل دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نقل تحریر کہ الحال از ریاست محمد آباد، عمراللہ بالرشد والسداد وصانھا عن الشر والفساد سلسلہ سخن را جنبش تازہ داد۔	نقل تحریر از ریاست محمد آباد جس نے سلسلہ سخن کو تازہ جنبش دی،اللہ تعالٰی اس ریاست کو ہدایت ودرستگی کے ساتھ آباد رکھے اور اس کو شر وفساد سے بچائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمدلله رب العالمین والصلٰوة والسلام علی رسوله محمد واٰله واصحابه اجمعین، امابعد مردم میگویند کہ برائے شخص مبارک عالی حضرت رسالت پناہی، نبوت دستگاہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ ظل چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ رامی باشد نبود وگاہے از ابتدائے خلقت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاآخر لقائے رب العٰلمین تعالٰی شانہ، ہمچناں بودبے سایہ وبے ظل گزرانیدہ اند۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔درود وسلام نازل ہو اس کے رسول محمد مصطفٰی پر،آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔بعد ازاں لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ کے لئے سایہ ہوتا ہے،ایسا سایہ حضرت عالی مرتبہ،رسالت پناہ،نبوت دوستاہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم مبارک کے لئے نہیں تھا،اور یوں بھی کہتے ہیں کہ پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ سایہ نہ تھا۔

فقیر میگوید کہ ایں معجزہ درکتابیکہ لائق اعتماد باشد واہل سند واسناد آنرابسند صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ام درکتاب صحاح وسنن کہ مروج انداز کسے نشنیدہ ام کہ ثبوت کردہ اند و آنچہ اہل سیر ومغازی بیان میکنند اعتماد آں چنانچہ اہل حدیث راہست، معلوم پس ہر کرا از اہل علم ثبوت آں از روئے سند صحیح از کتاب وسنن، بیان فرمایند، اجرآں از فقیر از خداوند تعالٰی ماموں دارند فقط۔	فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائق اعتماد ہو اوراہل سند واسناد نے اسے بسند صحیح بیان کیا ہو، میں نے نہیں دیکھا، کتب صحاح وسنن میں کسی سے نہیں سنا کہ ثابت کیا ہو۔ اہل سیر ومغازی جو بیان کرتے ہیں اس پر، جیسے کہ محدث کو اعتماد ہے، معلوم ہے، لہٰذا تمام اہل علم کو چاہیے کہ اس کا ثبوت از روئے سند صحیح کتاب وسنت سے بیان فرمائیں، اس کا اجر فقیر سے خداوند تعالٰی سے امید رکھیں۔ فقط۔ کتبہ ابوعبداللہ محمد عفی عنہ

بازاہتزاز نسیم ایمانی بپامال	فصل خزانی فصل خزانی کی پامالی کیلئے نسیم ایمان کی پھر روانی
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ خالق الظل والحرور جاعل الظلمٰت والنور، ثم الذین کفروا بربھم یعدلون والصلٰوۃ والسلام علی السراج المنیر فی نادی القلوب، القمر المنزہ عن کل کلف وخسوف ومحاق وغروب، ثم الذین فجروا عن نورہ یعمھون وعلٰی اٰلہ النجوم واصحابہ مصابیح العلوم مالم یکن للارمد عند ضوء العین سکون، سایہ پروردہ دامن ناسزائی، روئے نادیدہ نیر دانائی، فقیر ناسزا، رونق بازار معاصی فنزا، سربگریبان فکر جزا،	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سائے اور دھوپ کا خالق اور ظلمت ونور کو پیدافرمانے والا ہے۔ پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اور درودوسلام نازل ہو دلوں کی مجلس کو چمکانے والے آفتاب پر اور اس ماہتاب پر جو چھاؤں، گرہن، مٹ جانے اور غروب ہونے سے پاک ہے۔ پھر نافرمان لوگ اس کے نور سے بے بہرہ ہیں، اور ان کی آل پر جو ستارے ہیں اور اصحاب پر جو علوم کے چراغ ہیں۔ آشوب چشم والے کو سورج کی روشنی کے وقت سکون نہیں ہوتا۔ دامن نالائق کے سایہ میں پرورش پانے والا، خورشید دانائی کا چہرہ نہ دیکھنے والا، گناہ افزا بازار کی رونق، فکر جزاء میں

عبدالمصطفٰی معروف بہ احمد رضا غفراللہ لہ ما یجری منہ وما مضٰی،خدائے خود رابہ یکتائی ومصطفائے وے رابہ بے ہتمائی ستودہ مہر بہشتی چہر تحقیق وآفتاب جہاں تاب تدقیق را،چنانکہ بریزش امطار انوار،وبارش اضواء نصف النہار مے آرد کہ پیشتر از ورود ایں جواب سوال نماز وعرض اعراض فزا ووفاق شقاق آمود،ولطف عتاب آلود،فقیر حقیر درہمیں مسئلہ پیش آیندہ دوستارہ تابندہ،ازآفاق سخن سرائے،باشراق جلوہ نمائے،آوردہ ام یکے کالشمس وضحٰہا ودگر کالقمر اذا تلٰہا ہر کہ چشمے دارد از رمد پاک،وولی پذیرائے نور ادراک،بصر وبصیرتش را از تجلیہائے ظلمت روالش نیکوترین بہرہ وریہا مہیا ومہنا باد،عزیزان نوکہ طرحی تازہ افگندہ اند وراہے جدید پیش گرفتہ،اگر بایشاں نیز برسم چالشگیر دے چند آویزشی کنیم،یارب برخاطر خردہ بینان خردپرور ودقت گزینان بالغ نظر،بے گوارش مرداد،اٰمین،وباللہ ثم برسولہ نستعین، ولاوحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

پریشان،عبدالمصطفٰی معروف بہ احمد رضا(اللہ تعالٰی اسکی آئندہ وگزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمائے)اپنے خدا کو یکتا ولاشریک ہونے اور اس کے مصطفٰی کو بےمثل ہونے کی توصیف کے بعد بہشتی چہرہ والے آفتاب تحقیق اور جہان کو روشن کردینے والے خورشید کو اس طرح انوار واضواء کی برسات کے ساتھ لاتا ہے کہ تمہارے سوال کے جواب اور روگردانی بڑھانے والی عرض اور خلاف پر موافقت اور عتاب آلود نرمی سے کچھ پہلے فقیر حقیر نے اس زیر نظر مسئلہ کے متعلق سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہوئے ستارے لائے ہیں،ایک **کالشمس وضحٰہا** اور دوسرا **کالقمر اذا تلٰہا**،جو شخص صحت مند آنکھ اور قابل نور علم دل رکھتا ہے اس کی بصارت و بصیرت کو ان ستاروں کی کاشف ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا ومبارک ہوں۔نئے پیاروں نے جو تازہ طرح ڈالی اور نیا راستہ اختیار کیا،اگر ہم بھی ان کے ساتھ بطور جیسے کو تیسا(ترکی بہ ترکی)مقابلہ کریں تو اے خدا!نکتہ داں عقلمندوں اور باریک بیں بالغ نظروں کے دل پر احساس تلخی، انصاف!آمین!اللہ تعالٰی سے پھر اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہم مدد چاہتے ہیں،بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔

قولہ مردم میگویند الخ۔

قولہ لوگ کہتے ہیں الخ

اقول: ائمہ دین یا عوام مقلدین علی الاول

اقول: لوگوں سے مراد ائمہ دین ہیں یا عوام

بخانہ مقصود از در نقیض آمدن ست، واستیناس نقد، بہ لباس اسد، خواستن، مگر ارشاد ائمہ بسند نیست، کہ دلیلے دیگر جوائی، یا ایں رابمنزل حضرت سلمٰی نمیرود کہ بہ شعبے جداگانہ پوئی۔ من فقیر گمان برم و ناراست نمی برم کہ ان شاء اللہ تعالٰی روئے توجہ بسوئے مقدمہ ثالثہ تحریر ثانی تافتن ہماں باشد، وایں وسوسہ را جواب شافی وعلاج کافی یافتن، ہماں، آخر نہ خدائکہ حضرات عالیہ ایشاں را بر سر امامت وارائک زعامت جائے داد وبحکم الخراج بالضمان [1] ثقل تحمل اعبائے گرانبار "فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝" [2] برذمت ہمت ایشاں نہاد و ضعف وناتوانی ماعامیان نادیدہ رودبدست کم دانشی گرودیدو بقھوائے "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝" [3] و "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" [4] خوان نعمت "فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝" [5]

مقلدین؟ اگر ائمہ دین مراد ہیں تو پھر یہ خلاف مقصود کی طرف آنا اور لباس شیر میں انس نقد طلب کرنا ہے، کیا ائمہ کرام کا ارشاد ناکافی ہے کہ دوسری دلیل طلب کرتے ہو یا ائمہ دین کا یہ راستہ مطلوب تک نہیں پہنچتا، اس لئے علیحدہ پگڈنڈیوں پر بھٹکتے پھرتے ہو؟ میں گمان کرتا ہوں اور درست گمان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی توجہ کا رخ تحریر ثانی کے مقدمہ ثالثہ کی طرف ہی پھیرنا ہوگا اور تمہارے اس وسوسہ کا وہی جواب شافی وعلاج کافی ہوگا۔ آخر خداوند تعالٰی نے حضرات عالی شان کو امامت کے تختوں اور سرداری کی سندوں پر مقام عطا نہ فرمایا اور الخراج بالضمان (خراج ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) کے فیصلہ کے مطابق "فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝" (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت) کے چراغوں کا بوجھ برداشت کرنا اور ان کے ذمہ ہمت پر نہ رکھا؟ اور ہم نادیدہ روکی کمزور کو اور کم علمی کے ہاتھ گروی شدگان کو نہ دیکھا اور بہ مقتضائے "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝" (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ت) اور "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ت)

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء من یشتری العبد ویغسلہ الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴۵

[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[3] القرآن الکریم ۹۴/ ۶

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

چید۔ اے خوشاکسیکہ بحکم ان اللّٰہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقته[1] فرمان ایں صلائے جانفزا پذیرفت، وازکشاکش لم وکیف پاک رست وبداکسیکہ بہ ناکامی، اما ھذا فقد اعرض فاعرض اللّٰہ عنه[2]۔ کار برخود دشوار کردو پائے ازاندازہ گلیم بیروں کشیدن جست ع آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سُہا	نعمت "فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟" (تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ت) کا خانچہ نہ چنا؟ دوستو! بہت ہی خوش نصیب ہے وہ جس نے بہ تقاضائے "ان اللّٰہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقته" (بے شک اللہ نے تم پر صدقہ کیا تو اللہ تعالٰی کے صدقہ کو قبول کرو۔ت) اس روح فنرافرمان کو قبول کیا ور چون وچرا کے چکر سے خلاص ہوا؟ اور بہت بدبخت ہے ہو جس نے "اما ھذا فقد اعرض فاعرض اللّٰہ عنه" (لیکن اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالٰی نے اس سے اعراض فرمایا۔ت) کی ناکامی کے سبب اپنے اوپر کام مشکل کرلیا اور اوراندازہ گودڑی سے پاؤں باہر کھینچ لئے ع آفتاب اندر میاں آنگہ کہ میجوید سُہا (آفتاب موجود ہو تو سُہا کو کون تلاش کرتا ہے)

فائدہ: بنات النعش میں ایک باریک ستارہ ہے جس کو سہا کہتے ہیں۔

وعلی الثانی یارب مگر سیدنا وابن سیدنا حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وحضرت ذکوان تابعی و امام ہمام حجۃ اللہ فی الانام	اور دوسری شق پر (بصورت عوام مقلدین) پناہ بخدا! کیا سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت ذکوان تابعی، عبداللہ بن مبارک، امام ابن الجوزی، ابن سبع

[1] صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین وقصرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۱، سنن ابی داود، باب صلٰوۃ المسافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۰، جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت آیۃ ۴/ ۱۰۱ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲۸، سنن ابن ماجۃ باب تقصیر الصلٰوۃ فی السفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶، صحیح مسلم کتاب السلام باب من اتی مجلسا فوجد فرجۃ الیخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۷

عبداللّٰه بن مبارک وامام حافظ شمس الملۃ والدین ابوالفرج ابن الجوزی وامام علامہ ابن سبع وحافظ رزین محدث وامام الامہ حافظ الشرق والغرب مولانا جلال الملۃ والحق والدین ابو بکر سیوطی وامام علامہ عاشق المصطفٰی سید الحفاظ جبل الشرع والدین حبل اﷲ المتین قاضی عیاض یحصبی وامام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی وفاضل اجل محمد بن عبدالباقی زرقانی و علامہ فہامہ شہاب الملۃ والدین خفاجی وشیخ محقق سیدنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم ائمہ دین وجہابذ قادہ ناقدین رحمۃ اللّٰه تعالٰی علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین رامعاذ اللّٰه درسلک عوما منخرط شمارند، یا فصوص نصوص ایناں راز زنگ غلط منزہ نہ پندارند، ان ھذا الشئی عجاب۔

حافظ رزین محدث، علامہ جلال الدین سیوطی، قاضی عیاض، امام احمد قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرھم کو معاذ اللّٰه عوام میں شمار کرتے ہیں، یاان ان کے نگینہ ہائے نصوص کو زنگ اغلاط سے مصفّٰی ومبرا گمان نہیں کرتے ان ھذا لشئی عجاب (بے شک یہ عجیب بات ہے۔)

قولہ چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ رامے باشد۔

قولہ جیساکہ تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ کے لئے ہوتا ہے۔

اقول: نازم ایں کلیت مطلقہ واحاطت مستغرقہ راکہ ہجوم عموم واغراق اطلاقش بر سنگلاخ کثافت بس نکردہ خیمہ تابسر حد لطافت کشید، ماناہ عزیزاں از حقیقت ظل آگاہی ندارند۔ اے مخاطب! سایہ پروردگار مگر دانی کہ سایہ چیست؟ نیرے تافتن آغاز کرد وبہ ہر جا بساط نور گستر، واجسامے از میان خاستہ ونفوذ اشعہ را مانع آمدہ اینہا پردہ فروہشت، وپردگی از نور مہجور گشت، ہوائے متوسط کہ حکم مقابلت وشدت قابِلیت، از تنور و استضاءت بہرہ

کافی ربود، آں محروم رانیز پارہ از انجلاء ارزانی نمود۔

اقول: اس کلیّت مطلقہ اوراحاطہ مستغرقہ پر ناز کہ اس اطلاق کو سنگ کثات پر ہی بند نہ رکھا، حد لطافت تک کھینچ ڈالا، شاید وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اے نازونعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شائد تمہیں معلوم ہے سایہ کیا شے ہے؟ سورج چمکنے لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھا دی، درمیانی اجسام رکاوٹ بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکا دیا، پردگی نور سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسط نے بسبب مقابلہ وشدت قابِلیت روشنی سے کافی حصہ لیااوراس

کافی ربود، آں محروم رانیز پارہ از انجلاء ارزانی نمود۔ ایں ضوء ثانی راظل نامند و نیکو روشن کہ ایں معنٰی بے حجب، وحجب بے منع نفوذ، ومنع نفوذ بے کثافت صورت نہ بندد، واوفراہ اگرایں اطلاق راست باشد اشراق ارض محال گردد کہ میان فاعل و قابل جرم آسمان حائل، بلکہ ہم از مدعا نقیض مدعا لازم آید کہ چوں جسمے ہمچو فلک درمیان سنت، استنارہ ہوا کہ مضیئ ثانی ست خود چہ امکان ست، پس از روئے زمین تا سطح آسمان ہیچ جسمے راسایہ نباشد، والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ وتقیید مرئی بودن کہ حاجب نباشد مگر از مبصرات با آنکہ تخصیص بعدالاعتراض ست درامثال ہوا ونار جاری۔	محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔ اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنٰی بے پردہ اور پردہ بلا منع نفوذ اور منع نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ہائے زیادتی ! اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہو جائے، اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسم آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوی سے ہی تمہارے مدعی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا روئے زمین سے آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا روئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو **والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ** (اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ت) اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا، باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے۔
امّا نامرئی بودن آسمان مسلم نداریم، واز شہادت بصر و ظواہر نصوص چراروئے برتابیم، مااسلامیاں راباخرافات فلاسفہ ناہنجار وافسانہ عالم نسیم وکرہ بخار چکار، وہمچو ادعاہائے نامنتظمہ راپیش ظواہر قرآن وحدیث چہ قیمت وکدام وقعت؟	بہر حال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہر نصوص سے روگردانی کریں، ہم اہل اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا وبخار سے کیا کام؟ اور ایسے بے سرپا دعاوی کی قرآن وحدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟
قال اللہ تبارک وتعالٰی "وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ"[1] و	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔اور

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۵

معلوم است کہ ازیں قسم زین وشین جز در مبصرات راست نیاید، بادرانہ از پوشاک مہوشاں زریں کمر زینتے، نہ از خرقہ گدایاں دلق دربر وصمتے، بلکہ اگر نیکو بنگری دراجسام کثیفہ نیز عموم بجائے خود نیست، کہ میان حجب وکثافت عموم وخصوص مطلق ست، جسم مثلث اگرچند کثیف باشد سایہ ندارد، نہ درآفتاب، نہ در ماہتاب، کہ بہ ہمیں معنے ایمائے لطیف فرمودہ اندر در کریمہ "اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍۙ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِؕ﴿۳۱﴾"[1] کما استنبطه الامام العلامة السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل[2]	معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مہ رو زرق برق لباس پہن کر سنہری کمربند باندھے ہوا میں کھڑا ہوجائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتی اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کیلئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسام کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم وخصوص مطلق ہے، چنانچہ جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیہ کریمہ "اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍۙ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِؕ﴿۳۱﴾" (چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے) میں مفسرین کرام نے اسی معنی کی طرف لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے کما استنبطه الامام العلامة السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل (جیسا کہ امام علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اس کو مستنبط فرمایا ہے۔
اللھم! مگر شبہا دیدہ باشند کہ از شعلہ شمع باآنکہ نارجرمے لطیف ست سایہ سربرمے زند وبحکم عدم فارق دست بدامن اطلاق زدند، وپے باصل کارنبردہ کہ آنچہ مے بینند	یا اللہ! شاید انہوں نے رات کو دیکھا ہوگا کہ شعلۂ شمع سے سایہ پیدا ہوتا ہے باوجودیکہ آگ جسم لطیف ہے اور اس سایہ کو آگ کا سایہ سمجھ کر بحکم عدم فارق (بین الاجسام اللطیفه) دامن اطلاق پر ہاتھ مارا اور حکم کلی لگادیا اور

[1] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۰و۳۱

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت الآیة ۷۷/ ۳۰و۳۱ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۹

ظل دخان ست، نہ سایہ نیّراں۔

اصل حقیقت نہ سمجھ سکے کہ یہ نظر آنے والا سایہ سایہ دخان ہے، آگ کا سایہ نہیں۔

قولہ وگاہے از ابتدائے خلقت الخ۔

اقول: ہمچنیں ست واطلاق دلائل مارا بسند، ہر کہ ابدائے تخصیص کند مدعی اوست و بار ثبوت بر گردن او، شاید بر عکس نفس الامر از دستیاری قوت واہمہ در آئینہ تخیل عزیز اں مرتسم شدہ باشد کہ بایں تنصیص عویص نافیان ظل رادر اثبات نفی گونہ صعوبتے روئے خواہد نمود کہ تبیین دائمہ از تقریر مطلقہ عامہ مشکل تراست، اما ندانستہ کہ ذہن سامع در ہمچو مقام از سلب ناموقت جز بادامت سلب تبادر کند، وخلافش کہ خلاف ظاہر ست محتاج بہ دلیل باشد، واظلال سحب راکہ علماء غیر دائم گفتہ اندازیں ہت ست کہ احادیث صحیحہ بہ سایہ کردن صحابہ کرام باردیہ خود شان ومیل اشجار بہ غصون آنہا بر سر حضور سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناطق شدہ، اینجا نیز اگر حدیثے معتمد بر ثبوت سایہ گواہی دہد آنگاہ از دوام سلب بہ سلب دوام نقل وعدول، متصور ومعقول، ورنہ از معرض قبول بمراحل معزول، معہذا نورانیت جسم انور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحمد اللہ قاطع وساوس وقامع ہوا جس آمدہ ست،

قولہ کبھی ابتدائے آفرینش سے الخ

اقول: یہی صحیح ہے اور ہمارے لئے اطلاق دلائل دلیل کافی ہے، جو شخص تخصیص کرتا ہے وہ مدعی ہے اور بار ثبوت اس کی گردن پر، شاید نفس الامر کے خلاف قوت وہمیہ کی مدد سے ان کے آئینہ تخیل میں یہ بات آئی ہوگی کہ اس مطالبہ تنصیص سے نافیان ظل کے لئے اثبات نفی میں بہت مشکلات پیش آئیں گی کیونکہ دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سامع کا ذہن ایسے مقامات میں سلب غیر موقت سے سلب دوامی چھوڑ کر کسی بھی اور شے کی طرف متوجہ نیں ہوا اور اس کا خلاف جو خلاف ظاہر ہے وہی محتاج دلیل ہے۔ اور (آپ پر) بادلوں کے سایہ کو علماء نے اس لئے غیر دائمی فرمایا کہ صحابہ کرام کا چادروں سے اور درختوں کا اپنی شاخین جھکا کر سایہ کرنا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر انور پر، احادیث صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے، اگر اس مسئلہ میں بھی کوئی معتمد حدیث گواہی دے تو اس وقت دوام سلب سے سلب دوام کی طرف عدول متصو ومعقول ہوگا ورنہ معرض قبول سے کوسوں دور، اور اس کے ساتھ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم انور کی نورانیت بحمد اللہ قاطع وساوس وقامع ہوا جس آئی ہے،

وباللہ التوفیق۔	وباللہ التوفیق۔
قولہ ایں معجزہ در کتابیکہ لائق اعتماد باشد الخ۔	**قولہ** یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائق اعتماد ہو الخ۔
اقول: اے کاش آنکہ آفتاب نہ بیند بارے از انکار خامشی گزیند، نہ آنکہ بر بینندگان خرد شد، یا در بزم آناں نکتہ فروشد کہ سلامت در سکوت ست، ومجازف در انجام مبہوت، مگر تصانیف ائمہ ممدوحین اعتماد رانشاید، یا در جلوہ گاہ مہر وماہ شمع وچراغے دگر باید۔	**اقول:** افسوس! جس کو سورج نظر نہیں آتا وہ انکار سے صبر وخاموشی اختیار کرتا، نہ یہ کہ الٹا دیکھنے والوں پر شور وغل مچاتا یا ان کی بزم میں آکر نکتہ فروشی کرتا کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے اور جھوٹا آخر پریشان وناکام ہوتا ہے، کیا ائمہ کرام کی تصانیف قابل اعتماد نہیں یا پھر چاند سورج کی جلوہ گاہ میں کوئی اور دیے جلانا چاہتے ہو؟
قولہ اہل سند واسناد آنرا بسند صحیح۔	**قولہ** اہل سند واسناد نے اس کو بسند صحیح الخ۔
اقول: ساعتے باش کہ از حال مطالبہ صحت سخن گفتن داریم، وایں کہ ہم بر صحت سند پائے خامہ شکستہ است، مگر بر شذوذ وعلت راہ جرح وقدح بستہ است، ورنہ قید اسناد، علی خلاف المراد، ازچہ رو گوارا افتاد۔	**اقول:** کچھ دیر ٹھہریں کہ مطالبۂ صحت کے بارے اور صحت سند پر جو قلم کی ٹانگ توڑ دی، کے متعلق ہم بات کریں۔ شاید شذوذ وعلت پر جرح وقدح کا راستہ بند ہوچکا ہے ورنہ برخلاف مراد قید اسناد کیسے گوارا ہوئی؟
قولہ در کتب صحاح وسنن کہ مروج است۔	**قولہ** کتب صحاح وسنن میں جو مروجہ ہیں الخ
اقول: کاش روزے چند خدمت علماء ومطالعہ کلمات طیبات ایشاں روزی شدے، کہ در مجارئی کلام بہ مدارج مرام تمیز مقام بدست آمدے، مقدمہ ثانیہ تحریر ثانی ازدیاد دادہ وبرباد رفتہ مباداوازاں ہم صریح تر بشنو جلالت شان، ورفعت مکان، حضرت امام خاتم الحفاظ سیدنا	**اقول:** کاش تمہیں چند روز خدمت علماء کا موقع اور ان کے کلمات کا مطالعہ نصیب ہوتا اور ان کے کلام ومقاصد کے موارد ودرجات میں تمیز مقام حاصل ہوتی۔ تحریر ثانی کا دوسرا مقدمہ بڑھادیا، برباد نہ ہو بلکہ اس اسے بھی بہت زیادہ صریح سنئے۔ حضرت امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ و

جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز علی الخصوص در فن شریف حدیث تابہ حدے واضح و جلی ست کہ معلوم ہر صبی، و مفہوم ہر غبی ست۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شفاء شریف حدیثے نقل فرمود کہ سید نا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چناں وچناں مے گریست، واز فضائل پاکش کذا وکذا یاد مے کرد[1]۔

امام ممدوح المقام، اعلی اللہ درجاتہ فی دارالسلام، در تخریج احادیثش فرماید، در کتب حدیث ازیں اثر ہیچ اثرے نیست، اما اوراصاحب اقتباس الانوار وامام ابن الحاج درمدخل مفصل و مطول آوردہ اند ودر ہمچو مقام ایں قدر بہ سند ست کہ اینجا سخن از حلال وحرام نمیرود۔

علامہ خفاجی ایں معنٰی را از جناب رفعت قبابش نقل کردہ بمسند قبول و تقریر جائے مے دہد، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجه:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب الاقتباس الانوار وابن الحاج

الدین قدس سرہ العزیز کی جلالت شان اور رفعت مقام، خصوصًا فن حدیث میں ایسی واضح ہے کہ ہر صبی و غبی کی بھی جانی پہچانی ہے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں ایک حدیث نقل کی کہ سید نا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس طرح روتے اور فضائل وخصائص بیان کرتے۔

امام ممدوح المقام (جلال الدین سیوطی) اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: کتب حدیث میں اس حدیث کے بارے میں کوئی نشان نہیں ہے، البتہ صاحب اقتباس نے اور مدخل میں امام ابن الحاج نے اس کو مفصل ذکر فرمایا ہے اور اس قسم کے مقامات میں اس قدر سند کے ساتھ حدیث کافی ہے کہ یہاں حلال وحرام کا مسئلہ نہیں۔

خفاجی اس کو حضرت امام سیوطی سے نقل کرکے مسند قبول و تقریر پر جگہ دیتے ہیں، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجه (جہاں کہ امام سیوطی نے اپنی تخریج میں فرمایا۔ ت): میں نے اس کو کتب حدیث میں سے کسی میں نہ پایا لیکن صاحب اقتباس انوار اور مدخل میں ابن الحاج

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۶

فی مدخلہ ذکرہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سند المثله فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[1]۔	نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور ایسے مسائل کے لئے اتنی ہی سند کافی ہے کیونکہ اس کا تعلق احکام سے ہے۔
عزیزا! چشم انصاف از رمد تعصب صاف بکشا، وشیوہ ائمہ دین، پس از تصحیح عقیدت بین کہ دریں چنیں مسالک چگونہ راہ رفتہ اند، وکدامیں سیر پیش گرفتہ، سپید میگویند کہ ازیں خبر در کتب الاثر لاخبر ولا اثر، باز بر مجرد ذکر بعض اعتماد واستناد روامے دارند، وحدیث راز پایہ تکمیل ساقط نمی پندارند، مگر پایہ نکتہ دانی، وترک توانی، ودروغ فلانی، برتدقیق و تحقیق، واحتیاط انیق، ایں سادہ کرام، وقادۂ عظام، نیز چربیدہ است، کہ سخن از کتب فن دامن پرچیدہ، بردائرہ تنگ صحاح وسنن مروجہ محصور ومقصور گرویدہ است فالی اللہ المشتکی من یسمع فلا یسمع ویرٰی فلا یرٰی۔	عزیزا! مرض تعصب سے تندرست چشم انصاف کھول اور عقیدہ درست کرکے ائمہ دین کا پاکیزہ شیوہ دیکھ کر ایسے مسالک میں کس طرح چلتے ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں، واضح طور پر کہتے کہ اس حدیث کے متعلق کتب حدیث میں نہ کوئی خبر ہے نہ نشان، پھر صرف بعض کے ذکر کرنے پر اعتماد و استناد جائز رکھتے ہیں اور حدیث کو پایہ تکمیل سے ساقط گمان نہیں کرتے، شاید اپنی نکتہ دانی، ہوشیاری وپرہیزگاری کا مقام ان سادات کرام، قائدین عظام کی تدقیق و تحقیق اور بہترین احتیاط پر بڑھا دیا کہ گفتگو نے اپنا دامن تمام کتب فن سے لپیٹ کر صحاح وسنن مروجہ کے دائرہ تنگ میں بند کردیا فالی اللہ المشتکی (تو اللہ تعالٰی ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے۔ت)
قولہ وآنچہ اہل سیر ومغازی بیان میکنند۔	**قولہ** اور جو اہل سیر ومغازی بیان کرتے ہیں الخ
اقول: ہمانا گوش عزیزاں گاہے بہ امثال ایں سخناں از کلمات ائمہ والاشان آشنا شدہ است واز محال محاورہ ومجال مناظرہ	**اقول:** غالبًا عزیزوں کے کان ایسی باتوں سے تو آشنا ہوئے مگر ائمہ عالیشان کے مکالمات اور جوابی کلمات سے کچھ نہ سنا اور بے راہ گھوڑا دوڑایا،

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول، الفصل السابع، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۸

آناں بوئے نشنیدہ بے راہہ اسپ دوانیدن گرفت،از خبیر بصیرپرس، محل ایں کلام آنست کہ قصاص واعظین، و جہال مورخین،تودہ تو دہ حکایات بے سروپا،وافسانہائے فتنہ را تکثیرًا للسواد، یاترویجًاللفساد،درکتب خودشان مے آرند،واز مناقضہ اصول،ومعارضہ نقول، باکے ندارند،گاہے افسانہ اور یاوداستان زلیخاوصہ زہرہ وتذکرہ شجرہ،بہ نہجے تقریرکنندو ساحت عصمت حضرات رسالت،وجنودصمدیت،عیاذًاباللّٰہ آلودہ عیبے کند،وگاہے حادثہ جمل وواقعہ صفین،ومشاجرات صحابہ،ومحاورات امہات المومنین بہ نوعے وانمایندکہ معاذاللّٰہ بہ تنقیص مقام واجب الاعظام یکے ازاناں پہلوزند،آنجاائمہ دین کہ خدائے ایشاں راہبرحمایت سنن ونکایت فتن برپا ساختہ است، در مقام تفصیل زبان بہ تضعیف وتزییف آں اقوال سخیف میکشایند،ودرمحل اجمالی باعتماداصول، وصحاح نقول،پیوستن وازخوض خائفاں وکشاکش ایں وآں پاک برجستن مے فرمایند،کہ دع مایریبك الی مالایریبك[1] واینہاکہ میگویم ہمبر سبیلِ مدارتِ

کسی دانابینا سے پوچھ،دراصل بات یہ ہے کہ قصہ گوواعظوں اور جاہل مورخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کردئے،اصول شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف نہ کیا، کبھی اوریاکا افسانہ،زلیخا کی داستان،زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذاللّٰہ عصمت انبیاء کرام ودیگر معصومین کو عیب آلود کرتے ہیں اور کبھی جنگ جمل کا حادثہ، صفین کا واقعہ، صحابہ کرام کا اختلاف اورامہات المومنین کا باہمی مکالمہ ایسے طریقہ سے نمایاں کرتے ہیں کہ معاذاللّٰہ ان نفوس قدسیہ کے مقام واجب الاحترام کی تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتاہے،اسی وجہ سے ائمہ دین، جن کو اللّٰہ تعالٰی نے سنن کی حمایت ونگرانی اور فساد وفتن کے محودسرکوبی کا عظیم منصب عطافرمایا ہے،مقام تفصیل میں ان ناشائستہ اقوال کا ضعف وعیب ثابت کرتے ہیں اور محل اجمال میں اصول اور منقولات صحیحہ کو مضبوط پکڑنے اور غیر ذمہ دار نکتہ چینوں کی من گھڑت حکایات حکایات سے اجتناب کاحکم فرماتے ہیں کہ دع مایریبك الی ما یریبك (جو تیرے کھٹکے اس کو چھوڑ دے اورجو نہ کھٹکے اس کو اختیار کرلے۔)

اور یہ جو ہم کہتے ہیں بطورِ نرم روی وارخائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵

عزیزاں وارخائے عنانِ کلٗ میکندورنہ خودچہ میگوئی ازمسئلہ کہ تن تنہاہمیں قسم مردماں بہ ذکرش انفرادوارند بہ طرقِ عدیدہ مروی آمدہ، وچندائمہ آنراہ تخریج کردہ، ناقدانِ فن سلفاًوخلفاً نہ کنارِ سلّمناوآغوشِ صدقنا گرفتہ، ودلیلے باہزار نصوصِ متکاثرہ براں قیام پذیرفتہ۔

مع ہذاحاشاکہ امثال مواہب، وکتاب الشفاء، ودلائل النبوہ، وتحقیق النفرہ، وخصائص خیفری، وروض سہیلی، وخلاصۃ الوفاء، وخصائصِ کبرٰی، وسیرت شامی، وسیرت حلبی وغیرہا کتبِ ائمہ دین رحمۃاللہ تعالٰے علیہم اجمعین کہ درخصائص وفضائل وسِیَر وشمائل حضورپُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ، علیہ تصنیف کردہ اند، درسلک ایں چُنیں کتب منخرط، ونزدِ محدثین ازپایہ اعتبار ساقط باشد۔

ایناں کہ خداسعیِ ایشاں مشکور وجزاءِ آناں موفور گرداند، چہ عمرہاکہ درتنقیح وتنقید، وتصحیح وتسوید، برسَر بردہ اند، وچہ شبہاکہ درتنظیف وترصیف، تالیف وتصنیف، دُودِچراغ وخون جگر نخوردہ، وہم ایشانند کہ بہ قضیّہ لاعبرۃ بماقال المؤرخون لب کشادہ اند۔

اگر مقصود اطلاق است، چنانکہ خاطرِ

عنان، خاموش کرانے کے لئے کافی ہے۔ ورنہ تم اس مسئلہ کے متعلق کیاکہوگے جس کو نہ صرف ایسے لوگ ہی اکیلے بیان کررہے ہیں بلکہ بہت سے طُرق واَسانید سے مروی ہے، کئی اماموں نے تخریج فرمایاہے اور سلفاً وخلفاً ناقدینِ فن نے تسلیم کیاہے اور تصدیق فرمائی ہے اوراس پر نصوصِ کثیرہ سے واضح اور مضبوط دلیل قائم ہوئی۔

پھر مع ہذا خدا کی پناہ! کہ کتاب مواہب، شفاء، دلائل النبوہ، تحقیق النفرہ، خصائص خیفری، روض سہیلی، خلاصۃ الوفاء، خصائص کبرٰی، سیرتِ شامی، سیرتِ حلبی ایسی کتابیں و دیگر تصانیفِ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالٰے، اس قسم کی غیر معتبر کتابوں میں شمار ہوں اور محدثین کے نزدیک بے اعتماد وبے اعتبار ہوں۔

ان حضرات (اللہ ان کی کوشش کو سعیِ مشکور اور جزاء کو جزائے کامل بنائے) نے کیسی عمریں تنقیح وتنقید اور تصحیح وتسوید میں گزار دیں اور کتنی بے شمار راتیں کتبِ سیرتِ طیّبہ کی تنظیف وترصیف اور تالیف وتصنیف میں دُودِچراغ اورخونِ جگر نہ پیا، یہی حضرات گرامی شان ہیں جنہوں نے لاعبرۃ بماقال المؤرخون (مؤرخون کے قول کا کوئی اعتبار نہیں) کاحکم صادر فرمایاہے۔

اگر مقصود اطلاق ہے جیساکہ عزیزوں کا

عزیزاں بدان مشتاق ست، یارب، مگر محنت ایناں یکدست بربادرفتہ باشد، واایں ہمہ کاوکاوجانکاہ رنگے نداده آبے نہ گرفتہ، علیٰ ہذاالیشاں راچہ روئے نمود کہ باوجود نابہبودوانعدام سوداایں ہمہ وقت رائیگاں کردند، وآں حاصل بیحاصل وطائل لاطائل راثمرہ اوقات، ونخبہ حسنات شمردند۔ مگر سخن آنست کوچوں روئے سلمے ندیدہ، وبوئے سلمے نشنیدہ، آخر درحسن سلمی چانہ بے جا مزن **واللہ الہادی لقمع الفساد وقلع الفتن**۔	دل اسی کامشتاق ہے، یارب! پھر توشائدان کی ساری محبت برباد وضائع ہوگئی اور یہ تمام جانگداز کوششیں کوئی رنگ لائیں نہ کوئی عزت پاسکیں۔ پھران ائمہ کرام کو کیا نظرآیا کہ یہ سارا وقت بے سود ضائع کردیا اور اس بے فائدہ چیز کو اپنے اوقات کا ثمرہ اور حسنات کا نتیجہ شمار کربیٹھے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب تونے رخ محبوب دیکھا ہی نہیں، خوشبوئے حبیب پائی ہی نہیں تو تو حسن محبوب کے متعلق بیہودہ گوئی مت کرو **واللہ الہادی لقمع الفساد وقلع الفتن** (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے فتنوں اور فساد کے خاتمہ کی)
قولہ پس ہر کرا از اہل علم ثبوت آں از روئے سند صحیح الخ۔	**قولہ** پس اہل علم کے لئے چاہیے کہ اس کا ثبوت از روئے سند صحیح الخ۔
اقول: پیش از جواب سوال شما چند بجناب شما دارم ہر کہ داند خود بگوید "لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ"[1] ورنہ از دانندگان پرسد کہ "فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"[2]۔	**اقول:** تمہارے سوال کے جواب سے پہلے ہم چند سوال پیش کرتے ہیں، صاحب علم خود جواب دیں۔ "لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ" (کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا) اور بے علم اہل علم سے استفادہ کریں "فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو)
(ا) زید ہندہ رابشہادت دومرد فاسق	**سوال (ا)** دوگواہوں کے سامنے زید نے ہندہ

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و۲۱/ ۷

بزنی گرفت، صباح نکاح خلوت ناکردہ، ترک زن میگوید، ونیمہ مہر دادن نمے خواہد، کہ نکاح مرا شہود عدول مے بایست۔	کے ساتھ نکاح کیا اور صبح خلوت سے پہلے ہی اسکو چھوڑ دیا اور نصف مہر بھی نہیں دینا چاہتا، کہتا ہے کہ میرے نکاح کے لئے گواہ عادل چاہئے۔
(۲) یوم غیم مردے بہ رویت ہلال صوم گواہی داد، صبحدم زید قلیان بدست و پان در ودہان بر آمد، کہ مرا لا اقل شہادت دو مرد باید۔	**(۲)** مطلع ابر آلود تھا ایک مرد نے روزہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی، صبح کے وقت زید ہاتھ میں حقہ، منہ میں پان ڈال کر باہر آیا کہ مجھے ایک مرد کی گواہی کافی نہیں دو مردوں کی شہادت چاہے۔
(۳) عمرو زید دعوے مالے کرد، وبشہادت دو عدل اثبات نمود، زید گوید نپذیرم تا چار گواہ نباشند۔	**(۳)** عمرو نے زید پر کچھ مال کا دعوی کردیا اور دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت بھی کردیا مگر زید کہتا ہے جب تک چار گواہ نہ ہوں میں قبول نہیں کرتا۔
(۴) گواہاں در امثال وقف ونکاح شہادت بر تسامع دادند، زید گفت مرا شہود معائنہ درکارست۔	**(۴)** گواہوں نے وقف اور نکاح ایسے امور کے متعلق شنید پر گواہی دی، زید کہتا ہے مجھے عینی گواہ چاہے۔
(۵) بکر برادرِ زید مرد، زنش نازنین ازو دخترے دارد شیریں، زید مے خواہد کہ شیریں را عروس خانہ خود نماید، نازنیں گفت ستمگارا آخر از خدا شرمے کہ برادر زادہ تست، زید مے گوید مرا چہ داناند کہ قالب شیریں ہم از نطفہ بکر تخمیر یافتہ ست، آخر ہر دعوی را بینہ لازم، اینجا گواہ کہ بینہ کدام؟ نازنین گفت بر بستر برادرت زائید	**(۵)** زید کا بھائی بکر فوت ہوگیا، اس کی زوجہ مسماۃ نازنین کے بطن سے اس کی ایک لڑکی مسماۃ شیریں تھی، زید شیریں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ نازنین نے کہا ظالم! خدا سے شرم کر یہ تیری بھتیجی ہے۔ زید کہتا ہے مجھے کیا علم کہ شیریں کا بدن میرے بھائی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، آخر دعوی کے لئے گواہ لازم ہیں اور یہاں کوئی گواہ نہیں، نازنین نے کہا تیرے بھائی کے بستر پر پیدا ہوئی

الولد للفراش[1] گفت آحادم نمے شاید، حدیثے متواتر باید۔	ہے **الولد للفراش** (بچہ فراش کے لئے ہے) اس نے کہا یہ خبر واحد ہے مجھے خبر متواتر چاہے۔
(۶) سعید بامر دماں نماز میکرد، زید اقتداء نا کردہ برمے گردد، کہ او ہمیں تنہا وضو کردہ است، ومن امامے خواہم کہ از ہر حدیث غسل آرد۔	**(۶)** سعید نے باجماعت نماز ادا کی مگر زید نے اقتداء نہ کی اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ اس امام نے صرف وضو کیا ہے، مجھے وہ امام چاہے جو ہر حدث سے غسل کرے۔
(۷) بر زید از خواص آیات معینہ وفضائل صور مخصوصہ احادیث صحاح خواندند کہ ببیں چناں چمنے ست شاداب وگلشنے باآب وتاب گفت بخارے نیرزد تا بخاری نیارد یا مسلم ندانم تادر مسلم نخوانم۔	**(۷)** مخصوص آیات کے خواص اور خاص سورتوں کے فضائل زید کو احادیث صحیحہ سے سنائے گئے کہ دیکھ یہ کیسا تر وتازہ چمنستان اور خوبصورت گلستان ہے۔اس نے کہا ایک کانٹے برابر نہیں جب تک بخاری نہ لائے یا میں نہیں مانتا جب تک میں مسلم میں نہ پڑھ لوں۔
(۸) زید را گفتند مالک عن نافع عن ابن عمر گفت بہ ہیچ نخرم کہ معنعن ست نہ متصل بسماع۔	**(۸)** بطور حوالہ زید کو سند مالک عن نافع عن ابن عمر سنائی گئی،اس نے کہا میں سند معنعن پر اعتماد نہیں کرتا سند متصل بہ سماع ہونی چاہیے۔
(۹) زید گوید مفتی اطراف ریاست فلانی را اجازت مداخلت درمعارک شریعت کہ داد، گفتہ شد علمے دارند وخیلے بزرگوارند، گفت مردماں چنیں وچناں گویند،امافقیر ایں سخن رادر کتابے کہ لائق اعتماد باشد واہل اسناد	**(۹)** زید کہتا ہے کہ فلاں ریاست کے مفتی کو مسائل شرعیہ میں فتوی دینے کی کس نے اجازت دی ہے ؟ کہا گیا کہ بہت بڑے عالم میں۔اس نے کہا لوگ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں مگر فقیر نے اس بات کو کسی کتاب میں جو لائق اعتماد ہو اور اہل اسناد نے

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب دعوی الوصی للمیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶، صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰، جامع الترمذی ابواب الرضاع باب الولد للفراش امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸، سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق باب الولد للفراش آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۰

آں رابہ سند صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ونہ در صحاح وسنن مروجہ از کسے شنیدہ، وآنچہ اہل صدی سیزدہم بمجرد دعوے بر زبان آرند اعتماد آں چنانچہ اہل حدیث راست معلوم۔	اس کو بہ سند صحیح بیان کیا ہو، نہیں دیکھا اور نہ صحاح وسنن مروجہ میں کسی سے سنا اور جو کچھ تیرھویں صدی کے لوگ صرف زبانی دعوی کرتے ہیں، اس کا اعتماد جس طرح اہل حدیث کو ہے معلوم ہی ہے۔
(۱۰) از مناقب رجال وفضائلِ اعمال ہزار در ہزار احادیث حِسان وصوالح برزید خواندند شوخ چشم گوید بے صحت اسناد خرط القتاد۔	**(۱۰)** مناقب وفضائل کے متعلق ہزاروں حدیثیں حسن وصالح زید کو سنائی گئیں، وہ شوخ چشم کہتا ہے کہ صحت اسناد کے سوا خرط القتاد ہے (یعنی بے سود اور نقصان دہ ہے)
دریں صُوَردہ گانہ از حضراتِ علماءِ **ایدھم اللہ تعالٰی بالفوز المبین**، استفتاء میرو کہ دریں ہر ہمہ صور زید نزد شرعِ مطہّر برخطاوایں چنیں مطالبہ ومواخذہ اش محض فضول وبیجاست یانہ؟ **بَیِّنُوا تُوجَروا**۔	ان دس ۱۰ صورتوں کے بارے میں علمائے کرام (اللہ تعالٰی ان کی روشن کامیابی سے مدد فرمائے) سے فتوی مطلوب کہ ان تمام صورتوں میں زید شرعِ مطہّر کے نزدیک غلطی پر ہے یانہیں اور اس کے مطالبات ومواخذات بے جا وفضول ہیں یانہیں؟ بیان فرماؤ اجر پاؤ گے۔
حالیا اگر از خدمتِ علماء فرمان رسد کہ زید فضولی میکند، وبر شرع مے افزاید، نہ جواز نکاح راعدالت شہود درکار، نہ در یوم غیم تعدّد نظار، نہ درمعاملہ مال بیش از دو گواہ، نہ در وقف و نکاح شہادت نگاہ، فراش مثبت نسب فرزند، ودر حلال حرام آحاد بسند، واز ہر حدث غسل چہ ضرور، وقبول در صحیحین غیر محصور، مالک ونافع از تدلیس بری، پس عنعنہ ایشاں چوں سماع جلی، حدیث در علم	فی الحال اگر علمائے کرام کی طرف سے حکم ملے کہ زید زیادتی کرتا ہے، شریعت پر تجاوز کرتا ہے، جوازِ نکاح کے لئے عدالتِ شہود ضروری نہیں۔ بادل ہوں تو ایک سے زیادہ گواہ لازم نہیں۔ مالی معاملہ میں دو۲ سے زیادہ گواہوں کا مطالبہ درست نہیں۔ وقف ونکاح میں شہادتِ عینی کا لزوم بھی نہیں۔ فراش ثبوتِ نسب کے لئے کافی ہیں، اور حلال وحرام کے لئے آحاد کافی ہیں۔ ہر حدث سے غسل کیوں ضروری ہے؟ صرف صحیحین کی احادیث میں قبول بند نہیں۔ مالک ونافع تدلیس سے بَری ہیں لہٰذا

فلانی نیاید و مناقب وفضائل را صحت نیاید یازیداہ ایں چہ ہرچہ زہ چانگی وجوشِ دیوانگی ست کہ ہر جاخواستنی مے خواہی، وبرقدرِ مطلوب افزائی ایں مطالبہ ہائے ازپیشِ خود تراشیدہات، زنہار ناپذیر فتنی، وبے چارہ مطالبان از تجشم اتباعِ ہوایت غنی۔ تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب	اُن کا اسنادِ معنعن سماعِ جلی کا حکم رکھتا ہے۔فلاں کے علم ثابت کرنے کے لئے حدیث نہیں آتی۔مناقب وفضائل کے لئے حدیثِ صحیح کا موجود ہو ناضروری نہیں،پس اومُردہ دل زید! یہ کیامفت کا بکواس اور جوشِ جنونی کہ تو ہر جگہ بے ضرورت دلیل مانگتا ہے یاقدرِ مطلوب سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ تیرے یہ تمام مطالبات اپنے ہی مَن گھڑت اور نامقبول ہیں اور مجیبِ مطالب تیری خواہشات کے مطابق جواب کی مشقّت برداشت کرنے سے بے نیاز ہے۔تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
عزیزا! آنگاہ ازیں جواب،جوابِ سوال خودت دریاب،کہ ایں طلب عزیزاں نیزبہ ہمیں طلبہا ماندہ وایں ناگفتنی گفتن، وناجستنی جستن،روزے بروز زیدت نشاند۔	اے عزیز! اب اس جواب سے اپنے سوالوں کا جواب دریافت کرکہ ہی مطالبات انہی مطالبات کی مثل ہیں اور ہی ناگفتنی باتیں اور نالائق طلب مطالبہ ایک دن تجھے زید کی جگہ بٹھائے گا۔
سخنے پر سمت راست گوو بہانہ مگیر تو وخدائے تو در کتب دیدہ یا از علماء شنیدہ کہ درہمچو محال وسیع المجال حسن وصلاح بکار نیاید، وغیر از صحت چیزے نشاید،ونقولِ علماء پائے ندارد،وقبول ائمہ بارے نیارد،ورنہ الزام غیرلازم،وردیقین جازم،چہ قیامت ذوق یافتہ کہ سراز ہمہ تافتہ ع	میں تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں،سچ کہنا اور بہانہ نہ بنانا،کیا تم نے کتابوں میں دیکھا یا علماء سے سُنا کہ ایسے وسیع تر مقامات میں حسن وصالح حدیث بیکار ہے اور صحت کے سوا کوئی چیز درکار نہیں اور علمائے کرام کے منقولات کا کوئی درجہ و مقام نہیں؟اور قبولِ ائمہ کچھ وزن نہیں رکھتا؟ورنہ غیرلازم کا الزام اور یقینِ جازم کارَد،کیامطلب؟عجیب ذوق ہے کہ سب کو ٹھکرادیا۔
فان کنت لاتدری فتلك مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم [1]	(ترجمہ شعر) "اگرتُو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر تُو جانتا ہے تو مصیبت بہت بھاری ہے۔"

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالمحبۃ والخلۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۲۸

وز نہار رندانی کہ ایں بال وپرے کہ مے فشانم از انت کہ حدیث راضعیف میدانم بلکہ بر تصانیف امامِ حجت سید نا عبداللہ بن مبارک وقوف نیافتہ ام ورنہ گمان نہ آنچناں ست کہ مخالف راجائے شادی باشد۔

اور یہ ہر گزنہ سمجھیں کہ میں نے اتنی تفصیلی گفتگواس لئے کی ہے کہ حدیث کو ضعیف جانتاہوں بلکہ امامِ حجت سیّد نا عبداللہ بن مبارک کی تصانیف سے واقف نہیں ہوں ورنہ اس طرح گمان نہیں کہ مخالف خوش ہو۔

سیدی عبداللہ از اعاظم ائمہ وتبع تابعین است، غالب مشائخ ورجالش ہمیں تابعین وصحابہ باشند، یا تبع کہ باایشاں در خور و آزمودن احوال شاں کرد، ودراں زماں چنانکہ دانی غالب عدالت بود، ولہذا استاذش سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہ اصالت عدالت قائل شدہ است، وخود ایں ناقدین کہ تلقی بالقبول کردہ اند مگر بدمی بری کہ نادیدہ راہ رفتہ اند۔

سیدی حضرت عبداللہ بن مبارک عظیم ترین اماموں اور تبع تابعین سے ہیں، ان کے اکثر مشائخ یہی تابعین وصحابہ ہیں یا تبع اور ان کے کوائف وحالات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی، اور جس طرح کہ تم خود جانتے ہو اس زمانہ میں عدالت غالب تھی، اسی وجہ سے ان کے استاد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اصل عدالت کے قائل ہیں اور خود ناقدین نے تلقی بالقبول کی ہے اور ان کا یہ تلقی بالقبول کا اقدام پوری دیانتداری اور کامل انشراح صدر کے ساتھ ہے، اندھی تقلید نہیں ہے۔

جان برادر ! تو وایمان تو ایں ہمہ ائمہ اولی الایدی والابصار کہ یک زبان بر نفی ظل گواہی دہند، پناہم بخدائے اگر سخن یکے از یناں یا امثال ایناں بر طبق مزعوم خودت یا بی چہ غلغلہا کہ نکنی وکلہ بر آسماں افگنی وبر خویشتن بالی وپیش ہر کسے نالی کہ ہے انچہ ستم ست، امامے چناں از نفی ظل بر کراں وفلانے تن نمی دہد، وگوش نمی نہد، حالیا کہ ستم از تست خدارا دمے نصاف دہ وکلاہ غرور راز سر ہنہ،

جان برادر ! یہ جو تمام ائمہ کرام بیک زبان نفی ظل کی گواہی دیتے ہیں، اگر ان میں یا ان کے ہمسر ائمہ سے کوئی بات تو اپنے مزعومہ کے مطابق پاتا تو وہ کون سا شور جو برپا نہ کرتا، کلہ آسمان پرچڑھاتا اور پھولا نہ سماتا، ہر ایک کے آگے آہ وزاری کرتا کہ ہائے یہ کیا ظلم ہے، ایسا امام نفی ظل کا قائل نہیں، نہ اس کو قبول کرتا ہے نہ اس کی طرف کان لگاتا ہے لہذا اس وقت ظلم تیری طرف سے ہے، خدارا انصاف کر اور تکبر

کہ چرا راہ ایشاں نمی سپری، واز اتفاق دامن کشاں میگذری، حدیث خواہی ؟ حدیث حاضر، نقول جوئی ؟ نقول ظاہر، دلیل طلبی ؟ دلیل موجود، نقیض جوئی ؟ نقیض مفقود، باز کدامیں سنگ در رہ، و کبک در موزہ است کہ جائے تسلیم سبزمے بینم، وروئے خلاف سرخ، وچہرہ انصاف زرد، وجبین قرطاس زنا گفتنیہا سیاہ، عیاذم بخدائے مگر آنکہ مصطفےٰ را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از نور خودش آفرید، ومہر نیم روز و ماہ نیم ماہ راکینہ گدائے سرکارش گردانید، نتواند کہ سرو جانفزائے مارا بے سایہ پرورد، وشاخ گلے کہ ہزار چمنستان جاں فدائے ہر رگ و برگ او باد، از گل زمین لطافت، بر جوئبار نظافت، پاک از ہمہ کثافت سر براورد۔	کی ٹوپی سر سے اتار، کیوں ان ائمہ کرام کی راہ پر نہیں چلتا اور اتفاق سے دور کیوں بھاگتا ہے حدیث مطلوب ہے تو حاضر، اگر نقول چاہئیں تو نقول واضح ہیں، دلیل کی طلب ہے تو دلیل موجود، لیکن اگر نقیض کی خواہش ہے تو وہ معدوم ہے۔ تواب کون سا پتھر راستہ میں پڑا ہے، کیوں تسلیم کا مقام خالی دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف کا چہرہ شرم وحیاء سے زرد، اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ! لیکن قادر مطلق جل وعلا جس نے مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نور خاص سے پیدا فرمایا اور خورشید درخشانندہ وبدر درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنی گدا گر بنایا، کیا وہ یہ نہیں کر سکتا کہ ہمارے سروِ جانفزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخ گل جس کے ہر رگ وبرگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں، پاکیزگی کہ نہر پر گل زمین لطافت سے، ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔
وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ قدر حسنہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وعزہ وکمالہ ونعمہ وافضالہ ورشدہ فی افعالہ وجھدہ فی اعمالہ وصدقہ فی اقوالہ وحسن جمیع خصالہ ومحمودیۃ فعالہ وعلینا معشر الملتثمین لنعالہ والمتعلقین باذیالہ	اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر جس قدر آپ کا حسن، جمال، مرتبہ، بزرگی، فیاضی، عطا، عزت، کمال، نعمتیں، نوازش، افعال میں رشد، اعمال میں محنت، اقوال میں سچائی، تمام خصلتوں میں حسن اور عادات میں پسندیدگی ہے، اور ہم پر بھی جو آپ کے نعلین مبارک کو بوسہ دینے والے اور آپ کے دامن کو تھامنے والے ہیں۔ اے معبود برحق

امین الٰہ الحق امین!

این ست سطرے چند کہ با عموم غموم، وہجوم ہموم، وتراکم امراض وتلاطم اعراض، برنہجے کہ خدائے خواست، دردو جلسہ گیسوآراست، من فقیرمی خواستم کہ زلف سخن راشانہ دگر کشم، اماچہ کنم کہ دریں کوردہ از وطن دور، واز کتب مہجور افتادہ ام، ایں جاجزء شفاء ونسیم الریاض، مطالع المسرت وبعض کتب فقہ ہیچک بدستم نیست، ورنہ اولی الانظار دیدندے آنچہ دیدندے۔

ولکن من یرد اللہ خیرہ یشرح بھذا القدر صدرہ وما ذلك علی اللہ بعزیز ان ذلك علی اللہ یسیر. ان اللہ علی کل شی قدیر ،وکان ذلك لمنتصف جمادی الاخری عام تسع وتسعین بعد الالف والمائتین۔

ہماری دعا کو قبول فرما۔

یہ چند سطر تیح جس طرح خدانے چاہا، غم واندوہ کے اجتماع اور امراض وعوارض کے ازدحام کے باوجود دو جلسوں میں تحریر کی گئیں، دل چاہتا ہے کہ زلف سخن دوسری کنگھی سے سنواروں، مگر کیا کروں اس اندھی بستی میں وطن سے دور ہوں، کتابیں پاس نہیں، یہاں سوائے شفاء نسیم الریاض، مطالع المسرات اور بعض کتب فقہ کے کوئی کتاب موجود نہیں، ورنہ آنکھ والے دیکھتے جو دیکھتے۔

لیکن اللہ تعالٰی جس کی بھلائی کا ارادہ فرمائے اسی قدر سے اس کا سینہ کھول دے، اور اللہ تعالٰی پر یہ کوئی مشکل نہیں، بے شک اللہ تعالٰی کے لئے یہ آسان ہے، بے شک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے۔ یہ نصف جمادی الاخری ۱۲۹۹ھ کو مکمل ہوا۔ (ت)

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن سید الاکوان

ختم ہوا
